مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ کی دینی وعلمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ

مقالہ برائے: پی ایچ، ڈی

زیرنگرانی: ڈاکٹر عبید احمد خان

شعبہ علوم اسلامی

محقق: محمد رضوان تقی

شعبہ القرآن والسنہ' کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی

۲۸، جون ۲۰۰۵

بسم

اللّٰه

الرحمن

الرحیم

Department of Islamic Learning
University of Karachi-75270, Pakistan.
Tel: 92-21-9243131-7, Ext: 2390, 2478 Dir. 4825119
E-mail: drubaidkhan@hotmail.com

Dr. Ubaid Ahmed Khan

Date : 1/3/07

میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ میری نگرانی میں ''محمد رضوان تقی'' کا مکمل ہونے والا مقالہ برائے

پی ایچ ، ڈی بعنوان

''مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی وعلمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ''

کے حوالے سے ایک بیرونی ممتحن* نے جس تبدیلی (Modification) کی نشاندہی فرمائی تھی الحمدللہ وہ کرلی گئی ہے۔

میں سفارش کرتا ہوں کہ اُمیدوار کو پی ایچ ، ڈی کی سند عطا فرمائی جائے۔

1/3/07

نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر عبید احمد خان

شعبہ علوم اسلامی

کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی

Dean, Isl. St

Prof. Dr. Jalaluddin A. Noo
Dean, Faculty of Islamic Studi
University of Karachi

* ڈاکٹر مزمل احمد صدیقی

فہرست درستگی صفحات وحوالہ جات

مقالہ ھذا کو بغور پڑھنے کے بعد ممتحن نے اپنی رپوٹ کے مطابق مختلف صفحات میں جملوں کی درستگی ، پیراگراف میں تبدیلی ، مجموعی موقف ، رائے ، اظہار اور عربی عبارات میں تصحیح کے ساتھ مزید اغلاط کی نشاندہی فرمائی تھی۔ بیرونی ممتحن کی ہدایت کے مطابق ان اغلاط کی نشاندہی پر اسے درست اور صحیح کرلیا۔جن صفحات میں تبدیلی کی گئی ہے تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ صفحہ نمبر 44 میں حوالہ نمبر 10 میں ممتحن نے جس جانب اشارہ فرمایا اس کی وضاحت درست کر لی گئی ہے مزید حوالہ نمبر 11 اور 12 میں بھی درستگی کر لی ہے۔

۲۔ صفحہ نمبر 45 میں حوالہ نمبر 13,14 میں پیراگراف کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔

۳۔ صفحہ نمبر 46 میں حوالہ نمبر 15 اور 16 کے حوالہ جات کو ٹھیک کر لیا گیا ہے۔ مزید حوالہ نمبر 17 میں عربی عبارت کو بھی درست کرلیا گیا ہے۔

۴۔ صفحہ نمبر 48 میں حوالہ نمبر 20 اور 21 کی وضاحت کر دی ہے۔مزید حوالہ نمبر 22 میں عربی عبارت درست کر لی گئی ہے۔

۵۔ صفحہ نمبر 174 میں حوالہ نمبر 3 میں جہاں جہاں عربی عبارات کی کمزوری تھی اسے ٹھیک کرلیا گیا ہے۔

۶۔ صفحہ نمبر 221 میں جہاں جہاں عربی عبارات اور پروف کی غلطی تھی اُسے درست کرلیا گیا ہے۔

۷۔ صفحہ نمبر 228 میں جہاں جہاں عربی عبارت اور اردو پروف کی غلطیاں تھی اُسے درست کرلیا گیا ہے۔

۸۔ صفحہ نمبر 306 پر اختتامیہ میں حضرت شیخ الحدیث کی حدیثی خدمات کے حوالے سے اجمالی وضاحت پیش کر دی ہے۔

بیرونی ممتحن کے مذکورہ تمام نقطہ اعتراض کی تصحیح اور درستگی کی جا چکی ہے۔

(فہرست موضوع)

مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ کی دینی وعلمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ

Department of Islamic Learning
University of Karachi-75270, Pakistan.
Tel: 92-21-9243131-7, Ext: 2390, 2478 Dir. 4825119
E-mail: drubaidkhan@hotmail.com

Dr. Ubaid Ahmed Khan

Date : 25-06-2005

CERTIFICATE

Certified that MR. Muhammad Rizwan taqi s/o Muhammad Taqi has carried out research on topic :-

''مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی وعلمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ''

under my supervision and that his work is original and distinct and his dissertation is worthy of presentation in the University of Karachi for award of Ph. D degree in Islamic studies.

25/06/2005

Dr. Ubaid Ahmed Khan

ابتدائیہ

ابتدائیہ

انسان کی فطرت ہے کہ وہ زندگی کے جس شعبے کو اختیار کرے، اس میں کمال حاصل کرنے کیلئے اسے اس شعبے کے ماہرین کی صحبت اور عملی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس فطری حقیقت کا مشاہدہ اپنے محدود سے محدود دائرہ کار میں ہر شخص صبح شام کرتا رہتا ہے۔

اس دنیا میں انسان کو جو ذمہ داریاں انجام دینا ہوتی ہیں ان میں سب سے زیادہ نازک، مشکل اور ضروری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے طریقہ پر زندگی گذارے جس سے اس کے اپنے اندر پوشیدہ خیر کا پہلو اس کے اپنے اندرون میں چھپے ہوئے شر کے پہلو پر مستقل طور پر غالب آجائے اور وہ عالم آخرت میں جو سارے وجود کا مقصود حقیقی ہے، کامیاب ہو کر جنت میں لے جانے کے لائق ہو جائے اور ایسی محبت کرے کہ ساری انسانیت کو جنت میں لے جانیوالا ہو جائے۔

یہ ایک ایسی ذمہ داری ہے جس سے کوئی انسان مستثنیٰ نہیں خواہ وہ کسی پیشے سے تعلق رکھتا ہو، اس لئے کہ یہ ہر انسان کی اپنی ضرورت ہے ایمان ویقین، نماز وروزہ، زکوٰۃ وحج، علم وذکر، حسن اخلاق ومعاشرت، اخلاص امانت ودیانت، دعوت وتبلیغ، جہاد اور تفکر، وتدبر وغیرہ یہ سب اعمال واحکام اور پورا دینی نظام دراصل اسی ذمہ داری کی ادائیگی کے صحیح طریقہ کی طرف اس کی رہنمائی ہی کے لئے ہے۔

اس ذمہ داری کی اسی اہمیت اور انسان کے مذکورہ بالا فطری مزاج ہی کی وجہ سے جس میں زمان ومکان کے تغیر سے کوئی فرق نہیں آیا کرتا، اللہ تعالیٰ نے اس نظام حیات کی طرف انسانوں کی رہنمائی کے لئے جہاں کتابوں اور صحیفوں کو نازل فرمایا وہیں ہزاروں منتخب انسانوں کو بھی رسول کی حیثیت دیکر انسانوں کی تربیت کے لئے مبعوث فرمایا۔ وجہ ظاہر ہے کہ تربیت کے لئے کتاب اور انسانی نمونہ دونوں ضروری ہیں ہونا بھی یہ چاہئے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے اصولوں پر انسانوں کو پرکھا جائے۔ اور جو اس معیار پر پورا اتریں ان سے اس کے مفہوم اور پیغام کو سیکھا جائے۔

انسانوں میں سب سے زیادہ مکمل جامع اور معتدل ومتوازن نمونہ تو نبی اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ ہے۔ قیامت تک آنے والے انسانوں میں جس کی زندگی اس نمونہ سے جتنی قریب ہوگی سعادت وکامیابی اس سے اتنی ہی قریب ہوگی اور آپ ﷺ کے بے شمار معجزات اور دلائل نبوت میں سے ایک معجزہ خود آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ بھی ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ، معاشرہ کا کوئی طبقہ اور انفرادی واجتماعی کو پیش آنے والا کوئی حال ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں آپ ﷺ کی زندگی صرف ۲۳ سالہ دور نبوت میں کامل ترین عملی نمونہ موجود نہ ہو۔

آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ سے سب سے زیادہ قریبی مشابہت ومناسبت صحابہ کرامؓ کو حاصل ہوئی ۔ جنہوں نے اپنی زندگی کے ایک ایک گوشہ کو آپ ﷺ کی سیرت کی روشنی سے خوب خوب منور کیا۔ اور آپ ﷺ کی ہر صفت کو اپنی زندگیوں میں اتارا۔

چنانچہ کامیاب ہے وہ شخص جس نے اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے سب کا احترام سب کی قدر اور سب سے استفادہ کیا۔ جس سے جو ملا وہ لے لیا اور اس کا ممنون ہوا۔ جو نہیں ملا اس کی شکایت میں اور اس انتظار میں کہ جہاں سب کچھ یکجا ملے گا وہیں سے لے لوں گا۔ عمر عزیز ضائع نہیں کی ۔ چنانچہ قرآن پاک میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں ۔

''فطرت الله التی فطر الناس علیها''(1)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔قول:۔ ''الصبی اما نته سند والدیه وقله الطاهر جو هرة نفیسته ساذجته خالبته سن کسل نقش وصورة وقابل لکل منفش به ومائل الی کسل مایمال به۔''(2)

ترجمہ:۔ بچہ ماں باپ کے پاس امانت ہوتا ہے اور اسکا پاک قلب بالکل سادہ، جوہر نفیس ہوتا ہے۔ اور ہر نقش ہونے کے قابل ہوتا ہے جس طرف بھی مائل کر دیا جاتا ہے مائل ہو جاتا ہے۔

بچہ کی تربیت دراصل ماں باپ پر موقوف ہے اور بچہ کے شکم مادر میں پہنچنے سے قبل کے مراحل بھی بچہ کی تربیت پر گہرا اثر ڈالتے ہیں ایسے ہی استقرار حمل سے تربیت کی ابتدا ہو جاتی ہے اور اس حالت کے خیالات، احساسات، اکل وشرب کا بچہ کی تربیت پر گہرا اثر واقع ہوتا ہے بچہ کے ماں باپ اگر اچھے اخلاق، اطوار، افکار، عقائد اور اعمال رکھتے ہیں جو بچہ کے دنیا میں قدم رکھنے اور عالم وجود میں آنے پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسکے بعد ضابطہ کی تربیت رہ جاتی ہے اگر اسکے ساتھ عمدہ تربیت بھی ہو جائے تو نور علیٰ نور اور اگر اس میں کوتاہی ہو جائے تو پھر معاملہ بگڑ جاتا ہے۔ اکثری قاعدہ یہی ہے اور جزئیات کا استثناء تو ہوتا ہی رہتا ہے۔

اس مختصر تعارف سے غرض وغایت یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم جس پایہ کے تھے کم از کم اسی درجہ کی والدہ محترمہ بھی تھیں، خاندانی اور پیدائشی زہد وتقویٰ پھر کاندھلہ کا ایمان افزاء ماحول اور اسی میں بھی تربیت کا بہت زیادہ اہتمام اور بچہ کی نگرانی یہ سب کسی بھی بچہ کے مستقبل کے لئے کھلے دلائل ہیں۔

''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اپنے آبائی گاؤں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر (انڈیا) میں

گیارہ (۱۱) رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۵ھ بمطابق (۱۲) بارہ فروری سنہ ۱۸۹۸ء کو پیدا ہوئے'' (3)

اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور ان کے تلامذہ سے فیضیاب ہوئے اور تجدید و اصلاح کا عظیم کام انجام دیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ خود آپ بیتی میں فرماتے ہیں کہ میں نے پانچ دور دیکھے (جس کی تفصیل اس مقالہ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں)

(۱) حضرت شیخ الہندؒ سے جہاد و حریت کا ولولہ حاصل کیا۔

(۲) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ اور اپنے

(۳) والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے درس حدیث اور اس کے خصائص و لطافت سے بہرہ در ہوئے۔

(۴) حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ سے اخلاص وللّٰہیت اور حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے والہانہ تعلق و عقیدت حاصل کی۔

(۵) حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے تبلیغ اور اصلاح امت کے درد و غم کا دریا ان کے قلب میں موجزن ہوا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ تبلیغی جماعت کی اساس و بنیاد رکھنے والوں میں تھے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کو حدیث نبوی ﷺ سے خصوصی شغف و تعلق تھا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی ایک عجیب خصوصیت تھی کہ مختلف مزاجوں اور طبیعتوں والے اشخاص کو جوڑتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے پاس آکر سارے لوگ ایک بن جاتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی مدت سے آرزو اور تمنا تھی کہ جس ذات اقدس کی سنت و شریعت، جس محبوب کے والفاظ واحادیث کے ساتھ اس کی شرح و تفسیر میں عمر بھر وابستہ رہنے کی دعا کی ہے۔ اسی کے قدموں میں رہوں انہی کے آستانہ پر ہر وقت حاضری رہے واپسی کا ارادہ ہوا اس مبارک جگہ سے جانے کو جی نہیں جاہتا تھا۔ رورو کر جلد بلانے کی درخواست پیش کی۔ دل پر جبر کیا۔ بہتے ہوئے آنسوں، آنسوں اور سسکیوں کے درمیان الوداعی سلام پیش کیا اور یہ غلام بادل نخواستہ واپس ہندوستان چلا آیا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے بھی بہت سا کام اس سے لینا تھا اور لیا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی یہ تمنا سنہ ۱۳۹۳ھ میں پوری ہوئی اور مدینہ منورہ میں مستقل قیام کا ارادہ فرما کر وہیں کے ہو رہے۔ اسفار تو ہوتے رہے کہ مخلوق خدا کو ان کی ضرورت تھی۔ اب صرف ایک آرزو تھی کہ ابدی استراحت کی جگہ بھی قدموں میں ہی نصیب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آرزو بھی پوری کر دی۔ یکم شعبان سنہ ۱۴۰۲ھ بمطابق ۲۴ مئی سنہ ۱۹۸۲ء میں محبوب کے محبوب شہر میں وصال ہوا۔ جنت البقیع میں آخری آرام گاہ اہل بیت اور آپ کے شیخ کے قدموں میں تجویز ہوئی۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی علم کی اشاعت، تبلیغ دین کی سرپرستی اور لوگوں کو زکر اللہ کی تلقین سے عبارت تھی۔ ان تین مقاصد کے لئے آپ نے زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں فرمایا اور وقت کی ایسی قدر کی کہ لوگوں کو خواب میں محبوب رب العالمین خاتم النبیین ﷺ کی بشارت ہوئی کہ میں زکریا کی یہ ادا بہت پسند کرتا ہوں کہ یہ وقت ضائع نہیں کرتا۔ آپ کے سفر وحضر میں اس وقت کو جس طرح ان مقاصد کے لئے استعمال فرمایا۔ اس کا منہ بولتا ثبوت آپ کی تصانیف، آپ کے خلفاء کرام اور تبلیغ دین کا پوری دنیا میں پھیلا ہوا کام ہے۔

جو حضرات شیخ الحدیثؒ کی خدمات کے کسی پہلو پر کام کرنا چاہیں تو زیر نظر مقالہ میں راقم حروف نے ایسے مواد فراہم کر دیئے ہیں کہ ان کی روشنی میں اپنے لئے موضوعات کا انتخاب کر سکتے ہیں اور یہ مقالہ ان حضرات کے لئے ایک بہت ہی مفید اور مددگار ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ اور یقیناً حضرت شیخ الحدیثؒ کے کمالات عالیہ وعملیہ پر ایک مفصل تاریخ کی ضرورت آج بھی محسوس کی جا رہی ہے۔ پڑھنے والوں کی سہولت اور مضامین کے دل نشین ہونے کے خیال سے اس مقالہ کو چھ ابواب پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱:۔ باب اول — حالات زندگی

۲:۔ باب دوئم — تعلیم وتربیت

۳:۔ باب سوئم — اساتذہ کرام

۴:۔ باب چہارم — دینی وعملی خدمات

۵:۔ باب پنجم — تعلیمات تصوف

۶:۔ باب ششم — مولانا کی تعلیمات کی ترویج میں تلامذہ کا کردار

آخر میں ان حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو کسی بھی لحاظ سے اس مقالہ کی تکمیل میں میرے مددگار ومعاون بنے ہیں۔ اس امر عظیم کے سرانجام دیے میں میرا ذاتی کوئی کمال نہیں بلکہ یہ محض توفیق ایزدی کا ثمرہ ہے اور مشفق اساتذہ کی رہنمائی اور بزرگوں، دوستوں اور بھائیوں کے تعاون کا نتیجہ ہے بالخصوص اس مقالہ کی تکمیل میں میرے محترم ومکرم جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید، نگران ڈاکٹر عبید احمد خان کا نہایت مشکور ہوں کہ انہوں نے ہر مقام اور ہر جگہ پر میری اصلاح فرمائی اور مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازنے کے ساتھ ساتھ ایک مشفق ومربی استاد کی حیثیت سے میری رہنمائی فرمائی۔ مزید یہ کہنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مذکورہ حضرات نے ہمیشہ اپنے قیمتی وقت میں سے خندہ پیشانی کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ

فرماتے رہے۔کلیہ معارف اسلامیہ کے شعبہ قرآن والسنہ کے ڈاکٹر فضل احمد کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے ''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی دینی وعملی خدمات کا تحقیقی جائزہ'' کے عنوان پر تحقیقی مقالہ لکھنے کی اجازت عنایت فرمائی۔ میں اپنے مخلص بھائی دوست محمد جمیل بندھانی، اور مجلس علمی لائبریری کے نگران ڈاکٹر محمد عامر طاسین کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انھوں نے کتب کے سلسلے میں میری ہرممکن معاونت کرتے رہے۔اسی طرح دیگر احباب کا بھی مشکور ہوں کہ جنہوں نے اس مقالہ کی تیاری میں میری امداد فرمائی اور اپنا قیمتی وقت عنایت فرما کر مقالہ میں تعاون فرمایا۔

ابتدائیہ: حوالہ جات

1۔القران،۳۰:۳۰

2۔احیاء العلوم، امام غزالی، حجۃ الاسلام، مترجم سعید الرحمٰن، علوی، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س ن، صفحہ نمبر ۶۹ جلد سوئم

3۔چالیس بڑے مسلمان، حافظ محمد اکبر شاہ، سید، کراچی، ادارۃ القرآن، ۲۰۰۱، ص۲۲۲، جلد دوم

باب اوّل

مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ کی دینی و علمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ

باب اوّل : حالات زندگی

ہندوستان کی تاریخ گواہ ہے کہ علماء حق نے دین حق کے قیام کے لئے زندگی کے مختلف شعبوں میں گراں قدر خدمات انجام دیں ہیں علم کا میدان ہو یا دعوت وتبلیغ کا سلسلہ ہو دینی سیاست کا معاملہ ہو یا آزادی وحریت کی جدوجہد، علماء حق نے قربانیوں اور عزیمت کی ایسی ان مٹ تاریخ رقم کی ہے جو اس امر کی گواہ ہے کہ علماء حق نے ہندوستان کو سپین کی طرح زوال پزیر نہیں ہونے دیا بلکہ اسلامی اقدار، تعلیمات اور کلچر کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ اس پر باقاعدہ ایک اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھنے کے لئے بھی جدوجہد کی اور اس طرح انبیاء اکرام کے اصل وارث ہونے کا حق ادا کیا۔ علماء اکرام کی یہی جماعتیں تسلسل کے ساتھ دین حق کی خدمت کے اس سلسلے کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں۔

''دین اسلام میں جس قدر تازگی اور عصر حاضر کے سچے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت ہے وہ کسی اور مذہب میں موجود نہیں جس کی وجہ سے تمام مذاہب کو اپنی عبادت گاہوں کی چاردیواری میں محصور ہونا پڑا جبکہ اس سے باہر ان کو رسومات کی بوسیدہ چادر اوڑھے بغیر کوئی چارہ نہیں آتا۔ دین اسلام کی اس تابانی کا اظہار ان سچے بندوں کے ذریعے ہوتا رہا ہے جو علماء ربانی کہلاتے ہیں ان صوفی علماء حق نے اپنے دور کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس کے تقاضوں کی تشخیص کی اور پھر کہیں علاج بالضد کو آزمایا اور کہیں علاج بالمثل کو تجربے میں لائے، کبھی متوازن غذاؤں کو استعمال میں لائے کبھی پرہیز کو ہی تجویز کیا'' (1)

ان بزرگوں کے اس تسلسل کی ایک کڑی شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی بھی ہیں جو ایک ایسی نابغہ روزگار ہستی ہیں جنہوں نے دینی خدمت کے لئے اپنی زندگی کو وقف رکھا۔

''حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ ہمارے عہد کی ان یگانہ ہستیوں میں سے تھے جن کا نفس وجود ہی امت کے لئے رحمتوں اور برکتوں کا باعث ہوتا ہے اور جن کو اللہ تعالیٰ کسی دور میں فیض رسانی کے لئے منتخب اور موفق فرما لیتے ہیں برصغیر کے علماء میں ان کی ذات اس وقت ایسی تھی کہ مختلف نقطہ ہائے نظر کے لوگ بھی اس کے علم وفضل تقدس و تقوٰی، جہد و عزیمت اور ملت کے درد کے نہ صرف معترف، بلکہ اسکے آگے سربہ خم تھے اور جو مشکلات میں بڑے بڑے علماء کے لئے مرجع بنی ہوئی تھی ان کی مثال ایسے گھنے اور سایہ دار درخت کی سی تھی جس کی چھاؤں میں امت کے تمام افراد اور خصوصاً اہل علم و دین کو آغوش مادر کا سکون وسرور میسر آتا'' (2)

مولانا کی دینی وعلمی خدمات کا جائزہ پیش کرنے سے پہلے ان کے حالات زندگی کے بارے میں جائزہ پیش خدمت ہے۔

خاندان کا تعارف:

مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے خاندان کا تعلق جھنجھانہ اور کاندھلہ کے بزرگ ومعروف دیندار گھرانے سے تھا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی خاندان کاندھلہ کی امتیازی شان اور مردم خیزی پر لکھتے ہیں۔

''ہندوستان کے ان چیدہ وبرگزیدہ خاندانوں میں جو صدیوں تک علم وفضل اور ذہانت وذکاوت کے گہوارے رہے ہیں، صدیقیوں کا ایک وہ خاندان بھی ہے جس کا اصل وطن جھنجھانہ ضلع مظفرنگر اور وطن ثانی کاندھلہ ضلع مظفرنگر ہے۔ یہ گھرانہ ان خوش قسمت خاندانوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت وعنایت سے نوازا، اس خاندان کی بنیاد کچھ ایسے صدق واخلاص پر پڑی تھی کہ صدیوں تک یکے بعد دیگرے اس میں علماء وفضلاء واہل کمال اور مقبولین پیدا ہوتے رہے۔علوئے استعداد وعلوئے ہمت اس کی خاندانی خصوصیت ہے اور انہیں دو چیزوں نے اس خاندان کو ایسا شرف وامتیاز عطا کیا کہ ہر دور میں اس میں باکمال اور اکابر رجال پیدا ہوتے رہے۔علوئے استعداد وعلوئے ہمت نے اس خاندان کے افراد میں علمی جامعیت کی شان پیدا کی اور انہوں نے اپنے اپنے وقت میں مروجہ علوم اور اکثر اصناف کمال کی طرف توجہ کی، اور ان میں دستگاہ پیدا کی، اس کی وجہ سے اس میں بلند پایہ فقیہ ومفتی جامع معقول اور منقول عالم قادر الکلام شاعر اور حاذق طبیب پیدا ہوئے۔حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے خاندان کے تلمذ نے اتباع سنت، اصلاح عقائد واعمال کا ذوق اور اشاعت علم کا جذبہ پیدا کیا، حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تعلق نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا اور توحید واتباع سنت کے ساتھ جذبہ جہاد وسرفروشی کا اضافہ کیا، حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یگانہ روزگار ورع وتقویٰ اور ان کی بلند ہمتی وجفاکشی نے مردوں کے ماسوا بیبیوں میں بھی احتیاط وتورع اور ذکر وعبادت کا ذوق پیدا کر دیا۔'' (3) مزید تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اس خاندان کی بڑی خصوصیت یہ رہی کہ اس نے اپنے موروثی فضل وکمال اور سلسلہ روحانی کے باوجود اپنے اپنے زمانہ کے مقبول مشائخ اور خاصان خدا سے جو اپنے فن کے امام اور اپنے زمانہ میں مرجع خلائق تھے۔استفادہ وانتساب میں تامل نہیں کیا، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ شاہ عبدالرحیم اور دوسرے معاصر بزرگوں سے اس خاندان کے اہل کمال اور اہل طلب برابر منسلک اور وابستہ ہوتے رہے اور یہ سلسلہ بحمد اللہ تعالیٰ اب تک جاری ہے اور یہ اس کے صدق طلب وعلو ہمتی کی دلیل ہے۔اس خاندان کی قبولیت اور اس پر اللہ تعالیٰ کی جو نگاہ عنایت ہے۔اس کی کھلی

ہوئی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس دور میں اس خاندان سے دعوت واصلاح کا وہ عظیم الشان کام لیا جس کی نظیر اس وقت عالم اسلام میں ملنی مشکل ہے مشہور تبلیغی دعوت تحریک کا یہی خاندان سر چشمہ ومنبع ہے۔اسی خاندان میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ جیسی شخصیت پیدا ہوئی جس سے اللہ تعالیٰ نے اس دور میں تجدیدی شان کی خدمت لی اور جن کے اخلاص علوئے ہمت علوئے نظر، مجاہدہ اور قربانیوں کے اثرات وبرکات اور فیوض وثمرات اس وقت دنیا کے ایک بڑے حصے میں پھیلے ہوئے ہیں ان کے بعد ان کے خلف الرشید مولانا محمد یوسف صاحب اس کی توسیع وتکمیل میں مشغول ہیں۔ان کا صدق واخلاص ان کا توکل واعتماد، ان کی صحبت کی تاثیر، ان کا جذبہ اخوش اوران کا مجاہدہ وجد وجہد مشاہدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ ''عیاں راچہ بیان'' اسی طرح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی ذات گرامی اسلاف اوران کے کمالات کی زیدہ یادگار اور اپنے خاندان کے علوئے ہمت، مجاہدہ وجامعیت اوراخلاق کیا یک جیتی جاگتی تصویر اوردور ماضی کے واقعات کی تصدیق ہے۔''(4)

گویا یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ مولانا کا خاندان مذہبی اقدار کا پابند اپنی ایک منفرد پہچان رکھتا تھا جذبہ جہاد کی چاشنی ہو یا سلوک وتصوف کا سلسلہ،علم شریعت ہو یا حکمت قرآن ،دعوت وتبلیغ اسلام کی کاوشیں ہوں۔ ہر شعبے میں اس خاندان کا نام اپنی مثال آپ تھااس امتیازی حیثیت کی مزید وضاحت کے لئے مولانا کے سلسلہ نسب پر روشنی ڈالتے ہیں۔

سلسلہ نسب:

آپ کا سلسلہ نسب ملاحظہ ہو۔

''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا بن مولانا محمد یحییٰؒ بن مولانا محمد اسماعیل بن شیخ غلام حسین بن حکیم کریم بخش بن حکیم غلام محی الدین بن مولوی محمد ساجد بن مولوی محمد فیض بن مولوی محمد شریف بن مولوی محمد اشرف بن شیخ جمال محمد شاہ بن شیخ نور محمد عرف بابن شاہ بن شیخ بہاء الدین شاہ بن مولوی شیخ محمد بن مولانا کریم الدین مذکر بن امام تاج مذکر بن امام حاج مذکر بن حضرت قاضی ضیاء الدین سنافی صدیقی۔''(5)

مولانا کے خاندان کے یہ بزرگ جہاں مذہبی حوالے سے راسخ العقیدہ تھے وہاں عملی طور پران کی زندگی دین کی خدمت میں گذری ذیل میں ان کے خاندان کے چیدہ چیدہ افراد کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

مولانا محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

''مولانا محمد اشرف کے کچھ واقعات ان کے پڑپوتے مولانا محمد ساجد صاحبؒ (م ۱۲۰۸ھ) کی تالیف ''غرائب الہند'' کے حوالے سے مفتی الٰہی بخش کاندھلوی نے اپنی بیاض میں نقل کیئے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد اشرف

صاحبؒ علم وفضل ،معرفت وسلوک اور زہد واستغناء میں مشہور تھے ان کی شان اولیائے کاملین کی سی تھی اور ان کے ہم عصر علماء ان کے فضل وکمال کے معترف تھے جن کی چند مثالیں ذیل میں پیش خدمت ہیں ۔

''(ا) علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی ،مولانا کا شہرہ سن کر زیارت کے لئے جھجھانہ تشریف لائے ۔مولانا محمد اشرف صاحبؒ اس وقت مطول کا درس دے رہے تھے مولانا نے علامہ کی پذیرائی اور مختصر صدارات کے بعد سبق دوبارہ شروع فرمادیا۔علامہ کو شاید اپنی موجودگی میں مولانا کا دوبارہ سبق شروع کرادینا ناگوار گزرا۔

انہوں نے مولانا سے علمی مکالمہ شروع کر دیا مختلف مباحث پر گفتگو ہوئی معقولات ومنقولات زیر بحث آئے ،بالآخر سلسلہ کلام ''اصول علم'' پر آپہنچا تو مولانا نے فرمایا'' ہاں اب ہمارے اصل موضوع پر آئے علامہ سیالکوٹی پر مولانا کا علمی مرتبہ منکشف ہو چکا تھا انہوں نے خیال کیا کہ جب دوسرے مباحث میں مولانا کا علمی پایہ اتنا بلند ہے تو جس موضوع کو وہ اپنا اصل موضوع فرمارہے ہیں اس میں شاید مجھے خاموش ہونا پڑے ۔اس لئے علامہ نے یہ کہہ کر سلسلہ گفتگو ختم کر دیا کہ میں نفوس قدیمہ کے وجود کا منکر تھا مگر اب معلوم ہوا ہے کہ یہ حضرات اس دنیا میں واقعی موجود ہیں ۔'' (6) مزید لکھتے ہیں ۔

''علامہ سیالکوٹی نے ایک رسالہ ''حقہ کی حرمت'' میں تالیف فرمایا تھا علامہ چاہتے تھے کہ مولانا بھی اس کی تصدیق کر دیں تا کہ حقہ کی حرمت پر اکابر علماء کا اجماع ہو جائے ۔اس لئے مولانا کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا کہ جناب والا علم ظاہری وباطنی میں کامل ہیں اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں مولانا نے فرمایا مباح ہے اور کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور حقہ خاص وعام میں رائج ہو چکا ہے ۔اس کو حرام کہنا زیادتی ہے علامہ سیالکوٹی نے کچھ تردد کیا تو فرمایا اجماع میں علماء مجتہدین کا اجماع شرط ہے عام علماء کا اجماع معتبر نہیں ہے اگر علماء کا اجماع بھی سند تسلیم کر لیا جائے تو اس کے لئے کتاب وسنت سے سند کی ضرورت ہے اور اس مسئلہ پر حرمت کی دلیل کہاں سے آئے گی ۔مولانا کی تقریر کے بعد علامہ سیالکوٹی نے اپنا رسالہ چاک کر دیا ۔'' (7)

''مولانا محمد اشرف صاحبؒ ندائے غیبی کے اشارے سے مرشد کی تلاش میں نکلے ،بالآخر سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ تک رسائی ہوئی ان کے احوال واقوال سے دل کو تقویت ہوئی ۔ان سے بیعت ہو گئے اور سلسلہ قادریہ کے اوراد واشغال اور ریاضات ومجاہدات میں مشغول ہو گئے ۔دو سال بعد مرشد نے فرمایا کہ تمہارا باقی حصہ فلاں بزرگ کے پاس ہے ۔ان سے رخصت ہو کر ان بزرگ کی خدمت میں پہنچے کچھ عرصہ بعد انہوں نے ایک اور بزرگ کی خدمت میں بھیج دیا ۔یہ وہاں پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ تم ہر طرح کامل ہو گئے ہو ۔وطن واپس جاؤ ،اور روحانی دولت کو اگر ظاہر کرنا چاہو تو لوگوں کو بیعت کرو اور ارشاد وتلقین کا شغل اختیار کرو ،اور اگر چھپانا چاہو تو درس میں مشغول رہو ،عرض کیا میں علم شریعت کی خدمت

کا شغل پید کرتا ہوں اس پر ان بزرگ نے مولانا کو دعائیں دیں اور فرمایا۔'' تا قیامت ظاہری علم تمہارے، خاندان سے نہیں جائے گا''۔

مولانا محمد اشرف صاحبؒ اجازت وخلافت کے بعد وطن واپس ہوئے اور درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ کمال باطنی کے باوجود بہت کم کسی کو بیعت فرماتے تھے، مولانا کا یہ معمول سن کر تھا تیسر کے ایک بزرگ نے اپنے ایک خادم کے ذریعے جبہ اور ٹوپی مولانا کی خدمت میں روانہ کیا، مگر زبانی کوئی پیغام نہیں بھیجا، حضرت مولانا نے اس عطیہ پر پرانے جوتے رکھ کر واپس فرما دیا، حاضرین مجلس نے اس کا راز جاننا چاہا تو مولانا نے فرمایا'' ان بزرگ کا مقصد یہ تھا کہ تم سلوک کی تکمیل کر چکے ہو، ہر طرح سے لائق بیعت وارشاد ہو، لوگوں کو بیعت کرو اور خلافت واجازت دو میں نے اس کا جواب یہ بھیجا کہ میں تو خود کو پرانے جوتوں سے بھی کمتر وحقیر سمجھتا ہوں اور بیعت وارشاد کا اہل نہیں ہوں۔' (8)

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد اشرف کس پائے کے عالم اور بلند درجہ کے بزرگ تھے۔

مولانا محمد شریف صاحب جھنجھانویؒ:

مولانا محمد اشرف صاحب کے دو صاحبزادے تھے۔ مولانا شاہ محمد شریف اور عبدالمقتدر مولانا محمد شریف صاحبؒ علم وفضل اور معرفت وسلوک میں اپنے والد ماجد کے قدم بقدم تھے۔

مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی'' حالات مشائخ کاندھلہ'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

'' حضرت مولانا محمد اشرفؒ کے پیر ومرشد نے ان کو بشارت سنائی تھی کہ تمہاری اولاد میں علم شریعت قیامت تک رہے گا اس بشارت کے اول مظہر مولانا محمد شریف صاحبؒ کی ذات تھی ان کے بعد ان کی والاد میں بھی آج تک .س گیارہ بشت گذر جانے کے باوجود ہر دور میں علم شریعت نمایاں نظر آ رہا ہے اور خدا نے چاہا تو قیامت تک نمایاں رہے گا۔''(9)

'' مولانا حکیم محمد شریف صاحبؒ کے دو صاحبزادے ہوئے۔ ایک مولانا حکیم عبدالقادر صاحب جن کی اولاد میں اہل کمال اور علماء وفضلاء بڑی مقدار میں گذرے ہیں۔ خصوصاً مفتی الٰہی بخش صاحبؒ اور ان کے نامور بھتیجے مولانا مظہر حسین کاندھلوی ممتاز ترین علماء وفضلاء وقت میں سے تھے۔ دوسرے صاحبزادے مولانا محمد فیض تھے جن کا قیام جھنجھانہ میں رہا ان کی اولاد میں مولانا محمد اسماعیل صاحب کاندھلوی مولانا محمد یحیٰی صاحبؒ کاندھلوی ان کے فرزند شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کاندھلوی داعی الی اللہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کاندھلوی اور ان کے صاحبزادہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کاندھلوی جیسے اہل فضل وکمال اور بلند پایہ بزرگ پیدا ہوئے۔ جھنجھانہ اور کاندھلہ خاندان کی دونوں ہی شاخیں مولانا محمد شریف پر آ کر جا ملتی ہیں۔''(10)

مولانا محمد شریف صاحب بھی بلند پایہ کے عالم باعمل تھے۔

مولانا محمد فیض جھنجھانویؒ :

مولانا محمد ساجد صاحب نے اپنے مجموعہ مکتوبات میں اپنے والد ماجد مولانا محمد فیض صاحبؒ کے خطوط نقل فرماتے ہوئے ان کے بارے میں مندرجہ ذیل الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔ ''جامع العلوم الظاہریۃ والباطنیۃ عالم الفارسیۃ والعربیہ مجمع الفضائل والفواضل حاوی محاسن الشمائل فیض محمد بن محمد شریف بن محمد اشرف القادری الجھنجھاوی'' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد فیض صاحبؒ بھی علم وفضل اور سلوک وتصوف میں اپنے اسلاف کے جانشین تھے ۔ مولانا محمد فیض صاحبؒ کے چار صاحبزادے تھے۔ (۱) مولانا محمد ساجد (۲) محمد ستار (۳) غلام قادر (۴) قادر بخش۔'' (11)

''مولانا حکیم محمد شریف کی اولاد میں دوسری شاخ مولانا محمد فیض صاحبؒ سے چلی جن کے نامور فرزند مولانا محمد ساجد جھنجھانوی تھے جو سنہ ۱۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ خواجہ اکرم دہلوی نے لفظ ''خورشید'' سے تاریخ نکالی، معتبر عالم وسیع النظر فقیہ، حاذق طبیب، خوش کلام شاعر تھے، عاشق تخلص تھا، نجوم وجفر اور تعویذات اور کیمیا میں بھی ماہر تھے، زندگی کا بیشتر حصہ امراء اور نوابوں کے مصاحبت وملازمت میں گذارا، فارغ اوقات میں درس اور مطب کا شغل بھی رہتا متعدد تصانیف بھی یادگار چھوڑیں، مولانا راشد صاحب نے ان کی آٹھ تالیفات اور دو بیاضوں کا تعارف کرایا ہے جس کے نام یہ ہیں۔

(۱) غرائب الہند (۲) فتاوی العجائب والغرائب (۳) شرح یوسف زلیخا (۴) شرح بوستان (۵) شرح سکندر نامہ (۶) مجموعہ مکتوبات (۷) سراپا (۸) کتاب معالجات (۹) بیاض (علمی وفقہی) (۱۰) بیاض متفرقات۔

مولانا محمد ساجد صاحب نے سنہ ۱۲۰۸ھ میں وفات پائی، چار صاحبزادے غلام محی الدین صاحب، غلام نبی صاحب، غلام علی صاحب اور شاہ خیر الدین صاحب اور تین صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں۔'' (12)

مولانا غلام محی الدینؒ وغیرہ: ''مولانا غلام محی الدین صاحبؒ کے صرف ایک صاحبزادے حکیم کریم بخش تھے حکیم کریم بخش کے دو صاحبزادے ہوئے (۱) غلام حسن (۲) غلام حسین، غلام حسین کے دو صاحبزارے تھے مولانا محمد اسماعیل (حضرت شیخ الحدیثؒ کے جد امجد) اور مولوی محمد اسحٰق صاحبؒ۔'' (13)

حضرت مولانا محمد اسماعیلؒ :

''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ بن

مولوی غلام حسین صاحبؒ قصبہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ مولانا سنہ ۱۸۵۵ء میں اپنے بھائی محمد اسحاق صاحب کے ساتھ دہلی آگئے تھے۔ دہلی میں بہادر شاہ ظفر کے سمدھی مرزا الٰہی بخش کے بچوں کو تعلیم کے لئے بہت معمولی تنخواہ پر ملازم ہوئے۔ دہلی کے باہر حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرقد کے قریب چونسٹھ (۶۴) کھبے کے نام سے جو تاریخی عمارت ہے اس کے سرخ پھاٹک پر ایک مکان میں رہا کرتے تھے متصل ہی ایک چھوٹی سی مسجد تھی جس کے سامنے مرزا الٰہی بخش کی نشست گاہ تھی جس پر ٹین پڑا ہوا تھا۔ اسی بنا پر اس کو ''بنگلہ والی مسجد'' کہتے تھے، یہ گویا مدرسہ کاشف العلوم کی ابتداء تھی مولانا کے پہلے شاگرد مرزا الٰہی بخش کے بیٹے مرزا سلیمان جاہ اور مرزا ثریا جاہ تھے۔ پھر مرزا الٰہی بخش خود بھی مولانا کے تلامذہ میں شامل ہوگئے اور مولانا سے قرآن مجید پڑھا۔ سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد مولانا کے شاگردوں میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ مدرسہ کی ابتداء قرآن شریف کی تعلیم سے ہوئی مگر مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کی سعی اور جانفشانی سے چند سال کے قلیل عرصہ میں اعلیٰ درسی کتابوں کے اسباق بھی شروع ہوگئے تھے۔'' (14)

''مولانا اپنی زندگی عزت اور گمنامی اور عبادت میں گذار رہے تھے خود مرزا الٰہی بخش صاحب کو ان کے مرتبہ کا احساس اس وقت ہوا جب مولانا کے مستجاب الدعوات ہونے کا ان کو ذاتی تجربہ ہوا۔ ذکر و عبادت آئے گئے مسافروں کی خدمت اور قرآن مجید و دین کی تعلیم، شب و روز کا مشغلہ تھا خدمت و تواضع کا یہ عالم تھا کہ مزدور بوجھ لادے ہوئے پیاسے ادھر آنکلتے ان کا بوجھ اتار کر رکھ دیتے اپنے ہاتھ سے ڈول کھینچ کر ان کو پانی پلاتے پھر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرتے کہ اے اللہ تو نے مجھے اپنے بندوں کی اس خدمت کی توفیق دی میں اس قابل نہ تھا عام اجتماع و ہجوم کے زمانہ میں پانی اور لوٹوں کا خاص اہتمام رکھتے اور رضائے الٰہی اور قربت خداوندی کا ذریعہ سمجھ کر خلق خدا کی راحت رسانی اور خدمت میں مشغول رہتے۔'' (15)

''مولانا ہر وقت ذاکر و با خدا رہتے تھے مختلف اوقات و حالت کے متعلق حدیث میں جو اذکار اور اوراد آئے ہیں ان کی پابندی کرتے تھے اور آپ کو اسطرح مرتبہ احسان حاصل تھا چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے طریق سلوک کے حصول کی خواہش کی۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ آپ کو اس کی حاجت نہیں، جو اس طریق اور ان ذکر و اذکار کا مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید پڑھنے کے بعد یوں کہے کہ قاعدہ بغدادی نے نہیں پڑھا اس کو بھی پڑھ لوں۔'' (16)

مولانا کو قرآن مجید کی تلاوت اور ورد سے خاص شغف تھا رات کو اس کا خاص اہتمام تھا کہ گھر والوں میں سے کوئی جاگتا رہے بارہ ایک بجے تک صاحبزادہ صاحب بیدار ہوجاتے اور مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سو جاتے پچھلے پہر بڑے

صاحبزادے مولانا محمد صاحبؒ کو بیدار کر دیتے ۔مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کی اہلیہ صفیہ بی بی بھی قرآن کی حافظہ تھیں اور وہ بھی اتنا اچھا یاد تھا کہ کبھی متشابہ نہ لگتا تھا ایک ہفتے میں قرآن مجید پورا کر لیتی تھیں اس کے علاوہ درود شریف اور اسم ذات اور ایک منزل قرآن کی تلاوت روزانہ کا معمول تھا۔ یہی نہیں اس گھرانے کی سب بیبیوں کا یہی عالم تھا۔ مولانا ابوالحسن صاحب علی ندوی لکھتے ہیں ۔

''گھر میں بیبیاں عام طور پر نوافل میں اپنے اپنے طور پر قرآن مجید پڑھا کرتی تھیں اور عزیز مردوں کے پیچھے تراویح اور نوافل سنتی تھیں ۔رمضان المبارک میں قرآن مجید کی عجیب بہار ہوتی اور دیر تک اس کا سلسلہ جاری رہتا ،عورتوں کو اتنا ذوق اور علم تھا کہ قرآن شریف پڑھ کر مزہ لیتیں اور نماز کے بعد اپنے مقامات پر ذکر کرتیں ،نمازوں میں ایسی محویت اور استغراق تھا کہ بسا اوقات بعض بیبیوں کو گھر میں پردہ کرانے اور کسی حادثے وغیرہ میں لوگوں کے آنے جانے کا احساس تک نہ ہوتا۔قرآن شریف ترجمہ واُردو تفسیر مظاہر حق مشارق الانوار،حصن حصین یہ کتابیں عورتوں کا منتہانہ نصاب تھا ،اس خاندان کا یہ عام رواج تھا کہ گھر کے باہر اور اندر کی مجلس حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے خاندان اور قصوں اور چرچوں سے گرم رہتیں ۔ان بزرگوں کے واقعات مردوں اور عورتوں کی زبانوں پر تھے مائیں اور گھر کی بیبیاں بچوں کو طوطے مینا کے قصوں کے بجائے یہی روح پرور واقعات سناتیں ۔''(17)

مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کی طبعیت اتنی صلح کل واقع ہوئی تھی کہ کسی کو آپ سے کوئی شکایت نہ تھی آپ کی للاہیت ،خلوص اور بے نفسی آشکار تھی ۔

مدرسہ کاشف العلوم کی ابتدا:

''مولانا ۱۸۵۵ء میں اپنے بھائی محمد اسحٰق کے ساتھ دہلی آ گئے دہلی میں بہادر شاہ ظفر کے سمدھی مرزا الٰہی بخش (ہدایت افزا بہادر) کے بچوں کی تعلیم کے لئے بہت معمولی تنخواہ پر ملازم ہوئے دہلی کے باہر حضرت نظام الدین اولیاء کے مرقد کے قریب چونسٹھ کھمبے کے نام سے جو تاریخی عمارت ہے اس کے سرخ پھاٹک پر ایک مکان میں رہا کرتے تھے متصل ہی ایک چھوٹی سی مسجد تھی جس کے سامنے مرزا الٰہی بخش کی نشست گاہ تھی جس پر ٹین پڑا ہوا تھا اسی بنا پر اس کو بنگلہ والی مسجد کہتے تھے یہ گویا مدرسہ کاشف العلوم کی ابتدا تھی مولانا کے پہلے شاگرد مرزا الٰہی بخش کے بیٹے مرزا سلیمان جاہ اور مرزا ثریا جاہ تھے پھر مرزا الٰہی بخش خود بھی مولانا کے تلامذہ میں شامل ہو گئے اور مولانا سے قرآن مجید پڑھا ۱۸۵۰ء کے بعد مولانا کے شاگردوں میں تیزی سے اضافہ ہوا خانوادہ تیموری کے خانماں برباد شہزادے جن کو گردش زمانہ قلعہ معلی سے نظام الدین کے ویرانے میں لے آئی تھی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے لگے ان

شہزادوں نے ناز ونعمت میں آنکھیں کھولی تھیں مگراس وقت نان شبینہ کے محتاج اور عسرت و بے بسی کی تصویر تھے مولانا ان کو تعلیم دیتے ان کی اشک شوئی فرماتے اوران کی ہرممکن خدمت کرتے حضرت مولانا کے آخری دور میں، دس بارہ میواتی طالب علم بھی رہتے تھے ان کے مصارف اور کھانے کا انتظام مولانا خودفرماتے چندطلبہ کا کھانا مرزا الٰہی بخش کے یہاں سے آتا تھا جومولانا کی وفات کے بعدبھی جاری رہا''(18)

آپ کی قناعت کا یہ عالم تھا کہ''مولانا کی تنخواہ پانچ روپے مہینہ سے شروع ہوتی تھی جوترقی کرتے ہوئے آخر میں پندرہ روپے تک پہنچ گئی تھی خوراک کے لئے چارروپے گیارہ آنہ کا مستقل وظیفہ تھا تمام عمر اسی تنخواہ میں بسرفرمائے نواب دوجانہ نے بہت اصرار سے سوروپے ماہوار پر بلانا چاہا مگر یہ کہ کر انکارفرمادیا کہ جومل رہا ہے گذارے کو وہ بھی کافی ہے''(19)

مولانا نے جومدرسہ قائم کیا اس کی حالت یہ تھی کہ''مدرسہ کی ابتداقرآن شریف کی تعلیم سے ہوئی تھی مگر مولانا محمد اسماعیل کی سعی اور جانفشانی سے چندسال کے قلیل عرصہ میں اعلیٰ درسی کتابوں سے تفسیر جلالین اور مشکوٰۃ المصابیح تک تمام کتابیں مولانا اوران کے صاحبزادگان سے پڑھیں''(20) مولوی یٰسین علی نظامی اپنی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''تمام ابتدائی کتابیں میزان الصرف سے لے کر شرح وقایہ اور مشکوٰۃ شریف اور قطبی تک حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب جھنجھانوی اوران کے صاحبزادوں کی خدمت میں تمام کیں''(21) اوراسی طرح خواجہ حسن نظامی کہتے ہیں۔

''میرے قدیم استاد حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب بھی کاندھلہ کے رہنے والے تھے جن سے میں نے ابتدائی کتابیں مشکوٰۃ شریف اور جلالین تک پڑھی تھیں اور جن کا مزار بھی میرے یہاں درگاہ کے قریب ہے''(22)

مولانا کی زندگی کے دیگر معمولات کا حال یہ تھا'' اذکار مسنونہ کا بہت اہتمام تھا،مختلف اوقات،حالات سے متعلق احادیث میں جواذکار واوراد آئے ہیں ان کی پابندی فرماتے اس کا بھی اہتمام تھا کہ گھر والوں میں سے کوئی نہ کوئی جاگتا رہے :۱۲۔ا بجے تک منجھلے صاحبزادہ مولانا محمد یحییٰ صاحب مطالعہ میں مشغول رہتے اس وقت مولانا محمد اسماعیل صاحب بیدار ہو جاتے اور مولانا محمد یحییٰ صاحب سو جاتے۔پچھلے پہر بڑے صاحبزادے مولانا محمد کو بیدار کر دیتے۔ذکر وعبادت، آئے گئے مسافروں کی خدمت،اور قرآن مجید کی اور دین کی تعلیم شب وروز کا مشغلہ تھا خدمت وتواضع کا یہ عالم تھا کہ جو مزدور بوجھ لادے ہوئے پیاسے ادھر آنکلتے ان کا بوجھ اتار کر رکھ دیتے،اپنے ہاتھ سے ڈول کھینچ کر ان کو پانی پلاتے پھر دورکعت نماز شکرانہ ادا کرتے کہ اے اللہ تو نے مجھے اپنے بندوں کی اس خدمت کی توفیق دی ہے میں اس قابل نہ تھا عام اجتماع اور ہجوم کے زمانے میں پانی اور لوٹوں کا خاص اہتمام رکھتے اور رضائے الٰہی اور قربت خداوندی کا ذریعہ سمجھ کر

خلق خدا کی راحت رسانی اور خدمت میں مشغول رہتے۔''(23)

مولانا اسماعیل کا''مسجد ترا ہا بہرام خاں میں انتقال ہوا۔۴ شوال ۱۳۱۵ھ ۲۲ فروری ۱۸۹۸ء کو وہیں انتقال ہوا ان العاقبۃ للمتقین اور غفرلہ سے تاریخ وفات نکالی گئی۔ جنازہ دہلی سے نظام الدین لایا گیا ہجوم کا یہ عالم تھا کہ جنازہ میں دونوں طرف بلیاں باندھی گئیں اس کے باوجود بہت سے لوگوں کو دہلی سے نظام الدین تک کندادینے کا موقعہ نہیں ملا اور شرکائے جنازہ کے ہجوم کا دہلی سے نظام الدین تک مسلسل تانتابندھا رہا۔اس کی وجہ سے بار بار نماز جنازہ پڑھی گئی اور اس کی وجہ سے تدفین میں بھی تاخیر ہوئی ایک صاحب کشف واور اک بزرگ نے دیکھا کہ مولانا اسماعیل صاحب فرما رہے ہیں کہ مجھے جلدی رخصت کردو میں بہت شرمندہ ہوں کہ حضورﷺ صحابہؓ کے ساتھ میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ چونسٹھ کھمبہ کی تاریخی عمارت کے سامنے بنگلہ والی مسجد کی جنوبی سمت میں تدفین ہوئی۔جس وقت مولانا کا وصال ہوا، شاہ ابو الخیر مجددیؒ نے اپنی خانقاہ میں بعض حاضرین سے فرمایا''، دیکھو کسی نیک بندہ کی روح کو فرشتے لے جارہے ہیں''بعد میں معلوم ہوا کہ مولانا اسماعیل کا انتقال ہوا ہے۔''(24)

مولانا اسماعیل کے ایک صاحبزادے مولانا محمد کا ذکر آتا ہے جو'' بڑے صاحبزادے تھے اور اپنے والد ماجد کے بعد نظام الدین کی بنگلہ والی مسجد اور مدرسہ میں ان کے جانشین ہوئے ایک فرشتہ سیرت انسان تھے۔حلم وتواضع رحمت وشفقت اور خشیت وانابت کی مجسم تصویر اور عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا کا ایک نمونہ، کم گو، بے آزاد، عزت پسند اور اپنے کام سے کام رکھنے والے، نہایت ذاکر وشاغل اور خوش اوقات بزرگ تھے۔متوکلانہ؛ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔صورت سے تقوے کا سبق ملتا تھا، انوار کی چہرہ پر نہایت کثرت تھی، اکثر وعظ بھی فرماتے تھے مگر بیٹھ کر جیسے کوئی باتیں کرتا ہو مسلسل تقریر کی صورت نہیں ہوتی تھی بلکہ اخلاق وزہد کی احادیث سناتے اور ان کا سادہ ترجمہ اور مطلب بیان فرمادیتے۔کسی زمانہ میں آنکھ کے قریب کوئی پھنسی نکلی تھی جس پر یکے بعد دیگرے سات شگاف آئے۔ڈاکٹروں نے کلوروفارم ضروری بتایا مگر انھوں نے شدت سے انکار کیا اور یونہی بے حس وحرکت پڑے رہے ڈاکٹر متحیر تھے کہ ہم نے عمر بھر اس کی نظیر نہیں دیکھی۔ حدیث حضرت گنگوہیؒ سے پڑھی تھی۔انتقال سے پہلے ۱۶ سال تک ان کی تہجد فوت نہیں ہوئی، ان کے زمانے میں مدرسہ میں ۴۰۔ ۴۵ طالب علم ہوتے تھے جو خود ہی اپنا کھانا پکاتے اور جنگل سے لکڑیاں لاتے مولانا خود بھی طلبہ کے ان کاموں میں شریک رہتے خدمت خلق کا جذبہ والد ماجد سے ورثہ میں ملا تھا۔ جب کندھلہ تشریف لاتے تو ہر ایک سے دریافت فرماتے کہ دہلی میں کوئی کام ضرورت ہو تو بتایئے، اور پھر ہر ایک کی فرمائش پوری کرتے جھنجھاز میں معقول جدی جائداد اور مکانات تھے مگر آپ کو ان سے کوئی سروکار نہ تھا سب دوسروں کے قبضہ وتصرف میں تھے کبھی جھنجھانہ

تشریف لے جاتے تو اگر کوئی کچھ پیش کر دیتا اسے قبول فرمالیتے ازخود کسی سے کوئی مطالبہ نہ فرماتے ایک مرتبہ جھنجھانہ تشریف لے گئے آپ کے ایک بڑے مکان میں ایک بڑے میاں رہتے تھے قاضی صاحب جن کی نگرانی میں، وہ مکان تھا، ان بڑے میاں پر سختی کرتے، رعایا کی طرح خدمت لیتے اور گھنٹوں کان پکڑواتے تھے۔ ان بڑے میاں نے مولانا سے شکایت کی تو آپ ان کو قاضی صاحب کے پاس لے گئے اور بڑی نرمی سے فرمایا کہ قاضی جی! ان پر سختی نہ کیا کرو۔ قاضی جی نے بگڑ کر کہا تم مولوی لوگ ہو، زمینداری کے قصوں کو نہیں جانتے۔ یہ لوگ سختی کے بغیر قابو میں نہیں رہ سکتے۔ آپ نے فوراً قلم دوات لی اور اس مکان کا ہبہ نامہ اس بڑے میاں کو لکھ دیا۔ اور فرمایا اب تم اس کے مالک ہو۔ پھر قاضی صاحب سے فرمایا، معلوم بھی ہے کہ یہ صاحب خدمت بزرگ ہیں، کبھی بددعا کر دی تو تباہ ہو جاؤ گے۔ ایک دفعہ میواتی نے قرض کی پریشانی ظاہر کی، آپ نے اس کو چاندی بنانے کا نسخہ بتادیا اور تاکید کی کہ قرض اتر جائے تو پھر کبھی اس نسخہ سے چاندی نہ بنانا، چنانچہ اس نے اپنا سارا قرض اتار دیا، لیکن حماقت یہ سوجھی کہ قرض ادا کرنے کے بعد بھی مولانا کی ہدایت کے خلاف چاندی بنانے کی کوشش کرتا رہا۔ مولانا کی صحبت کیمیا اثر کی برکت سے ان سے تعلق رکھنے والوں میں دینداری کا خصوصی رنگ، عمومی خیرخواہی اور نفع رسانی کا ایک خاص جذبہ پایا جاتا تھا جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز اور نمایاں نظر آتے تھے۔ مولانا محمد صاحب بیمار ہو کر بغرض علاج دہلی منتقل ہوئے اور قصاب پورہ نواب والی مسجد میں قیام فرمایا شب جمعہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ کو نماز عشاء کے بعد وتر کے سجدہ میں انتقال ہوا۔ جنازہ میں بڑا ہجوم تھا میت نظام الدین لائی گئی، اور والد ماجد مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے پہلو میں تدفین ہوئی'' (25)

میوات سے تعلق:

''میوات سے تعلق کی ابتداء بھی حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ سے ہوئی اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ آپ اس تلاش میں نکلے کہ کوئی مسلمان آتا جاتا مل جائے تو اس کو مسجد میں لے آئیں، اور اس کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ لیں چند میواتی تلاش روزگار کے لئے دہلی جارہے تھے ان سے پوچھا ''کہاں جاتے ہو؟'' انہوں نے کہا ''مزدوری کے لئے'' فرمایا کیا مزدوری ملے گی؟ انہوں نے مزدوری بتائی فرمایا ''اگر اتنی مزدوری یہیں مل جائے تو پھر جانے کی کیا ضرورت؟'' انہوں نے منظور کرلیا، آپ ان کو مسجد میں لے آئے اور نماز سکھانے اور قرآن مجید پڑھانے لگے، یومیہ مزدوری انہیں دے دیتے اور ان کو پڑھنے اور سیکھنے میں مشغول رکھتے، مولانا کے فیض صحبت اور اخلاص وللاہیت کی برکت سے اب وہ مزدور کے بجائے طالب علم بن گئے کچھ دنوں بعد ان کو نماز کی عادت پڑگئی اور مزدوری چھوٹ گئی۔ یہ گویا میوات کے کام کی ابتداء تھی اور بنگلے والی مسجد کے مدرسہ کی بنیاد تھی اور یہ پہلے طالب علم تھے، اس کے بعد دس بارہ میواتی طالب علم مولانا

کے یہاں مستقل رہنے لگے۔حضرت مولانا کا پہلا عقد جھنجھانہ میں ہوا،اہلیہ محترمہ کا نام مریم تھا ان سے،ایک صاحبزادہ مولانا محمد پیدا ہوئے،اس اہلیہ کی وفات کے بعد دوسرا عقد مولانا ضیاءالحسن صادق کی صاحبزادی بی بی صفیہ سے کاندھلہ میں ہوا،جس کی وجہ سے کاندھلہ برابر آمدورفت رہتی تھی اور وہ بھی وطن کی طرح ہوگیا تھا۔

سنہ ۱۲۸۵ھ بمطابق سنہ ۱۸۶۸ء میں ایک شادی کے سلسلہ میں بارات میں آپ کا کاندھلہ تشریف لے جانا ہوا،اور وہاں آپ کا ایک پرتاثیر وعظ بھی ہوا،اس وقت مولانا مظفرحسین صاحبؒ کی صاحبزادی امی بی نے اپنے قرابت داروں کو جمع کرکے فرمایا کہ دین اور علم اس خاندان سے برابر کم ہوتا جارہا ہے ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ بالکل خاتمہ ہوجائے، مجھے مولوی محمد اسماعیل دین دار اور ذی علم معلوم ہوتے ہیں،میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی لڑکی کی ان سے شادی کردوں تاکہ ان روابط اور تعلقات کے ذریعہ خاندان میں دین اور علم کی بنیادیں مستحکم اور استوار ہوجائیں،مگر چونکہ اس وقت حضرت مولانا کی عمر بہت کافی تھی اور ان کی صاحبزادی بہت کم عمر اور کم سن تھی اس لئے ہر ایک کو تامل تھا مگر آپ نے بالکل پروانہ کی اور زور دے کر اسی وقت حضرت مولانا کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کراکر رخصت بھی کردیا اور جو دوسرے کی بارات میں آئے تھے وہ اپنی دلہن کو ساتھ لے گئے۔اس طور سے اس خاندان کا پھر رخ پلٹا اور دینداری نمایاں اور غالب نظر آنے لگی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب بھی اس خاندان کے ساتھ ایسے مربوط وابستہ ہوگئے کہ جھنجھانوی کے بجائے کاندھلوی بن گئے اور کاندھلہ کی مستقل سکونت اختیار فرماکر ایک چھوٹا سا رہائشی مکان بھی تعمیر کرالیا اور پھر دونوں خاندان ایک دوسرے کا جزولاینفک بن گئے۔درحقیقت یہ دادی صاحبہ امی بی کو انتہائی دوراندیشی اور اعلیٰ کارنامہ تھا جس کے باعث مفتی الٰہی بخش صاحب کے خاندان کا رخ پلٹنے نہ پایا اور جس قدر پلٹ گیا تھا وہ بھی راہ راست پر آگیا،اور حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ اور ان کے نامور فرزندوں نے اس خاندان کی خبرگیری میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی،جو سرپرستی اور راہنمائی اب تک جاری اور باقی ہے''(26)

وفات:

مولانا اسماعیل کا''مسجد تراہا بہرام خاں میں انتقال ہوا۔۴شوال ۱۳۱۵ھ ۲۲فروری ۱۸۹۸ء کو وہیں انتقال ہوا ان العاقبۃ للمتقین اور غفرلہ سے تاریخ وفات نکالی گئی۔جنازہ دہلی سے نظام الدین لایا گیا ہجوم کا یہ عالم تھا کہ جنازہ میں دونوں طرف بلیاں باندھی گئیں اس کے باوجود بہت سے لوگوں کو دہلی سے نظام الدین تک کندا دینے کا موقعہ نہیں ملا اور شرکائے جنازہ کے ہجوم کا دہلی سے نظام الدین تک مسلسل تانتا بندھا رہا۔اس کی وجہ سے بار بار نماز جنازہ پڑھی گئی اور اس کی وجہ سے دفن میں بھی تاخیر ہوئی ایک صاحب کشف وا ور اک بزرگ نے دیکھا کہ مولانا اسماعیل صاحب فرا

رہے ہیں کہ مجھے جلدی رخصت کر دو میں بہت شرمندہ ہوں کہ حضورﷺ صحابہؓ کے ساتھ میرا انتظار فرما رہے ہیں چونسٹھ کھمبہ کی تاریخی عمارت کے سامنے بنگلہ والی مسجد کی جنوبی سمت میں تدفین ہوئی۔ جس وقت مولانا کا وصال ہوا، شاہ ابو الخیر مجددیؒ نے اپنی خانقاہ میں بعض حاضرین سے فرمایا''، دیکھو کسی نیک بندہ کی روح کو فرشتے لے جا رہے ہیں'' بعد میں معلوم ہوا کہ مولانا اسماعیل کا انتقال ہوا ہے۔''(27)

''مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کو جب اپنے پوتے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کی پیدائش کی خبر نظام الدین دہلی میں ملی تو فرمایا'' ہمارا بدل آ گیا'' اور ایک ماہ کے اندر آپ نے سنہ ۱۳۱۵ھ میں ہی دنیا سے رحلت فرمائی۔ مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کے تین صاحبزادے ہوئے۔ پہلی اہلیہ جس کا نام مریم تھا، سے مولانا محمد اور دوسری اہلیہ جس کا نام صفیہ تھا، سے مولانا محمد یحییٰ صاحب اور مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے۔''(28)

مولانا محمد الیاسؒ:

''مولانا محمد الیاس نے ۱۳۰۳ھ میں جب آنکھ کھولی۔ آپ کا تاریخی نام اختر الیاس رکھا گیا آپ تینوں بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے''(29)

مولانا محمد الیاس نے تعلق باللہ اور انسان دوستی اور خدمت خلق کے ماحول میں آنکھ کھولی'' کیونکہ مولانا محمد الیاس کے والد محمد اسماعیل صاحب کے لئے ذکر وعبادات آئے گئے مسافروں کی خدمت اور قرآن مجید و دین کی تعلیم شب و روز کا مشغلہ تھا خدمت وتواضع کا یہ عالم تھا کہ جو مزدور بوجھ لادے ہوئے پیاسے ادھر آ نکلتے ان کا بوجھ اتار کر رکھ دیتے اپنے ہاتھ سے ڈول کھینچ کر ان کو پانی پلاتے پھر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرتے کہ اے اللہ تو نے مجھے، اپنے بندوں کی اس خدمت کی توفیق دی میں اس قابل نہ تھا عام اجتماع وجوم کے زمانے میں پانی اور لوٹوں کا خاص اہتمام رکھتے اور رضائے الٰہی اور قربت خداوند کا ذریعہ سمجھ کر خلق خدا کی راحت رسانی اور خدمت میں مشغول رہتے''(30)

گنگوہ آمد:

جب زندگی کے اس دور میں داخل ہوئے جس میں انسان کی سوچ کے خطوط متعین ہوتے ہیں تو آپ'' گنگوہ آ گئے جہاں آپ کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی صحبت میں دس سال رہنے کا موقع ملا حضرت گنگوہی کی اپنی زندگی جہاں ایک طرف عبادت وریاضت اور عشق الٰہی سے عبارت تھی وہاں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جہد مسلسل کا دوسرا نام تھی چنانچہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے موقع پر جب علمائے حق نے شاملی کے میدان میں انگریز کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو حضرت گنگوہی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (۱۳۱۷ھ) کی قیادت میں وزیر لام بندی کی حیثیت سے شریک تھے۔''(31)

اسکے علاوہ سیست کے میدان میں حضرت گنگوہی کا نقطہ نظر بہت ترقی پسندانہ تھا ان کا فتویٰ تھا کہ دنیاوی معاملات میں اسلام کے بنیادی اصولوں کونقصان پہنچائے بغیر غیر مسلموں سے تعاون جائز ہے ۱۸۸۵ء میں جب انڈین نیشنل کانگریس وجود میں آئی تو آپنے اس میں مسلمانوں کی شمولیت کی حمایت کی اور سر سید احمد خان کے اس فیصلہ پر تنقید کی جس میں انہوں نے عدم شمولیت کی بات کی تھی''(32)

''آپ کا تاریخی نام اختر الیاس ہے۔سنہ ولادت سنہ ۱۳۰۳ھ ہے آپ مولانا محمد یحیٰ صاحبؒ کے چھوٹے بھائی اور شاگرد اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے چچا اور استاد محترم ہیں۔حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے والد محترم ہونے کا انہیں کو شرف حاصل ہے۔آپ کا بچپن اپنے ننہیال کاندھلہ کے مقدس گھرانے میں گذرا، آپ کو نانی امی بی آپ سے بہت محبت کرتی تھیں، اور فرمایا کرتی تھیں، اختر مجھے تجھ سے صحابہ کرامؓ کی خوشبو آتی ہے۔کبھی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر محبت سے فرماتیں کیا بات ہے؟ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کرامؓ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں، امی بی کا نام بی امتہ الرحمٰن ہے، مولانا مظفر حسین کاندھلوی کی صاحبزادی تھیں یہ ایک رابعہ صفت بی بی تھیں، ان کے بارے میں ایک دفعہ مولانا نے فرمایا تھا ان کی نماز کا نمونہ میں نے حضرت گنگوہیؒ کی نماز میں دیکھا ہے اور مولانا گنگوہیؒ کی نماز اپنے طبقہ میں ممتاز تھی، اخیر زمانہ میں ان کا یہ حال تھا کہ خود کھانا کبھی طلب نہیں فرماتی تھیں، کسی نے لاکر رکھ دیا تو کھا لیا، ایک مرتبہ کسی نے پوچھا آپ ایسے ضعف میں بھوک کس طرح رہتی ہیں؟ تو فرمایا الحمد اللہ میں تسبیحات سے غذا حاصل کر لیتی ہوں۔''(33)

''حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو دیکھ کر فرماتے تھے جب مولوی الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ کرامؓ یاد آجاتے ہیں۔آپ کی ابتدائی تعلیم تو کاندھلہ ہی میں ہوئی لیکن والد صاحب نظام الدین رہتے تھے اس لیے گھر پر کوئی معقول انتظام نہ ہو سکا تھا جس کی وجہ سے حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحبؒ نے آپ کو سنہ ۱۳۱۴ھ میں گنگوہ بلالیا تھا اور خود پڑھانا شروع کر دیا تھا، اس وقت گنگوہ اولیاء اللہ اور صلحاء امت اور علماء کرام کا مرکز بنا ہوا تھا، وہی مجلسیں آپ کی تعلیم گاہ اور تربیت گاہ تھیں۔

کچھ دنوں بعد آپ بیمار پڑ گئے، سلسلہ تعلیم منقطع ہو گیا، کامل سات برس تک علاج ہوا، سات سال کے بعد صحت یاب ہوئے اور سنہ ۱۳۲۶ھ میں آپ نے دورہ حدیث شریف حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھا اور بعد میں اپنے بھائی مولانا محمد یحیٰ صاحبؒ سے بھی دورہ حدیث شریف پڑھا۔آپؒ کے سلوک اور تصوف کی ابتداء زمانہ طفولیت ہی سے ہو چکی تھی، چنانچہ آپ کے ہم عمر اور ہم مکتب ریاض الاسلام صاحب کاندھلوی فرماتے ہیں" جب ہم مکتب میں پڑھتے تھے تو آپؒ ایک لکڑی لے کر آئے اور کہا'' آؤ میاں ریاض الاسلام بے نمازیوں پر جہاد کریں۔اسی طرح جب آپ گنگوہ تشریف

لے گئے تو رات کو اٹھ اٹھ کر حضرت گنگوہیؒ کی صورت دیکھا کرتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں ۔

''ایک مرتبہ میں نے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے کہا اگر مجھے حضرت اجازت دیدیں تو میں حضرت کے قریب بیٹھ کر مطالعہ کیا کروں ، مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے حضرت گنگوہیؒ سے عرض کیا ، فرمایا کہ مضائقہ ہے؟ الیاس کی وجہ سے میری خلوت میں فرق اور طبیعت میں انتشار نہیں پیدا ہوگا ۔

حضرت گنگوہیؒ عام طور پر بچوں کو بیعت نہیں فرماتے تھے مگر اسی تعلق کی بناء پر آپؒ کو بیعت کر لیا تھا ، حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے بعد آپ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت ہو گئے تھے ۔

ذکر و شغل ، نوافل و عبادات سے آپ کو ابتداء ہی سے شغف تھا مزید برآن یہ کہ حضرت گنگوہیؒ کی صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا قیام گنگوہ میں حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے مزار پر گھنٹوں فراقب رہتے اور جب نظام الدین تشریف لائے تو اوقات درس کے علاوہ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی قیام گاہ میں گھنٹوں خلوت میں رہتے تھے بہر حال آپ کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے خلافت اور اجازت بیعت مرحمت فرمائی ۔

قیام گنگوہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو آپنے ابتدائی فارسی پڑھائی ہے سنہ ۱۳۲۸ھ میں آپ مدرسہ مظاہر العلوم تشریف لائے اور یہاں سنہ ۱۳۳۶ھ تک درس دیا ، بڑے بھائی مولانا محمد صاحبؒ کے انتقال کے بعد آپ دہلی نظام الدین تشریف لے گئے اور وہاں پہنچنے کے بعد آپ نے درس کے ساتھ سلسلہ تبلیغ شروع کیا ، جس کے ذریعے آپ نے عالم اسلام کی وہ خدمت کی جس کے نتائج سب کے سامنے ہیں ، ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۴۴ء بمطابق کو آپ کا وصال ہوا ، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔''(34)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب ، کاندھلویؒ ۔

''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے والد ماجد کا اسم گرامی محمد یحییٰ صاحب ، اور تاریخی نام بلند اختر اور آپ کی پیدائش بروز پنج شنبہ ۱۱ محرم الحرام سنہ ۱۲۸۸ھ بمطابق ۲۳ مارچ سنہ ۱۸۷۱ء کو کاندھلہ میں ہوئی ، آپ فطرتاً ذہین وذکی اور طبعاً لطیف المزاج پیدا ہوئے تھے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد اسماعیل کاندھلویؒ ہے ، آپ کاندھلہ کے صدیقی خاندان کے چشم و چراغ تھے ، مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کی والدہ ماجدہ بی بی صفیہ مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کی نواسی اور بی امۃ الرحمٰن کی صاحبزادی تھیں ایک رابعہ سیرت بی بی تھیں ، بڑی پاکیزہ صفت ، عابدہ اور زاہدہ اور ذکر و شغل کرنے والی خاتون تھیں ، حافظ قرآن تھیں ، قرآن شریف اتنا اچھا یاد تھا کہ کبھی متشابہ نہ لگتا ، ایک ہفتہ میں قرآن مجید پورا کر لیتی تھیں ، اس کے علاوہ درود شریف پانچ ہزار ، اسم ذات اللہ پانچ ہزار ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انیس سو یا مغنی، گیارہ سو لا حول ولا قوۃ الا باللہ گیارہ سو، اللہ الحمد گیارہ سو، لا الہٰ الا اللہ بارہ سو، یا حی یا قیوم دو سو، حسبی اللہ نعم الوکیل پانچ سو، سبحان اللہ دو سو مرتبہ، الحمد للہ دو سو مرتبہ لا الہٰ الا اللہ دو سو، اللہ اکبر دو سو، استغفار پانچ سو، افوض امری الا اللہ ایک سو، رب انی مغلوب فانتصر ایک سو، رب انی مسنی الضر وانت الرحم الراحمین ایک سو، لا الہٰ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ایک سو، اور ایک منزل قرآن شریف کی تلاوت روزانہ کا معمول تھا۔'' (35)

یہ وہ ماحول اور وہ گودیں تھیں کہ جن میں حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ نے آنکھیں کھولی تھیں اور پرورش پائی تھی، پھر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے وہی باپ اور ولیہ ماں کا سایہ سر پر قائم رکھا، چنانچہ بچپن ہی سے آپ کے حرکات وسکنات کی نہایت سخت نگرانی ہوتی تھی۔

''قرآن شریف آپ نے سات سال کی عمر میں حفظ کر لیا تھا اور اس کے بعد والد صاحب کا ارشاد تھا کہ ایک قرآن روز پڑھ لیا کرو، باقی سارے دن چھٹی، مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں صبح کی نماز پڑھ کر امی بی کے مکان کی چھت پر قرآن شریف کی تلاوت کرتا اور جب تک ختم نہ کر لیتا روٹی نہ کھاتا، پھر ایسا نہ ہوتا کہ قرآن شریف کے ختم پر وہ آرام کرتے ہوں، بلکہ علم کا ذوق ان کو مزید کتابوں کا مطالعہ پر آمادہ کرتا اور اسی تازگی اور نشاط سے کتابوں کا مطالعہ کرتے وہ خود فرماتے تھے میں عموماً ظہر سے قبل پورا قرآن مجید ختم کر لیا کرتا اور پھر کھانا کھا کر چھٹی کے وقت میں اپنے شوق سے فارسی پڑھا کرتا تھا۔''(36)

''ابتدائی عربی کی کتابیں آپ نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھیں، اس کے بعد دیوبند میں مقامات حریری کے ۹ مقالے تک پڑھا اس کے بعد آپ اپنے وطن کے مدرسہ یعنی کاندھلہ میں مقامات حریری مولانا یداللہ صاحبؒ سے اور منطق بھی مولانا یداللہ صاحبؒ سے نہایت انہاک سے پڑھیں، آپ نے اس طرح فنون عملیہ اور فنون نقلیہ میں مہارت حاصل کیا دب اور منطق کے علاوہ باقی کتابیں آپ نے دہلی کے مدرسہ حسین بخش میں پڑھیں۔

سلوک وتصوف کے لئے آپ نے سنہ ۱۳۱۱ھ میں گنگوہ حاضر ہوئے لیکن ایک طالب بن کر ہی نہیں بلکہ ایک مرید اور سالک بن کر، چنانچہ آپ کو حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز سے حد درجہ محبت تھی، یہی وجہ تھی کہ جب تک آپ گنگوہ رہے تا حیات حضرت گنگوہیؒ کے پیش کار بن کر رہے، حضرت گنگوہیؒ کی جب ظاہری بینائی ختم ہو گئی تو حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کو فرمایا کرتے تھے یحییٰ اندھے کی لاٹھی ہے، اگر تھوڑی دیر کے لیے آپ کہیں چلے جاتے تو حضرت امام ربانیؒ بے چین ہو جایا کرتے تھے، غرض کہ بارہ برس تک حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں اسی لاڈو پیار سے رہے حضرت امام ربانیؒ سے بیعت ہو کر ذکر وشغل بھی شروع کر دیا تھا، حضرت گنگوہؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے

وہ عمامہ جو آپ کے سراقدس پر حضرت حاجی صاحبؒ نے باندھا تھا اور جس کو اصل پیچوں پر آپ نے سی لیا تھا، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے سراقدس پر یہ کہہ کر رکھ دیا ''اس کے مستحق تم ہو، میں آج تک اس کا محافظ اور امین تھا۔ الحمدللہ کہ آج حق کو حقدار کے حوالے کر کے بارامانت سے سبکدوش ہوتا ہوں اور تم کو اجازت دیتا ہوں کہ کوئی طالب علم آئے تو اس کو سلسلہ اربعہ میں بیعت کرنا اور اللہ تعالیٰ کا نام بتانا۔''(37)

''سنہ ۱۳۲۵ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ مظاہرالعلوم کے ناظم مقرر ہو گئے تھے، اس وجہ سے مدرسہ کے لیے اسفار بھی کرنے پڑتے تھے جس کی وجہ آخر سال میں کتابیں بہت کافی رہ گئیں تو سنہ ۱۳۲۶ھ میں آپ نے مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کو گنگوہ سے بلایا اور آپ نے آکر ۱۸ دن میں تمام کتابیں ختم کرا دیں اور واپس گنگوہ تشریف لے گئے سنہ ۱۳۲۷ھ میں بھی یہی حالت پیش آئی سنہ ۱۳۲۸ھ میں جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ حج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے مولانا کا قائم مقام بن کر مظاہرعلوم میں درس حدیث دیا اور تنخواہ ایک پیسہ نہیں لی بلکہ سب تنخواہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے گھر پہنچا دینا آپ کا عمل رہا۔ سنہ ۱۳۲۸ھ میں آپ مستقل مظاہرعلوم میں پڑھانے لگے اور کبھی ایک پیشہ اجرت میں نہیں لیا، اور ساڑھے پانچ سال بالکل مفت پڑھایا۔

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ بہت خوبیوں کے مالک تھے اور بہت بڑے صاحب کمال تھے، علم وعمل کے پہاڑ تھے طلباء وغرباء ومساکین اور حاجت مندوں کی خبر گیری اور ان کی ہر ممکن امداد کرنا آپ اپنے لیے ضروری سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو آٹھ ہزار روپے کے مقروض تھے جس کو آپ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے ادا کیا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو حدیث کا آغاز بھی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے بڑے اہتمام کے ساتھ فرمایا، پہلے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے غسل فرمایا پھر مشکوۃ شریف کی بسم اللہ کرائی خطبہ پڑھا پھر قبلہ رو ہو کر دیر تک دعا کی، شیخ الحدیث فرماتے ہیں کہ یہ تو نہیں معلوم ہو سکا کہ والد صاحب نے کیا کیا دعائیں کیں لیکن میری ایک ہی دعا تھی اور وہ یہ کہ ''حدیث کا سلسلہ زیر میں شروع ہوا، خدا کرے کبھی چھوٹے نہیں۔''(38)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کی والدہ ماجدہ امۃ الحیٰ

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا پہلا نکاح حافظ مولوی محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کی صاحبزادی محترمہ امۃ اللہ سے ہوا، مگر وہ لاولد موت ہوئیں، دوسرا نکاح ان کی چھوٹی ہمشیرہ امۃ الحیٰ سے ہوا، یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی والدہ ماجدہ ہیں، خاندان کی دوسری بیبیوں کی طرح یہ بھی تقویٰ وطہارت میں ممتاز تھیں حضرت شیخؒ فرماتے ہیں۔

''میرے والد صاحبؒ کا پہلا نکاح میری حقیقی خالہ مرحومہ سے ہوا، جو میری والدہ کی بڑی بہن تھیں، ان کے بعد میری والدہ سے جلد ہی نکاح ہوگیا تھا، یہ تو مجھ سے بھی والد صاحبؒ نے کئی مرتبہ فرمایا کہ تیری خالہ کے انتقال کے بعد اس کے حسین صورت، حسین سیرت کی وجہ سے تیری والدہ کے نکاح کے لئے بہت ہی دعائیں کیں اور بڑی ہی کوششوں سے تیری والدہ سے نکاح ہوا۔''(39)

''مرحومہ سے صرف دو اولادیں ہوئیں، ایک حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ، دوسری آپؒ کی ہمشیرہ بی بی عائشہ جن کا نکاح مولوی محمد شعیب ابن حافظ محمد یونس کاندھلوی سے ہوا۔ جن سے ایک لڑکی عامرہ یادگار رہیں جو مولانا مفتی محمد یحییٰ سہارنپوری (حال صدر مفتی جامع مظاہر العلوم سہارنپور) سے معبوث ہیں۔

مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کی وفات کے دن ہی حضرت شیخ الحدیث کی والدہ ماجدہ کو بخار ہوگیا جو تھوڑے دنوں بعد تپ دق کی شکل اختیار کرگیا، اور مولانا کی وفات کے دس مہینے کچھ دن بعد ۲۵ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۵ھ کو شب قدر میں نماز تراویح کے وقت مرحومہ کا انتقال ہوا، نماز جنازہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے پڑھائی۔''(40)

مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی ولادت:

مولانا زکریا کی ولادت ''۱۱۔ رمضان المبارک ۱۳۱۵ء کو رات گیارہ بجے کاندھلہ میں آپ کی والدہ کی سوتیلی نانی کے گھر میں ہوئی جو اماں مریم کے نام سے مشہور تھیں بڑی عابدہ وزاہدہ اور فیاض خاتون تھیں خاندان کے اکابر تراویح سے فارغ ہوکر اپنے اپنے گھر جانے کے بجائے پہلے وہاں گئے اور مبارک باد دی، انہوں نے اپنی فیاضی سے بہت سی مٹھائی منگوائی اور مبارک باد دینے والوں وان کی حیثیت کے موافق دی بڑی چہل پہل رہی''(41)

آپ کی ولادت کے بارے میں تحریر کرتے ہوئے مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں۔

''مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کی شادی حافظ یوسف صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ سنہ ۱۳۱۵ھ میں رمضان المبارک کی گیارھویں شب پنجشنبہ ۱۱ بجے رات کو اپنے آبائی مکان واقع کاندھلہ میں پیدا ہوئے جس کی بڑی خوشی منائی گئی خصوصاً آپ کی نانی کو بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی، ادھر ولادت نوید کی ملی تو خاندانی مسجد میں خاندان کے شرفاء وبزرگ اور اہل محلہ تراویح سے فارغ ہورہے تھے، اس لیے بجائے اپنے اپنے گھر جانے کے پہلے اس مکان پر آئے جہاں اس مبارک بچہ کی ولادت ہوئی تھی بچہ کی ولادت پر مبارک باد پیش کی پھر اپنے اپنے گھر واپس آگئے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کی اس دعا کو قبول فرمایا۔ رب ھب لی من لدنك ذريته طيبة ''اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے ستھری اولاد مرحمت فرما'' رمضان المبارک کا مہینہ اور پنج شنبہ کا

دن بہت ہی خیر و برکت کا حامل ہوتا ہے وہ تمام خیر و برکتیں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ہونے والے حضرت شیخ الحدیثؒ کے مقدر فرما دی تھیں۔

بچے کے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ نظام الدین دھلی میں تھے پوتے کی پیدائش کی خبر سنی تو برحسنہ زبان سے نکلا کہ ''ہمارا بدل آ گیا'' اور اسی سال چار شوال ۱۳۱۵ھ میں دنیا سے رحلت فرمائی۔'' (42) مولانا مزید لکھتے ہیں۔

''ساتویں روز آپ کے والد مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کاندھلہ تشریف لائے گھر پہنچ کر بچے کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اس زمانے میں قدیم خاندانوں میں بڑی حیا اور حجاب تھا باپ بزرگوں کے سامنے بچوں کو لیے اور ان سے اظہار تعلق کرنے میں بڑا حجاب محسوس کرتے تھے اور اس کا دستور نہیں تھا کہ اس طرح بچے کو دیکھنے کیلئے بلایا جائے وہاں گھر میں عقیقہ کے لئے کچھ نہ کچھ اہتمام ضروری تھا خاص طور پر رشتے کی ایک نانی نے جن کا نام بی بی مریم تھا۔بچے کے عقیقہ کے لئے بڑا منصوبہ بنا رکھا تھا، اور ان کو اپنے دل کے ارمان نکالنے کی بڑی خوشی تھی مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے اچانک پہنچنے اور بچے کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کرنے سے بیبیوں کو ایک گونہ حیرت اور ایک گونہ مسرت ہوئی، اور بعض نے یہ کہہ کر اپنی حیرت دور کی کہ آخر باپ ہیں اگر دیکھنے کو جی چاہا تو کیا بے جا ہے؟ مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ حجام کو اپنے ساتھ لائے تھے بچہ آیا تو حجام کو اشارہ کیا، اس نے بال تراش لئے مولانا نے بال والدہ کے پاس بھجوا دیے اور فرمایا بال میں نے بنوا دیے بکرے آپ ذبح کروا دیجیے اور بال کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دیجیے۔'' (43)

مولانا زکریا اپنے رسم عقیقہ وتسمیہ کے بارے میں اپنی آپ بیتی میں بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔'' میری ابتدائی عمر میں میرے سب بڑوں کا دستور یہ تھا کہ کوئی شخص اپنے والدین یا اپنے کسی بڑے کے سامنے گود میں لینا تو درکنار اس کی طرف دیکھتا بھی نہ تھا انتہائی معیوب سمجھا جاتا تھا میری پیدائش کے ساتویں دن وہ دوپہر کے وقت میں رمضان کا مہینہ تھا سب سو رہے تھے میری والدہ کی نانی کے مکان پر جہاں میں پیدا ہوا تھا تشریف لائے میری والدہ کی نانی کو مجھ سے بہت ہی محبت تھی انہیں نے میرے عقیقے کے لئے سنا ہے، کہ بہت ہی تیاریاں شروع تھیں سارے محلہ اور برادری اور دور دور تک اقرباء کو دعوت دینے کا ارادہ تھا اور تاریخ مقرر کرنے کے مشورے ہو رہے تھے وہ (حضرت والد صاحب) ساتویں دن میری والدہ کی نانی کے مکان پر آئے اور گھر میں ایک عورت تھی اس کو آواز دے کر فرمایا کہ ذرا بچے کو دروازے پر لے آ، میری والدہ کی نانی نے خیال کیا کہ پدری محبت نے جوش کیا بچے کو دیکھنے کو جی چاہ رہا ہوگا انہوں نے ایک نہالچہ پر جس پر میں پڑا ہوا تھا عورت کے ہاتھ دروازے پر بھیج دیا والد صاحب نائی کو ساتھ لائے تھے میرے بال کٹوا کر ان کو ایک پڑیا میں لپیٹ کر اس عورت کے ہاتھ گھر بھیج دیئے کہ بال میں نے کٹوا دیئے، بکرے دو کٹوا دیئو اور ان بالوں کی بقدر چاندی

صدقہ کردو میری نانی کو بہت صدمہ ہوا کہ ساری امنگیں اور حوصلے خاک میں مل گئے'' (44)

آپ کے دو نام رکھے گئے ''محمد موسیٰ، محمد زکریا اور اسی دوسرے نام نے شہرت عام پائی اور آپ اسی سے مشہور ومقبول عوام وخاص ہوئے'' (45)

بچپن خانقاہی ماحول میں :

مولانا زکریا جب ڈھائی برس کے ہوئے تو آپ کتب عالم حضرت رشید احمد گنگوئی کی خدمت میں چلے گئے اسکی وجہ یہ تھی کہ'' آپ کے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ صاحب کا قیام حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوئی قدس سرہ کی خدمت میں مستقل طور پر گنگوہ رہا کرتا تھا ضرورتاً کاندھلہ اور دہلی آنا ہوتا تھا حضرت شیخ کی عمر ڈھائی سال کی تھی کہ وہ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ گنگوہ چلے گئے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب سے حضرت گنگوہی کا جو سرپرستانہ ومربیانہ بلکہ پدرانہ تعلق تھا اس کی بنا پر اس خوش نصیب اور اقبال مند بچہ کو (جس کے لئے مستقبل میں حضرت کے کمالات باطنی کا حامل وامین اور آپ کے علوم ظاہری کا ناشر وشارح بننا مقدر تھا) آپ کی خصوصی شفقتوں، محبت کی نگاہوں اور مقبول دعاؤں کا جو حصہ ملا ہو وہ ہر طرح قرین قیاس ہے'' (46)

مولانا اپنے بچپن کے اس واقعہ کو جب وہ گنگوہ میں لائے گئے اس طرح بیان کرتے ہیں۔'' ڈھائی برس کی عمر میں گنگوہ حاضری ہوئی تو وہاں حضرت قطب عالم گنگوہی سرّہ کے سب خدام کے یہاں والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی وجہ سے لاڈ ہی لاڈ اور پیار تھا۔ یہ منظر مجھے اب تک یاد ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کے بڑے بھائی حضرت مولانا سید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ اعلی اللہ مراتبہ اس سیہ کار کو اپنی گردن پر بٹھائے رکھتے ایک ٹانگ سینے کے ایک طرف دوسری ٹانگ دوسری طرف لٹکائے ہوئے میں گردن پر سوار رہتا وہ اسی حالت میں اپنے کام میں مشغول رہتے بازار جاتے یا کسی اور کام کو جاتے تب بھی ان کی گردن پر سوار رہتا نماز کے وقت البتہ اتار دیتے تھے'' (47) مزید لکھتے ہیں۔

''اور حضرت قدس سرہ کی اس ناکارہ کے والد پر بہت ہی توجہ اور خصوصی نظر تھی خادم خاص اور کاتب خطوط اور شریک حجرہ تھے اس لئے حضرت کے خدام میں ہر شخص انتہائی شفقت سے پیش آتا خانقاہ سے باہر ایک مٹھائی کی دکان تھی ابواس دکاندار کا نام تھا اس نے گویا بیٹا بنا رکھا تھا جب میں مولانا سید احمد صاحب کی گردن پر سوار ادھر کو گزرتا تو وہ بیٹا بیٹا کہہ کر اپنی دکان سے بھاگتا اور دو تین مٹھائی کی ڈلیاں میرے ہاتھ پر رکھتا میرے ہاتھ سے وہ سنبھلتی بھی نہ تھیں حضرت مولانا سید احمد صاحب قدس سرہ اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور اپنے مونڈھے کے اوپر کو چلتے چلتے مجھے کھلا بھی دیتے'' (48)

مولانا خانقاہی زندگی میں پروان چڑھ رہے تھے گنگوہ کے اس مرکز میں بڑے بڑے اکابر کی صحبتیں، اوران کی شفقتیں آپ کے بچپنے میں نورانی فیض کا ذریعہ بنی رہیں خصوصاً حضرت گنگوہی کی صحبت اوران کی شفقت ہی نرالی تھی آپ کی معصوم گستاخیوں کے جواب میں حضرت گنگوہی کی بے پایاں محبت آپ کی زندگی کی یادوں کا سرمایہ گراں تھی۔اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

''حضرت قدس سرہ چارزانوتشریف فرماہوتے اور یہ بےادب، بدتمیز، گستاخ حضرت سرہ کے دونوں گھٹنوں پر ایک ایک پاؤں رکھ کرحضرت قدس سرہ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر لپٹ کر کھڑا ہوجاتا یہ بھی خوب خوب یاد ہے کہ حضرت قدس سرہ کی معیت میں حضرت کے ساتھ کھانا کھانے کی دفعہ نوبت آئی جب میں حضرت قدس سرہ کے ساتھ شریک نہ ہوتا تو ڈاکٹرعبدالرحمان صاحب اوران کی اہلیہ محترمہ میرے لئے پلاؤ خاص طور سے رکھا کرتی تھیں حضرت قدس سرہ کے سامنے جوکچھ بچتااس کا واحدوارث میں ہی ہوتا اس کے علاوہ حضرت کی چارپائی کے نیچے پھل،مٹھائی وغیرہ کی ٹوکریاں اور ہنڈیاں رکھی رہا کرتی تھیں ان پر بھی غاصبانہ تصرف میرا ہی ہوتا صبح کے وقت دوتین بیضوں کا نیم برشت ایک تکیہ بنا کرتا تھا وہ بہت ہی عجیب چیز ہوتی تھی اور بہت اہتمام سے بنا کرتا تھا اس میں سے ایک چمچہ تو حضرت قدس سرہ نوش فرمایا کرتے تھے باقی وہ سارا گاؤ تکیہ اس حقیر فقیر زاہدعن الدنیا کے حوالے ہوجاتا اکابر میں سے کوئی ہوتا تو ایک دو چمچہ بطور تبرک ان کی خدمت میں پیش کیا جاتا''(49)

حضرت گنگوہی کے ساتھ اپنے بچپن کی ہمرکابیوں کو بیان کرتے ہوئے مولانا اپنی یادداشتوں کواس طرح بیان کرتے ہیں۔''اعلیٰ حضرت قدس سرہ نوراللہ مرقدہ اعلی اللہ مراتبہ کی ہمرکابی میں عیدگاہ جانا خوب یاد ہے ایک پالکی میں سرہانے کی طرف حضرت قدس سرہ ہوتے اور دوسری طرف (یعنی پاؤں کی جانب) یہ سیہ کار بیٹھا ہوا کرتا اور بڑے مشائخ درس، اکابرصوفیا، محدثین اس کو اٹھانے والے ہوتے دس بارہ آگے ہوتے دس بارہ پیچھے، اور دوسوڈھائی کا مجمع اِدھراُدھرتشبیہ تواچھی نہیں ہے مگرکوئی اورلفظ سمجھ میں نہیں آیا کہ جنازہ کی طرح سے ایسی جلدی کندھے بدلتے کہ میں بیٹھا اس منظر کی سیر کیا کرتا تھا خانقاہ سے عیدگاہ تک نہایت آہستہ خراماں خراماں وہ پالکی چلتی اور ہرشخص کی تمنا ہوتی کہ مجھے بار بار یہ سعادت ملے ہمت والے نوجوان تو دو دو نمبر لگا لیتے جس کو میں دیکھتا رہتا اورضعیف ایک آدھ ہی چکر لگا پاتے''(50)

تعلیم کا آغاز:

''عمر کے ساتویں سال رسم بسم اللہ ایک صالح بزرگ ڈاکٹرعبدالرحمان صاحب کے ہاتھوں ہوئی۔جومولانا

رشید گنگوہی کے خاص ساتھیوں میں سے تھے اور مولانا محمد یحیٰی کے ساتھ خصوصی نشست وبرخاست رہتی تھی۔''(51)

مولانا ابتدائی تعلیم کے بارے خود لکھتے ہیں جب آپ حضرت گنگوہی کے ہاں تھے۔''ان کی اہلیہ محترمہ سے ہمارا قاعدہ بغدادی شروع ہوا یاد نہیں قاعدہ بغدادی کتنے دنوں میں پڑھا اس کے بعد ہمارا سیپارہ لگ گیا''(52)

مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں منتقلی:

مولانا ابتدائی تربیت کے بعد تدریس حدیث حدیث کے لئے مستقل طور پر گنگوہ سے سہارن پور منتقل ہو گئے آپ فرماتے ہیں:''رجب ۲۸ھ یہ ناکارہ سہارن پور آ گیا اس لئے کہ دو تین ماہ قبل والد صاحب قدس سرہ مستقل قیام کے ارادے سے گنگوہ سے سہارن پور منتقل ہو گئے تھے سہارن پور آ کر باقاعدہ عربی تعلیم''شروع ہوئی''(53)

''مدرسہ مظاہر العلوم'' سہارنپور کا مشہور ومعروف دینی مدرسہ تھا جہاں بڑے بڑے اساتذہ تعلیم دیتے تھے۔ خود حضرت شیخ کے والد ماجد وہیں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے یہیں آپ کی باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا''(54)

اور اس طرح مولانا کی علمی وفکری تربیت کا سلسلہ درجہ بدرجہ آگے بڑھتا رہا ''حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو فیاض ازل نے گویا علم حدیث کی خدمت کے لئے پیدا کیا تھا اس مبارک علم کا آغاز بھی بڑے اہتمام سے ہوا''(55)

حدیث کی کتاب مشکوٰۃ کے بارے میں سیکھنے کے حوالے سے دلچسپ بات یہ تھی''حضرت شیخ نے جس عجیب وغریب اور نرالے انداز میں مشکوٰۃ شریف پڑھی اس کا تصور طلبہ کے لئے تو کجا مدرسین کے لئے بھی آج مشکل ہوگا''(56)

مولانا خود فرماتے ہیں کہ''مشکوٰۃ شریف میں نے ترجمہ سے نہیں پڑھی ساری بلا ترجمہ پڑھی''(57)

اسی طرح''شوال ۳۳ھ سے دورۂ حدیث کی ابتدا ہوئی''(58)

درس وتدریس کا آغاز:

''یکم محرم ۱۳۳۵ھ کو مظاہر العلوم ہی میں بحیثیت مدرس تقرری ہوئی ابتداء وسبق دیئے گئے اصول الشاشی، علم الصیغۃ۔ اس کے علاوہ چار پانچ سبق نحو، منطق اور فقہ کی ابتدائی کتابوں کے تھے اس وقت حضرت شیخ کی عمر بیس سال تھی۔ لیکن شیخ نے بہت جلد اپنی محنت وذہانت اور مطالعہ وتیاری سے اپنی غیر معمولی اہلیت اور استحقاق کا ثبوت دیا''(59) درس وتدریس مولانا دینی خدمت کے جذبے سے انجام دیتے تھے اور اس کو پیشہ نہیں بنایا مدرسہ میں''آپ کا ابتدائی تقرر باتنخواہ مدرس کی حیثیت سے ہوا تھا ۴۴ھ تک آپ کبھی تنخواہ لے لیتے اور کبھی نہ لیتے''(60)

''علم حدیث میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ایک امتیاز نصیب ہوا کہ آپ کے مرشد ومربی شیخ العالم حضرت اقدس خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ نے جب مدینہ طیبہ میں مستقل قیام کا ارادہ فرما لیا تو''مظاہر العلوم'' میں اپنی جگہ

تدریس حدیث کی خدمت پر حضرت شیخ کو مامور فرماتے ہوئے ان کو شیخ الحدیث کے لقب سے سرفراز فرمایا'' (61)

اور یہ بھی حقیقت تھی کہ'' حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی علم حدیث میں مہارت کا ہی نتیجہ تھا کہ اکابر مشائخ حدیث، علم حدیث کی مشکلات میں آپ سے رجوع کرتے تھے'' (62)

خلاصہ:۔

مولانا زکریا کاندھلوی کے حالات زندگی پر تفصیلی بحث کے بعد درج ذیل خلاصہ سامنے آیا۔ جو کہ تاریخی اعتبار سے ملاحظہ فرمائیں۔

''۱۳۱۵ھ :۱۱ رمضان المبارک: کاندھلہ کی خاندانی مسجد میں خاندان کے شرفاء و بزرگ اور اہل محلہ تراویح سے فارغ ہوکر واپس آرہے تھے کہ مستقبل کے شیخ الحدیث کی ولادت کی خبر ملی ۱۸ رمضان المبارک: ولادت کے ساتویں روز بچے کے بال منڈواکر اس کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی، عقیقہ مسنونہ کیا گیا، اور بچے کے دونام رکھے گے ،محمد موسیٰ ،محمد زکریا، اسی دوسرے نام سے شہرت پائی، اور آپ اسی سے مشہور و مقبول، عوام و خواص ہوئے۔

عمر مبارک کے ڈھائی سال:

آپ اپنی والدہ کے ساتھ گنگوہ منتقل ہوگئے کہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ گنگوہ اپنے شیخ کے پاس تھے۔ (ناقل)

عمر مبارک کے سات سال:

آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز ہوا اور آپ نے حفظ قرآن کے سلسلہ میں بغدادی قاعدہ کا آغاز فرمایا

۱۳۲۳ھ ۲۳، جمادی الاولیٰ ۱۹۰۵ء: آپ کے دادا پیر یعنی آپ کے والد کے پیر مرشد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ رحلت فرماگئے۔

۱۳۲۵ھ : حفظ قرآن کے بعد حضرت شیخ نے ابتدائی اردو اور فارسی تعلیم کا آغاز کیا۔

۱۳۲۸ھ : رمضان المبارک۔ حضرت شیخ نے عربی تعلیم کا باقاعدہ آغاز مظاہر العلوم سہارنپور میں کیا۔

۲۸ھ تا ۳۴ھ: تک کا عرصہ حضرت شیخ کی طالب علمی کا ہے، جس میں آپ نے درس نظامی میں شامل تمام کتب پڑھیں۔

۱۳۲۹ھ ۱۸، شعبان: الفیہ ابن مالک کی اردو شرح کی تصنیف کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

۱۳۳۲ھ ۷ محرم الحرام: حدیث کے آغاز کے سلسلہ میں مشکوۃ شریف اپنے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے شروع

کی ۔سلم العلوم (فن معقولات میں) کی اردو شرح کی ابتداء فرمائی ۔اضافہ براشکال اقلیدس مرتب فرمائی ۔

۱۳۳۳ھ شوال: دورہ حدیث کی ابتداء ہوئی ،ابن ماجہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث صحاح ستہ اپنے والد ماجد سے شروع کیں ۔حضرت مولانا خلیل احمد سے بیعت ہوئے ۔

۱۳۳۴ھ ۱۰ ذیقعدہ: آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ رحلت فرما گئے ،اس واقت حضرت شیخؒ کی عمر مبارک ۱۹ سال تھی ۔حضرت سہارنپوریؒ سے بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھنا شروع کی ۔

۱۳۳۵ھ یکم محرم الحرام: حضرت شیخ کا مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں بحیثیت مدرس تقرر ہوا۔ ۲۹ صفر ۔حضرت شیخ کی شادی خانہ آبادی مولانا رؤف الحسن صاحب کی صاحبزادی بی بی امۃ المتین صاحبہ سے ہوئی ۳ یا ۴ ربیع الاول ۔حضرت سہارنپوریؒ کے ساتھ سنن ابی داؤد کی شرح بذل المجہود تالیف کے سلسلہ میں تعاون شروع کیا۔

۷، رمضان المبارک حضرت شیخ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا حضرت سہارنپوری نے نماز جنازہ پڑھائی ۔شوال ۔حضرت سہارنپوریؒ سے ابوداؤد شریف پڑھنا شروع کی ۔ مشائخ چشتیہ کی تصنیف فرائی ،جس میں حضرت سہارنپوریؒ سے نبی کریم ﷺ تک مشائخ چشتیہ کے احوال تحریر کیے ۔تاریخ مظاہر العلوم سہارنپور کی تالیف فرمائی ،جس میں مظاہر العلوم سہارنپور کے ۵۰ سالہ حالات تحریر فرمائے ۔

۱۳۳۶ھ شوال: حضرت سہارنپوریؒ سے مسلم شریف اور سنن نسائی پڑھنا شروع کی ۔

۱۳۳۷ھ ۴ شعبان: حضرت شیخ کے یہاں صاحبزادی کی ولادت ہوئی ، بچی کا نام ذکیہ رکھا گیا ، یہ حضرت شیخ کی سب سے پہلی صاحبزادی تھیں ۔

۱۳۳۸ھ: حضرت شیخ اپنے سب سے پہلے سفر حجاز اور حج کے لیے سہارنپور سے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے ہمراہ روانہ ہوئے ۔

۲۷، ۲۸ شعبان: بحری جہاز کے ذریعہ بمبئی سے حجاز مقدس کے لیے روانہ ہوئے ۔رمضان ۔اس سال کے ماہ مبارک سے روزانہ ایک قرآن شریف پڑھنے کا معمول شروع ہوا، ۱۳۸۰ھ تک برقرار رہا۔ ۱۰ رمضان ۔حضرت شیخ اپنے سب سے پہلے سفر حج کے سلسلے میں جدہ پہنچے ۔ ۲۰ شوال ۔مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ کی سب سے پہلی حاضری ہوئی ۔ ۴ ذی الحجہ ۔فریضہ حج کی ادائیگی کی نیت سے مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ پہنچے ۔ذی الحجہ ۔حضرت شیخ کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی بچی کا نام ذاکرہ رکھا گیا۔

۱۳۳۹ھ وسط محرم الحرام: حجاز مقدس سے پہلا فریضہ حج ادا کرنے کے بعد ہندوستان کی طرف واپسی ہوئی ۔

۸،صفر۔ پہلا حج ادا کرنے کے بعد سہارنپور پہنچے۔

۱۳۴۱ھ۲۲ربیع الاول: رسالہ حجتہ الوادع کی تالیف کا آغاز فرمایا۔۲۴ربیع الاول۔ رسالتہ حجتہ الوادع کو حیرت انگیز طور پر محض ایک دن اور ایک رات میں مکمل فرمالیا۴، ربیع الثانی۔تقریر سنن نسائی کی تقریر لکھنے کی ابتدا کی۔

جمادی الثانیہ۔تقریر سنن نسائی کی تکمیل فرمائی۔

رجب۔حضرت سہارنپوری کے حکم سے بخاری شریف کے تین سپارے پڑھائے، یہ پہلا موقعہ ہے کے آپ نے حدیث پڑھائی۔شوال باقاعدہ حدیث کی تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا مشکوٰۃ شریف آپ کے زیر درس رہی۔

شوال۔مشکوٰۃ شریف کی اردو شرح تقریر مشکوٰۃ لکھنا شروع کی، یہ آپ کی تدریس حدیث کا پہلا سال تھا، اور اسی تدریسی سال کے دوران اس شرح کو مکمل فرمالیا۔

۱۳۴۲ھ: ۲۵محرم الحرام۔''الوقائع والدھور'' کے عنوان سے نبی کریمﷺ خلفائے راشدین اور اس کے سلاطین بنی امیہ وغیرہم کے حالات پر کتاب لکھنے کا آغاز فرمایا جس کا سلسلہ ۱۳۸۸ھ تک چلتا رہا۔۸ جمادی الاولیٰ ''اصول حدیث علی مذہب الحنفیہ'' کے عنوان سے مسلک حنفیہ پر اصول حدیث کے متن کا آغاز فرمایا۔

۱۰جمادی الاولیٰ۔اصول حدیث علی مذہب الحنفیہ'' کی تالیف کو مکمل فرمایا۔

۱۳۴۳ھ: رمضان المبارک۔حضرت شیخ کے یہاں صاحبزادے کی ولادت ہوئی بچے کا نام محمد موسیٰ رکھا گیا یہ حضرت شیخ کے پہلے صاحبزادے تھے۔

خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی کی تالیف کا آغاز فرمالیا۔

۱۳۴۴ھ: ۹ربیع الثانی۔حضرت شیخ کے صاحبزادے محمد موسیٰ ۷، ۸ ماہ حیات رہ کر بستی نظام الدین میں انتقال کر گئے۔

۸۔جمادی الثانیہ، خصائل نبویﷺ شرح شمائل ترمذی کی تالیف سے فراغت حاصل ہوئی۔

۲۴،شوال دوسرے سفر حجاز اور حج کے لئے سہارنپور سے روانہ ہوئے۔

۷۔ذیقعدہ۔بمبئی سے حج کے لئے جدہ نامی بحری جہاز پر حجاز مقدس کے لئے روانہ ہوئے۔

۲۵۔ذیقعدہ مکہ مکرمہ میں حاضری ہوئی۔

۱۳۴۵ھ: ۸، محرم الحرام، دوسرا حج ادا کرنے کے بعد مدینہ طیبہ میں حاضری نصیب ہوئی۔

صفر۔حضرت شیخ کے یہاں تیسری صاحبزادی کی ولادت ہوئی بچی کا نام شاکرہ رکھا گیا۔

یکم، ربیع الاول۔مدینہ منورہ میں روضہ اقدس کے پاس قدمین مبارک کے رخ بیٹھ کر موطا امام مالک کی شرح اوجز

المسالک'' کی ابتدا کی۔

۸۔ جمادی الاولیٰ۔ استاذ الاستاذ قاری حسن شاعر کی عربی کتاب ''تحفۃ الاخون فی بیان احکام تجوید القرآن'' کا اردو ترجمہ مکمل کیا یہ ترجمہ بعد میں ''تحفۃ الاخوان'' کے نام سے طبع ہوا۔

۲۱،شعبان۔ بذل المجہو د'' کی تکمیل کے سلسلہ میں مدرسہ شرعیہ میں بعد نماز جمعہ علماء مدینہ کی دعوت کا اہتمام کیا گیا۔

۱۶، ذیقعدہ۔ مدینہ طیبہ سے حج کی ادائیگی کے لئے روانگی ہوئی۔

۱۳۴۶ھ: سہارنپور تشریف لاکر تدریس، تصنیف اور علمی مشاغل میں مصروف ہو گئے

۱۵، ربیع الثانی۔ آپ کے شیخ ومربی روحانی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہ رحلت فرما گئے۔

۱۳۴۷ھ: یکم جمادی الثانی ''المؤلفات والمؤلفین'' کے عنوان سے کتب حدیث وفقہ کے معروف مصنفین کے حالات پر کتاب لکھنے کا آغاز فرمایا، جس کا سلسلہ ۱۳۸۸ھ تک چلتا رہا۔ حضرت شیخ کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی بچی کا نام راشدہ رکھا گیا۔

۱۳۴۸ھ: اوائل ذی الحجہ۔ ''فضائل قرآن'' کی تصنیف کو مکمل فرمایا یہ فضائل کا سب سے پہلا رسالہ ہے جو حضرت شیخ نے تصنیف فرمایا اور اس وقت تبلیغی نصاب کا نہایت اہم حصہ ہے۔

۱۳۴۹ھ: رجب۔ حضرت شیخ کے یہاں صاحبزادہ کی ولادت ہوئی بچے کا نام محمد ہارون رکھا گیا بچے کا مختصر عمر میں ہی انتقال ہو گیا۔

۲۷، رمضان۔ ''فضائل رمضان'' کی تالیف سے فارغ ہوئے جو کہ ''تبلیغی نصاب'' کا اہم حصہ ہے۔

۱۳۵۰ھ: ۱۳، محرم۔ قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم کے عنوان سے ایک خط لکھ کر ممبران اسمبلی اور دیگر سربرآوردہ مسلمانوں کے پاس بھیجا تھا جو کہ کتابی شکل میں شائع ہوا۔

۵، صفر ''فضائل تبلیغ'' کے عنوان سے رسالہ تحریر فرمایا جو کہ تبلیغی نصاب کا حصہ ہے۔

۲۸، ذی الحجہ۔ حضرت شیخ کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی بچی کا نام خالدہ رکھا گیا۔

۱۳۵۲ھ: وسط ربیع الاول۔ ''الکوکب الدری کی جلد اول پر حواشی کی تکمیل فرمائی۔

۱۳۵۳ھ: ۱۶، رجب ''الکوکب الدری'' کی جلد ثانی پر حواشی کی تکمیل سے فراغت ہوئی۔

۱۳۵۵ھ: ۲۴، ذیقعدہ۔ حضرت شیخ کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی بچی کا نام صفیہ رکھا گیا یہ حضرت کی پہلی اہلیہ سے سب سے آخری اولاد تھیں۔

۵، ذی الحجہ۔ آپ کی اہلیہ محترمہ بی بی امۃ المتین صاحبہ کا انتقال ہوا حضرت شیخ کے قلب پر ان کے انتقال کا طبعی اثر تھا، نماز جنازہ حضرت عبدالقادر رائے پوری نے پڑھائی۔

۱۳۵۶ھ: ۲۱، محرم الحرام۔ حضرت شیخ کی صاحبزادی صفیہ کا تقریباً ۲ ماہ کی عمر میں انتقال ہوگیا۔

۸، ربیع الثانی۔ آپ کا عقد ثانی حضرت مولانا الیاس صاحب کی صاحبزادی عطیہ صاحبہ سے نظام الدین دہلی میں بعد نماز جمعہ ہوا نکاح حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے پڑھایا۔

۲۹، شعبان۔ ''اعتدال فی مراتب الرجال'' کے عنوان سے چند سوالوں کا جواب تحریر کیا جو بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔

۱۲، شوال۔ ''حکایات صحابہ'' کی تالیف سے فراغت حاصل ہوئی، یہ کتاب ''تبلیغی نصاب'' کا اہم اور بنیادی حصہ ہے۔

۱۳۵۸ھ: ۷، محرم۔ ''فضائل نماز'' کے عنوان سے رسالہ تحریر کیا، یہ رسالہ تبلیغی نصاب کا ایک اہم اور کثرت سے پڑھا جانے والا حصہ ہے۔

۱۸، ربیع الثانی۔ حضرت شیخ کے یہاں دوسری اہلیہ محترمہ سے صاحبزادے کی ولادت دہلی میں ہوئی بچے کا نام عبدالحی رکھا گیا اور یہ دوسری اہلیہ سے پہلی اولاد تھی۔

۲۱، جمادی الاولیٰ۔ حضرت شیخ کے صاحبزادے عبدالحی کا انتقال ایک ماہ کی عمر میں ہوگیا۔

۲۶، شوال۔ ''فضائل ذکر'' کے عنوان سے رسالہ تحریر کیا یہ رسالہ تبلیغی نصاب کا اہم اور کثرت سے پڑھا جانے والا حصہ ہے۔

۱۳۶۰ھ: ۲، جمادی الاول۔ حضرت شیخ کے یہاں بچے کی ولادت ہوئی بچے کا نام طلحہ رکھا گیا ''اولاد نرینہ میں سے یہی زندہ ہیں''

۱۳۶۲ھ: ۱۶، رجب۔ آپ کے عم حضرت مولانا الیاس صاحب رحمت اللہ علیہ کی وفات کا عظیم سانحہ پیش آیا۔

۱۳۶۲ھ: ۲۹، شعبان۔ رمضان گزارنے کے لئے نظام الدین دہلی پہنچے اور ایک ماہ کے اعتکاف کی نیت سے مقیم ہوگئے اور پورا ماہ رمضان المبارک وہیں گزارا۔

۳، شوال۔ ''فضائل حج'' کے عنوان سے رسالہ لکھنے کی ابتدا فرمائی۔

۲۹، شوال۔ آپ کی صاحبزادی ذکیہ زوجہ محمد یوسف صاحب کا انتقال مغرب کی نماز کے دوران سجدہ کی حالت میں ہوا۔

۱۳۶۷ھ: ۱۱، محرم الحرام۔ سہارنپور میں مغرب کے بعد وہ تاریخ ساز مشورہ ہوا، جس کے نتیجے میں مولانا حسین احمد

مدنی، مولانا عبدالقادر رائے پوری اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحم اللہ عنہم اجمعین نے ہندوستان ہی میں قیام کا فیصلہ فرمایا۔

۱۴، جمادی الاولیٰ۔ ''فضائل حج'' کی تالیف سے فارغ ہوئے اور یہ جبکہ یہ رسالہ زیر طبع تھا ایک بزرگ نے خواب دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت شیخ کعبۃ اللہ کی تعمیر میں مصروف ہیں جس سے یہ تعبیر اخذ کی گئی کہ یہ رسالہ ''فضائل حج'' کعبۃ اللہ کی تعمیر روحانی اور حجاج کرام کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔

۱۳۶۸ھ: ۲۲، صفر۔ ''فضائل صدقات'' کی تالیف کو مکمل فرمایا بعد میں ایک مستقل کتاب کی حیثیت سے شائع ہوا تبلیغی جماعت کی تعلیم کے حلقہ میں اس کو نہایت اہتمام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

۱۳۶۹ھ: ۱۲، رجب۔ حضرت شیخ کی صاحبزادی شاکرہ کا انتقال سورہ یٰسین کی تلاوت سنتے ہوئے ہوا۔

۱۳۷۵ھ: ۲۸، ذی الحجہ۔ موطاء امام مالک کی شرح ''اوجز المسالک'' پایہ تکمیل کو پہنچی۔

۱۳۷۶ھ: ۷، محرم الحرام۔ ''لامع الداری'' کی تصنیف کا آغاز فرمایا۔

۱۳۷۷ھ: ۱۲، جمادی الاولیٰ۔ آپ کے اکابر میں سے ایک اہم بزرگ مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ اس دار فانی سے کوچ فرماگئے۔

۱۳۸۲ھ: ۱۳، ربیع الاول۔ آپ کے اکابر میں سے ایک اہم بزرگ حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہ انتقال فرماگئے۔

۱۳۸۳ھ: ۶ ذیقعدہ۔ حضرت شیخ تیسرے سفر حجاز اور چوتھے حج کے لئے سہارنپور سے روانہ ہوئے۔

۲۷، ذی الحجہ۔ حج سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوئے۔

۲۸، ذی الحجہ۔ مدینہ طیبہ میں حاضری ہوئی۔

۱۳۸۴ھ: یکم صفر۔ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوکر مکہ مکرمہ پہنچے۔

۱۳ صفر۔ حجاز مقدس سے کراچی تشریف لائے۔

ربیع الاول۔ پاکستان کے مختلف شہروں کا دورہ کرتے ہوئے سہارنپور واپس تشریف لے آئے۔

۲۵، رمضان المبارک۔ ''فضائل درود شریف'' کا آغاز فرمایا۔

۲۹، ذیقعدہ۔ آپ کے قوت بازو، اور آپ کے محبوب بھائی (چچازاد بھائی) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات کا عظیم سانحہ پیش آیا۔

۶، ذی الحجہ۔ ''فضائل درود شریف'' کو مکمل فرمایا، یہ رسالہ بھی تبلیغی نصاب کا ایک اہم حصہ ہے اور اس رسالہ سے حضرت شیخ کے عشق رسول ﷺ کی بھرپور عکاسی و ترجمانی ہوتی ہے۔

۱۳۸۶ھ: ۱۰، ذیقعدہ۔ حضرت شیخ نے اپنے چوتھے سفر حجاز اور پانچویں حج کے لئے جانے کا ارادہ فرمایا۔

۱۲، ذیقعدہ جدہ سے ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ میں حاضری ہوئی اور عمرہ ادا فرمایا۔

۲۴، ذی الحجہ۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔

۱۳۸۷ھ: ۱۱ المحرم الحرام۔ مدینہ طیبہ سے واپسی کے وقت مسجد نبوی ﷺ سے احرام باندھا اور رات کو مکہ مکرمہ پہنچ کر اپنے مربی و مرشد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی طرف سے عمرہ ادا کیا۔ سفر حج سے واپسی پر کراچی تشریف لائے۔

۱۳۸۸ھ: ۱۰، ربیع الاول۔ ''لامع الداری'' کی تصنیف کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

۱۲، ربیع الاول۔ ''مدرس عربیہ میں ہڑتال'' سٹرائیک کے بڑھتے ہوئے رجحانات کے متعلق ایک رسالہ ''سٹرائیک'' کے عنوان سے تحریر فرمایا۔

۱۷، ربیع الاول۔ ''لامع الداری'' کی تکمیل کی خوشی میں، حضرت شیخ کی طرف سے دعوت کا اہتمام کیا گیا۔

۱۵، ربیع الثانی۔ ''آپ بیتی'' کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا۔ یہ رسالہ ''آپ بیتی'' کے سات نمبرات میں سے سب سے پہلا نمبر ہے۔

۲۵، شوال سہارنپور میں دارالطلبہ جدید کے دارالحدیث کا افتتاح فرمایا، اور اسی روز بخاری شریف کے سبق کا آغاز فرمایا۔

۱۳۸۹ھ: صفر۔ حضرت شیخ پانچویں سفر حجاز پر روانہ ہوئے اس سفر حجاز میں حضرت شیخ نے حج ادا نہیں فرمایا، بلکہ حج سے پہلے ہی واپس آ گئے تھے۔

۱۴، رجب۔ حضرت شیخ نے مسجد نبوی ﷺ سے حضرت اقدس سہارنپوریؒ کی طرف سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا فرمایا۔

رمضان۔ اس سال کا ماہ مبارک حرمین شریفین میں گزارا، ابتدائی ۱۵ دن مکہ مکرمہ میں اور آخری ۱۵ دن مدینہ طیبہ میں گزارے۔

شوال۔ حضرت شیخ نے حجاز مقدس سے واپسی کراچی میں قیام فرمایا۔

ذیقعدہ۔ سفر حجاز سے واپس سہارنپور پہنچے۔

۱۳۹۰ھ: ۱۷، جمادی الاولی۔ رسالہ ''عمرات النبی ﷺ'' کی تالیف کا آغاز فرمایا۔

۱۵، رجب۔ ''عمرات النبی ﷺ'' کی تصنیف کو مکمل فرمایا۔

۱۵ذیقعدہ۔ حضرت شیخ اپنے چھٹے سفر حجاز اور چھٹے حج کے لئے سہار نپور سے روانہ ہوئے۔

۱۳۹۱ھ: حج کے بعد سہار نپور واپسی ہوئی۔

۱۳۹۳ھ: ربیع الاول۔ حضرت شیخ نے اپنے صاحبزادے مولوی محمد طلحہ کو بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۱۸، ربیع الاول۔ سہار نپور سے حجاز کے لئے اس نیت سے سفر فرمایا کہ اب مستقل قیام حجاز مقدس میں ہی کرنا ہے، گویا حضرت شیخ نے ہجرت کی نیت فرمائی۔

۲۶، ربیع الاول۔ بمبئی سے حجاز کے لئے بذریعہ ہوائی جہاز روانگی ہوئی۔

۲۷، ربیع الاول۔ مکہ معظمہ پہنچے اور عمرہ ادا فرمایا۔

۱۶،۱۵ ربیع الثانی۔ مستقل قیام کی قیمت سے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

۱۶، جمادی الاولیٰ۔ حضرت شیخ کو حجاز مقدس میں مستقل قیام کے لئے اقامہ بننے کی اطلاع دی گئی۔

۲۳، جمادی الثانیہ۔ اقامہ کی باقاعدہ مدت کی ابتداء ہوئی، حضرت شیخ کا اقامہ سعودی عرب کے فرماں روا شاہ فیصلؒ نے براہ راست منظور کیا تھا، اور اس میں شیخ صالح قزاز اور شیخ محمد علوی مالکی کی کوششوں کو بہت دخل تھا۔

۱۳۹۴ھ: ۲، ۳، جمادی الثانی۔ حضرت شیخ حجاز مقدس سے کراچی تشریف لائے۔

۲۴، ۲۵،۔ کراچی سے دہلی روانہ ہوئے۔

۲۶، ۲۷ سہار نپور پہنچ گئے۔

رمضان المبارک۔ سہار نپور میں دار جدید کی مسجد میں ماہ مبارک کا قیام ہوا، اس سال معتقدین کا بہت ہی ہجوم رہا۔

۱۵، ذیقعدہ۔ سہار نپور سے سفر حجاز کے لئے روانگی ہوئی۔

۲۲، ذیقعدہ مکہ معظمہ پہنچے۔

۱۲، ذی الحجہ۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

۱۳۹۵ھ: ۲۸، رجب۔ رمضان المبارک ہندوستان میں گزارنے کے ارادے سے مکہ معظمہ سے روانگی ہوئی۔

یکم شعبان۔ نظام الدین دہلی پہنچے۔

۳، شعبان۔ بخاری شریف کا کام ختم فرمایا

رمضان المبارک۔ اپنے معمول کے مطابق سہار نپور میں دار جدید کی مسجد میں پورے ماہ کے قیام کی نیت سے معتکف ہوگئے۔

۱۳۹۶ھ: ۱۴، جمادی الثانی۔ ہندوستان کے سفر کے سلسلہ میں مدینہ طیبہ سے رونگی ہوئی۔

۹، رجب۔ سہارنپور پہنچے۔

رمضان۔ حسب سابق ماہ مبارک سہارنپور میں دار جدید کی مسجد میں گزار۔

۲۲، ذیقعدہ۔ حجاز مقدس کے لئے سہارنپور سے روانگی۔

ذوالحجہ۔ اس سال حضرت شیخ نے امراض کی وجہ سے حج نہیں فرمایا۔

۱۳۹۷ھ: ۲۴، جمادی الثانی۔ ایک صالح آدمی کے مکاشفہ میں حضور ﷺ کی طرف سے ہندوستان کے سفر کا اشارہ ملنے پر مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔

۵، رجب۔ مکہ معظمہ میں حضرت شیخ کو حجاز مقدس میں مستقل رہائش کے سلسلہ میں تابعیہ مل گیا۔

۵، رجب پاکستان تشریف لائے، اور وہاں سے چند روز بعد ہندوستان تشریف لے گئے۔

۲۸، شعبان ماہ مبارک کے اعتکاف کے سلسلے میں دار جدید میں منتقل ہو گئے۔

ذیقعدہ۔ سہارنپور سے روانہ ہوئے اور پاکستان سے ہوتے ہوئے اسی ماہ حجاز مقدس پہنچ گئے۔

۱۳۹۸ھ: رمضان المبارک۔ اس سال کا ماہ مبارک بھی سہارنپور کے دارالطلبہ جدید کی مسجد میں گذشتہ سالوں کی طرح ہوا۔

۱۳۹۹ھ: جب۔ انگلستان کے پہلے سفر پر مولانا محمد یوسف متالا صاحب کی دعوت پر تشریف لے گئے، یہ حضرت شیخ کا انگلستان کا سب سے پہلا سفر تھا۔

رمضان۔ ماہ مبارک سہارنپور کے دارالطلبہ جدید میں گزرا۔

۱۴۰۰ھ: رمضان المبارک۔ اس سال کا ماہ مبارک مفتی زین العابدین صاحب کی کوشش سے پاکستان کے شہر فیصل آباد میں گزرا، حضرت شیخ کا قیام دارالعلوم فیصل آباد کی مسجد میں رہا۔

۱۴۰۱ھ: ۳۰، شعبان۔ بہت سے مبشرات اور پاکیزہ خوابوں کے اشارات کی بناء پر حضرت شیخ اسٹینگر (Stanger) ساؤتھ افریقہ میں ماہ رمضان المبارک گزارنے کی نیت سے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔

۱۴، شعبان۔ جدہ سے ری یونین (Reunion) کے لئے روانہ ہوئے۔

۲۹، شعبان۔ حضرت شیخ اپنے تمام مہمانوں کے ساتھ اسٹینگر کی جامع مسجد میں منتقل ہو گئے اور پورے ماہ مبارک کے اعتکاف کی نیت کر لی۔

۳، شوال۔ بعد نماز ظہر الوداعی دعا کرائی گئی۔

۳، ۲۴، شوال۔ ان ایام میں حضرت شیخ نے جنوبی افریقہ اور تابینا کے مندرجہ ذیل مقامات

سلورگلین (Silyerglen) رچمنڈ (Richmand) میرٹزبرگ (Matrizburg) اسپنگو بیچ (Ispingobeach)
وائٹ ریور (White reyer) جوہانس برگ (Johanas Burg) کیپ ٹاؤن (Cap Town) لے نیشیا
(Lenasia) اور چپاٹا (Chipata) لوساکا، (Lusaka) کا تربیتی سفر فرمایا، اور مختلف مقامات پر ذکر کے حلقے،
دینی مجلسیں، مساجد، اور مدارس کے افتتاح ہوئے اور ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں میں دینی جذبہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔

۲۴، شوال۔ انگلستان کے سفر کے لئے لوساکا سے لندن روانہ ہوئے، یہ حضرت شیخ کا انگلستان کا دوسرا سفر تھا۔

۲۹، شوال۔ یورپ کے تبلیغی مرکز ڈیوز بری (Duws Bury) تشریف لے گئے۔

۱۲، ذیقعدہ۔ حجاز مقدس کے لئے روانہ ہوگئے۔

۱۴۰۲ھ: ۱۵، محرم۔ مدینہ طیبہ سے ہندوستان تشریف لائے، مرض کی شدت کے پیش نظر ۲۰ روز دہلی میں قیام فرمایا، اور
وہاں کے ہولی فیملی ہسپتال میں داخل ہوئے۔

۴، صفر۔ دہلی سے سہارنپور تشریف لے گئے۔

۱۸، ربیع الاول۔ حجاز مقدس کے لئے روانہ ہوئے۔

۲۰، ربیع الاول۔ کراچی پہنچے۔

۲۱، ربیع الاول۔ رات کو کراچی سے جدہ روانہ ہوئے۔

۲، ربیع الثانی۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ تشریف لے گئے۔

یکم، شعبان۔ مغرب سے قبل اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، عشاء کے بعد جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

اولاد:

جیسا کہ گزرا حضرت الشیخ کے کئی اولادیں ہوئیں، لیکن اولاد نرینہ میں صرف حضرت مولانا شیخ محمد طلحہ مدظلہ العالی ہیں۔ نیک، صالح اور عمدہ صلاحیتوں اور خوبیوں کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی تقویٰ وورع کے ساتھ طویل فرمائے۔"(63)

﴿باب اول: حوالہ جات﴾

1۔مولانا الیاس دہلوی کا تصور دین، سعید الرحمان، مفتی، لاہور، شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، ۱۹۹۲ء، ص ۲

2۔چالیس بڑے مسلمان، حافظ محمد اکبر شاہ بخاری، سید، کراچی، ادارۃ القران، ۲۰۰۱ء، جلد دوم، ص ۲۳۸

3۔مولانا الیاس اوران کی دینی دعوت، ابوالحسن ندوی، سید، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۵ء، ص ۴۶

4۔ایضاً، ص ۴۶

5۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، انگلینڈ، دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ، ۱۴۰۵ء، ص ۴۱، الجزالاول

6۔ایضاً، ص ۴۱، الجزالاول

7۔ایضاً، ص ۴۲، الجزالاول

8۔ایضاً، ص ۴۳، الجزالاول

9۔حضرت شیخ الحدیثؒ اوران کے خلفاء کرام، محمد یوسف متالا، مولانا، انگلینڈ، دارالعلوم العربیہ، س۔ن، ص ۴۴، جلد اول

10۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، انگلینڈ، دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ، ۱۴۰۵ء، ص ۴۵، الجزالاول

11۔ایضاً، ص ۴۷، الجزالاول

12۔ایضاً، الجزالاول

13۔ایضاص ۴۸، الجزالاول

14۔حضرت شیخ الحدیثؒ اوران کے خلفاء کرام، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، صفحہ نمبر ۴۹۔۵۰، جلد اول

15۔سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ، ابوالحسن علی ندوی، مولانا، لکھنؤ، مکتبہ اسلام، ۱۹۸۲ء، ص ۳۵

16۔ایضاً، ص ۳۵

17۔ایضاً، ص ۳۵

18۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۴۸ تا ۴۹، الجزالاول

19۔تزکرہ الرشید، عاشق الٰہی، مولانا، میرٹھ، مکتبہ عاشقیہ والمطبعۃ الخیریہ ومصریہ، س۔ن، ص ۱۹۷، ج اول

20۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۵۰، الجزالاول

21۔سیرت نظامی (سوانح حضرت نظام الدین اولیاء) یٰسین علی نظامی، مولوی، مطبوعہ دہلی، ۱۳۳۸ھ، ص ۳۰۰

22۔ ہفتہ وار روزنامچہ، ایڈیٹر، خواجہ حسن نظامی ۲۴ دسمبر ۱۹۳۰ء

23۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۵۲، الجزالاول

24۔ ایضاً، ص ۵۳، الجزالاول

25۔ ایضاً، ص ۵۵، الجزالاول

26۔ الفرقان خصوصی اشاعت، مرتب مولانا خلیل الرحمٰن سجاد ندوی، (مقالہ مولانا محمد راشد) لکھنؤ، مکتبہ افرقان، صفر سنہ ۱۴۰۳ھ، ص ۸۹

27۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۵۳، الجزالاول

28۔ مولانا محمد الیاس صاحبؒ اوران کی دینی دعوت، ابوالحسن ندوی، سید، محولہ بالا، صفحہ نمبر ۵۵

29۔ ایضاً، ص ۴۶

30۔ ایضاً

31۔ سوانح قاسمی، مناظر احسن گیلانی، سید، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۷۳ھ، ج ۲، ص ۱۲۷

32۔ مطالعہ پاکستان، عبدالقادر خان، لاہور، پنجاب پبلشنگ کارپوریشن، ۱۹۸۴ء، ص ۵۸

33۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اوران کی دینی دعوت، ابوالحسن ندوی، ، سید، محولہ بالا، ص ۵۷

34۔ ایضاً، ۵۷

35۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۵۵ تا ۵۷، الجزالاول

36۔ سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ ابوالحسن علی ندوی، مولانا، محولہ بالا، ص ۴۰

37۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۵۹ تا ۶۱، الجزالاول

38۔ آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، کراچی، معھد الخلیل الاسلامی، س ن، نمبر ۲، ص ۸۷

39۔ ایضاً، نمبر ۴، ص ۱۳۵

40۔ ایضاً، نمبر ۳، ص ۸۱، ۸۲

41۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۷۹ الجزالاول

42۔ سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ، ابوالحسن علی ندوی، مولانا، محولہ بالا، ص ۴۹

43۔ ایضاً

44۔آپ بیتی ،محمد زکریا کاندھلوی ،محولہ بالا ،نمبر۴ ،ص۱۳۴

45۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی ،محمد یوسف متالا ،مولانا ،محولہ بالا ،ص۸۰ ،الجزالاول

46۔ایضاً ،ص۸۱

47۔آپ بیتی ،محمد زکریا کاندھلوی ،مولانا ،محولہ بالا ،نمبر۲ ،ص ۲۵

48۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی ،محمد یوسف متالا ،محولہ بالا ،ص۸۲ ،الجزالاول

49۔آپ بیتی ،محمد زکریا کاندھلوی ،مولانا ،محولہ بالا ،نمبر۴ ،ص ۷تا۱۱

50۔ایضاً ،ص ۷تا۸

51۔چالیس بڑے مسلمان ،حافظ محمد اکبر شاہ بخاری ،سید ،کراچی ،ادارۃ القرآن ،۲۰۰۱ء ،جلد دوم ،ص۲۲۳

52۔آپ بیتی ،محمد زکریا کاندھلوی ،مولانا ،محولہ بالا ،نمبر۲ ،ص ۲۸

53۔ایضاً ،ص۳۹

54۔چالیس بڑے مسلمان ،حافظ محمد اکبر شاہ بخاری ،سید ،محولہ بالا ،جلد دوم ،ص۲۲۳

55۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی ،محمد یوسف متالا ،مولانا ،محولہ بالا ،ص۹۷ ،الجزالاول

56۔ایضاً ،ص۹۹ ،الجزالاول

57۔ایضاً ،ص۸۲ ،الجزالاول

58۔ایضاً ص۱۰۰

59۔چالیس بڑے مسلمان ،حافظ محمد اکبر شاہ بخاری ،سید ،محولہ بالا ،جلد دوم ،ص۲۲۴

60۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی ،محمد یوسف متالا ،مولانا ،محولہ بالا ،ص۱۴۳ ،الجزالاول

61۔بینات ،جولائی ۔اگست ۱۹۸۲ء

62۔ایضاً

63۔بیس مردان حق ،عبدالرشید ارشد ،لاہور ،مکتبہ رشیدیہ ،۱۹۹۶ء ،ص ۶۵ ۷تا ۷۴ ۷

باب دوم

باب دوم: تعلیم وتربیت

ابتدائی تربیت:

گذشتہ باب میں مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی کا تجزیہ پیش کیا گیا۔مولانا اپنی زندگی میں تربیت کے مختلف مراحل سے گزرے۔ان تمام مراحل نے ان کی شخصیت کے ارتقاء میں بڑااہم کردارادا کیاان کی تربیت کرنے والے اکابرین کے مدنظر بھی یہ رہا کہ یہ شخصیت مستقبل میں دینی جدوجہد کے حوالے سے بڑی بڑے کارنامے انجام دے اور کسی بھی پہلو میں تربیت کے حوالے سے کمی نہ رہے۔حضرت مولانا نے اپنی زندگی کے بارے میں اور تربیت کے حوالے بہت سے واقعات خود قلم بند کئے ہیں۔ذیل میں مولانا کی ابتدائی تربیت کے حوالے سے جائزہ پیش خدمت ہے۔

مولانا زکریا کاندھلوی اپنی ابتدائی تربیت کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے۔

''میری ابتدائی تربیت قیدیوں کی طرح ہوئی بغیر والد صاحب اور چچا جان کے کہیں جانے کی اجازت نہ تھی میرا ابتدائی کھیل یا انتہائی کھیل بیت بازی تھا ہم تینوں (ہم سبق) ساتھی ،مظہراور حکیم محفوظ گنگوہی ثم دیوبندی جب بھی ابا جان کی نگاہ سے ذرااوجھل ہوتے تو بیت بازی شروع کر دیتے ایک دفعہ حماقت سوار ہوئی کہ بیت بازی کا کھیل قرآن پاک کی آیات سے شروع کر دیا۔ایک شخص آیت پڑھے اور آیت شریف کا آخری حرف جو ہو دوسرا شخص وہ آیت پڑھے جس کے شروع میں یہ حرف ہو میرے دونوں ساتھی حافظ نہیں تھے اور میں بھی صرف نام کا حافظ تھا مگر خوب یاد ہے کہ نہ معلوم آیتیں کس طرح سوچ لیا کرتے تھے یہ حماقت تین چار دفعہ ہوئی اور بالکل چھوٹ گئی اور منشا اس کا یہ ہوا کہ عجب بات کہ جس دن یہ حرکت ہوتی اس دن بلا کسی معقول وجہ کے پٹائی ہوجاتی اس تجربہ نے دو تین دفعہ کے بعد ہی تو بہ کرادی''(1)

''حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی تولیم کے سلسلہ میں جو تفصیلات سامنے آئی ہیں ان سے اندازہ ہوا ہوگا کہ آپ کی تعلیم اول سے آخر تک منفرد انداز میں ہوئی لیکن آپ کی تربیت کا باب تعلیم سے بڑھ کر بے مثال ہے بچپن سے جوانی تک جس قدر سختی آپ پر روار کھی گئی اور سنگین قسم کے جرائیم پیشہ قیدیوں کی طرح آپ کی جوکڑی نگرانی کی گئی اس کی مثال ڈھونڈنے پر بھی شاید کہیں مشکل سے ملے گی آپ پر والد ماجد نوراللہ مرقدہ کی سختیاں دیکھ کر لوگوں کو شبہ ہوتا تھا کہ آپ ان کے لڑکے نہیں بلکہ سوتیلے ہیں۔''(2) اس حولے سے مولانا خود بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''بہت سے دیکھنے والوں کو اکثر یہ خیال ہوتا تھا کہ میں ان کا لڑکا نہیں بلکہ اپنی والدہ سے کسی پہلے خاوند کا ہوں

اولاد سے محبت تو فطری ہوتی ہے مگر اس سیہ کار کے ساتھ ان کی محبت تادیب میں مستور ہو گئی تھی۔'' (3)

حضرت شیخ الحدیثؒ کے والد ماجد نے آپ کی بڑی سخت نگرانی کی اور آپ کے اخلاق اطوار کی درستگی میں بڑی دور بینی اور بلند نظری سے کام لیا، اس زمانہ کے بزرگ بچوں کی اخلاقی تربیت اور ان کے خاص طرح کے ذہنی نشو ونما کے لئے عمدہ طریقے اختیار فرمایا کرتے تھے۔ مولانا موصوف پر والد کی سختیوں کے بارے میں مولانا عاشق الٰہی تحریر کرتے ہیں۔

''مولوی محمد اسماعیل صاحب گنگوہیؒ نے اپنے لڑکے محمد جلیل کو ایک مرتبہ مارا ان کی پھوپھی نے حضرت (گنگوہی قدس سرہٗ) سے شکایت کی۔ اگلے دن جو مولوی اسماعیل صاحب حاضر ہوئے تو حضرتؒ نے فرمایا: مولوی اسماعیل ادھر آؤ۔ مولوی اسماعیل ہنسنے لگے کیونکہ سمجھ گئے تھے کہ کل لڑکے کے مارنے کی چغلی کھائی گئی ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ہنستے کیا ہو' ادھر آؤ۔ اور مولوی یحییٰ تم بھی آؤ۔ (مولوی یحییٰ صاحب بھی اپنے صاحبزادہ محمد زکریا کو بہت مارتے تھے) اس کے بعد چارپائی پر بیٹھ کر فرمایا۔ مولوی یحییٰ! میں تم سے مسئلہ پوچھتا ہوں کہ لڑکے کو کس قدر مارنا چاہیے؟ نصیحت کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اب مولوی یحییٰ صاحب جواب دیں تو کیا دیں۔؟ حضرتؒ نے کئی مرتبہ اس فقرہ کو دہرایا۔'' (4)

مولانا فرماتے ہیں۔ ''میں تو حدیث پاک کے سبقوں سے ہمیشہ سے انہی واقعات کو بڑے لطف اور مزے سے نقل کرتا ہوں اور بڑی دعائیں دیتا ہوں کہ ان کی جوتوں کی برکت سے دینداری کی ظاہری صورت بنائے بیٹھا ہوں اور ان کی ہر مار پر بڑی ہی دعائیں دیتا ہوں۔ گو اس وقت بہ تقاضائے عمر و نافہمی جتنا بھی رویا ہوں، یا رنج و غضب کیا ہو ظاہر ہے۔'' (5)

''مولانا الحاج ابوالحسن ندوی نے ایک زمانہ میں اخبارات میں اس عنوان (میری محسن کتابیں) پر مضامین لکھوانے کا تقاضا کیا تھا' اور اس ناکارہ پر تحریراً و تقریراً کئی دفعہ تقاضا کیا' اس پر اس ناکارہ نے زبانی تو یوں کہا تھا کہ میری محسن کتابیں تو ابا جان کا جوت تھا۔'' (6)

حضرتؒ ''الاعتدال'' میں ان سختیوں کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''میری ابتدائی تربیت جن اصولوں کے تحت ہوئی ہے وہ یہ تھے کہ مجھے سترہ برس کی عمر تک نہ کسی سے بولنے کی اجازت تھی' نہ بلا معیت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا چچا جان کے کہیں جانے کی اجازت تھی۔ حتیٰ کہ مدرسہ کی جماعت میں سبق بھی ان دو حضرات کے علاوہ کسی مدرس سے پڑھنے کی اجازت نہ تھی اور اسکی بھی اجازت نہ تھی کہ میں اپنے اور اپنے اکابر کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس میں بھی بلا والد صاحب یا چچا جان کے ساتھ ہوئے بیٹھ سکوں۔ کہ مبادہ میں سبق کی جماعت میں یا حضرت کی مجلس میں کسی پاس بیٹھنے والے سے کسی سے کوئی بات کرلوں۔ مجھے دو تین آدمیں کے سوا کسی سے بات کرنے کی اجازت

نہ تھی ۔تنہا مکان جانے کی اجازت نہ تھی ۔ یہاں تک کہ جماعت کی نماز میں بھی مخصوص حضرات کی زیرنگرانی شرکت کرتا تھا۔ اس دور کی آپ بیتی اگر میں سناؤں تو الف لیلہ بنجائے ۔کہ کس قدر تشدد مجھ پر رہا اور کس قدر سخت مجرم قیدیوں کی سی زندگی گذری ۔مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے فضل نے مجھ کو نباہنے کی توفیق عطا فرمائی ،جس کی برکات میں اب دنیا ہی میں پا رہا ہوں مثال کے طور پر ایک قصہ لکھتا ہوں کہ ایک مرتبہ میرا نیا جوتا مدرسہ میں سے کسی نے اٹھالیا تو تقریباً چھ ماہ تک مجھے دوسرا جوتا خریدنے کی ضرورت نہیں ہوئی کیونکہ اس مدت میں مجھے مدرسہ سے باہر قدم نکالنے کی نوبت ہی نہیں آئی ۔ مدرسہ ہی کی مسجد میں جمعہ ہوتا تھا اور مسجد کے بیت الخلاء میں ایک دو جوتے جو کسی کے پرانے ہو جاتے ہیں' وہ ٹال دیتا ہے' جواب تک بھی دستور ہے' اس وجہ سے مجھے کسی ضرورت کے واسطے بھی مدرسہ کے دروازہ سے نہ تو باہر قدم رکھنا پڑا اور نہ ہی جوتے کی ضرورت محسوس ہوئی ۔اس قسم کے سینکڑوں واقعات گزرے ہیں ۔''(7)

مولانا تربیت اور نگرانی کے معاملے میں اپنے والد ماجد کی شدت پسندیوں اور اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر مضروبیت کے حوالے سے بہت سے واقعات بیان کئے اور ان کو اپنی تربیت کا حصہ اور اپنے والد کا احسان عظیم بتایا ،فرماتے ہیں ۔

''اللہ جل شانہ کو ان ضربات کی بہتر سے بہتر جزاءعطا فرمائے اور ہر بار پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے حالت تو اپنی خراب ہی رہی لکن ان تنبیہات اور اللہ کے فضل واحسان کی وجہ سے آدمیوں میں شمار ہونے لگا ورنہ نہ معلوم کس جون میں ہوتا۔''(8) مولانا مزید بیان کرتے ہیں ۔

''یہ مراحل والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال سے قریباً ایک سال پہلے ختم ہو گئے انتقال سے پہلے حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ جن کا شدید اصرار والد صاحب کے بلانے پر رہتا تھا ان کے خط کے جواب میں والد صاحب نے میرے ہی قلم سے تحریر کرایا اب تک عزیز زکریا کی بیڑی میرے پاؤں ایسی زنجیر بنی ہوئی تھی کہ میں اس کی وجہ سے کہیں آجا نہیں سکتا تھا اللہ کا شکر ہے اب اس طرف سے اطمینان ہو گیا ہے ۔''(9)

مولانا فرماتے ہیں کہ میرے والد نے میرے اندر سے ''میں'' کو ختم کرنے کے حوالے سے کیسے تربیت کی اور آج تک ان کی اس تربیت کا اثر محسوس کرتا ہوں ۔مولانا کے الفاظ میں اس سلسلے کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

''حضرت شیخ کی عمر تین چار سال کی تھی اور اچھی طرح چلنا بھی نہیں سیکھا تھا والدہ ماجدہ نے ایک خوبصورت سا بچگانہ تکیہ بنا کر دیا والد صاحب نے ایک دفعہ فرمایا زکریا مجھے تکیہ دے دے بچے کے منہ سے نکل گیا کہ میں اپنا تکیہ لاؤں فرمایا ادھر آ پاس گئے تو انہوں نے بائیں ہاتھ سے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر داہنے ہاتھ سے منہ پر ایسا زور کا تھپڑ

رسید کیا کہ آج تک اس کی لذت بھولا نہیں اور مرتے دم تک امید نہیں کہ بھولوں گا اور یوں فرمایا کہ ابھی سے باپ کے مال پر یوں کہتا ہے کہ اپنا لاؤں؟ کچھ کما کر ہی کہتا کہ لاؤں۔''(10)

(وضاحت)''حوالہ نمبر(10) پر ممتحن کے اعتراض کے مطابق اس بات کی وضاحت کچھ اس طرح ہے کہ یہ تربیت کا یہ طریقہ حضرت کے گھر میں نجی طور اور عارضی طور خاص حالات کے پیش نظر تھا جب کے آگے اس کی وضاحت بتائی جا رہی ہے اور یہ کہ ماحول کے نفسیاتی اثر پر مبنی تربیت کے اس طریقہ کو نہ ہی سنت اور نہ ہی اسلامی تعلیمات سے کہیں تعبیر کیا گیا ہے اور نہ ہی اسے حضرت نے یہ کسی کے سامنے یہ کہہ کر لاگو کرنے کی تلقین کی کہ اس قسم کے واقعات جو مجھ سے وابستہ ہیں تربیت کے سب سے بہتر اصولوں میں سے ہے۔اور مزید یہ کہ کسی طور پر بھی یہ تعلیم نہیں دی گئی کہ آئندہ بھی ایسا ہی کیا جائے یا حضرت نے آگے کہیں کسی واقعہ میں اسے مثال کے طور پر رائج کرنے کو کہا ہو، یہ مثال بھی کہیں نہیں ملتی۔''

''غور فرمایئے تین چار سال کے کمسن بچے کے منہ سے ''اپنا'' کا لفظ غیر شعوری طور نکل جاتا ہے مگر والد ماجد کی دقیق تربیت اس کو بھی برداشت نہیں کرتی اور ایک شفیقانہ تھپڑ کے ذریعہ اپنے لاڈلے کے ''لاشعور'' سے بھی ''اپنا'' کا تصور نکال دیتی ہے۔''(11) اس واقعہ کو ذکر کر کے مولانا فرماتے ہیں۔

''اللہ ہی کا فضل و کرم ہے اور محض اس کا ہی لطف و احسان ہے کہ اس کے بعد سے جب بھی یہ واقعہ یاد آجاتا ہے تو دل میں یہ مضمون پختہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ اپنا اس دنیا میں کوئی مال نہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ دن بدن یہ مضمون پختہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔''(12) دوسرا واقعہ آٹھ سال کی عمر کا ہے مولانا بیان کرتے ہیں

(وضاحت)''مذکورہ حوالہ جات بھی اس جانب اشارہ کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے حالات زندگی ان تمام ایسے پہلوؤں کو از خود بے نقاب کر رہا ہو، گویا اس بات کی غمازی کر رہا ہوتا ہے کہ نجی طور پر پیش آنے والے تمام واقعات کو صرف اپنی ذاتی تربیت کا نتیجہ قرار دیتا ہے اور اپنے ماضی کو یاد رکھتے ہوئے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے۔ نہ کہ اسے غیر اسلامی قرار دے کر غلط کہہ رہا ہوتا ہے۔''

(آگے بھی اسی طرح کے چند اور واقعات کی عکاسی اسی طرح سے کرتے ہیں

''میری عمر آٹھ سال کی تھی حضرت گنگوہی قدس سرہ کے وصال کو تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا حضرت کے وصال کے بعد والد صاحب نے خانقاہ شریف ہی میں بچوں کو تعلیم دینی شروع کر دیا تھا اور جس وقت کا یہ واقعہ لکھ رہا ہوں خوب یاد ہے کہ اسی ۸۰ لڑکے تھے ان میں قاعدہ بغدادی پڑھنے والے بھی تھے اور حماسہ اور ہدایہ اولین پڑھنے والے بھی۔اوپر کے اسباق تو والد صاحب اور چچا جان پڑھایا کرتے تھے اور ہر اونچی جماعت والے کے ذمہ اس سے نیچے والی جماعت کے اسباق ہوتے

رسید کیا کہ آج تک اس کی لذت بھولا نہیں اور مرتے دم تک امید نہیں کہ بھولوں گا اور یوں فرمایا کہ ابھی سے باپ کے مال پر یوں کہتا ہے کہ اپنا لاؤں؟ کچھ کما کر ہی کہتا کہ لاؤں۔'' (10)

''غور فرمایئے تین چار سال کے کمسن بچے کے منہ سے ''اپنا'' کا لفظ غیر شعوری طور نکل جاتا ہے مگر والد ماجد کی دقیق تربیت اس کو بھی برداشت نہیں کرتی اور ایک شفیقانہ تھپڑ کے ذریعہ اپنے لاڈلے کے ''لاشعور'' سے بھی ''اپنا'' کا تصور نکال دیتی ہے۔'' (11) اس واقعہ کو ذکر کر کے مولانا فرماتے ہیں۔

''اللہ ہی کا فضل و کرم ہے اور محض اس کا ہی لطف و احسان ہے کہ اس کے بعد سے جب بھی یہ واقعہ یاد آجاتا ہے تو دل میں یہ مضمون پختہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ اپنا اس دنیا میں کوئی مال نہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ دن بدن یہ مضمون پختہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔'' (12) دوسرا واقعہ آٹھ سال کی عمر کا ہے مولانا بیان کرتے ہیں۔

''میری عمر آٹھ سال کی تھی حضرت گنگوہی قدس سرہ کے وصال کو تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا حضرت کے وصال کے بعد والد صاحب نے خانقاہ شریف ہی میں بچوں کو تعلیم دینی شروع کر دیا تھا اور جس وقت کا یہ واقعہ لکھ رہا ہوں خوب یاد ہے کہ اسی ۸۰ لڑکے تھے ان میں قاعدہ بغدادی پڑھنے والے بھی تھے اور حماسہ اور ہدایہ اولین پڑھنے والے بھی۔ اوپر کے اسباق تو والد صاحب اور چچا جان پڑھایا کرتے تھے اور ہر اونچی جماعت والے کے ذمہ اس سے نیچے والی جماعت کے اسباق ہوتے تھے کہ اپنے پڑھے اور ان کو پڑھائے اور والد صاحب کے سامنے ہی یہ اسباق پڑھائے جاتے تھے خانقاہ کی مسجد میں اس وقت تک والد صاحب ہی نماز پڑھاتے تھے نماز ظہر شروع ہو گئی اور میں خانقاہ کی مسجد میں ایک طاق تھا اس پر ہاتھ رکھ کر لٹکنے کی کوشش میں تھا مگر اس پر میرا ہاتھ نہیں پہنچتا تھا ان شاگردوں میں ایک شخص مولوی صغیر احمد تھے جو معلوم نہیں اب حیات ہیں یا نہیں مگر گنگوہ کے رہنے والے اور بعد میں بمبئی کے بڑے واعظوں میں ہو گئے تھے، وہ وضو کر کے جلدی سے آئے اور ادھر رکوع شروع ہو گیا انہوں نے تیزی سے آکر محبت کی بنا پر مجھے طاق پر لٹکا دیا مجھے غصہ آگیا کہ میری مساعی جمیلہ میں اس نے ٹانگ کیوں اڑائی جب سب سجدہ میں گئے تو میں نے مولوی صغیر کی کمر میں زور سے ڈک مارا چوٹ تو ان کے کیا لگتی مگر آواز بہت ہوئی۔ نماز پڑھتے ہی مقدمہ قائیم ہو گیا خانقاہ میں گولر کے نیچے سارا مجمع اور حضرت گنگوہی قدس سرہ کی سہ دری کے آخری در کے سامنے ابا جان اور مطالبہ یہ کہ ''کس نے مارا تھا؟ مگر ڈر کی وجہ سے کوئی نہ بولا۔ دس بارہ منٹ کے بعد فرمایا کہ اچھا اب سبق کا حرج ہو رہا ہے سبق کے بعد سب کی چھٹی بند، جب تک تحقیق نہ ہو جائے عصر کے بعد دوبارہ میدان حشر قائیم ہوا ان کا مطالبہ اور جواب میں سکوت۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک کو جانے کی اجازت نہیں چاہے صبح ہو جائے اور میں اپنے دل میں یہ دعائیں کر رہا تھا جو ہونا ہوگا وہ ہو جائے گا مولوی

تھے.................................. مولوی صغیر جلدی سے بتا دیں

خوہ مخواہ سب پھنس رہے ہیں بالکل میدان حشر کا منظر تھا جس کی بنا پر سب پریشان پھر رہے تھے........... اس پر سختی سے مطالبہ ہوا کہ کس نے؟ مگر وہ چپ۔ جب اس نے دیکھا کہ ضرب یضرب ہونے کو ہے تو اس نے میری طرف اشارہ کیا کہ اس نے۔ تین مرتبہ ایسے ہی فرمایا۔''(13)

حضرت شیخ الحدیث مزید بیان کرتے ہیں کہ

''اس وقت والد صاحبؒ............ ،اور اس کی ڈنڈی کو لکڑی بنالیا تھا جو مزار پر جانے کے وقت میرے ہاتھ میں ہوا کرتی تھی .... اور صرف ایک لفظ ان کی زبان پر ہر مار پر ہوتا تھا کہ ''ابھی سے صاحبزادگی کا یہ سور؟'' .... مگر اس وقت نہیں تھا، اس لئے کہ صبح اور عشاء کے وقت پہنا کرتا تھا اور عصر کے وقت چونکہ سردی نہیں ہوتی اس وقت صرف ایک ہی کرتا بدن پر تھا،...... اگر تو پٹتے پٹتے مرگیا تو تو شہید ہوگا، مجھے ثواب ہوگا'' آپ خود سوچئے کہ جس کا یہ نظریہ ہو وہ کیا کسر چھوڑے گا۔''(14)

(وضاحت)''حوالہ نمبر 13,14 میں بھی یہاں پر بھی اسی انداز سے ممتحن نے اعتراض اپنی نظر کے مطابق درست کیا ہے مگر یہ واقعہ، حالات کے تناظر میں سمجھنے کی ایک اور کڑی میں پرویا ہوا ہے۔ حضرت کے تمام واقعات میں اقوال افعال کو دیکھتے اور سنتے ہوئے زندگی کا وہ مقصد ذہن میں ابھرتا ہے کہ ایک نیک صالح شخص کی زندگی کے مجموعی تمام کردار کو دیکھتے ہوئے فیصلہ صادر فرمانا چاہیے اور اسی تناظر میں زندگی کے تمام واقعات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے، انھوں نے اپنی اولاد کی تربیت میں کسی اصول کو کارفرما نہیں رکھا بلکہ حالات کے مطابق نجی طور کسی ایک عمل کے اظہار سے اصلاح کی کوشش فرمائی تھی۔ اور واقعہ بھی از خود حضرت صاحب اپنی اصلاح کی غرض سے بیان کرتے نظر آتے ہیں۔''

''اسی زمانہ کا قصہ ہے............. ابا جان نے آکر ایک زوردار تھپڑ مارا اور یہ فرمایا کہ سبق یاد نہیں کیا جاتا؟ اس وقت تو مجھے بہت غصہ آیا کہ خود سے تو پڑھی نہیں جاتی دوسروں کو بھی پڑھنے نہیں دیتے، مگر جلد ہی سمجھ میں آگیا کہ بات صحیح تھی وہ نفلیں .... اب نفس بہانے ڈھونڈتا ہے۔''(15)

دس سال کی عمر تھی حضرت شیخ الحدیثؒ والدہ ماجدہ اور چند مستورات کے ساتھ بہلی میں گنگوہ سے رامپور جارہے تھے والد صاحبؒ ایک گھوڑی پر سوار تھے جس کا چلانے والا بھی ساتھ تھا، حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں۔

''راستے میں ایک جگہ والد صاحبؒ نے ارادہ شفقت ارشاد فرمایا کہ تو گھوڑی پر بیٹھے؟ میں نے بڑے شوق سے کہا ''جی'' اور

شوق میں بہلی سے کود پڑا اور گھوڑی پر بیٹھ کر شوق عرف میں گھوڑی کو بہلی کے سامنے لایا، میری والدہ اور دوسری مستورات کے جب میں قریب پہنچا، کچھ زبان سے اور کچھ اشارے سے کہا بڑی بات ہے ابا تو پاؤں چل رہے ہیں اور تو گھوڑی پر بیٹھا ہے میں نے والد صاحب سے عرض کیا کہ عورتیں یوں کہہ رہیں ہیں انہوں نے بہت غصے سے فرمایا کہ ''اندھی کے تجھے نظر نہیں آتا ،عورتیں ہی کہہ رہی ہیں؟ تیری آنکھیں پھوٹ گئیں؟'' مابدولت بیک بنی و دوگوش گھوڑی سے اتر کر گاڑی میں بیٹھ گئے اس بات پر مجھے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کوئی گرانی نہیں ہوئی اور میرے ذہن میں تھا کہ تو نے برا کیا۔'' (16)

(وضاحت) '' حوالہ نمبر **15,16** پر بھی الفاظ کے مجموعے جو تاثر قائم ہوتا ہے وہ یک نظر ہے جبکہ خاص موقع کے اعتبار سے ایسے الفاظ کا جاری ہونا کئی حکمت کے پہلو پوشیدہ رکھے ہوئے ہوتا ہے۔ لہذا کسی نتیجہ پر قبل از واقعہ کے پس منظر سے آگاہی ضروری ہوتی ہے۔ دریں اثنا یہ نہ تو عام تعلیم ہے اور نہ ہی اس کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق ہے۔''

رمضان المبارک ۲۸ھ میں جبکہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی عمر شریف تیرہ سال کی تھی کاندھلہ میں تین چار سال کی عمر میں ایک عید کی تھی جس کی چہل پہل کی خوشگوار یادیں حضرت شیخ الحدیثؒ کو یاد تھیں، فرماتے ہیں کہ'' چنانچہ والد صاحب نے ۱۵ رمضان المبارک کے قریب فرمایا کہ'' تیرا کاندھلہ عید کرنے کو جی چاہے؟ حضرت شیخ الحدیثؒ نے بڑی مسرت سے اثبات میں جواب دیا، فرمایا'' اچھی بات ہے ۲۹ کو بھیج دوں گا'' حضرت شیخ الحدیثؒ فرط خوشی میں دن گننے لگے خدا خدا کر کے ۲۹ رمضان المبارک آئی تو خیال تھا کہ کسی کے ساتھ جانا تجویز فرمائیں گے لیکن انہوں نے دس گیارہ بجے کے قریب نہایت رب دارمنہ بنا کر فرمایا بس کیا کرے گا جا کر آواز سے تو ہم رو ہی نہیں سنتے تھے۔ آنسوؤں پر قابو ہی نہیں تھا، بے اختیار نکل پڑے اور حجرہ میں جا کر پھر ہچکیوں کے ساتھ رونا شروع کیا، اللہ تعالیٰ بہت ہی معاف فرمائے جو من میں آیا سب کہہ دیا اور دوسرا دن عید کا میرے لئے محرم تھا۔ وہ میری لال آنکھوں اور آنسوؤں کو خوب دیکھ رہے تھے مگر ایک لفظ نہیں کہہ کر دیا عید سے دوسرے دن یوں فرمایا کہ'' میرا جی تو چاہے تو تیرے بھیجے کو اور میرا ارادہ بھی تھا مگر جتنی خوشی تو نے جانے کی کی وہ مجھے اچھی نہیں لگی۔ اس وقت تو بھلا آپ جانیں کہ کیا سمجھ میں آئی مگر اب وہ واقعی سمجھ میں آ گئی کہ'' لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم '' کی داغ بیل پڑ گئی۔'' (17)

والد محترم کا ایک اور واقعہ رقم کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں'' میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کو اس کا بھی اہتمام تھا کہ میرے پاس پیسہ نہ رہ کسی دوسرے سے تو درکنار کسی دوسرے سے پیسہ لینا تو درکنار کسی کھانے پینے کی چیز کا لینا بھی ناممکن بلکہ اس کے شبہ پر بھی سخت تحقیقات ہوتی تھیں البتہ خود پیسے دینے کا بہت معمول تھا اور ساتھ یہ کہ میرے

دوسری مستورات کے جب میں قریب پہنچا، کچھ زبان سے اور کچھ اشارے سے کہا بڑی بات ہے ابا تو پاؤں چل رہے ہیں اور تو گھوڑی پر بیٹھا ہے میں نے والد صاحب سے عرض کیا کہ عورتیں یوں کہہ رہی ہیں انہوں نے بہت غصے سے فرمایا کہ ''اندھی کے تجھے نظر نہیں آتا، عورتیں ہی کہہ رہی ہیں؟ تیری آنکھیں پھوٹ گئیں؟'' مابدولت بیک بینی و دوگوش گھوڑی سے اتر کر گاڑی میں بیٹھ گئے اس بات پر مجھے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کوئی گرانی نہیں ہوئی اور میرے ذہن میں تھا کہ تو نے برا کیا۔''(16)

رمضان المبارک سنہ ۲۸ھ میں جبکہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی عمر شریف تیرہ سال کی تھی کاندھلہ میں تین چار سال کی عمر میں ایک عید کی تھی جس کی چہل پہل کی خوشگوار یادیں حضرت شیخ الحدیثؒ کو یاد تھیں، فرماتے ہیں۔

''چنانچہ والد صاحب نے ۱۵ رمضان المبارک کے قریب فرمایا کہ ''تیرا کاندھلہ عید کرنے کو جی چاہے؟ حضرت شیخ الحدیثؒ نے بڑی مسرت سے اثبات میں جواب دیا، فرمایا ''اچھی بات ہے ۲۹ کو بھیج دوں گا'' حضرت شیخ الحدیثؒ فرط خوشی میں دن گننے لگے خدا خدا کر کے ۲۹ رمضان المبارک آئی تو خیال تھا کہ کسی کے ساتھ جانا تجویز فرمائیں گے لیکن انہوں نے دس گیارہ بجے کے قریب نہایت ربدار منہ بنا کر فرمایا بس کیا کرے گا جا کر آواز سے تو ہم رو ہی نہیں سنتے تھے۔ آنسوؤں پر قابو ہی نہیں تھا، بے اختیار نکل پڑے اور حجرہ میں جا کر پھر ہچکیوں کے ساتھ رونا شروع کیا، اللہ تعالیٰ بہت ہی معاف فرمائے جو من میں آیا سب کہہ دیا اور دوسرا دن عید کا میرے لئے محرم تھا۔ وہ میری لال آنکھوں اور آنسوؤں کو خوب دیکھ رہے تھے مگر ایک لفظ نہیں کہہ کر دیا عید سے دوسرے دن یوں فرمایا کہ ''میرا جی تو چاہے تو تیرے بھیجے کو اور میرا ارادہ بھی تھا مگر جتنی خوشی تو نے جانے کی کی وہ مجھے اچھی نہیں لگی۔ اس وقت تو بھلا آپ جانیں کہ کیا سمجھ میں آئی مگر اب وہ واقعی سمجھ میں آ گئی کہ ''لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما اٰتاکم'' کی داغ بیل پڑ گئی۔''(17)

والد محترم کا ایک اور واقعہ رقم کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں۔

''میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کو اس کا بھی اہتمام تھا کہ میرے پاس پیسہ نہ رہ کسی دوسرے سے تو درکنار کسی دوسرے سے پیسہ لینا تو درکنار کسی کھانے پینے کی چیز کا لینا بھی ناممکن بلکہ اس کے شبہ پر بھی سخت تحقیقات ہوتی تھیں البتہ خود پیسے دینے کا بہت معمول تھا اور ساتھ یہ کہ میرے پاس پیسہ نہ رہے اس لئے جب مجھے کچھ دینے کا ارادہ فرماتے تو پہلے والدہ سے فرما دیتے کہ زکریا کو اتنا پیسہ یا روپیہ دینا ہے اور والدہ نور اللہ مرقدہا اللہ تعالیٰ ان کو بہت ہی اونچے درجے پر عطا فرمائے مجھ سے محبت بے انتہا تھی اسی وقت سے مجھے قرض دینے کے فضائل اور ثواب اتنے لاتعد ولاتحصیٰ سناتیں

اور آخرت میں کار آمد ہونے کی ترغیبیں اور دنیا میں جو خرچ ہو اس کی لغویت خوب بتلاتیں اور اس کے بعد پھر فرماتیں کہ تیرے پاس کچھ پیسے ہوں تو دے دے تجھے ثواب ہوگا کچھ تو واقعی والدہ کی محبت اور کچھ ثواب کی اہمیت تو اس وقت کہاں ہوئی البتہ من نوقس فی الحساب فقد عذب کا نقشہ بغیر حدیث پڑھے ہی سامنے تھا اس لئے کہ ان پیسوں کا حساب دنیا بھی تو کارے دارد تھا اور اسی کا یہ اثر ہوا کہ اب تک پیسہ جیب میں رکھنے کی عادت نہیں اللہ نے دوست احباب ایسے مہیا کر رکھیں ہیں کہ وہ ہر وقت میری فرمائشیں پوری کرتے رہتے ہیں اور دو چار دنمیں ایک بل مجھے دے دیتے اور یہ وہی دست غیب کا نسخہ ہے جو کسی تبلیغی اجتماع میں صوفی عبدالرب صاحب کو بتلایا تھا۔'' (18)

ایک دور بین باپ کی حکمت عملی دیکھیں کہ ہر معاملے میں بیٹے پر نظر رکھی ہوئی ہے اس حوالے سے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں۔'' (ہر) شبہ پر تحقیقات ہوتی تھیں ایک واقعہ مثال کے طور پر لکھ رہا ہوں۔ مدرسہ قدیم (دفتر مظاہر العلوم) کی چھت پر والد صاحب کا قیام اور پیشاب کی جگہ اسی چھت پر اس کے بالمقابل تھی۔ والد صاحب پیشاب کے لئے تشریف لے گئے راستہ میں ایک جگہ سے کباب کی خوشبو آئی جو مولانا ظفر احمد صاحب پاکستانی شیخ الاسلام پاکستان نے کسی طالب علم سے بعد مغرب یہ کہہ کر کہ کباب لا کر یہاں تہہ دینا میں نفلوں کے بعد لے لوں گا نماز کی نیت باندھ لی۔ والد صاحب کے بعد میں پیشاب کے بہانے سے یہ کھا کر آیا ہے مجھے قریب بلا کر یوں کہا کہ ''منہ کھول'' اس میں کبابوں کی خوشبو بالکل بھی نہیں تھی پھر مجھ سے مطالبہ فرمایا کہ ''وہ کباب کس کے ہیں؟ میں نے لاعلمی ظاہر کی اول تو تحقیق سے تحقیق فرمایا پھر جا کر ان کو دیکھا تو وہیں رکھے تھے چونکہ مولانا ظفر احمد صاحب اس زمانے میں شریک دستر خوان تھے جب سب حضرات کھانے کے واسطے بیٹھے تو مولانا ظفر احمد صاحب نے کسی طالب علم سے فرمایا کہ کباب کہاں رکھے ہیں وہ اٹھالاؤ تب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اطمینان ہوا۔'' (19)

مولانا پیسوں کے سلسلے میں ایک اور واقعہ سناتے ہیں جو ایک بچے میں خود اعتمادی پیدا کرنے کے حوالے سے اور اس کی حوصلہ افزائی کے حوالے سے اہم تھا مولانا لکھتے ہیں۔

''ان کی تعلیم کا طرز تو عجیب دنرالا تھا ان کے یہاں اہم کتاب کے شروع پر یا ختم پر مٹھائی کے نام سے کچھ پیسے ملنے کا بھی دستور تھا جو میرے ساتھ مخصوص نہیں تھا بلکہ مخصوص شاگردوں میں سب ہی کے ساتھ تھا لیکن میرے ساتھ یہ خصوصیت تھی کہ ان پیسوں کی مٹھائی کھانا سخت معیوب تھا بلکہ نہایت سنگین جرم تھا کہ یہ ان کے یہاں چٹورپن تھا بلکہ ان پیسوں کا مصرف کوئی ضرورت کی چیز کتاب وغیرہ یا والدہ کے توسط سے کوئی مقوی دماغ چیز تھی۔ جب میرا فقہ شروع ہوا اور ان کے یہاں تعلیم میں بھی جدت تھی جس کا اثر چچا جان کی تعلیم میں بھی تھا کہ ان کے یہاں درس نظامی کی پابندی نہیں

بلکہ ہر شخص کی حیثیت کے موافق کتاب تجویز ہوتی تھی الفیہ ابن مالک کا سبق روزانہ حفظ سنا کرتے تھے ان کے یہاں ہدایۃ النحو اور کافیہ ساتھ ہوا کرتا تھا کافیہ کی ترتیب پر جتنا سبق شام کو کافیہ کا مناسب ہوتا اس کی بقدر صبح کو ہدایۃ النحو ہوتی تا کہ وہ کافیہ کے لئے مطالعہ کا کام دے۔ اسی طرح قدوری اور کنز ساتھ ہوتی کنز کی ترتیب پر۔ جب میرا فقہ شروع ہوا یعنی قدوری اور کنز کی بسم اللہ ہوئی تو مجھے بیس روپے انعام ملے تھے اور دینے کے بعد فرمایا کہ ان کا کیا کریں گے؟ میں چونکہ بھیڑیے کی آنکھ سے سبق پڑھے ہوئے تھا میں نے کہا کہ میرا یوں جی چاہتا ہے کہ اپنے بزرگ حضرت سہارن پوری، حضرت دیو بندی، حضرت رائپوری، حضرت تھانوی کی خدمات پانچ پانچ روپے کی مٹھائی پیش کروں یہ میری تجویز کسی اخلاص پر مبنی تھی نہیں بن ہوسب غذب کے ڈر سے تھی بڑی شاباش ملی اور میری فہم ودانش پر مبارکباد، پھر فرمایا کہ کیا مٹھائی دے گا؟'' (20)

ایک وقت میں والد صاحب کی طرف سے تمام سختیاں جب ختم ہوگئیں تو مولانا لکھتے ہیں کہ'' والد صاحب رائے پور طویل قیام کے لئے تشریف لے گئے اس ناکارہ نے ان کی تشریف بری کے بعد مکاری سے ان کی یاد اور ان کی غیبت سے اپنے نقصان کا اظہار کیا تو جواب میں تحریر فرمایا کہ'' بڑوں کی نگرانی کی حاجت اس وقت تک رہتی ہے جب تک تعلق مع اللہ پیدا نہ ہو اس کے بعد ضرارت نہیں رہتی اللہ کا شکر ہے کہ اس کے فضل سے تمہارے اندر پیدا ہو گیا اب میری ضرورت نہیں رہی'' (21)

(حوالہ نمبر 20 اور 21 میں سے یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ تربیت کے گھریلوں طریقہ کار کے مطابق حضرت کی اصلاح فرمائی گئی تھی جسے حضرت کے والد گرامی نے سنت رسول ﷺ سے کہیں تعبیر نہیں فرمایا'')

اس پر مولانا فرماتے ہیں۔'' کاش اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور لطف واحسان سے والد صاحب کے اس حسن ظن کو اور ان کے بعد میرے دوسرے اکابر اور احباب واصاغر کے حسن ظن کو'انا ظن عبدی بی '' عالی شان فرمان ہی کی وجہ سے صحیح فرمادے تو اس لطف وکرم اور ان احسانات عظیمہ سے بعید نہیں جو ہمیشہ ہی میری ناپاکیوں کے باوجود رہے۔'' (22)

تعلیم کا آغاز:

قرآن مجید کا حفظ اس خاندان کا ایک خصوصی شعار اور تعلیم کا پہلا ضروری مرحلہ تھا عموماً چار پانچ سال کے بچے کو مکتب میں بیٹھا دیا جاتا، لیکن سات برس تک حضرت شیخؒ کی بسم اللہ بھی نہیں ہوئی تھی، اس پر حضرت شیخؒ کی دادی صاحبہ (جو خود حافظ قرآن تھیں) اپنے لائق فرزند پر خفا ہوتیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں' مجھے ان کی خفگی کے الفاظ بھی خوب یاد ہیں کہ'' یحیٰ! اولاد کی محبت سب کو ہوا کرے' مگر اولاد کی محبت میں اندھے تمہیں ہو جایا کرتے۔ تو نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا یہ بیل آسمان پر جارہا ہے۔ تو اس سے آخر کیا کرائے گا۔ جوتے گھٹوادے گا، چمار بنادے گا، پاخانہ کموادے گا، بھنگی بنوادے

تھی بلکہ ہر شخص کی حیثیت کے موافق کتاب تجویز ہوتی تھی الفیہ ابن مالک کا سبق روزانہ حفظ سنا کرتے تھے۔ان کے یہاں ہدایۃ النحو اور کافیہ ساتھ ہوا کرتا تھا کافیہ کی ترتیب پر جتنا سبق شام کو کافیہ کا مناسب ہوتا اس کی بقدر صبح کو ہدایۃ النحو ہوتی تا کہ وہ کافیہ کے لئے مطالعہ کا کام دے۔اسی طرح قدوری اور کنز ساتھ ہوتی کنز کی ترتیب پر۔جب میرا فقہ شروع ہوا یعنی قدوری اور کنز کی بسم اللہ ہوئی تو مجھے بیس روپے انعام ملے تھے اور دینے کے بعد فرمایا کہ ان کا کیا کرے گے ؟ میں چونکہ بھیڑیے کی آنکھ سے سبق پڑھے ہوئے تھا میں نے کہا کہ میرا یوں جی چاہتا ہے کہ اپنے بزرگ حضرت سہارن پوری، حضرت دیو بندی، حضرت رائپوری، حضرت تھانوی کی خدمات پانچ پانچ روپے کی مٹھائی پیش کروں یہ میری تجویز کسی اخلاص پر مبنی تھی نہیں، ہن حوسب غذب کے ڈر سے تھی بڑی شاباش ملی اور میری فہم و دانش پر مبارکباد، پھر فرمایا کہ کیا مٹھائی دے گا ؟''(20)

ایک وقت میں والد صاحب کی طرف سے تمام سختیاں جب ختم ہوگئیں تو مولانا لکھتے ہیں کہ'' والد صاحب رائے پور طویل قیام کے لئے تشریف لے گئے اس ناکارہ نے ان کی تشریف بری کے بعد مکاری سے ان کی یاد اور ان کی غیبت سے اپنے نقصان کا اظہار کیا تو جواب میں تحریر فرمایا کہ'' بڑوں کی نگرانی کی حاجت اس وقت تک رہتی ہے جب تک تعلق مع اللہ پیدا نہ ہو اس کے بعد ضرارت نہیں رہتی اللہ کا شکر ہے کہ اس کے فضل سے تمہارے اندر پیدا ہوگیا اب میری ضرورت نہیں رہی''(21)

اس پر مولانا فرماتے ہیں۔'' کاش اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور لطف و احسان سے والد صاحب کے اس حسن ظن کو اور ان کے بعد میرے دوسرے اکابر اور احباب و اصاغر کے حسن ظن کو'' انا ظن عبدی بی '' عالی شان فرمان ہی کی وجہ سے صحیح فرمادے تو اس لطف و کرم اور ان احسانات عظیمہ سے بعید نہیں جو ہمیشہ ہی میری ناپاکیوں کے باوجود رہے۔''(22)

تعلیم کا آغاز:

قرآن مجید کا حفظ اس خاندان کا ایک خصوصی شعار اور تعلیم کا پہلا ضروری مرحلہ تھا عموماً چار پانچ سال کے بچے کو مکتب میں بیٹھا دیا جاتا، لیکن سات برس تک حضرت شیخؒ کی بسم اللہ بھی نہیں ہوئی تھی، اس پر حضرت شیخؒ کی دادی صاحبہ (جو خود حافظہ قرآن تھیں) اپنے لائق فرزند پر خفا ہوتیں۔حضرت شیخ فرماتے ہیں' مجھے ان کی خفگی کے الفاظ بھی خوب یاد ہیں۔''یحیٰی ! اولاد کی محبت سب کو ہوا کرے' مگر اولاد کی محبت میں اندھے نہیں ہوجایا کرتے۔تو نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا یہ بیل آسمان پر جارہا ہے۔تو اس سے آخر کیا کرائے گا۔جوتے گھٹواوے گا، چمار بناوے

گا، پاخانہ کمواوے گا، بھنگی بنواوے گا۔ آخر تو نے کیا سوچ رکھا ہے؟''(23)

''ان کی اس شدید خفگی پر والد صاحبؒ کا ایک ہی جواب ہوتا کہ 'جو دن کھیلنے کو ملیں کھیلنے دو، ایک دفعہ جب اوکھل میں سر دے گا تو پھر قبر میں جاتے ہوئے نکلے گا۔'' اس جواب پر ناراض ہوئیں۔

''آخر اوکھل میں سر دینے کا کوئی وقت آوے گا بھی، یا مرنے کے بعد دے گا'' مجھ پر براہ راست بھی خوب خفا ہوتیں کہ: ''فلاں بچے کے اتنے سپارے ہوگئے، فلاں کے اتنے ہوگئے' تیرے کتنے ہوئے اندھے!''(24)

بالآخر وہ مبارک دن آیا کہ آپؒ کی بسم اللہ ہوئی مظفر نگر کے ایک نیک صالح بزرگ جناب الحاج ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحبؒ، جن کا قیام اس زمانے میں حضرت گنگوہی قدس سرہ' کی خدمت کے لیے گنگوہ میں تھا، ان کے یہاں آپ کو پڑھنے کے لیے بٹھایا گیا، شیخ فرماتے ہیں۔''ان کی اہلیہ محترمہ سے ہمارا قاعدہ بغدادی شروع ہوا۔۔ یاد نہیں قاعدہ بغدادی کتنے دنوں میں پڑھا' اس کے بعد ہمارا سیپارہ لگ گیا۔''(25)

حضرت شیخؒ کو کسی مکتب میں یا با قاعدہ کسی حافظ صاحب سے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ قرآن کریم حضرت والد صاحبؒ ہی سے حفظ کیا۔ شیخؒ فرماتے ہیں۔ ''نقل نظامی قرآن جس پر میں نے پڑھا تھا' اس کا ہر صفحہ آیت پر ختم ہوتا تھا۔ والد صاحبؒ ایک صفحہ کا سبق دیتے اور فرماتے کہ اس کو سو(۱۰۰) مرتبہ پڑھ لو' پھر چھٹی، یاد ہونے کے ذمہ دار نہیں۔''(26)

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں۔''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ایک صفحہ سو مرتبہ پڑھنے میں کتنی دیر لگتی ہے، اس لیے بہت جلدی آکر کہ دیتا کہ سو دفعہ ہوگیا اور اپنی بات کو پختہ کرنے کے لیے یہ بھی خود ہی کہ دیتا کہ کل تو کچھ یونہی سا پڑھا تھا' آج تو ٹھیک ٹھیک سو مرتبہ پڑھا ہے والد صاحب اس پر زیادہ جرح وقدح نہ فرماتے، بلکہ یہ فرماتے کہ آج کا'' بالکل صحیح صحیح ''، کل کو معلوم ہو جائے گا۔ سارا قرآن اسی طرح پڑھ کر ختم کر دیا اور حافظ ہو گئے۔(27)

''حضرت والد صاحبؒ کے علاوہ حضرت شیخؒ نے قرآن کریم میں اپنے دو اساتذہ کا ذکر کیا ہے حافظ محمد صالح نکودریؒ ' حافظ رحیم بخش صاحب۔''(28)

مولانا فرماتے ہیں۔''ایک عرصہ کے بعد عالی جناب حافظ محمد صالح صاحبؒ، نکودر ضلع جالندھر کے اصل رہنے والے تھے' جو حضرت گنگوہی قدس سرہ' کے اجل خلفاء میں سے تھے، نہایت بزرگ، نہایت نیک نہایت متواضع، نہایت خاشع خاصع' بڑی کثرت سے نفلیں پڑھنے والے۔۔ وہ جب حضرت گنگوہی قدس سرہ' کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تبرکاً میرے والد صاحب مجھے ان کی شاگردی میں بھی حصول برکت کے لیے رکھا جب تک حافظ صاحبؒ کا گنگوہ میں قیام رہا۔ اس

کے علاوہ جب کبھی کاندہلہ جانا ہوتا تو ہمارا کاندھلہ کے مشہور ومعروف حفظ استاذ الکل حافظ رحیم بخش صاحب ابن خدا بخش عرف حافظ منگتو' میرے چچا جان نوراللہ مرقدہ' اوران کے معاصرین اوران سے چھوٹی پیڑھی میرے بعد تک کی ' ساری حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں بہت ہی اور نیک تھے ۔۔ یہ ناکارہ جب کاندھلہ چار دن کو جاتا تو حافظ صاحبؒ کی شاگردی میں داخل ہوجاتا ۔۔شاید دوڈھائی سیپارے پوری مقدار مختلف سالوں کی ہوگی ۔'' (29)

اردواور فارسی کی تعلیم :

اردواور فارسی کی تعلیم کی شروعات کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں :

'' ۲۵ھ سے میری فارسی اردو اس حالت میں شروع ہوگئی کہ قرآن پاک تو گویا پڑھا پڑھا برابر تھا مگر ہم حافظوں میں شمار ہوتے تھے میں نے فارسی زیادہ تر اپنے چچا جان نوراللہ مرقدہ' سے پڑھی ان پر اس زمانے میں بزرگی کا بہت ہی غلبہ تھا مجاہدات سلوک کا بہت زور تھا خانقاہ قدوسیہ کے پیچھے ایک بہت مختصر آب چک تھی ،ایک بوریے پر آنکھ بند کیے ہوئے دوزانو بیٹھے رہا کرتے تھے میں سبق کے لیے جاتا تو قانون یہ تھا کہ ایک کتاب چچا جان کے سامنے کھول کر رکھ دیتے ،ایک ساتھی میرا اور تھا جس کا نام مجھے یادنہیں ہم دونوں دوسری کتاب میں پڑھتے ۔۔ بیٹھنے کے بعد بسم اللہ کر کے سبق شروع کردیتے اگر اس میں ذرا دیر ہوتی تو چچا جان نوراللہ مرقدہ' ایک انگلی سے اپنے سامنے کی کتاب بند کردیتے اور گویا تاخیر کے عتاب میں سبق بند ۔ہم تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے آتے اور کبھی دوبارہ کرتے اور کتاب کھول کر دوبارہ ان کے سامنے رکھتے تو موج تھی ،کبھی پڑھادیتے ،'' چشت '' فرما کر اٹھادیتے ۔سبق میں بھی اپنے ہی مطالعہ پر مدار تھا معمولی غلطی پر '' شست '' کہتے یا '' ہوں '' ۔۔اور فحش غلطی پر وہی ایک انگلی سے کتاب بند کردیتے ۔اس سیہ کار میں اس زمانے میں چھ ہفتے تو درکنار چھ دن بھی چپ رہنا مصیبت تھا میں نے بڑے ہوکر نظام الدین میں ایک مرتبہ ان کوان کا یہ ارشاد یاد دلایا ، ان کو یاد آگیا میں نے کہا آپ نے اس وقت میں چھ ہفتے کا فرمایا تھا کہ میں آپ کو چھ ماہ کامل چپ رہ کر دکھلاوں ۔ چچا جان نے فرمایا کہ'وہ بات تو گئی وہ تو اس وقت کی تھی اس زمانے میں چچا جان سارا دن مراقبہ کرتے' نہ معلوم کیا سوچا کرتے ۔۔اور مغرب سے عشاء تک نفلیں پڑھتے ۔'' (30)

گنگوہ میں خانقاہی تربیت :

اس وقت جب مولانا کم عمری میں گنگوہ لائے گئے گنگوہ صلحاء اور علماء کا مرکز بنا ہوا تھا ،حضرت کی طبیعت باطنی اور شہرۂ آفاق درس حدیث نے طالبین صادقین اور علمائے کاملین کو دور دور سے کھینچ کر اس قصبہ میں جمع کر رکھا تھا ،اور وہاں ایک ایسی روحانی وعلمی فضا درودیوار پر چھائی ہوئی تھی جس کی نظیر اس مبارک زمانے میں بھی دور دور ملنی مشکل تھی ۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کا ناشعوری کا زمانہ حضرت گنگوہیؒ کی صحبت میں گذرا، جیسا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے جس قدر تعلق تھا اسی قدر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سے بھی تھا، قلب عالم حضرت گنگوہیؒ کے روحانی فیوض و برکات اور گنگوہ کی نورانی فضا اور اس وقت کے مشائخ کاندھلہ کے اثرات کو بھی شیخ الحدیثؒ کی سیرت سازی میں بڑا دخل ہے۔

''مولانا نے بچپن ہی سے خانقاہ کے ماحول میں پرورش پائی آپ کی پیدائش کے بعد'' اس وقت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ حضرت مولانا محمد رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں مستقل طور پر گنگوہ رہا کرتے تھے، ضرورتاً کاندھلہ اور دہلی آتے جاتے، شیخ الحدیثؒ کی عمر ڈھائی سال تھی کہ وہ ابھی اپنی والدہ کے ساتھ گنگوہ چلے گئے، مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے ساتھ حضرت کا جو سرپرستانہ مربیانہ بلکہ پدرانہ تعلق تھا اس بنا پر اس خوش نصیب اور اقبال مند بچہ کو (جس کے لئے مستقبل میں حضرت کے کمالات باطنی کا حامل و امین اور آپ کے علوم ظاہری کا ناشر اور شارح بننا مقدر تھا) آپ کی خصوصی شفقتوں، محبت کی نگاہوں اور مقبول دعاؤں کا جو حصہ ملا وہ ہر طرح قرین قیاس ہے۔

''شیخ الحدیثؒ فرماتے تھے کہ ابھی میں ڈھائی سال ہی کا تھا، حضرت گولر کے درخت کے نیچے چارزانو بیٹھے ہوتے تھے میں حضرت کے پیروں پر کھڑا ہو کر حضرت سے خوب لپٹتا، فرماتے تھے کہ جب میں کچھ اور بڑا ہو گیا، راستہ میں کھڑا ہو جاتا، جب حضرت سامنے سے گذرتے تو میں بڑی قرات سے اور بلند آواز کے ساتھ السلام علیکم کہتا، حضرت بھی از راہ محبت اور شفقت اسی لہجہ اور آواز میں جواب مرحمت فرماتے، شیخ فرماتے تھے کہ حضرت گنگوہؒی کی گود میں کھیلنا حضرت کے گھٹنوں پر پاؤں رکھنا اور گردن میں ہاتھ ڈال کر کھڑا ہونا، حضرت کے ساتھ عیدین کے موقع پر پالکی میں بیٹھ کر عیدگاہ آنا جانا جس کے اٹھانے والے بڑے بڑے علماء اور مشائخ ہوتے تھے اور بسا اوقات حضرت کے ساتھ کھانا اور حضرت کے پس خوردہ کا بن نہا وارث بننا اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔'' (31)

گنگوہ میں قیام کے دوران سبق سننے کے بارے میں حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ ''میری دادی صاحبہ نور اللہ مرقدھا حافظہ تھیں، وہ جب گنگوہ ہوتیں تو میرا سبق سننا ان کے ذمہ تھا۔ وہ نہ ہوتیں تو والد صاحبؒ اپنے سامنے کسی بچے کو بیٹھا کر سنوا دیتے۔ میرے مخلص دوست، جن میں مولوی عبد الرحمٰن گنگوہی یا والد صاحبؒ کے محبوب شاگرد مولوی سعید مرحوم گنگوھی ہوا کرتے تھے، اس میں انکے کا کوئی مطالبہ نہیں تھا، سہارنپور آئے گو یا قرآن مجید ختم ہو جانے کے بعد مولوی سعید مرحوم کے ذمہ میرا سیپارا سننا بھی تھا اس میں ایک سو غلطیاں معاف تھیں والد صاحب نور اللہ مرقدہ، بھی کبھی سفر میں سنا کرتے تھے، مگر اس میں تو جو یاد تھا وہ بھی بھول جاتا تھا۔'' (32)

''شیخ الحدیثؒ کے بالکل بچپن کا وہ زمانہ جو غیر شعوری طریقہ پر اچھے برے اثرات کے جذب کرنے اور ابتدائی نقوش کے مرسم ہونے کا زمانہ ہے اسی مبارک ماحول میں گذرے، وہ بارہ (۱۲) سال کی عمر تک گنگوہ رہے۔ اس عمر تک ان کا زیادہ تر وقت گنگوہ میں گذرا، جب کبھی کسی تقریب میں شرکت کی غرض سے یا کسی ضرورت کے ماتحت والدہ صاحبہ کا عارضی طور پر کاندھلہ جانا ہوتا تو وہ بھی جاتے پھر گنگوہ واپسی ہو جاتی، خود ان کا وطن کاندھلہ ایک بڑا دینی علمی مرکز تھا، جس میں گھر کے اندر اور باہر عبادت کا ذوق، نوافل و تلاوت کا اہتمام، اہل اللہ اور مردان خدا سے وابستگی و شیفتگی، درس و مطالعہ کا انہاک بلند ہمتی و جفاکشی ہوا، مضامین رچی بسی ہوئی تھی اور اس سے اس ہونہار بچہ کے حساس اور بیدار دل و دماغ کا متاثر ہونا بالکل قدرتی تھا، گنگوہ سے کاندھلہ جاتے ہوئے مختلف قصبات و مقامات سے خاندان کے دیرینہ تعلقات تھے اور مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے بعض بے تکلف اور مخلص احباب ہم درس اور ہم عمر قرابتیں بھی تھیں اور بعض عزیز قریب اور ہم مذاق لوگ موجود تھے جانا ہوتا یہاں بھی کئی کئی دن تک بڑی یادگار صحبتیں رہتیں، یاران بزم اور شرکائے محفل سب بڑے مخلص، باوقار باوضع و باکمال لوگ تھے، جن میں سے ہر ایک اپنے اپنے فن میں کامل تھا، کبھی کبھی ان درمیانی منزلوں میں چار چار پانچ پانچ دن تک لوگ جاتے، شیخ الحدیث بڑی دلچسپی اور لطف کے ساتھ گنگوہ کاندھلہ اور راستہ کے مقامات اور منزلوں کے واقعات سناتے تھے، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حافظہ کے ساتھ ان کی قوت مشاہدہ کتنی تیز تھی اور ان مشاہدات اور گذشتہ صحبتوں نے ان کی سیرت اور ذوق کی تشکیل میں کتنا حصہ لیا تھا۔'' (33)

''شیخ الحدیثؒ آٹھ (۸) سال کے تھے کہ ۸ یا ۹ جمادی الثانی سنہ ۲۳ھ بمطابق ۱۱ اگست سنہ ۱۹۰۵ء جمعہ کے دن کو حضرت گنگوہیؒ نے وفات پائی، اور وہ آفتاب رشد و ارشاد غروب ہوا۔ جس نے گنگوہ کی سرزمین کو مطلع انوار بنادیا تھا، اور جس کے دم سے اس چھوٹے قصبے کو یہ مرکزیت و مقبولیت حاصل تھی حضرت گنگوہیؒ کی وفات پر علماء صلحاء جو بڑی تعداد میں جمع تھے، متفرق ہو گئے لیکن مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ جنھوں نے حضرت مولاناؒ کو اپنے والدین پر اور گنگوہ کو اپنے وطن پر ترجیح دی تھی، وہیں پڑے رہنے کا فیصلہ کیا اور بدستور یہیں مقیم رہے۔'' (34)

حضرت شیخ الحدیثؒ نے حضرت گنگوہیؒ کی وفات کا جو منظر آٹھ برس کی عمر میں دیکھا وہ لوح وہیں پر ایسا نقش ہوا کہ اخیر عمر تک یاد رہا، آپ ان یادوں کا نقشہ اس انداز میں کھینچتے ہیں۔

''اس سلسلہ میں سب سے اول قطب الارشاد سید الطائفہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ و قدس سرہ اعلی اللہ مراتبہ کا حادثہ وصال دیکھا، جو ۸ یا ۹ جمادی الثانیہ علی اختلاف رویۃ الہلال سنہ ۱۳۲۳ھ بمطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء جمعہ کے دن حاشب کے وقت ہوا، وہ منظر اب تک آنکھوں کے سامنے ہے جمعہ کی نماز کے بعد تدفین عمل میں آئی۔ صبح کے بعد سے اور

جنازہ کے اٹھنے تک اس قدر سناٹا رہا کہ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ آدمی کی آواز نہیں جانور کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی، بھی لب ہر شخص کے خوب ہل رہے تھے اور اس قدر مکمل سکوت کہ قرآن پڑھنے کی بھی آواز نہیں نکل رہی تھی، حفاظ بھی قرآن پڑھ رہے تھے اور ناظرہ خواں بھی مسجد میں بیٹھ کر قرآن خوب کثرت سے پڑھ رہے تھے مگر زبان پر ایسا سکوت کہ آواز کا نام نہیں اگر کوئی شخص کسی سے بات پوچھنا بھی تھا تو ایک دومنٹ کے بعد اشارہ سے جواب ملتا جمعہ کی نماز تو میرے والد صاحبؒ نے جو پہلے سے حضرت اقدس سرہ کی علالت سے امامت کررہے تھے پڑھائی بہت بھرائی ہوئی آواز میں جنازہ کی نماز حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے حکم سے پڑھائی اس لئے کہ سارے ہی اجل خلفاء موجود تھے حضرت صاحبزادے سے پوچھا گیا انہوں نے کہا مولوی محمود پڑھائیں گے میں تو بہت ہی بچہ تھا چھپ چھپ کر قبرستان جارہا تھا اور جگہ جگہ سے ہٹایا جارہا تھا، راستے میں مخلص کہتے کہ ہٹ جاؤ، ہٹ جاؤ، قبر شریف تک تو پہنچ ہی نہ سکا، اس لئے کہ تقریباً چاروں طرف سے ایک میل زائد جگہ کا لوگوں نے احاطہ کررکھا تھا، منظروہ خوب یاد ہے۔'' (35)

مظاہرالعلوم سہارنپور میں داخلہ اور تعلیم :

مولانا کی مدرسہ سہارنپور میں تربیت کے حالات بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس مدرسہ کے بارے میں مولانا کی زبان سے اس کا تعارف پیش کیا جائے۔ موصوف لکھتے ہیں۔

''حق تعالیٰ شانہ کو جب کوئی کام مقصود ہوتا ہے تو اس کے اسباب مقصد کے مناسب پیدا ہوجاتے ہیں اس زمانے میں چونکہ رشد وہدایت کا ذریعہ مدارس دینیہ کو بنانا تھا اس لئے اکثر قلوب اس طرف متوجہ ہوئے اور خود بخود مشائخ وقت کے دلوں میں یہ ولولہ پیدا ہونا شروع ہوا اور اس کے اثرات وثمرات دنیا میں ظاہر ہوئے اس توجہ عامہ کا بڑا سبب ضیاع علوم کا خوف تھا کہ عرصہ سے دہلی منبع العلوم اور مخزن الفضائل تھا اس لئے علوم کا بازار بھی وہاں کمال ترقی پر تھا لیکن حوادث وقتیہ سے جب کہ وہاں علمی شموع بجھنے لگیں تو ہر اہل دل کو اس کی فکر ہوئی کہ موجود دس بیس علماء موجودین اگر اس دارفانی سے چل بسے تو علم ہندوستان سے مفقود ہوجائے گا اسی بنا پر ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم کی بنیاد پڑی اور اس کے چھ ماہ بعد یکم رجب ۱۲۸۳ھ کو مظاہر علوم کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت مولانا سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپوری جو مسلم الثبوت فقہاء میں سے تھے اپنے دولت کدہ پر قدیم رواج کے موافق شائق طلباء کو پڑھایا کرتے تھے مولانا عنایت الٰہی صاحب، مولانا الحافظ الحاج قمر الدین صاحب جو آج مشیخ وقت ہیں اس زمانے میں حضرت مولانا سعادت علی صاحب کے پاس طالب علمی کے منازل طے کرتے رہے تھے اور مولانا کے مخصوص تلامذہ میں سے سمجھے جاتے تھے مولانا کو اکثر دینی مدرسہ کی بنیاد کا ولولہ رہتا تھا اور گاہ بگاہ اس کا تذکرہ بھی فرماتے رہا کرتے تھے۔ لیکن حق تعالیٰ شانہ کے علم میں اس

کے لئے یکم رجب المرجب ۱۲۸۳ھ کی تاریخ مقرر تھی چنانچہ عرصہ کے ذکر تذکرہ اور تمنا وخواہش کے بعد دفعۃً تاریخ مذکور میں مولانا کو جوش وولولہ پیدا ہوا اور چوک کی مسجد میں مدرسہ کی بنیاد ڈالدی مولانا سخاوت علی صاحب انبہٹوی کو جو پہلے انبہٹہ میں پڑھایا کرتے تھے بمشاہرہ مہانہ پر مدرس عربی مقرر فرمایا جنہوں نے مولانا عنایت الٰہی صاحب، حافظ الحاج قمر الدین صاحب، محمد علی، مقبول احمد صاحبان وغیرہ طلباء کو نحو میر شروع کرائی ان لوگوں کے کچھ اسباق مولانا سعادت علی صاحب کے پاس بھی متفرق طور پر ہوتے تھے جو مولانا نے خود ہی مسجد میں پڑھانے شروع فرمادیئے تھے قلوب تو علی العموم متوجہ اور منتظر ہی تھے مدرسہ کی بنیاد پڑتے ہی متفرق نواح سے طلباء کی رجوعات شروع ہوئیں اس بناء پر مولانا کو ایک مدرس کا فوراً اضافہ کرنا پڑا چنانچہ شوال ۸۳ھ سے مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی کو بمشاہرہ مہانہ پر مدرس اول مقرر فرمایا مولانا عنایت الٰہی صاحب فرماتے تھے کہ وہ منظر بھی خوب یاد ہے اور یاد رہے گا کہ مولانا سعادت علی صاحب سہارنپور کے تاجروں وسوداگروں کے پاس دکان، دکان مدرسہ کی اعانت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے کیونکہ مدرسہ کی اس وقت اعانت عام طور سے اہل شہر ہی کی طرف سے تھی لیکن ابتداء ہی سے مدرسہ کی قبولیت ضلع سے متجاوز ہوکر دوسرے اضلاع تک پہنچ گئی۔''(36)

حضرت گنگوہی قدس سرہ کے وصال کے بعد بھی حضرت مولانا یحیٰی صاحب نوراللہ مرقدہ کا قیام گنگوہ ہی رہا لیکن وہ کئی سال سے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ کے ارشاد پر آخر سال میں کتب حدیث کی تکمیل کیلئے مظاہر علوم تشریف لایا کرتے تھے اور ۲۸ھ میں حضرت کے اصرار پر وہ مظاہر علوم تدریس حدیث کے لئے مستقل طور پر گنگوہ سے سہارن پور منتقل ہو گئے۔''(37)

''مدرسہ''مظاہر العلوم''سہارنپور کا مشہور ومعروف دینی مدرسہ تھا جہاں بڑے بڑے اساتذہ تعلیم دیتے تھے خود حضرت شیخ کے والد ماجد وہیں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے، یہیں آپ کی باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا۔لیکن مروجہ نصاب اور عام طریقہ تعلیم کے خلاف آپ کے والد ماجد نے اپنے تجربہ، ذہانت اور خداداد ملکہ تعلیم کی مدد سے خود ایک نصاب تجویز کر رکھا تھا ان کا دستور تھا کہ بغیر کتاب کے زبانی قواعد لکھواتے اس کے بعد دو چار حرف بتا کر مثال اجوف، ناقص، مضاعف، چاروں قاعدوں پر بہت صیغے ان کے بنواتے اور رٹاتے۔حضرت شیخ کا بیان ہے کہ''صرف میر''اور ''پنج گنج''دس بارہ دن میں سنا دی تھیں، البتہ''فصول اکبری''میں بہت وقت لگا۔اسی طرح صرف ونحو کی دوسری متداول کتابیں خاص طرز اور ترمیم کے ساتھ پڑھیں۔''(38)

سہارن پور منتقلی کے حوالے سے مولانا بیان کرتے ہیں۔''رجب ۲۸ھ میں یہ ناکارہ سہارن پور آ گیا اس لئے

کہ دو تین ماہ قبل والد صاحب قدس سرہ مستقل قیام کے ارادے سے گنگوہ سے سہارن پور منتقل ہو گئے تھے سہارن پور آ کر باقاعدہ عربی تعلیم شروع ہوئی''(39)

مولانا یوسف متالا لکھتے ہیں۔''حضرت شیخ کی یہ باقاعدہ عربی تعلیم منطق کے علاوہ تمام تر حضرت والد ماجد نوراللہ مرقدہ کے یہاں ہوئی اور اس کے لئے ایک باقاعدہ جماعت تشکیل دی گئی جس کے تین رکن تھے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ حضرت سہارنپوری کے کے ایک عزیز مظہر علی راجوری اور سید محفوظ علی (بعد میں سید صاحب کی ہمشیرہ کا عقد حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری سے ہوگیا تھا اور وہ دیوبند چلے گئے تھے اس لئے صرف دو رفیق باقی رہ گئے) تین آدمیوں کی اس خصوصی جماعت نے کی خصوصیت یہ تھی کہ اسے حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب نے مدرسہ کے نظام سے الگ اپنے مخصوص انداز میں تعلیم دی۔صرف پڑھانے میں ان کا خاص طریقہ تھا کہ ان کے یہاں زبانی قواعد یاد کرائے جاتے تھے اور ان قواعد کا اجراء تختی پر یا ردی کاغذوں پر کرایا جاتا تھا وہ بغیر کتاب کے زبانی قواعد لکھواتے تھے اس کے بعد چند حروف بتا کر مثال، اجوف، ناقص، مضاعف، کے صیغے بنواتے اور ان کی خوب مشق کراتے۔''(40)

اس حوالے سے حضرت شیخ زکریا تحریر کرتے ہیں۔''خود اس ناکارہ کے ساتھ بھی یہ پیش آیا کہ انہوں نے مثال، مضاعف، اجوف وادی یائی، ناقص وادی یائی کے قواعد زبانی بتا کر کاپی پر لکھوائے اور پھر فرمایا کہ ان کے صیغے بنا کر لاؤ اور کاپی پر ہر صیغہ مع اس کی تعلیل کے لکھوا کر دیکھتے تھے۔ یہ ''بت'' تو مجھے ہمیزہ یاد رہے گا کہ اس کے بہت سے صیغے بنائے۔''(41)

ایک دوسری جگہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔''میں نے میزان منشعب معروف ومتداول نہیں پڑھی اس زمانے میں میرے ہی لئے غالبًا ایک میزان منشعب خاص تصنیف ہوئی تھی جو دو ورق کی تھی اسی مدرا سی پریس میں چھپی تھی اس میں میرے مقدر سے گردان بھی بجائے فعل یفعل کے ضرب یضرب کی تھی۔ میزان میں بھی وہی تھی، منشعب میں بھی وہی تھی اور عمل میں بھی وہی اس کے بعد وہ ایسی کہیں گم ہوئی کہ تلاش سے بھی نظر نہ پڑی۔اس کے بعد مجھے یاد ہے کہ صرف میرا در پنج گنج تین گنج، تین چار چار دن میں سنا دی تھیں ان میں وقت خرچ نہیں ہوا البتہ فصول اکبری میں بہت دقت خرچ ہوا۔''(42) مزید لکھتے ہیں۔

''رمضان میں تعطیل نہیں ہوتی تھی البتہ رمضان کی کتابیں علیحدہ ہو جاتی تھیں پہلے رمضان (۲۸ھ) میں نحو میر ہوئی اس کے ساتھ جملوں کی ترکیب نحو میر کے مطابق بنوائی گئی نحو میر کے ساتھ ہی عربی سے اردو اور اردو سے عربی بنوانے کا اہتمام تھا۔کافیہ اور ہدایۃ النحو ایک ساتھ اسی طرح کنز اور قدوری ایک ساتھ ہوتی تھی۔شام کا جتنا سبق کافیہ کا ہوتا صبح

اس کی ترتیب سے اتناہدایۃ النحو کا ہوتا جو گویا کافیہ کا مطالعہ تھا یہی ترتیب کنز اور قدوری کی تھی۔'' (43)

مولانا ادب میں محشی کتابوں میں پڑھانے کے مخالف تھے اس سلسلے میں بیان کرتے ہیں۔

''میں نے مقامات حریری جو پڑھی وہ کلکتہ کی مطبوعہ میرے لئے خاص طور سے وی۔ پی منگوائی گئی تھی جس میں نہ کوئی حاشیہ تھا نہ اعراب سبعہ معلقہ انہوں نے اپنے دست مبارک سے لکھ کر پڑھایا اس لئے کہ موجودہ سبعہ معلقہ سب محشی تھے اسی طرح متنبی بھی ان کے دست مبارک کی لکھی ہوئی پوری موجود ہے۔'' (44)

حدیث کی کتابوں کے علاوہ کسی کتاب کا پورا ہونا ان کے نزدیک ضروری نہیں تھا بلکہ کتاب کا نصاب یہ تھا کہ جب آٹھ سبق ایسے پڑھ لو کہ استاد جو چاہے پوچھ لے شاگرد کچھ نہ پوچھے وہ کتاب گویا پڑھ لی البتہ کتب احادیث کے ختم کا اہتمام تھا۔ اس حوالے سے حضرت زکریا کاندھلوی فرماتے ہیں۔

''الفیہ ابن مالک اس ناکارہ نے پورا پڑھا اور اس کا سبق حرفاً حرفاً حفظ سنا جاتا تھا الفیہ کے بعد ایک دفعہ کاندھلہ جاتے وقت سہارن پور کے اسٹیشن پر شرح جامی شروع ہوئی تھی کاندھلہ کے اسٹیشن تک بغیر ترجمہ کے پڑھتا چلا گیا ابا جان نے کہیں کہیں مطلب پوچھا میں نے بتادیا کاندھلہ جا کر ایک دن قیام رہا وہاں بھی ایک گھنٹہ سبق شروع ہوا تھا سہارن پور کے اسٹیشن پر ختم ہو گیا تھا ان تین دنوں میں مرفوعات تو ساری ہو گئی تھیں منصوبات کا بھی بہت سا حصہ ہو گیا'' (45)

منطق کی تعلیم:

''مولانا ماجد علی صاحب مانی کلاں ضلع جونپور، جو گنگوہ میں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کے حدیث میں رفیق درس رہ چکے تھے مینڈھو ضلع علی گڑھ میں مدرس تھے معقولات میں ان کا بڑا شہرہ تھا انہوں نے والد صاحب سے وعدہ لے رکھا تھا کہ زکریا کو منطق میں پڑھاؤں گا اس لئے منطق مسلم تک پڑھا کر چھڑا دی تھی ان کا ارادہ تھا کہ دینیات سے فارغ ہونے کے بعد ایک سال کے لئے مولانا ماجد علی صاحب کے پاس مینڈھو بھیج دیں گے۔'' (46)

اس حوالے سے مولانا کا بیان ملاحظہ ہو۔ ''میرے حضرت قدس سرہ نے ایک مرتبہ والد صاحب سے پوچھا کہ زکریا نے منطق کہاں پڑھی ہے تو میرے والد صاحب نے مولانا ماجد علی صاحب سے اپنا وعدہ ذکر کر دیا میرے حضرت قدس سرہ نے بڑے زور سے لاحول پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ منطق کے واسطے کہیں نہیں بھیجنا اس بنا پر اپنی طبیعت کے خلاف میرے والد صاحب کو مجھے منطق پڑھوانی پڑی میرے منطق کے تین استاد ہیں۔ قطبی میر تک تو میں نے اپنے چچا جان نوراللہ مرقدہ سے مدرسہ کے اوقات میں پڑھی البتہ شرح تہذیب حضرت ناظم صاحب مولانا عبداللطیف صاحب سے قطبی سے پہلے خارج میں عصر کے بعد پڑھی۔ میبذی اور میر زاہد امور عامہ حضرت مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلی مدرس دوم

مظاہرعلوم سے دوسالوں میں پڑھیں ۔ اس کے علاوہ منطق کی ساری کتابیں میرے شفیق استاد حضرت مولانا عبدالطیف صاحب ناظم مظاہرعلوم سے اس طرح پڑھیں کہ میر زاہد، ملا جلال ۔ ملاحسن تو مدرسہ کے گھنٹوں میں ان ہی کے یہاں ہوتی تھی اس کے علاوہ باقی ساری کتابیں عشاء کے بعد پڑھیں ۔'' (47)

مزید لکھتے ہیں ۔'' مجھے یاد ہے کہ حمد اللہ اٹھارہ یا انیس دن میں ہوئی تھی اس زمانے میں مولانا عبدالشکور لکھنوی نوراللہ مرقدہ کے چھوٹے بھائی مولوی عبدالرحیم صاحب مرحوم بھی مدرسہ میں پڑھتے تھے اور وہ حمداللہ کئی دفعہ پہلے پڑھ چکے تھے انہیں حمد اللہ سے عشق تھا میرا بہت مذاق اڑایا کرتے تھے کہ حمد اللہ بھی ایسی چیز ہے کہ اٹھارہ دن میں پڑھ لے وہ تو اٹھارہ برس میں پڑھنیکی کتاب ہے مجھے سنا کر لوگوں سے کہتے کہ آپ نے اٹھارہ دن میں حمد اللہ پڑھی ہے ماشاء اللہ کیا کہنا مقدر کی بات ہے کہ حمد اللہ کے امتحان میں دونوں شریک تھے اس سیاہ کار کے نمبر بڑھ گئے اور ان کے غالباً ان کے غرور کی وجہ سے گھٹ گئے اس زمانے میں اساتذہ پر بدگمانی کا کوئی نالائق سے نالائق بھی شبہ نہیں کرسکتا تھا مگر وہ مرحوم بار باریوں کہتے تھے کہ عقل میں نہیں آتا کہ تیرے نمبر کیسے بڑھ گئے ۔'' (48)

علم حدیث کی تربیت :

بالآخر وہ مبارک دن اور وہ مبارک ساعت آئی کہ اس علم کی تعلیم کا آغاز ہوا جس کے دامن سے ساری عمر وابستہ رہے اور اس کی خدمت کے لئے وقف ہو جانے کا فیصلہ تھا، مقدر میں ہو چکا تھا اور جس کی نسبت پیدائشی نام پر اس طرح غالب ہو کر رہنے والی تھی کہ'' شیخ الحدیث'' نام کا قائم مقام اور نام سے بھی زیادہ مشہور ہوا اس دن حدیث کے خادموں اور اس کے ناشرین اور شارحین کی صف میں ایک وقیع اضافہ ہونے والا تھا، چنانچہ اس سلسلہ کا آغاز بھی بڑے اہتمام کے ساتھ ہوا اس کی روداد مولانا کی زبانی پیش خدمت ہے۔

'' ۷ محرم ۲۳ھ کو ظہر کی نماز کے بعد میری مشکوۃ شریف شروع ہوئی والد صاحب نے خود ہی ظہر کی امامت بھی کی تھی اس زمانے میں نماز وہی پڑھایا کرتے تھے، اور نماز کے بعد غسل فرمایا، اور اس کے بعد اوپر کے کمرہ میں جو آج کل مہمان خانہ ہے، اس زمانے میں فارسی خانہ تھا، اور مدرسہ کے اوقات کے علاوہ میرے والد صاحب اور سب کی گویا رہائش گہ بھی تھا۔ اس میں اس در کی طرف جو مسجد کی طرف کھلتا ہے اور وہ مدرس اول فارسی کی بیٹھنے کی جگہ تھی ۔ ان کا گدا وغیرہ وہاں بچھا رہتا تھا اس پر کچھ بچھا کر دو رکعت نفل پڑھی' پھر میری طرف متوجہ ہو کر مشکوۃ شریف کی بسم اللہ اور خطبہ مجھ سے پڑھوایا۔ پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر پندرہ بیس منٹ تک بہت ہی دعائیں مانگیں ۔ مجھے معلوم نہیں کیا کیا دعائیں مانگیں' لیکن میں اس وقت ان کی معیت میں صرف ایک ہی دعا کرتا رہا کہ یا اللہ حدیث پاک کا سلسلہ بہت دیر میں شروع ہوا'

اس کو مرنے تک اب میرے ساتھ وابستہ رکھیے۔ اللہ جل شانہ‘ نے میری ناپاکیوں‘ گندگیوں‘ سیئات کے باوجود ایسی دعا قبول فرمائی کہ محرم ۳۲ھ سے رجب ۹۰ھ تک تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا کہ جس میں حدیث پاک کا مشغلہ نہ رہا ہو۔ اگرچہ دعا کے وقت میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر میں نے پڑھ بھی لیا‘ پھر مدرس بھی ہو گیا تو حدیث پاک پڑھانے تک دس بارہ برس تو لگ ہی جائیں گے کہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جو یکم ج ۱۳۲۳ھ سے مدرس تھے‘ اس وقت تک مشکوٰۃ تک نہیں پہنچے تھے مگر اللہ جل شانہ‘ مسبب الاسباب ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ فرما دے تو اسباب تو خود اس کی مخلوق ہے۔ ۲۳ھ میں مشکوٰۃ پڑھی‘ ۳۳۔۳۴ھ میں دورہ ‘جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ ۳۵ھ سے بذل شروع ہوئی جو ۴۵ھ میں ختم ہوئی اور اس کے بعد اوجز کی تالیف شروع ہوئی جو ۷۵ھ میں ختم ہوئی اور اس کے ساتھ ہی دوسرے علم حدیث کے تالیفی سلسلے بھی شتوع ہوتے رہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک ساتھ دے رہے ہیں اور شوال ۱۴ھ سے علم حدیث کی تدریس کا سلسلہ شروع ہوا جو ۸۸ھ تک رہا اور اس کے بعد نزول آب کی وجہ سے تدریس کا مبارک سلسلہ چھوٹ گیا اللہ ہی کا شکر و احسان ہے کہ اب ۹۰ھ تک تو حدیث کی تالیف کا سلسلہ باقی ہے دیکھئے میری بداعمالیاں اس کو آگے باقی رہنے دیں گی یا نہیں۔'' (49)

مشکوٰۃ شریف کی تعلیم:

مشکوٰۃ شریف گویا صحاح ستہ کا متن ہے۔ حضرت مولانا نے نہایت منفرد انداز سے اس کی تعلیم پائی جو عصر حاضر کے طلباء اور مدرسین کے لئے مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ مولانا بیان کرتے ہیں۔

''مشکوٰۃ شریف میں نے ترجمہ سے نہیں پڑھی ساری بلا ترجمہ پڑھی اس میں یہ اجازت تھی کہ جس لفظ کا چاہے ترجمہ پوچھ لوں (اگر ان کے نزدیک بتانے لائق ہوتا تو بتاتے ورنہ ایک ڈانٹ پلاتے) اور وہ امتحاناً کبھی کبھی پوچھتے رہتے تھے (اگر صحیح بتلا دیا الحمدللہ ورنہ ایک ڈانٹ اور پڑتی کہ پوچھا کیوں نہیں) ترجمہ مظاہر حق کا دیکھنا تو جرم تھا۔ ہدایہ اور طحاوی کا دیکھنا ضروری تھا اور (مشکوٰۃ شریف کے حواشی) صحاح کی کتابوں میں سے جس کتاب کی حدیث ہو اس کو نکال کر اس کے حواشی دیکھنے کی اجازت تھی قانون تعلیم یہ تھا کہ ہر حدیث کے بعد یہ بتانا ضروری تھا کہ یہ حدیث حنفیہ کے موافق ہے یا خلاف؟ اگر خلاف ہے تو حنفیہ کی دلیل اور حدیث پاک کا جواب یہ تمام گویا حدیث کا جز و لازم تھا جو میرے ذمہ تھا اپنی دلیل نہ بتانا تو یاد نہیں تھا اس لئے کہ ہدایہ اور اس کی شروح وحواشی اور فقہ کی دوسری کتابیں دیکھنے کی نوبت کثرت سے آتی تھی البتہ حدیث کا جواب کبھی کبھی نہیں دے سکتا تھا تو وہ خود بتاتے تھے ایک مرتبہ ایک وعید کی حدیث کی توجیہ میں بندہ نے یوں کہہ دیا کہ ''تشدید پر محمول ہے'' اس پر اتنی ڈانٹ پڑی کہ کوئی حد نہیں ہے۔ اچھی طرح یاد نہیں شاید

ایک تھپڑ بھی لگا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے امت کو ڈرانے کے واسطے جھوٹ بول دیا، کچھ سوچ کر بھی کہا؟ حضور ﷺ جھوٹ بول سکتے ہیں تیرے ڈرانے کے واسطے؟ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ''تشدید میں توجیہ احکام میں ہوا کرتی ہے جیسا کہ شارب خمر کے بارے میں چوتھی مرتبہ پینے کی صورت میں قتل کا حکم ہے اور اسی کے تشدیدی احکام اور اخبار میں تشدید نہیں ہوسکتی'' اس کے بعد جب کبھی اکابر شراح کے کلام میں اخبار کی حدیث میں تشدید کا لفظ دیکھتا ہوں تو ڈانٹ یاد آجاتی ہے۔''(50)

دورہ حدیث:

''شوال ۳۳ھ سے دورہ حدیث کی ابتدا ہوئی ابوداؤد شریف تو حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب کا خاص سبق تھا (جس کے بعد نسائی شریف شروع ہوتی تھی) اور ترمذی شریف (جس کے بعد بخاری شریف ہوتی ہے) حضرت سہارن پور کا سبق تھا لیکن شوال ۳۳ھ مین حضرت سہارنپوری کو حضرت شیخ الہند کی معیت میں حجاز کا وہ مشہور ومعروف اور معرکۃ الآرا سفر پیش آیا جس میں حضرت شیخ الہند اسیر مالٹا ہوئے حضرت سہارنپوری کی عدم موجودگی میں ان کا سبق ترمذی شریف اور اس کے بعد بخاری شریف بھی حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب کے پاس آگیا حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا ارادہ تھا کہ اس سال صرف ابوداؤد شریف پڑھیں اور ترمذی و بخاری کو حضرت سہارنپوری کی آمد پر موقوف رکھیں۔''(51)

دورہ حدیث کی روداد بیان کرتے ہوئے مولانا رقمطراز ہیں۔

''میرے ذہن میں یہ تھا کہ نہ تو مجھے ملازمت کرنی ہے نہ ہی مدرسی کا شوق تھا اس لئے دورہ کی کتابیں ایک سال میں پڑھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اس لئے میں نے صرف داؤد میں شرکت کی اور والد صاحب نوراللہ مرقدہ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو بہت ہی خوشی سے انہوں نے اس کی اجازت دے دی۔''(52)

مزید لکھتے ہیں۔''میں نے اپنی تجویز کے خلاف ابوداؤد شریف کے ساتھ ترمذی بھی شروع کردی ترمذی بھی شروع کردی ترمذی شریف کے بعد بخاری شریف اور ابوداؤد شریف کے بعد نسائی شریف والد صاحب نوراللہ مرقدہ کے یہاں ہوتی اور چونکہ بخاری شریف پہلی دفعہ ہوئی تھی اس لئے والد صاحب نوراللہ مرقدہ نے نسائی شریف کا گھنٹہ بھی بخاری جلد ثانی کو دے دیا اور نسائی شریف جمعہ جمعہ پوری کرائی۔''(53)

حضرت مولانا دورہ حدیث کے دوران خاص اہتمام فرماتے تھے اس کا تزکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''میرے اور مرحوم کے والد صاحب نوراللہ مرقدہ کے دورہ میں دو اہتمام تھے ایک یہ کہ کوئی حدیث ایسی نہ ہو جو استاد کے سامنے پڑھنے سے رہ جائے دوسرے یہ کہ بے وضو کوئی حدیث نہ پڑھی جائے میرا اور مرحوم کا دستور یہ تھا کہ

ہم میں سے جس کو وضو کی ضرورت پیش آ جاتی ، اس لئے کہ ۵ ۔ ٦ گھنٹے مسلسل سبق ہوتا وہ دوسرے کو کہنی مار کر ایک دم اٹھ جاتا اور دوسرا ساتھی فوراً ابا جان پر کوئی اشکا؛ کر دیتا اگر چہ اس کی نوبت تو بہت کم آتی تھی مہینے دو مہینے میں اس کی نوبت آتی ۔'' (54)

دورہ حدیث کی آخری کتاب ہدایہ ثالث جو کہ آپ نے اپنے والد سے پڑھی اس کے بارے میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ ''اس زمانہ میں مطالعہ کا چسکہ پڑ گیا تھا حدیث کی کتابیں ہو چکی تھیں دن بھر خوب مطالعہ دیکھتا تھا اور مغرب کے بعد موچیوں کی مسجد میں جہاں میرے والد نور اللہ مرقدہ کا قیام اکثر رہتا تھا ہدایہ کا سبق ہوتا میں تنہا ہی تھا۔ ہدایہ پر نقلی اور عقلی احادیث کے اور کفایہ اور عنایہ کے، فتح القدیر کے خوب اعتراضات کیا کرتا تھا والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے دو دن کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ طالبعلموں کی طرح پڑھنا ہو تو پڑھ لو مدرسوں کی طرح پڑھنا ہو تو اپنے آپ جا کر اشکال کا جواب دیکھتے رہو۔'' (55)

مولانا نے اپنے والد محترم سے ''صرف چار کتابیں پڑھیں بقیہ کتابیں پڑھنے کی نوبت نہیں آئی کیوں کہ اسی سال ۱۰ ذیقعدہ ۳۴ھ کو حضرت والس صاحب رحلت فرما گئے ۔'' (56)

والد محترم کی وفات کے بعد مولانا علم حدیث پڑھنے کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

''اسی زمانہ میں اس سیہ کار نے خواب دیکھا کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ مجھ سے دوبارہ بخاری پڑھو۔ حضرت شیخ الہند مالٹا تشریف لے جا چکے تھے بہت سوچتا رہا خواب کی تعبیر کیا ہو گی حضرت سہارنپوری قدس سرہ سے خوب عرض کیا حضرت نے فرمایا کہ اس کی تعبیر بھی یہی ہے کہ مجھ سے بخاری دوبارہ پڑھو اس وقت تو تعبیر سمجھ میں نہ آئی لیکن بعد میں سمجھ میں آ گیا کہ اس وقت شیخ الہند فی الحدیث کا مصداق حضرت سہارن پوری قدس سرہ کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ بہر حال تعمیل ارشاد میں شروع تو کر دیا لیکن میں نے یہ کوشش کی کہ اتنے قوی اشکالات دما دم کروں کہ حضرت قدس سرہ میرے تبحر علمی کو دیکھ کر یوں فرما دیں کہ تجھے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں تقریباً یہ سال میرا ایسا گزرا کہ رات دن میں دو ڈھائی گھنٹہ سے زیادہ سونے کی نوبت نہیں آئی ۔ عشاء کے بعد سے رات کے تین بجے تک ترمذی بخاری کا مطالعہ دیکھا کرتا تھا اور فتح الباری یعنی قسطلانی ، سندھی کے ابواب بہت ہی بالاستعیاب اور غور سے دیکھتا اور جہاں کوئی اشکال پیش آتا اس کو نوٹ کر لیتا جواب نوٹ نہ کرتا اور صبح کو حضرت قدس سرہ کی خدمت میں اللہ کا بڑا ہی احسان ہے اسی کا لطف کرم ہے اللھم لا احصی ثناء علیک مجھے اس کا کبھی واہمہ نہیں ہوا کہ حضرت سے میری بات کا جواب نہیں آیا جب شیطان ذرا سا وسوسہ کا شبہ بھی ڈالتا تو میں اسے اپنے دل میں اسے کہتا ''بے غیرت ساری رات تو نے کتاب دیکھی

تجھے اعتراض کرتے شرم نہیں آتی دو ڈھائی ماہ اسی مناظرہ میں گذار دیئے۔''(57)

''اس کے بعد حضرت شیخ کے سوال جواب کا سلسلہ جمادی الاولیٰ کا تک چلتا رہا جس کی وجہ سے بخاری شریف کے چند ہی پارے ہو سکے تھے کہ حضرت سہارن پوری قدس سرہ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ میرا تو رجب میں بہاول پور جانے کا وعدہ ہے میرے بعد مولوی ثابت علی صاحب اور مولوی عبدالطیف صاحب سے پوری کر لیجیو۔''(58)

مولانا فرماتے ہیں۔''اس فقرے سے زمین پاؤں تلے سے نکل گئی میں نے اپنے دل میں سوچا کہ جو آپ سے بھی پڑھنا نہ چاہتا ہو وہ اگلے سے کیا پڑھے گا۔''(59)

''اگلے دن حضرت شیخ اپنی نشست بدل کر جو حضرت کے داہنی جانب ہوا کرتی تھی جماعت کے درمیان بیٹھے اور حضرت کے بیٹھتے ہی رمضانی حافظوں کی طرح سے جو بخاری شریف پڑھنی شروع کی کہ نہ کوئی اشکال تھا نہ کوئی شبہ، کبھی آدھا پارہ کبھی پون پارہ، دونوں گھنٹوں میں پڑھ دیتا، جمادی الاخریٰ میں بخاری شریف ختم کر دی۔''(60)

''اسی طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا دورہ گویا چار سال میں مکمل ہوا اور ابتدائی عربی سے لے کر مشکوٰۃ شریف تک پانچ سال لگے اور کل تعلیم گویا ۹ سال میں مکمل ہوئی۔''(61)

مولانا نے اپنے کل زمانہ تربیت میں جتنی کتابیں پڑھیں ان کی تفصیل سنہ وار ملاحظہ ہو۔''ہدایۃ النحو، کافیہ، الاربعین (شاہ ولی اللہ) شرح کافیہ (جامی)، ترجمہ پارہ ۲۹، ۳۰ اور منطق شرح التہذیب تک یہ ساری کتابیں رجب ۱۳۲۸ھ سے لے کر شعبان ۱۳۲۹ھ تک پڑھیں۔ اس سے اگلے سال یعنی شعبان ۱۳۳۰ھ تک القطبی، المیر، الفیہ (ابن مالک)، مقامات اور حساب پڑھیں۔ ۱۳۳۱ھ میں مختصر المعانی، نور الانوار، سلم العلوم، میبذی، دیوان، سبع معلقات، قدوری اور کنز الدقائق پڑھیں۔ ۱۳۳۲ھ میں مشکوٰۃ المصابیح، ہدایۃ الفقہ (اولین)، شرح معانی الآثار (طحاوی) اپنے صاحب سے پڑھی ان کے علاوہ دیوان متنبی (دوبارہ)، دیوان حماسہ اور شرح نخبۃ الفکر بھی اسی سال پڑھیں۔

۱۳۳۳ھ میں شرح المسلم (ملا حسب) اور اس کی شرح حمد اللہ کی اور حواشی الثلاث شیخ محمد زاہد الہروی کے جو''زواہد الثلاثۃ'' کے نام سے مشہور ہیں الشمس البازغۃ اور اقلیدس، موطا امام مالک، موطا امام محمد اور شرح معانی الآثار (دوسری مرتبہ) مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے پڑھی۔ ۱۳۳۴ھ میں سنن ترمذی، صحیح بخاری شریف، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ ۱۳۳۵ھ میں جامع الصحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن ابی داؤد دوبارہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے پڑھیں۔''(62)

مولانا نے جن اساتذہ سے تربیت حاصل کی ان کے نام یہ تھے۔

''۱۔مولانا خلیل احمد سہارنپوری ۲۔مولانا محمد الیاس دہلوی (چچا) ۳۔مولانا محمد یحییٰ (والد)

۴۔مولانا عبدالوحید ۵۔مولانا عبداللطیف ۶۔مولانا ظفر احمد عثمانی۔''(63)

ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں۔''کاندھلہ کی عید کا واقعہ بھی ولی میاں نے ص ۴۷ پر لکھا ہے مگر بہت مختصر۔رمضان ۲۸ھ میں جب کہ میری عمر تیرہ سال تھی اور سہارنپور آنے کا بعد پہلی عید تھی،اس کی چہل پہل،عید گاہ میں بچوں کے ساتھ جانا اور عید گاہ کے مناظر خوب یاد تھے ۱۵ رمضان کے آس پاس والد صاحب نے ازارہ شفقت و مراحم خسروانہ فرمایا کہ''تیرا کاندھلہ عید کرنے کو جی چاہے؟''میں نے بڑے زور میں کہا کہ''جی''فرمایا کہ''اچھی بات ہے ۲۹ کو بھیج دوں گا۔''خوب یاد ہے کہ یہ پندرہ دن خوشی کے اندر ہر دن روز عید تھا اور ہر رات شب قدر۔کبھی خوشی میں اچھل بھی پڑتا تھا اور ایک ایک دن بڑی مشکل سے گزارتا تھا اور جب ۲۹ کی رات آئی تو پھر کیا پوچھنا،سوچتا تھا کہ اب کسی کے ساتھ جانا طے ہوگا۔۲۹ کی صبح کو میں تو ہر آن چون گوش روزہ دار بر االلہ اکبر استاس آواز کا منتظر تھا کہ یہ فرمائیں کہ''جا فلاں کے ساتھ چلا جا''۔انھوں نے دس بارہ بجے کے قریب،نہایت رعب دار منہ بنا کر فرمایا کہ''بس کیا کرے گا جا کر؟''آواز سے تو ہم رو ہی نہیں سکتے تھے آنسوؤں پر قابو ہی نہیں تھا بے اختیار نکل پڑے اور حجرہ میں جا کر جو ہچکیوں کے ساتھ رونا شروع کیا اللہ بہت ہی معاف فرمائے جو منہ میں آیا سب کچھ کہہ دیا بھلا اس جھوٹے وعدہ کی کیا ضرورت تھی؟ بزرگ ہو کر بھی مکاری کرتے ہیں،میں نے کون سی درخواست یا منت کی تھی،اپنے آپ خود ہی تو وعدہ کیا اور وہ دن اور دوسرا دن عید کا میرے لیے محرم تھا اور وہ میری لال آنکھوں اور آنسوؤں کو خوب دیکھ رہے تھے مگر ایک لفظ نہیں کہ کر دیا عید سے دوسرے دن یوں فرمایا کہ''میرا جی تو چاہے تھا تیرے بھیجنے کو اور میرا ارادہ بھی تھا مگر جتنی خوشی تو نے جانے کی کی وہ مجھے اچھی نہیں لگی''۔اس وقت تو بھلا آپ جانیں کہ کیا سمجھ میں آتی مگر اب سمجھ میں آ گئی کہ لکیلا تاسو علیٰ ما فاتکمہ و لا تفرحوا بما اٰتکم کی داغ بیل پڑ گئی۔''(64)

نمود نمائش اور دیگر حوالے سے تربیتی واقعات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا بیان کرتے ہیں۔

''مجھے کبھی بچپن میں اچھا کپڑا پہننا یاد نہیں،اپنے ہوش سے پہلے والدہ نے پہنائے ہوں تو یاد نہیں۔اس زمانے میں ہر جمعہ کو سر منڈوانا بھی ضروری تھا کہ بال بھی زینت ہیں۔کاندھلہ میرا وطن ہے لیکن عمر بھر میں کبھی بھی تین مرتبہ کے علاوہ ایک دو شب سے زیادہ قیام یاد نہیں بلکہ ہوا ہی نہیں پہلی دفعہ ان تین میں سے والد صاحب کی حیات میں ہے جس کا قصہ لکھ رہا ہوں اور دو ۲ دفعہ ان کے وصال کے بعد۔ان میں سے پہلی مرتبہ ۳۵ھ میں جب کہ چچا جان نور اللہ مرقدہٗ سہارنپور سے دہلی منتقل ہوئے۔روانگی سے قبل بیماری یہیں شروع ہو گئی تھی،کاندھلہ دو چار روز کا علاج ٹھیرنے کا ارادہ تھا مگر

مرض نے اتنا طول پکڑا کہ ہر روز ان کی حیات کا آخری دن تھا۔ اس کی سرگزشت بھی بڑی عجیب ہے اور بڑے عجیب واقعات اس میں پیش آئے جو بڑی لمبی داستانیں ہیں۔ اس بیماری میں چچا جان نور اللہ مرقدہٗ سے جنات کی بیعت بھی ہوئی یہ قیام سب سے زیادہ طویل ہوا۔ تیسری مرتبہ ۴۲ھ میں جب کہ میرے حقیقی پھوپھی مرحومہ سخت علالت کے بعد انتقال فرما گئیں ان کے انتقال کا بھی بڑا عجیب واقعہ ہے بہت سخت بیمار تھیں، اشارہ سے نماز پڑھتی تھیں اسہال کبدی کئی دن سے تھے کہ بوقت صبح صادق یوم دوشنبہ ۲۴ شعبان ۴۲ھ کو انھوں نے ایک دم مجھے آواز دی، میں جاگ ہی رہا تھا اور فرمایا کہ ''مجھے جلدی بٹھا تو پیچھے سہارا لگا دے۔'' مجھے خیال ہوا کہ اذان کا وقت ہو گیا مبادا اس میں دیر ہو جائے میں نے ایک دوسرے عزیز کو اشارہ کیا وہ جلدی سے بیٹھ گئے۔ انھوں نے جلدی میں فرمایا کہ تو بیٹھ حضور تشریف لے آئے اور ہاتھ سے کوٹھے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا کہ حضور تشریف لے آئے اور یہ کہتے ہی گردن پیچھے کو گر گئی، رحمہا اللہ رحمتہ واسعتہ۔

اس جگہ جس واقعہ کو لکھنا ہے وہ بہت ہی اہم اور بہت ہی عجیب ہے۔ اوائل ۳۰ھ میں جب کہ میری عمر ۱۵ برس کی تھی، میری والدہ مرحومہ کاندھلہ میں نہایت ہی سخت علیل ہوئیں اور ایسی علیل ہوئیں کہ ہر دن ان کی زندگی کا آخری تھا (اگر چہ اس مرض میں انتقال نہیں ہوا) والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس شدت مرض اور مایوسی کی حالت اور میری یاد کی خبر پہونچی تو انھوں نے یہ سمجھ کر کہ پانچ سات دن کا قصہ ہے، مجھے کاندھلہ بھیج دیا اور اتنا لمبا چوڑا کام میرے سپرد کر دیا کہ پندرہ سولہ گھنٹے تک بھی پورا نہ ہو سکے روزانہ تا خیوار مقامات کے سو ۱۰۰ الغت لکھنا اور صراح وغیرہ دوسری کتب کی مدد سے ان کا ترجمہ بھی لکھنا۔ پھوپھا مرحوم (پھوپھا رضی الحسن صاحب) سے سلم کا سبق پڑھنا۔ ایک منزل روزانہ قرآن کی دو تین مرتبہ پڑھنے کے بعد دادی صاحبہ (جو حافظ قرآن تھیں) کو سنانا اور تین سبق فارسی کے گلستان، بوستان، یوسف زلیخا حاجی محسن مرحوم کو پڑھانا۔ چونکہ مجھے کبھی اچھا کپڑا پہننے کی نوبت نہ تھی اور میری والدہ کی انتہائی خواہش اور تمنا یہ تھی کہ وہ مجھے کبھی اچھا کپڑا پہنے ہوئے دیکھیں مگر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خوف سے وہ بھی نہیں بنا سکتی تھیں چونکہ وہ ان کی مایوسی کی حالت تھی اور ہر دن کو وہ اپنا آخری دن سمجھتی تھیں، اس لیے انھوں نے میری خالہ و پھوپھیوں سے اپنی خواہش کا اظہار فرمایا اور چونکہ ہر رشتہ دار اس وقت ان کی ہر دل جوئی کا متمنی تھا، اس لیے سب نے مل کر ایک نہایت نفیس جوڑا میرے لیے سیا۔ والدہ نے یہ بھی کہا کہ اگر میں زندہ رہی تو اس کے دام ادا کر دوں گی سب نے کہا کہ ایسے لفظ مت کہو کیا یہ تمہارا ہی بچہ ہے ہمارا نہیں۔ بہر حال ان کی عجلت، پر نہایت عمدہ جوڑا سلا، جو اب تک نظروں میں ہے، نہایت ہی نفیس حسین ایک گلابی بنیائن، اس پر نہایت ہی باریک چکن کا کرتہ، اور نہایت ہی عمدہ ''سلیے کا عمامہ۔'' اور اس وقت میں

میرے تمام عزیز علی گڑھ پڑھتے تھے اور سب سلیپر پہنتے تھے گو اس سے پہلے میں نے نہ کبھی پہنے اور نہ مجھے پسند آیا۔ ساری عمر دھوڑی کا جوتہ اور وہ بھی بغیر پھول کے، مگر ماحول کا اثر ہوتا ہی ہے، بھائی اکرام، ظہیر الحسن مرحوم، ماسٹر محمود، یہ سب لوگ سلیپر پہنتے تھے مگر معمولی اور اس وقت ہمارے اور والدہ مرحومہ دونوں کے شوق سے خریدا جا رہا تھا، اس لیے باٹا کا نہایت ہی مضبوط سولہ روپے کا سلیپر خریدا۔ اور اس وقت کے سولہ آج کل کے پچاس روپے سے کم تو نہ ہوں گے۔ دو تین دن میں بڑی محنت اور بہت عجلت سے میری خالہ اور پھوپھیوں نے بہت ہی نفیس جوڑا سیا۔ درمیان میں مکان کا اندازہ بھی سنیے اس زمانے میں یہ نوعیت ہوتی تو تھی بہت سے قصبات میں مگر ہمارے مکانوں کی نوعیت یہ تھی کہ صدر دروازے کے متصل تو مردانہ بیٹھک تھی اور ۲ دوسرا دروازہ ایسا تھا کہ اگر اس کو بند کر دیا جاوے تو اندر سارے مکانات میں جن کے اندر کھڑکیاں اور دروازے تھے ایک مکان میں گھس کر بغیر پردہ کرائے عورتیں ایک دوسرے کے مکانات میں آ جا سکتی تھیں اور چور کھڑکی میں اور صدر دروازے میں تقریباً دو فرلانگ کا فرق ہے اور اندر سب مکانات ہیں اندازہ یہ ہے کہ مکانات کا تحفظ بھی اور غالباً غدر کے زمانے میں اس نوعیت کے بنائے گئے تھے کہ اگر فوج کی یورش صدر دروازے کی طرف سے چلے تو مستور کھڑکی کی طرف کو فوراً نکل جائے حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ بھی کئی دن تک ان مختلف مکانات میں مستور رہے۔ میرے والد صاحب مرقدہٗ والدہ کی اور میری دونوں کی خیر خبر لینے کے واسطے کاندھلہ تشریف لے گئے اور صدر دروازے سے نہیں گئے کہ ان کے پہنچنے کا شور ہو جائے گا چور کھڑکی میں کو ایک گھر سے دوسرے گھر میں پردہ کراتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ ابھی آ کر ملوں گا اس دروازے پر پہنچے جو میری والدہ کے گھر کے بالکل سامنے تھا مابدولت اس شاہی جوڑے کو پہن کر اور اس کی نمائش کرنے کے واسطے اپنے دروازے سے نکل رہے تھے، ایک دم ایک کی نگاہ دوسرے پر پڑی، ان کی نگاہوں میں شیر ببر کی طرح سے خون کی لہر دوڑ گئی، اور میں لنگور کے سامنے بندر ایسی حالت میں تھا کہ پاؤں کے نیچے زمین نہیں تھی اور انھوں نے للکار کر فرمایا کہ ''آ گیا آ۔'' تعمیل کے سوا چارہ کیا تھا، اور وہ نہایت ہی نفیس اور مضبوط جوتا جو چار پانچ منٹ پہلے ہی پاؤں میں پڑا تھا وہ ان کے ہاتھ میں تھا، اور بجائے پیر کے سر پر پڑا پڑ پڑ رہا تھا اور ایک لفظ زبان پر تھا کہ ''تجھے معشوق بننے کے واسطے بھیجا تھا؟'' اور دروازہ ایک دم بند کرا دیا گیا۔ اور سارے گھروں کی مستورات مجھے چھڑانے کے واسطے وہاں جمع ہو گئیں۔ ابا جان نے ایک ڈانٹ پلائی کہ جو چھڑانے آئے گی اس کے جوتا ماروں گا۔ بلا مبالغہ سو کے قریب تو سر پر پڑے ہوں گے۔ یہ اللہ کا احسان تھا کہ ایڑی کی طرف سے نہیں پڑے بلکہ پنجے کی طرف سے پڑے جس سے سر نہیں پھٹا۔'' (65)

خلاصہ کلام:

''مولانا زکریا کاندھلوی اس قافلہ دعوت وعزیمت کے ایک فرد تھے جس نے برصغیر میں دین کی حق کی شمع روشن رکھنے کے لئے جانیں کھپائیں اور وقت کی تند وتیز آندھیوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ انہوں نے علم کی تحصیل اور دین کی تبلیغ میں جو مشقتیں اٹھائیں جن حضرات کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور جن کے کردار وعمل کو اپنی عملی زندگی میں جذب کیا ان کا دلنشین اور سبق آموز تذکرہ ان کی دلچسپ اور موثر آپ بیتی میں موجود ہے جس کی ہر سطر ہمارے لئے عبرت وموعظت کا سرمایہ ہے۔'' (66)

مولانا زکریا کی تعلیم وتربیت کا حال پیش کیا گیا آپ کی ابتدائی تربیت گھر کے ایسے ماحول میں ہوئی جہاں قدم قدم پہ آپ کے والد محترم نے آپ کی تربیت اس انداز سے فرمائی کے مستقبل کا ایک ایسا شیخ الحدیث پیدا ہوا جو تقویٰ ، پرہیزگاری اور علم کے میدان کا شاہ سوار بنا کہ دنیا آج بھی اس کے نام کو عزت واحترام سے لیتی ہے۔ مولانا کی تربیت والدین کے گھر سے لیکر حضرت گنگوہی کی خانقاہی تربیت کے نتیجے میں ایسی سوچ استوار ہوئی کہ تعلق باللہ، عبادت ، ذکر، علم کی اہمیت کے ساتھ خدمت خلق جیسے اوصاف پیدا ہوئے۔ اکابرین کی صحبتوں، علمی فکری تربیت اور آپ کی شبانہ روز محنتوں اور ریاضتوں کے نتیجے میں آپ نے ایک مثالی مقام بنایا ۔ بقول مولانا سعید اکبرآبادی

''اس دور میں حضرت شیخ الحدیث کی ذات گرامی آیۃ من اللہ اور ایک حجت ربانی تھی جتنا باطنی وروحانی فیض اس زمانہ میں آپ سے پہنچا کسی سے نہیں پہنچا حضرت نظام الدین اولیاء کی طرح عجیب دلآویز دلکش شخصیت تھی دکھ اور درد کے مارے لوگ آتے اور آپ کو دیکھتے ہی سارے غم بھول جاتے اور تسلی وتشفی پاتے تھے آپ پر نظر پڑھتے ہی خدا یاد آتا اور عشق ومحبت نبوی کی لہریں دل میں دوڑنے لگتی تھیں۔'' (67)

ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مزید تحریر کرتے ہیں ''اہل دنیا کے لئے ایک مومن کامل اور عارف باللہ کی بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ شاہی میں فقیری کرتا ہے اور فقیری میں شاہی۔ حضرت کی زندگی اس کی بہترین مثال تھی۔ آپ کا وجود سرتاپا خیر وبرکت اور بے شک ایک موہبت الہٰی تھا۔'' (68)

﴿باب دوم: حوالہ جات﴾

1۔ بیس مردان حق، عبدالرشید ارشد، لاہور، مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۹۶ء، ص ۶۹۷

2۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، انگلینڈ، دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ۔ ۱۴۰۵ھ ص ۱۰۹

3۔ آپ بیتی، نمبر۴، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، کراچی، معہد الخلیل الاسلامی، س۔ن، ص ۱۳۵

4۔ تذکرۃ الرشید، عاشق الہٰی، مولانا، میرٹھ، مکتبہ عاشقیہ والمطبعۃ الخیریہ ومصریہ، س۔ن، ۱۴۱ص، جلد۲

5۔ آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۱' ص ۷

6۔ آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۲' ص ۱۶۰

7۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۱۱۱ تا ۱۱۲

8۔ بیس مردان حق، عبدالرشید ارشد، محولہ بالا، ص ۶۹۰

9۔ ایضاً

10۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۱۱۳

11۔ ایضاً

12۔ آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر ا، ص ۸

13۔ ایضاً، ص ۱۸ تا ۱۹

14۔ ایضاً، ص ۱۳، ۱۴

15۔ ایضاً، ص ۲۰

16۔ ایضاً، ص ۱۸

17۔ ایضاً، ص ۱۸

18۔ ایضاً، ص ۱۵

19۔ ایضاً، ص ۲۲

20۔ ایضاً، ص ۲۳

21۔ بیس مردان حق، عبدالرشید ارشد، محولہ بالا، ص ۶۹۰

22۔ ایضاً، ص ۶۹۰ تا ۶۹۱

23۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۸۷

24۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۲، ص ۲۶ تا ۲۷

25۔ایضاً، ص ۲۸

26۔ایضاً، ص ۳۴

27۔ایضاً

28۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۸۸

29۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۲، ص ۳۰

30۔ایضاً، ص ۳۸

31۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۴، ص ۷ تا ۱۱

32۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۲، ص ۳۴

33۔سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ، ابوالحسن علی ندوی، مولانا، لکھنؤ، مکتبہ اسلام، ۱۹۸۲ء، ص ۵۲

34۔ایضاً، ص ۵۳

35۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۳، ص ۲۵۰

36۔تاریخ مظاہر، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، سہارنپور، کتب خانہ اشاعت العلوم، جلد اول، ص ۵، ۱۳۹۲ھ

37۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۹۱ تا ۹۲

38۔چالیس بڑے مسلمان، حافظ محمد اکبر شاہ، سید، کراچی، ادارۃ القرآن، ۲۰۰۱ء، جلد دوم، ص ۲۲۳

39۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۲، ص ۳۹

40۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۹۲

41۔ایضاً، ص ۹۳

42۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۲، ص ۴۰

43۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۹۴

44۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۲، ص ۴۴

45۔ایضاً، ص ۴۴ تا ۴۵

46۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۹۵

47۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۲، ص ۴۷

48۔ ایضاً، نمبر۲، ص۴۹ تا ۵۰

49۔ ایضاً، ص۶۰ تا ۶۱

50۔ آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۱، ص۱۸ تا ۱۹

51۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص۱۰۰ تا ۱۰۱

52۔ آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۲، ص۶۱ تا ۶۲

53۔ ایضاً، ص۶۲

54۔ ایضاً، ص۶۳

55۔ ایضاً، ص۶۵

56۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص۱۰۳

57۔ آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۲، ص۶۷

58۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص۱۰۵

59۔ آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۲، ص۷۰

60۔ ایضاً، ص۷۰

61۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص۱۰۶

62۔ چالیس بڑے مسلمان، حافظ محمد اکبر شاہ، سید، محولہ بالا، جلد دوم، ص۲۲۳ تا ۲۲۴

63۔ ایضاً، جلد دوم، ص۲۲۴

64۔ آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۱، ص۲۳

65۔ ایضاً، ص۲۴ تا ۲۶

66۔ چالیس بڑے مسلمان، حافظ محمد اکبر شاہ، سید، محولہ بالا، جلد دوم، ص۲۳۸

67۔ ایضاً، ص۲۴۹

68۔ ایضاً

باب سوم

باب سوم : اساتذہ اکرام

قسّام ازل علم اور جلالت شان کا جو وافر آپ کے مقدر فرما دیا تھا اس کے لئے ظاہری اسباب کی تخلیق بھی ضروری تھی جو نیک صفات، پاک طینت اساتذہ کی صورت میں آپ کو عطا کئے گئے جن سے آپ کی علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کی ہوئی۔ آپ کی تربیت کے دو پہلو تھے ایک تو روحانی تزکیہ اور تربیت تھی اور دوسری علمی اور فکری تربیت تھی۔ مولانا اس حوالے سے خوش قسمت تھے کہ انہیں اکابر کی براہ راست شفقت، محبت اور فیض نصیب ہوا۔ اس طرح ہم آپ کے اساتذہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے آپ کی روحانی تربیت فرمائی۔ اور دوسرے وہ جنہوں مولانا نے جن اساتذہ سے تربیت حاصل کی ان کے نام یہ تھے۔

''ا۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری ۲۔ مولانا محمد الیاس دہلوی (چچا) ۳۔ مولانا محمد یحیٰ (والد)

۴۔ مولانا عبدالوحید ۵۔ مولانا عبداللطیف ۶۔ مولانا ظفر احمد عثمانی۔'' (1)

نے علمی تربیت کی۔

حضرت مولانا زکریا کاندھلوی اور اکابرین کی تربیت:

''ازلی سعادت اور خوش بختی عنداللہ مقبولیت اور محبوبیت جو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے حصہ میں آئی تھی اس کا تقاضہ یہی تھا کہ اکابرین کا برتاؤ حضرت شیخ کے ساتھ غایت درجہ شفقت اور محبت اور احترام وعقیدت کا ہوتا اور سب ہی اس کی دلداری فرماتے اور لحاظ کرتے۔ اور یہی ہوا ان بزرگوں نے اپنی فراست سے دیکھ لیا ہوگا کہ حضرت شیخ آئندہ کیا ہونا ہے اور علوم وفنون اتباع سنت، سلوک اور دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دینا ہیں اور کن کن حالاتِ رفیعہ کا مالک ہونا ہے۔'' (2)

اس کی ایک مثال حضرت مولانا کے دادا حضرت مولانا اسماعیل صاحب نوراللہ مرقدہ کے یہ الفاظ جو آپ کی ولادت کے وقت فرمائے کہ ''ہمارا بدل آگیا'' جو کہ ایک الہامی جملہ تھا'' (3)

اور اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خصوصی محبت کے واقعات اس کا ثبوت ہیں کہ ''بچپن میں حضرت گنگوہی کی نگاہِ مہر جو حضرت شیخ پر پڑی وہ اپنا کام کر گئی حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ حضرت گنگوہی سرہ کی نسبت پوری طور پر حضرت شیخ کی طرف منتقل ہوئی ہے و نیز ایک مرتبہ فرمایا کہ ان کی

ابتدا وہاں سے ہوئی ہے جہاں ہماری انتہا ہوئی ہے۔''(4)

اسی طرح مولانا، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے'' ایسے چہیتے تھے کہ ایک صاحب نے یہی سمجھا کہ آپ حضرت سہارنپوری کے صاحب زادے ہیں اوران کے اس استفسار پر حضرت سہارنپوری نوراللہ مرقدہ نے جواب دیا'' بلکہ صاحبزادے سے بڑھ کر''(5)

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری کی محبت:

''رائپور پہلی حاضری جبکہ عمر شریف دس گیارہ سال کی تھی: حضرت شیخ فرماتے ہیں کی میری پہلی حاضری میرے والد صاحب کے گنگوہ شریف کے قیام کے دوران میں ہوئی جبکہ عمر دس گیارہ سال تھی اس وقت کے خادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ کو ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب جو مٹھائی وغیرہ اندر رکھی ہے وہ صاحبزادہ صاحب کو دے دو۔اس وقت حضرت نے بہت سی چیزوں کی سیر کرائی۔نہر کا مخرج لوگری والا بھی دکھایا اور چونکہ اعلیٰ حضرت کو تیرنا بہت آتا تھا اس لئے حضرت نے خود تیر کر تیرنا بھی دکھلایا۔

جبکہ عمر شریف تقریباً بیس برس کی تھی: حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب کے انتقال کے بعد ایک جانب تو اعلیٰ حضرت رائپوری نے مدرسہ میں یہ سفارش کی کہ پندرہ روپے تنخواہ کم ہے (اس وقت حضرت کی مدرسہ میں پندرہ روپے تنخواہ مقرر ہوئی تھی) کم از کم پچیس روپے ہونا چاہیئے اور دوسری جانب سیہ کار سے ازراہ شفقت ومحبت ارشاد فرمایا کہ مدرسہ کی تنخواہ خطرہ کی چیز ہے جب اللہ توفیق دے چھوڑ دیجیو حضرت قدس سرہ کی ہی توجہ اور شفقت کا اثر تھا کہ اللہ نے چھوڑنے کی توفیق عطا فرمادی۔

بیس برس کی عمر کا ایک خواب اور حضرت رائے پوری کا جواب:

فرماتے ہیں۔ایک مرتبہ اس سیہ کار نے خواب دیکھا کہ والد ساحب نے خواب میں تین کتابیں دیں ''کافیہ'' شافیہ'' مقامات'' میرے حضرت قدس سرہ اس وقت نینی تال جیل میں تھے اس لئے میں نے اعلیٰ حضرت رائپوری کی خدمت میں خط لکھا حضرت کا جواب آیا اس وقت میرے سامنے ہے حضرت نے تحریر فرمایا۔

برخوردار مولوی زکریا سلمہ، از احقر عبدالرحیم السلام علیکم ورحمۃ اللہ،تمہارے دو خط مولوی عبدالقادر صاحب کے نام آئے میری معذوری جو باعث تاخیر جواب ہے وہ آپ کو معلوم ہے اب مختصراً عرض کرتا ہوں پہلے خواب کی تعبیر۔ہر جز کی تعبیر کی ضرورت نہیں فقط ایک جملہ خلاصہ ہے اس کی تعبیر جو اپنے خیال میں آئی وہ عرض کرتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ کافیہ، شافیہا ور مقامات معیشۃ کافیہ، وحالۃ شافیعہ ومقامات سلوک الی الوصول یہ تینوں بشارتیں حق تعالیٰ نے تمہاری طبیعت میں

ودیعت کر رکھی ہیں جو اپنے پر ظہور پزیر ہوں گی۔''(6)

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی محبتیں:

''حضرت شیخ دام مجدہ فرماتے ہیں کہ حضرت کو مجھ سے بچپن ہی میں اتنی محبت تھی کہ از راہ شفقت اس ناکارہ کا نام برف بھیجنے کے ایک واقعہ کی وجہ سے برفی کا لفظ فرماتے کہ مجھے بھی سننے میں مزہ آتا تھا۔حضرت قدس سرہ کے یہاں قواعد کی پابندی بہت سوں کو معلوم بھی ہے اور مطبوعہ بھی ہے لیکن شروع زمانے میں حضرت اس ناکارہ کو مستثنیٰ فرمادیا تھا اور ایسے ہی اعلاء السنن کی تکمیل کے لئے بھی اس ناکارہ کو تجویز کیا تھا مگر میں نے مدرسہ کے انتظامی اور تدریسی خدمات کا عذر کر کے اس سے معافی مانگ لی تھی۔''(7)

مولانا تھانوی سے قلبی لگاؤ کا یہ عالم تھا''حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ بہت قلق کے ساتھ حضرت حکیم الامت تھانوی سے عرض کیا کہ لوگ بہت دور دور سے حاضر ہوتے ہیں لیکن یہ ناکارہ یہاں رہ کر بھی خدمت میں حاضر نہیں ہوسکتا میرے حکیم الامت نے ایسا جواب مرحمت فرمایا کہ میری مسرت کے لئے مرنے تک کافی ہے۔ حضرت نے فرمایا مولوی صاحب !اس کا آپ بالکل فکر نہ کیجئے آپ اگر میری مجلس میں نہیں ہوتے مگر میں ظہر سے عصر تک آپ ہی کی مجلس میں رہتا ہوں میں آپ کو بار بار دیکھتا رہتا ہوں اور رشک کرتا ہوں کہ کام تو یوں ہوتا ہے میں آپ کو ظہر سے عصر تک اپنے اوراق سے سر اٹھاتے نہیں دیکھتا (حضرت شیخ اس وقت میں بذل کے پروف دیکھا کرتے تھے)۔''(8)

پروفیسر حضرت مولانا محمد اشرف مدظلہ العالی اپنے مقالہ''علماء اولیاء سلف کی ایک بے مثال یادگار''میں حضرت شیخ الحدیث کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

''حضرت شیخ کی عمر ۲۳ برس کی تھی حضرت تھانوی کی تشریف آوری ہوئی شیخ صاحب سٹیشن پر تشریف لے گئے حضرت تھانوی نے مصافحہ فرمایا مصافحہ فرماتے ہی حضرت حکیم الامۃ نے فرمایا کہ اکابر کے یہاں تربیت کے بھی عجیب اور مختلف ہوتے ہیں اکتتاب بھی ایک طریقہ ہے یعنی حضرت سہارنپوری نے کتاب لکھوانے میں تربیت باطنی اور منازل سلوک طے کروائے اشغال کا متعارف سلوک اختیار نہیں کرنا پڑا۔''(9)

''حضرت شیخ کے وصال سے تقریباً پچاس سال پیشتر نومبر ۳۲ء میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے مشائخ بیعت کے بارے میں حضرت تھانوی سے استفسار فرمایا حضرت نے نو نام تحریر فرمائے جن میں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، حضرت مولانا اللہ بخش صاحب بہاولنگری، حضرت مولانا الیاس صاحب، کے بعد چوتھا نام حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپوری کا تھا اس کے بعد بالترتیب حضرات حافظ فخر الدین صاحب، مولانا عاشق الٰہی صاحب

میرٹھی، مولانا انور شاہ صاحب، مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا اصغر حسین صاحب کے اسمائے گرامی تھے۔'' (10)

اس سے حضرت کے مقام کا اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی ان پر کتنا اعتماد رکھتے تھے نیز خصوصی فیض سے بھی مستفیض فرماتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا زکریا کے دل میں ''حضرت تھانوی کی جو عظمت و محبت تھی اس سلسلے کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ اس ہیچمدان نے تبلیغی حضرات اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ایما پر نصاب تبلیغ (جو حضرت کی فضائل کی کتابوں اور حکایت صحابہ پر مشتمل ہے) کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ترجمہ کے بعد ایک خواب میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا آپ (یعنی حضرت تھانوی) نے راقم سے ارشاد فرمایا آپ کو فارسی آ گئی اور آپ نے میری کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کر دیا پھر پوچھا کیا آپ کو عربی آتی ہے بندہ کے اثبات کے جواب پر استفسار فرمایا 'جرس' کے کیا معنی ہیں اور جب بندہ نے معنی عرض کیے تو انتہائی مسرت و ابتہاج میں حافظ کی وہ پوری غزل سنائی جس کا ایک مصرع یہ ہے۔

جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

بندہ نے سفر حج پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ و اعلیٰ اللہ مقامہ کو یہ خواب سنایا۔ انتہائی مسرور ہوئے اور خوشی اور خاص کیفیت کے ساتھ فرمایا ''حضرت نے میری کتابوں کو اپنی کتابیں فرمایا'' اس کے تھوڑی دیر بعد حضرت مخدومی المکرم حضرت مولانا انعام الحسن صاحب وغیرہ تشریف لائے تو حضرت نیندہ سے مسرت کے ساتھ فرمایا اب حضرات کو اپنا خواب سناؤ اور پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات کے بارے میں ایک پٹھان بزرگ کا ایک واقعہ نقل فرمایا جنہیں حضرت تھانوی نے خواب میں کہا تھا کہ میرے بھتیجے محمد زکریا کو میرا اسلام پہنچا دیں حضرت نے فرمایا کہ توجہات اس نا کارہ پر بہت ہیں۔'' (11)

حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی صحبت اور ان سے تعلق:

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا فرماتے ہیں۔ ''حضرت مدنی حضرت کی شفقتیں تو بے پایاں تھیں اور جتنی حضرت کی شفقتیں بڑھتی جاتی تھیں میری گستاخیاں بڑھتی جاتی تھیں ایک دفعہ کچھ تذکرہ اکابر کا اور جنت کا چل رہا تھا میں نے عرض کیا کہ ''حضرت جنت میں میرے بغیر جانا ہوگا'' حضرت نے نہایت سادگی میں بلا تامل فرمایا کہ ہاں ضرور۔ ایک سال بعد بلکہ اس سے بھی زیادہ میرے تو ذہن میں بھی نہیں آ رہا تھا۔ حضرت تشریف لائے میں دار الطلبہ سے آیا تو معلوم ہوا کہ فلاں صاحب کے چلے گئے ہیں وہاں پہنچا تو آم بھیگے ہوئے تھے اور حضرت تشریف فرما میرا انتظار فرما رہے تھے میں نے کہا ایسا کیا تقاضہ تھا پہلے ہی تشریف لے آئے حضرت نے فرمایا ہر جگہ ساتھ لے جانے کا وعدہ تو نہیں کر رکھا'' جہاں کا وعدہ ہے وہاں کا ہے'' مجھے اس قدر مسرت اور حیرت ہوئی کہ حضرت کو ایک سال بعد تک کیسے یاد رہا اس کے بعد تو پھر

انشاءاللہ ثم انشاءاللہ اپنی مغفرت کی بھی ڈھارس بندھ چلی۔''(12)

مولانا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مدنی کو ان سے کتنی محبت تھی اور وہ انہیں کس قدر عزیز رکھتے تھے فرماتے ہیں۔''ایک دفعہ اس سیہ کار کو معمولی سا بخار ہوا کسی جانے والے طالب علم سے حضرت نے خیریت دریافت کی اس نے کہہ دیا بخار ہورہا ہے حضرت اسی وقت اسی گاڑی سے تشریف لے آئے اور کچے گھر میں قدم رکھتے ہی یہ شعر پڑھا

تعالَلتِ کی اشجیٰ وما بك علّة

تریدین قتلی قد ظفرت بذالكِ

ترجمہ: تو بہ تکلیف بیمار بن گئی تاکہ میں رنجیدہ ہوجاؤں حالانکہ تجھے کوئی بیماری نہیں بے شک تو اپنے مقصد میں کامیاب ہوگی۔

میں ایک دم کھڑا ہوگیا فرمایا: اچھے خاصے ہو شور مچا رکھا ہے بخار کا'' میں نے عرض کیا میں نے حضور کی خدمت میں کون سا تار یا ٹیلیفون کیا تھا کہ میں مر رہا ہوں فرمایا ساری دنیا میں شور مچ گیا بخار کا بخار والا یوں نہیں کھڑا ہوا کرتا میں نے عرض کیا۔

ان کے دیکھے جو آ جاتی ہے منہ پہ رونق

وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی حضرت کی تشریف کی برکت سے بخار جاتا رہا۔''(13)

حضرت مدنی کے ساتھ مولانا کے تعلق اور ان سے کسب فیض کا یہ عالم تھا کہ وہ مسلسل رابطے کا اہتمام کرتے تھے مولانا بیان کرتے ہیں۔

''حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ باوجود اپنے مشاغل اور ماہ مبارک کے ایک کارڈ ماہ مبارک میں اگر میں نہ لکھوں تب بھی حضرت اقدس تحریر فرمایا کرتے تھے عموماً اس میں ایک یا دو شعر ہوا کرتے تھے، یہ سارے کارڈ کہیں محفوظ ہیں اور وہ اشعار اتنے اونچے ہوتے تھے کہ یہ ناکارہ اس کا مصداق ہرگز نہیں بن سکتا مگر حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے تعلق کے اظہار اور شفقت کو یاد کر کے رونے کے سوا اب کچھ نہیں رہا ایک کارڈ کا مضمون جو حضرت نے متعدد رمضانوں میں لکھا تھا یہ تھا۔

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند

آیا بود کہ گوشہ، چشمے بما کنند

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی

اے ابر کرم بہر سخا کچھ تو ادھر بھی

مجھے یہ شعر اس طرح یاد ہے کارڈ سامنے نہیں بعض خطوط میں وربی کے اشعار تحریر فرمائے۔''(14)

حضرت مولانا محمد الیاس کا مولانا زکریا سے تعلق اور عقیدت :

حضرت مولانا الیاس کے حضرت شیخ الحدیث سے تعلق کے بیان سے پہلے مولانا الیاس کی حیثیت اور ان کی زندگی کے بارے میں مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

''مولانا محمد الیاس نے ۱۳۰۳ھ میں جب آنکھ کھولی۔آپ کا تاریخی نام اختر الیاس رکھا گیا آپ تینوں بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے'' (15)

''آپ کا تاریخی نام اختر الیاس ہے۔سنہ ولادت سنہ ۱۳۰۳ھ ہے آپ مولانا محمد یحیٰؒ صاحبؒ کے چھوٹے بھائی اور شاگرد اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے چچا اور استاد محترم ہیں۔حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے والد محترم ہونے کا انہیں کو شرف حاصل ہے۔آپ کا بچپن اپنے ننہیال کاندھلہ کے مقدس گھرانے میں گذرا، آپ کو نانی امی بی آپ سے بہت محبت کرتی تھیں، اور فرمایا کرتی تھیں، اختر مجھے تجھ سے صحابہ کرامؓ کی خوشبو آتی ہے۔کبھی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر محبت سے فرماتیں کیا بات ہے؟ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کرامؓ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں، امی بی کا نام بی امتہ الرحمٰن ہے، مولانا مظفر حسین کاندھلوی کی صاحبزادی تھیں یہ ایک رابعہ صفت بی بی تھیں، ان کے بارے میں ایک دفعہ مولانا نے فرمایا تھا ان کی نماز کا نمونہ میں نے حضرت گنگوہیؒ کی نماز میں دیکھا ہے اور مولانا گنگوہیؒ کی نماز اپنے طبقہ میں ممتاز تھی، اخیر زمانہ میں ان کا یہ حال تھا کہ خود کھانا کبھی طلب نہیں فرماتی تھیں، کسی نے لاکر رکھ دیا تو کھالیا، ایک مرتبہ کسی نے پوچھا آپ ایسے ضعف میں بھوک کس طرح رہتی ہیں؟ تو فرمایا الحمد اللہ میں تسبیحات سے غذا حاصل کر لیتی ہوں۔''(16)

'' مولانا محمد الیاس کے والد محمد اسماعیل صاحب کے لئے ذکر وعبادات آئے گئے مسافروں کی خدمت اور قرآن مجید و دین کی تعلیم شب و روز کا مشغلہ تھا خدمت و تواضع کا یہ عالم تھا کہ جو مزدور بوجھ لادے ہوئے پیاسے ادھر آنکلتے ان کا بوجھ اتار کر رکھ دیتے اپنے ہاتھ سے ڈول کھینچ کر ان کو پانی پلاتے پھر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرتے کہ اے اللہ تو نے مجھے اپنے بندوں کی اس خدمت کی توفیق دی میں اس قابل نہ تھا عام اجتماع وہجوم کے زمانے میں پانی اور لوٹوں کا خاص اہتمام رکھتے اور رضائے الٰہی اور قربت خداوند کا ذریعہ سمجھ کر خلق خدا کی راحت رسانی اور خدمت میں مشغول رہتے'' (17)

جب زندگی کے اس دور میں داخل ہوئے جس میں انسان کی سوچ کے خطوط متعین ہوتے ہیں تو آپ ''گنگوہ آگئے جہاں آپ کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی صحبت میں دس سال رہنے کا موقع ملا حضرت گنگوہی کی اپنی زندگی جہاں ایک طرف عبادت وریاضت اور عشق الہیٰ سے عبارت تھی وہاں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جہد مسلسل کا دوسرا نام تھی چنانچہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے موقع پر جب علمائے حق نے شاملی کے میدان میں انگریز کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو حضرت گنگوہی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (۱۳۱۷ھ) کی قیادت میں وزیر لام بندی کی حیثیت سے شریک تھے۔'' (18)

اسکے علاوہ سیاست کے میدان میں حضرت گنگوہی کا نقطہ نظر بہت ترقی پسندانہ تھا ان کا فتویٰ تھا کہ دنیاوی معاملات میں اسلام کے بنیادی اصولوں کو نقصان پہنچائے بغیر غیر مسلموں سے تعاون جائز ہے ۱۸۸۵ء میں جب انڈین نیشنل کانگریس وجود میں آئی تو آپ نے اس میں مسلمانوں کی شمولیت کی حمایت کی اور سر سید احمد خان کے اس فیصلہ پر تنقید کی جس میں انہوں نے عدم شمولیت کی بات کی تھی'' (19)

''حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو دیکھ کر فرماتے تھے جب مولوی الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ کرامؓ یاد آجاتے ہیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم تو کاندھلہ ہی میں ہوئی لیکن والد صاحب نظام الدین رہتے تھے اس لیے گھر پر کوئی معقول انتظام نہ ہو سکا تھا جس کی وجہ سے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے آپ کو سنہ ۱۳۱۴ھ میں گنگوہ بلا لیا تھا اور خود پڑھانا شروع کر دیا تھا، اس وقت گنگوہ اولیاء اللہ اور صلحاء امت اور علماء کرام کا مرکز بنا ہوا تھا، وہی مجلسیں آپ کی تعلیم گاہ اور تربیت گاہ تھیں۔

کچھ دنوں بعد آپ بیمار پڑ گئے، سلسلہ تعلیم منقطع ہو گیا، کامل سات برس تک علاج ہوا، سات سال کے بعد صحت یاب ہوئے اور سنہ ۱۳۲۶ھ میں آپ نے دورہ حدیث شریف حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھا اور بعد میں اپنے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے بھی دورہ حدیث شریف پڑھا۔ آپؒ کے سلوک اور تصوف کی ابتداء زمانہ طفولیت ہی سے ہو چکی تھی، چنانچہ آپ کے ہم عمر اور ہم مکتب ریاض الاسلام صاحب کاندھلوی فرماتے ہیں'' جب ہم مکتب میں پڑھتے تھے تو آپؒ ایک لکڑی لے کر آئے اور کہا'' آؤ میاں ریاض الاسلام بے نمازیوں پر جہاد کریں۔ اسی طرح جب آپ گنگوہ تشریف لے گئے تو رات کو اٹھ اٹھ کر حضرت گنگوہیؒ کی صورت دیکھا کرتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں۔

''ایک مرتبہ میں نے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے کہا اگر مجھے حضرت اجازت دیدیں تو میں حضرت کے قریب بیٹھ کر مطالعہ کیا کروں، مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے حضرت گنگوہیؒ سے عرض کیا، فرمایا کہ مضائقہ ہے؟ الیاس کی وجہ سے میری خلوت میں فرق اور طبیعت میں انتشار نہیں پیدا ہوگا۔

حضرت گنگوہیؒ عام طور پر بچوں کو بیعت نہیں فرماتے تھے مگر اسی تعلق کی بناء پر آپؒ کو بیعت کر لیا تھا، حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے بعد آپ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت ہو گئے تھے۔

ذکر و شغل، نوافل و عبادات سے آپ کو ابتداء ہی سے شغف تھا مزید برآن یہ کہ حضرت گنگوہیؒ کی صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا قیام گنگوہ میں حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے مزار پر گھنٹوں مراقب رہتے اور جب نظام الدین تشریف لائے تو اوقات درس کے علاوہ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی قیام گاہ میں گھنٹوں خلوت میں رہتے تھے بہرحال آپ کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے خلافت اور اجازت بیعت مرحمت فرمائی۔

قیام گنگوہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو آپ نے ابتدائی فارسی پڑھائی ہے سنہ ۱۳۲۸ھ میں آپ مدرسہ مظاہر العلوم تشریف لائے اور یہاں سنہ ۱۳۳۶ھ تک درس دیا، بڑے بھائی مولانا محمد صاحبؒ کے انتقال کے بعد آپ دہلی نظام الدین تشریف لے گئے اور وہاں پہنچنے کے بعد آپ نے درس کے ساتھ سلسلہ تبلیغ شروع کیا، جس کے ذریعے آپ نے عالم اسلام کی وہ خدمت کی جس کے نتائج سب کے سامنے ہیں، ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۴۴ء بمطابق کو آپ کا وصال ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔'' (20)

مولانا الیاس کے مختصر حالات سے یہ معلوم ہوا کہ وہ کتنی بڑی شخصیت کے حامل تھے اور ایسی شخصیت کے زیر سایہ نشو ونما پانے والے شاگرد کا کیا مقام اور صلاحیت ہوگی۔ اب ان واقعات کی طرف آتے ہیں جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا الیاس کی کس قدر صحبت مولانا کو میسر تھی اور ان کی روحانی اور فکری تربیت میں ان کا کیا کردار رہا۔

حضرت شیخ الحدیث کا مقام حضرت الیاس کی نظر میں کیا تھا۔ ذیل کے چند خطوط سے ان پر روشنی پڑھتی ہے۔

''بخدمت جناب شریف عزیز محترم گرامی قدر ادام اللہ فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاۃ

گرامی نامہ موجب مسرت وعزت ہوا آنعزیز کی تشریف آوری کا بے حد اشتیاق ہے اگر بقول آپ کے میں حضرت ہوں تو آپ ماشاء اللہ حضرت گر ہیں ورنہ مجھ نکمے اور ناکارہ کو کون پوچھتا اگر آپ کی توجہ وکرم نہ ہوتا حضرت (سہارنپوری) کے بعد سب سے پہلے آپ ہی نے الطاف واکرام فرمایا پھر شیخ (رشید احمد) نے اظہار تعلق کیا اور سب آپ حضرات کا طفیل ہے۔ آپ کی تشریف آوری کا جس قدر اشتیاق ہے اسی قدر خیال ہے کہ سامنے ہونے سے میری گندگیاں اور ظاہر ہوں گی مگر اس امید پر جی چاہتا ہے کہ آپ جیسوں کی مجالست اور ہم نشینی سے شاید اپنی اصلاح ہو جائے۔

فقط والسلام بندہ محمد الیاس عفی عنہ (مہر ڈاک) ۵ فروری ۱۹۳۱ء'' (21)

یہ مولانا الیاس کی خصوصی محبت کی علامت ہے کہ انہوں نے بڑا ہوتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث کو اتنی عزت وتکریم دی اس سے ان کے باہمی قلبی تعلق کا اندازہ ہوتا ہے۔

''اس گرامی نامہ کے وقت حضرت شیخ زید مجدہ کی عمر شریف صرف تقریباً ۳۵ سال تھی اور اس کے بعد اب پچاس یعنی نصف صدی کی ترقیات کا کون ادراک کرسکتا ہے''(22)

اسی حوالے سے ایک دوسرا مکتوب ملاحظہ فرمائیں۔

''بعزیز محترم شیخ الحدیث زادت محاسنکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ

میرے عزیز اس تبلیغ کے بوجھ کو بھاری سمجھتے ہوئے بطور اضطرارے آپ کی خدمت میں دعا اور ہمت کا سائل ہوکر یہ خط لکھ رہا ہوں۔

میرے عزیز اس میں زک نہیں کہ آپ کی ہر طرح کی ہمت اور ہر طرح ہمت کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ بندہ ناچیز کو اس تبلیغ کے اصول قرار دینے میں آپ کی صحبت کو بہت زیادہ دخل ہے حق تعالیٰ مجھے آپ کے شکر کی توفیق بخشیں۔

فقط والسلام

بندہ محمد الیاس ۲۶ رمضان ۵۳ھ مطابق ۹ نومبر ۱۹۳۱ء''(23)

''یہ مکتوب گرامی آج سے ۴۲ سال پہلے کا ہے جبکہ حضرت کی عمر شریف تقریباً ۴۳ برس تھی حضرت دہلوی کی مندرجہ بشارت کو آج دنیا دیکھ رہی ہے کہا گیا ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا جس میں دنیا کے کسی نہ کسی ملک میں حضرت کی کوئی نہ کوئی کتاب نہ پڑھی جاتی ہو اور تبلیغ کے مبارک کام میں حضرت شیخ دام مجدہ ہی کے خاص خلفاء اور مریدین دنیا کے ہر ملک میں خدمات انجام دے رہے ہیں اور اکثر مقامات پر وہی اصل ہیں۔''(24)

ایک مکتوب گرامی میں تحریر کرتے ہیں۔''مجھے آپ اور حضرت حافظ صاحب کے خط کا خصوصیت سے انتظار رہتا ہے کیونکہ اصل بنیاد تبلیغ کی آپ کے قلوب کی ہمت آپ کی متانت اور استقلال ہر دل تسلیم کئے ہوئے ہے باقی سب آپ کے قلوب کی کٹھ پتلی ہیں۔''(25)

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں''میرا یوں جی چاہتا ہے کہ تبلیغ کے ہر نمبر کے متعلق ایک رسالہ آپ لکھ دیں ایک مکتوب گرامی کے شروع میں یہ جملہ ہے۔ آپ غور فرمائیں گے تو آپ نہایت تصدیق فرمائیں گے میں آپ کی دعوات اور توجہات کا سخت ترین محتاج ہوں۔''(26)

حضرت مولانا کے اعتماد کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں۔

''ان کے یہاں تبلیغی سلسلہ میں جب کوئی بات پیش آتی تو وہ بلا تکلف فرمادیتے کہ شیخ کے یہاں جب تک پیش نہ ہوا اس وقت تک اس کا فیصلہ نہیں کرسکتا میرے دہلی کے سفر میں کئی کئی مسئلے ایسے ہوا کرتے تھے کہ جن کے متعلق میں سنتا تھا وہ میرے مشورہ اور منظوری پر رکے ہوئے ہیں۔ اور ایک دفعہ دہلی جانے تاخیر ہوئی تو حضرت جی مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی کی مشکواۃ شریف کا شروع حضرت شیخ زیدہ مجدہ سے کرانے کی وجہ سے کئی ماہ مؤخر فرمایا اور ترمذی زریف کی بسم اللہ قبل از وقت یہ کہہ کروادی کہ دوبارہ آنے کا انتظار نہ کرنا پڑے۔''(27)

مولانا الیاس کی یہ محبت، شفقت اور اعتماد دراصل بچپن ہی سے مولانا کے ساتھ رہا ہر آن حضرت الیاس نے آپ کی تربیت کا خیال رکھا اور مستفیض فرماتے رہے۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ جو شخصیت ان کے ہاں تربیت کے مراحل میں ہے اس کی حقیقت کیا ہے یہی وجہ ہے کہ آگے چل کر ان بزرگوں نے آپ کی عزت وتکریم فرمائی۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے ساتھ تعلق اور ان کا آپ کے ساتھ برتاؤ:

حضرت شیخ الحدیث کی عزت وتکریم کی کیا کیفیت تھی اس کا اندازہ مندرجہ ذیل مکتوب سے بخوبی ہوتا ہے۔

''سیدی ومولائی حضرت دام مجدکم۔ از احقر عبدالقادر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ

والا نامہ شرف صدور ہو کر باعث افتخار خاکسار ہوا مضمون حضرت اقدس سلمہ کی خدمت شریف میں عرض کیا بلکہ کچھ بلفظہ پڑھ کر سنایا یہی چاہا اور اپنے نزدیک یہی مناسب سمجھا دقت بھی مناسب ملا ارشاد فرمایا کہ یوں خدمت والا میں لکھ دے کہ بندہ کی تو سعادت ہے۔

غرض حضرت اقدس سلمہ نے اس کاغذ یہاں آنجناب والا صفات بوساطت شاہ صاحب ارسال فرماویں گے ایک حصہ کی شرکت قبول بخشی فرمائی اب احقر عرض پرداز ہے حضور پرنور نے اس کی تفصیل نہ تحریر فرمائی آیا وہ حصہ حضور انور اپنی طرف سے حضرت یا اقدس سلمہ کو عطا فرمار ہے ہیں یا قیمتاً حضرت اقدس سلمہ خرید فرمائیں گے یہ آپ کا غلام غبی بہت پوری بات نہیں سمجھتا حضرت خفا نہ ہوں اور دعا سے فراموش بھی نہ کیا جاؤں آخر آپ ہی کا ہوں جیسا بھی ہوں حضرت سلام فرماتے ہیں اور طبیعت بدستور سابق ہے۔''(28)

حضرت رائے پوری کی محبت اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ''ایک دفعہ رائپور میں حضرت شیخ سے فرمایا کہ میرا جی

یوں چاہتا ہے کہ آپ مجھے بیعت کرلیں تا کہ حضرت سہار نپوری کی نسبت سے بھی مجھے کچھ مل جائے حضرت شیخ زیدہ مجدہ نے ہاتھ جوڑ کر دست بوسی کے بعد فرمایا کہ ''حضرت توبہ توبہ ایسی بات نہ فرمادیں'' حضرت مولانا احمد الدین صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ اجازت نہیں دیتے تو آپ ان کو اجازت دے دیں تا کہ ان کے سلسلے میں آپ کی شرکت ہو، حضرت قدس سرہ نے فرمایا ''میری طرف سے بڑی خوشی سے اجازت ہے''(29)

قلبی لگاؤ اور تعلق کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

''۱۳۴۵ھ میں جب حضرت شیخ زیدہ مجدہ اپنے شیخ و مرشد حضرت محدث سہار نپوری قدس سرہ کے ساتھ بذل المجہود کی تالیف کے سلسلہ میں یکسالہ قیام کے لئے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو ماہ رجب میں حضرت اقدس رائپوری قدس سرہ بھی مدینہ تشریف لے گئے تو سفر میں بھی حضرت شیخ مجدہ سے کئی بار فرمایا :اللہ معاف کرے کہ میں حج کی یا حضرت مدظلہ کی زیارت کے لئے نہیں آیا بلکہ تمہاری محبت کھینچ لائی ہے آٹھ ماہ سے تمہاری زیارت نہیں ہوئی اس نے بے چین کر رکھا ہے اسی طرح جب حضرت کا پاکستان کا سفر طویل ہو جاتا تو حضرت شیخ سے ملنے کا تقاضا شدت سے پیدا ہوتا اور یہی گویا واپسی کی دلیل ہوتی فرماتے: کہ ''اب ہمیں نہ روکو! شیخ بہت یاد آتے ہیں''(30) حضرت سید انور حسین صاحب مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''میں رائے پور سے سہار نپور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں رائے پور سے چلا تھا تو حضرت کے ہاں ایک گفتگو ہو رہی تھی حضرت گفتگو فرمارہے تھے یہاں حضرت شیخ کی خدمت میں سہار نپور آکر دیکھا تو وہی بات یہاں بھی ہو رہی تھی تو میں نے حضرت شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت یہ عجیب بات ہے کہ میں رائے پور سے چلا تو یہی بات وہاں بھی ہو رہی تھی وہی بات یہاں بھی ہو رہی ہے تو حضرت شیخ نے بڑی محبت سے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ دیکھو جو اوپر ہمارا بالا خانہ ہے یہ میرا بالا خانہ تم دیکھتے ہو فرمایا اس کی دو کھڑکیاں ہیں ایک مدینہ کی طرف کھلتی ہے ایک رائپور کی طرف اور فرمایا کہ جب یہاں کی بات وہاں پہنچتی ہے تو وہاں کی بات یہاں کیوں نہیں پہنچتی۔''(31)

حضرت شیخ الحدیث زکریا کاندھلویؒ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی :

''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے والد ماجد کا اسم گرامی محمد یحییٰ صاحب اور تاریخی نام بلند اختر اور آپ کی پیدائش بروز پنجشنبہ ۱۱ محرم الحرام سنہ ۱۲۸۸ھ بمطابق ۲۳ مارچ سنہ ۱۸۷۱ء کو کاندھلہ میں ہوئی۔ آپ فطرتاً ذہین و ذکی اور طبعاً لطیف المزاج پیدا ہوئے تھے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد اسماعیل کاندھلویؒ ہے۔ آپ کاندھہ کے صدیقی خاندان کے چشم و چراغ تھے، مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کی والدہ ماجدہ بی بی صفیہ مولانا مظفر حسین

صاحب کاندھلوی کی نواسی اور بی امتہ الرحمٰن کی صاحبزادی تھیں ایک رابعہ سیرت بی بی تھیں، بڑی پاکیزہ صفت، عابدہ اور زاہدہ اور ذکر وشغل کرنے والی خاتون تھیں، حافظ قرآن تھیں، قرآن شریف اتنا اچھا یاد تھا کہ کبھی متشابہ نہ لگتا، ایک ہفتہ میں قرآن مجید پورا کر لیتی تھیں، اس کے علاوہ درود شریف پانچ ہزار، اسم ذات اللہ پانچ ہزار، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انیس سو یا مغنی، گیارہ سو لا حول ولا قوۃ الا باللہ گیارہ سو، الحمد للہ گیارہ سو، لا الہٰ الا اللہ بارہ سو، یا حی یا قیوم دو سو، حسبی اللہ نعم الوکیل پانچ سو، سبحان اللہ دوسو مرتبہ، الحمد اللہ دوسو مرتبہ لا الہٰ الا اللہ دوسو، اللہ اکبر دوسو، استغفار پانچ سو، افوض امری الا اللہ ایک سو، رب انی مغلوب فانتصر ایک سو، رب انی مسنی الضر وانت الرحم الراحمین ایک سو، لا الہٰ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ایک سو، اور ایک منزل قرآن شریف کی تلاوت روزانہ کا معمول تھا۔'' (32)

یہ وہ ماحول اور وہ گودیں تھیں کہ جن میں حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ نے آنکھیں کھولی تھیں اور پرورش پائی تھی، پھر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے وہی باپ اور ولیہ ماں کا سایہ سر پر قائم رکھا، چنانچہ بچپن ہی سے آپ کے حرکات وسکنات کی نہایت سخت نگرانی ہوتی تھی۔

''قرآن شریف آپ نے سات سال کی عمر میں حفظ کر لیا تھا اور اس کے بعد والد صاحب کا ارشاد تھا کہ ایک قرآن روز پڑھ لیا کرو، باقی سارے دن چھٹی، مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں صبح کی نماز پڑھ کر امی بی کے مکان کی چھت پر قرآن شریف کی تلاوت کرتا اور جب تک ختم نہ کر لیتا روٹی نہ کھاتا، پھر ایسا نہ ہوتا کہ قرآن شریف کے ختم پر وہ آرام کرتے ہوں، بلکہ علم کا ذوق ان کو مزید کتابوں کا مطالعہ پر آمادہ کرتا اور اسی تازگی اور نشاط سے کتابوں کا مطالعہ کرتے وہ خود فرماتے تھے میں عموماً ظہر سے قبل پورا قرآن مجید ختم کر لیا کرتا اور پھر کھانا کھا کر چھٹی کے وقت میں اپنے شوق سے فارسی پڑھا کرتا تھا۔'' (33)

''ابتدائی عربی کی کتابیں آپ نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھیں، اس کے بعد دیوبند میں مقامات حریری کے ۹ مقالے تک پڑھا اس کے بعد آپ اپنے وطن کے مدرسہ یعنی کاندھلہ میں مقامات حریری مولانا یداللہ صاحبؒ سے اور منطق بھی مولانا یداللہ صاحبؒ سے نہایت انہماک سے پڑھیں، آپ نے اس طرح فنون عملیہ اور فنون نقلیہ میں مہارت حاصل کیا دب اور منطق کے علاوہ باقی کتابیں آپ نے دہلی کے مدرسہ حسین بخش میں پڑھیں۔

سلوک وتصوف کے لئے آپ نے سنہ ۱۳۱۱ھ میں گنگوہ حاضر ہوئے لیکن ایک طالب بن کر ہی نہیں بلکہ ایک مرید اور سالک بن کر، چنانچہ آپ کو حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز سے حد درجہ محبت تھی، یہی وجہ تھی کہ جب تک آپ گنگوہ رہے تا حیات حضرت گنگوہیؒ کے پیش کار بن کر رہے، حضرت گنگوہیؒ کی جب ظاہری بینائی ختم ہوگئی تو حضرت مولانا یحییٰ

صاحبؒ کو فرمایا کرتے تھے یحییٰ اندھے کی لاٹھی ہے، اگر تھوڑی دیر کے لیے آپ کہیں چلے جاتے تو حضرت امام ربانیؒ بے چین ہو جایا کرتے تھے، غرض کہ بارہ برس تک حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں اسی لاڈ و پیار سے رہے حضرت امام ربانیؒ سے بیعت ہو کر ذکر و شغل بھی شروع کر دیا تھا، حضرت گنگوہؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے وہ عمامہ جو آپ کے سر اقدس پر حضرت حاجی صاحبؒ نے باندھا تھا اور جس کو اصل بیچوں پر آپ نے سی لیا تھا، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے سر اقدس پر یہ کہہ کر رکھ دیا۔ ''اس کے مستحق تم ہو، میں آج تک اس کا محافظ اور امین تھا۔ الحمد اللہ کہ آج حق کو حقدار کے حوالے کر کے بار امانت سے سبکدوش ہوتا ہوں اور تم کو اجازت دیتا ہوں کہ کوئی طالب علم آئے تو اس کو سلسلِ اربعہ میں بیعت کرنا اور اللہ تعالیٰ کا نام بتانا۔''(34)

''سنہ ۱۳۲۵ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ مظاہر العلوم کے ناظم مقرر ہو گئے تھے، اس وجہ سے مدرسہ کے لیے اسفار بھی کرنے پڑتے تھے جس کی وجہ آخر سال میں کتابیں بہت کافی رہ گئیں تو سنہ ۱۳۲۶ھ میں آپ نے مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کو گنگوہ سے بلایا اور آپ نے آکر ۱۸ دن میں تمام کتابیں ختم کرا دیں اور واپس گنگوہ تشریف لے گئے سنہ ۱۳۲۷ھ میں بھی یہی حالت پیش آئی سنہ ۱۳۲۸ھ میں جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ حج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے مولانا کا قائم مقام بن کر مظاہر علوم میں درس حدیث دیا اور تنخواہ ایک پیسہ نہیں لی بلکہ سب تنخواہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے گھر پہنچا دینا آپ کا عمل رہا۔ سنہ ۱۳۲۸ھ میں آپ مستقل مظاہر علوم میں پڑھانے لگے اور کبھی ایک پیسہ اجرت میں نہیں لیا، اور ساڑھے پانچ سال بالکل مفت پڑھایا۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ بہت خوبیوں کے مالک تھے اور بہت بڑے صاحب کمال تھے، علم وعمل کے پہاڑ تھے طلباء وغرباء ومساکین اور حاجت مندوں کی خبرگیری اور ان کی ہر ممکن امداد کرنا آپ اپنے لیے ضروری سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو آٹھ ہزار روپے کے مقروض تھے جس کو آپ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے ادا کیا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو حدیث کا آغاز بھی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے بڑے اہتمام کے ساتھ فرمایا، پہلے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے غسل فرمایا پھر مشکوۃ شریف کی بسم اللہ کرائی خطبہ پڑھا پھر قبلہ رو ہو کر دیر تک دعا کی، شیخ الحدیث فرماتے ہیں کہ یہ تو نہیں معلوم ہوسکا کہ والد صاحب نے کیا کیا دعائیں کیں لیکن میری ایک ہی دعا تھی اور وہ یہ کہ ''حدیث کا سلسلہ زیر میں شروع ہوا، خدا کرے کبھی چھوٹے نہیں۔''(35)

مولانا اپنے والد صاحب سے علم حدیث سیکھنے کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔

''میں نے اپنی تجویز کے خلاف ابوداؤد شریف کے ساتھ ترمذی بھی شروع کر دی ترمذی بھی شروع کر دی

ترمذی شریف کے بعد بخاری شریف اور ابوداؤد شریف کے بعد نسائی شریف والد صاحب نوراللہ مرقدہ کے یہاں ہوتی اور چونکہ بخاری شریف پہلی دفعہ ہوئی تھی اس لئے والد صاحب نوراللہ مرقدہ نے نسائی شریف کا گھنٹہ بھی بخاری جلد ثانی کو دے دیا اور نسائی شریف جمعہ جمعہ پوری کرائی۔''(36) مزید فرماتے ہیں۔''میرے اور مرحوم کے والد صاحب نوراللہ مرقدہ کے دورہ میں دو اہتمام تھے ایک یہ کہ کوئی حدیث ایسی نہ ہو جو استاد کے سامنے پڑھنے سے رہ جائے دوسرے یہ کہ بے وضو کوئی حدیث نہ پڑھی جائے میرا اور مرحوم کا دستور یہ تھا کہ ہم میں سے جس کو وضو کی ضرورت پیش آجاتی، اس لئے کہ ۵۔۶ گھنٹے مسلسل سبق ہوتا وہ دوسرے کو کہنی مار کر ایک دم اٹھ جاتا اور دوسرا ساتھی فوراً ابا جان پر کوئی اشکال کر دیتا اگر چہ اس کی نوبت تو بہت کم آتی تھی مہینے دو مہینے میں اس کی نوبت آتی۔''(37)

مولانا نے اپنے والد محترم سے ''صرف چار کتابیں پڑھیں بقیہ کتابیں پڑھنے کی نوبت نہیں آئی کیوں کہ اسی سال ۱۰۔ ذیقعدہ ۳۴ھ کو حضرت والد صاحب رحلت فرماگئے۔''(38)

حضرت (مولانا) حافظ عبد اللطیف صاحبؒ:

موصوف کا وطن ضلع مظفر نگر کا قدیم قصبہ ''قاضی پورہ'' تھا جو عوام کی زبان پر پور قاضی کے نام سے معروف ہے مگر انہوں نے ہوش کی آنکھ کھولی تو سہارنپور ہی میں کھولی، مکتب کے مراحل اپنے آبائی وطن میں طے کئے اور قرآن مجید اپنے یہاں کے جید استاد حافظ امانت علی مرحوم سے حفظ کیا، قرآن مجید سے محبت اور اس کی تلاوت کا اندازہ ایسا پیارا تھا کہ اپنے احباب و مخلص کہ ہم عصروں میں بھی ''حافظ صاحب'' ہی کے نام سے زیادہ معروف تھے حالانکہ مظاہر علوم کی مسجد ارشاد پر بیٹھ کر درس نظامی کی ایک ایک کتاب از میزان تا بخاری شریف کا درس دیا۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ ''جامعہ'' میں ابتدائی مدرس مقرر ہو گئے اس وقت آپ کی تنخواہ پندرہ روپیہ ماہوار تھی، پھر آپ علمی جوہر ذاتی استعداد اور مرشد کے فیض توجہ سے ''صدر مدرس'' ہو گئے، ضابطہ میں تو آپ صدر مدرس ہی قرار پائے مگر عملاً جامعہ کا نظم حضرت کی بابت میں آپ ہی کرتے اور جامعہ کا داخلی نظام آپ ہی کے سپرد کر دیا گیا، اس دوران میں دو حج بھی کئے۔''(39)

حضرت حافظ (مولانا) عبد اللطیف صاحبؒ نے اپنی عمر کے تقریباً ۶۵ سال یعنی نصف صدی سے زائد زمانہ ''مظاہر'' میں گذارا ہے جس میں دس برس تدریس و تعلیم کے اور دس برس مدرسی کے اور پندرہ برس صدر مدرسی میں گذرے، جب حضرت خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ آخری حج بیت اللہ کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے تب جزءوکلاء یا رنظامت آپ کو سونپ گئے اور جب حضرت علیہ الرحمۃ نے حجاز میں قیام اور ہندوستان سے ہجرت کی نیت فرمائی تو عہدہ نظامت پر آپ کا استقلال فرما دیا، چنانچہ ۱۳۴۴ھ سے ۱۳۷۳ھ تک کامل تیس برس فرائض نظامت انجام

دیتے رہے اور جس سان سے آپ نے کار نظامت انجام دیا ہے اس کو مظاہر کی تاریخ فراموش نہیں کر سکتی۔

حضرت حافظ (مولانا) عبداللطیف صاحبؒ کی شخصیت ایسی جامع تھی جو درس وتدریس پر حاوی اور درس نظامی کی ہر ہر کتاب کی حافظ تھی منطق فلسفہ ہیئت، صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع تفسیر، حدیث کسی فن کی کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس کو آپ نہ پڑھا چکے ہوں، جس کے متعلق بلاتکلف ہر طالب علم کے سامنے تقریر نہ فرما سکتے ہوں، اپنے آخری دور میں جب کہ مشاغل نظامت ضعف وکبرسنی کے باوجود بڑھ گئے تھے جو طالب علم آپ سے اپنی کسی بھی درس کتاب کے متعلق کوئی حل طلب مسئلہ پیش کرتا تو آپ نے تکان مسئلہ زیر بحث پر وقت نظری اور پوری مدرسانہ شان سے تقریر فرمادیا کرتے تھے۔

جامعہ کے اکثر ملازمین واساتذہ حضرت حافظ (مولانا) عبداللطیف صاحبؒ کے شاگرد تھے آپ اپنے شاگردوں کو بڑھتے اور ترقی کرتے دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور ہر طرح ان کی اعانت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت علیہ الرحمۃ کی زندگی اتنی ہمہ جہت اور کارگاہ تھی کہ وہ کسی وقت بھی اپنے کو غیر معروف رکھنا پسند نہیں کرتے تھے چھٹی کے اوقات اور تعطیل کے ایام بھی ان کے جامعہ ہی میں گذرتے تھے تاکہ ملنے والوں کو سہولت اور جامعہ کے کسی کام میں ادنیٰ سا فرخ بھی واقع نہ ہو۔

''مظاہر'' سے آپ کو عشق تھا اور نہ ''مظاہر'' ہی کا عشق تھا تو انہیں ہندوستان سے کئی ہزار میل دور سمندر پار ''برما'' لے گیا حالانکہ پچہتر (۷۵) برس کی عمر میں اتنا طویل سفر کسی طرح بھی راحت بخش نہیں ہوسکتا، خواہ سہولت کے کتنے ہی اسباب میسر ہوں۔

آپ کے اس تاریخی اور آخری سفر کی یاد آج بھی برما کے ہر فرد کے دل پر ثبت ہے اور اب تک رنگوں میں آپ کے ریکارڈ کی ہوئی تقریریں ذوق وشوق سے سنی جاتی ہیں۔ بہرحال برما کا یہ سفر حضرت علیہ رحمۃ کے لئے ''مظاہر'' کی آخری خدمت کی حیثیت رکھتا ہے اور دنیا جانتی ہے کہ ان کی یہ آخری خدمت ایسی تابناک خدمت ہے اور اس کو مجلس سناس نظریں کبھی فراموش نہیں کر سکیں گی۔

حضرت حافظ صاحبؒ کا حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جیسا تعلق تھا، اس کو دیکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں ہمیشہ ''حضرت شیخ'' کہہ کر ذکر فرماتے اور ہمیشہ آپ کی رائے کو فوقیت دیتے۔''(40)

حضرت مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

''۵ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ میں آپ بمقام سنبھل سرائے ترین ضلع مرادآباد میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اُردو اسکول میں ہوئی، وہاں کی تعلیم ختم کرکے دنیوی کام میں لگادیا، مگر علم کا شوق آپ کے دل میں چٹکیاں لیتا رہا، عہد شباب میں

شادی بھی ہوئی، اس وقت علوم عربیہ دینیہ کی تعلیم نے موصوف کو عربی پڑھنے پر ابھارا، کڑھ موسی خان کے مدرسہ البشرع میں جو سرائے ترین ڈھائی میل کے فاصلہ پر ہے روز آنہ پڑھنے جاتے اور شام کو گھر واپس آجاتے، اسکے بعد قصبہ حسن پور ضلع مرادآباد کے مدرسہ عربیہ میں داخل ہوکر مولانا محمد احمد الدین خان صاحب سرحدی سی عربی صرف ونحو کی تعلیم مکمل کی اس کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ لاہور میں حضرت مولانا غلام محمد صاحب ان تمام علوم کے امام کامل ہونے کے ساتھ ساتھ وقت کے قدر شناش بھی ہیں تو آپؒ لاہور پہنچے اور مولانا سے علمی تبحر حاصل کیا، خصوصاً علم ہیئت میں بلند مرتبہ پایا، اس کے بعد حدیث شریف اور کئی کتابیں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ سے دیوبند میں پڑھیں۔

فراغت کے بعد سب سے پہلے آپ نے سرائے ترین کے مدرسہ علوم اسلامیہ میں درس دیا اور تقریباً چھ برس وہاں تعلیم وتدریس کی خدمت انجام دی، اس کے بعد مولانا کو امرتسر مدرسہ نعمانیہ کے مہتمم اور بانی حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ نے صدر مدرسی پر بلالیا، اس کے بعد علی گڑھ کے مدرسہ یوسفیہ میں بلائے گئے اور عرصہ دراز تک وہاں جملہ علوم وفنون اور فقہ وحدیث کا درس دیا، بڑے بڑے فاضل تعلیم یافتہ وہاں کے موصوف کے شاگرد ہیں ایک سال اس مدرسہ میں نواب صاحب نے دستار بندی کا جلسہ کرایا جس میں مولانا امروہی اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ تشریف لائے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ مہاجر مدنی نے مولانا کو مدرسہ مظاہر العلوم کی مدرسی کے لئے نواب صاحب سی طلب کیا، انہوں نے اجازت دیدی، اور مظاہر علوم میں مولانا نے برسوں تک حضرت سہارنپوریؒ کی موجودگی میں نائب صدر کی حیثیت سے درس دیا، شاگردوں میں بڑے بڑے فضلاء آپؒ سے مستفید ہوکر درس کے اعلیٰ درجہ پر پہنچے، مثلاً سلطان المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور وخلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ، حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب شیخ التفسیر واستاد حدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب کشمیری، حضرت مولانا منظور احمد خان صاحب مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی، حضرت مولانا عبدالغنی صاحب بارہ بنکوی، حضرت مولانا عبدالحق صاحب مگر ہائی مجاز حضرت تھانویؒ، حضرت مولانا شاہ محمد حیات صاحب، صاحب شیخ الحدیث ربانی جامعہ حیات العلوم مرادآباد، حضرت مولانا محفوظ الرحمان صاحب نامیؒ، حضرت مولانا شکر اللہ صاحب مبارکپوری، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلویؒ، اور خلف الرشید حضرت مولانا قاری عبدالمسید صاحب خلیفہ ومجاز حضرت شیخ الحدیثؒ بمبئی وغیرہم، آپ کے علمی فضیلت کا اندازہ آپ کے ان تلامذہ کے کمال سے ہوسکتا ہے۔

آخر میں دارالعلوم میو ضلع اعظم گڑھ میں صدر مدرسی کی خدمات کئی سال انجام دیں وہاں بیمار ہوگئے ،تو آپ کے برادر نسبتی حضرت مولانا محمد حیات صاحب آپ کو وطن مالوف سنبھل سرائے ترین لے آئے اور کچھ مہینوں کی علالت کے بعد رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا قد درمیانہ تھا، ہمیشہ نیچی نگاہ رکھتے تھے بائیں جانب پشت پر شانے کے قریب ایک مسئلہ تھا اور اس پر دو یا تین بال بھی تھے اس کو دکھلا کر یوں فرمایا کرتے کہ آنحضرت ﷺ کے جسم اطہر پر مہر نبوت بھی اسی جگہ تھی ،مولانا عبدالوحید صاحبؒ نے عمر بھی تریسٹھ (۶۳) برس کی پائی اور اس طرح قدرتی طور پر یہ سنت بھی ادا ہوئی ،نماز جنازہ میں کثرت ہجوم کی بناء پر جگہ کے لئے مشورہ ہوا تو ایک کاشت کار نے اپنا کھیت پیش کر دیا جس میں گیہوں اُگے ہوئے تھے اور تقریباً چھ انگل کھڑے تھے لوگوں نے کہا کہ کھیت پامال ہو جائے گا مگر اس نیک دل نے کہا کہ کچھ پرواہ کی بات نہیں چنانچہ وہیں نماز جنازہ ہوئی اور اس سال کھیت میں دوگنی یا تین گنی مقدار میں غلہ پیدا ہوا۔کئی سال گذرنے کے بعد ایک مرتبہ کثرت باراں کے سبب قدموں کی جانب سے قبر مبارک بیٹھ گئی اور روزن کھل گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ کفن بعینہٖ اسی طرح صحیح وسالم اور صاف ستھرا گویا ابھی دفن کیا گیا ہے۔'' (41)

خلاصہ کلام:

حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی کی تربیت ایک طرف تو خانقاہ کے ماحول میں ہوئی جو کہ تمام بڑے اکابر کا مرکز تھی تصوف ،تزکیہ، کے حوالے سے بزرگوں کی آغوش میں پروان چڑھے۔خصوصاً والد صاحب کی تربیت ایک ایسے استاد کی تھی جو اپنے شاگرد کو اپنے سے بہتر بنانے کی جستجو میں ہو۔اسی طرح حضرت گنگوہی ،حضرت رائپوری، حضرت تھانوی ،حضرت مدنی ،حضرت الیاس جیسے اکابرین کی قدم بقدم رہنمائی اور تربیت میسر تھی ان اکابر کا تعارف بیان کیا گیا ہے۔کہ وہ اپنے زمانہ کے قطب اور اولیاء کا درجہ رکھتے تھے۔حضرت شیخ الحدیث کی علمی اور فکری تربیت کرنے والے جن میں آپ کے والد بزرگوار۔خلیل احمد سہارنپوری ،مولانا شیخ الہند محمود الحسن ،مولانا عبداللطیف، جیسے کبار اکابر تھے جنہوں نے علم شریعت ،علم حدیث کے حوالے سے ایسی معیاری تربیت فرمائی کہ آج تک ان کی تربیت سے نکلنے والے شاگرد کا نام دنیا حدیث کی خدمت کے حوالے سے جانتی ہے۔

﴾باب سوم: حوالہ جات﴿

1۔ چالیس بڑے مسلمان، حافظ محمد اکبر شاہ، سید، کراچی، ادارۃ القرآن، ۲۰۰۱ء، جلد دوم، ص ۲۲۴
2۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، انگلینڈ، دار العلوم العربیہ الاسلامیہ، ۱۴۰۵ھ، ص ۶۲۱
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً، ص ۶۲۲
7۔ ایضاً، ص ۶۲۳
8۔ ایضاً، ص ۶۲۴
9۔ ایضاً، ص ۶۲۴
10۔ ایضاً، ص ۶۲۵
11۔ ایضاً، ص ۶۲۵ تا ۶۲۶
12۔ ایضاً، ص ۶۲۶ تا ۶۲۷
13۔ ایضاً، ص ۶۲۷ تا ۶۲۸
14۔ ایضاً، ص ۶۲۸
15۔ مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت، ابوالحسن ندوی، سید، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۵ء، ص ۴۶
16۔ ایضاً، ص ۵۷
17۔ ایضاً
18۔ سوانح قاسمی، مناظر احسن گیلانی، سید، دار العلوم دیوبند، ۱۳۷۳ھ، ج ۲، ص ۱۲۷
19۔ مطالعہ پاکستان، عبد القادر خان، لاہور، پنجاب پبلشنگ کارپوریشن، ۱۹۸۴ء، ص ۵۸
20۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت، ابوالحسن ندوی، سید، محولہ بالا، ص ۵۷
21۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۶۲۹

22۔ایضاً،ص۶۲۹ تا ۶۳۰

23۔ایضاً،ص۶۳۰

24۔ایضاً

25۔ایضاً،ص۶۳۱

26۔ایضاً

27۔ایضاً،ص۶۳۱ تا ۶۳۲

28۔ایضاً،ص۶۳۳

29۔ایضاً،ص۶۳۴

33۔ایضاً

31۔ایضاً،ص۶۳۵

32۔ایضاً،ص۵۵ تا ۵۷

33۔سوانح حضرت شیخ الحدیث" ابوالحسن علی ندوی، مولانا، لکھنؤ، مکتبہ اسلام، ۱۹۸۲ء، ص۴۰

34۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص۵۹ تا ۶۱، الجزالاول

35۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، کراچی، معہد الخلیل الاسلامی، س ن، نمبر۲، ص ۸۷

36۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۲، ص۶۲

37۔ایضاً،ص۶۳

38۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص۱۰۳

39۔سوانح حضرت شیخ الحدیث" ابوالحسن علی ندوی، مولانا، محولہ بالا، ص۱۱۵

40۔ایضاً،ص۱۲۰

41۔ایضاً،ص۱۲۷

باب چہارم

باب چہارم : دینی و علمی خدمات

مسلمانوں نے جب ہندوستان میں قدم رکھے تو اس وقت ہر طرف غیر مسلم اقوام کا غلبہ تھا مسلمان انتہائی چھوٹی سی اقلیت میں تھے لیکن مسلمان علماء و مشائخ نے اس کفرستان میں اسلام کی اس شمع کو روشن رکھنے کے لئے قرآن حکیم کے اصول دعوت و تبلیغ کو اساس بنایا۔ اسی دعوتی حکمت عملی کے نتیجے میں دین اسلام کی ہندوستان میں زبردست اشاعت ہوئی لوگوں نے جوق در جوق اسلام قبول کیا۔ علماء اور مشائخ کی ان تبلیغی کاوشوں نے اسلام کی روشنی کو ہندوستان کے کونے کونے تک پہنچا دیا۔ مولانا محمد زکریا کاندھلوی کا شمار بھی ان ہی بزرگوں میں ہوتا ہے آپ نے دینی دعوت کے اس مشن کو اپنی زندگی کا اہم حصہ بنا دیا۔ اس سلسلے میں آپ کی کاوشیں ملاحظہ ہوں۔

تبلیغی جماعت کے کام میں رہنما کردار:

علماء دیوبند کے تسلسل میں ایک نام مولانا شاہ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جنہوں نے دینی دعوت کے حوالے سے تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی دعوت و تبلیغ کا مبارک کام جو مجدد تبلیغ حضرت شاہ محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خاص اصولوں پر شروع فرمایا اور جس نے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کیا حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روز اول سے اس کے سرپرست مشیر خاص اور مرشد عام رہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کتابوں کے ذریعہ اس کام اور اس کا اٹھان کا پورا تعارف صرف آپ ہی نے کرایا ہے تو مبالغہ کی بات نہ ہوگی پھر اس کام کے بانی اول اور امیر ثانی و ثالث سے گہرے نسبی تعلقات بھی تھے اس اعتبار سے یہ کام حضرت شیخ الحدیثؒ کے اپنے گھر کا کام ہے۔

مولانا الیاس کی وفات کے بعد انکی تعزیت کو آنے والوں کے لئے آپ نے ایک تحریر لٹکا دی کہ ''نظام الدین میں آنا محض رسمی تعزیت ہے اصل تعزیت وہ کام ہے اور اس میں ہمارا ہاتھ بٹانا ہے جس میں جان کھپاتے ہوئے چچا جان تشریف لے گئے اس کا اللہ کے فضل سے بہت اچھا اثر ہوا کہ اتنی کثرت سے جماعتیں نکلیں کہ حضرت چچا جان کی حیات میں بیک وقت اتنی نہ نکلیں تھیں۔'' (1)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے زمانہ میں رمضان المبارک پابندی کے ساتھ آپؒ یعنی نظام الدین میں گذارا کرتے تھے قلبی اور روحانی اعتبار سے اس کام سے آپؒ کو تعلق ہی نہیں بلکہ محبت بھی تھی، لوگوں کو برابر مرکز نظام الدین حاضر ہونے کا مشورہ دیتے رہتے تھے آپؒ کے نزدیک مرکز

تبلیغ میں حاضر ہونا تصفیہ قلب کے لئے بہت مفید ہے۔تبلیغی کام کی حضرت کے نزدیک اہمیت وافضلیت کا اندازہ ان کے درج ذیل بیان سے ہوتا ہے۔ ''دیکھو تبلیغ کا کام جو آج چل رہا ہے بہت اونچا عمل ہے یہ کام مدرسہ سے بھی اونچا ہے خانقاہ سے بھی اونچا ہے یہ کام نہ مدارس میں ہو رہا ہے نہ خانقاہ میں یہ بات میں علماء اور مولویوں سے کہتا ہوں اس بات کے کہنے کا صرف ہم ہی کو حق ہے ہم کہہ سکتے ہیں۔''(2)

مولانا الیاس تبلیغ کے حوالے سے مولانا زکریا کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔اس کو مولانا زکریا آپ بیتی میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔''اس ناکارہ کے چچا جان قدس سرہ کا ایک مقولہ تھا جو بار بار فرمایا کہ میری تبلیغ کا جتنا یہ (زکریا) مخالف ہے اتنا بڑے سے بڑا مخالف بھی مخالف نہ ہوگا اور میری تبلیغ کی تقویت اور حمایت جتنی اس سے حاصل ہے اتنی میرے کسی موافق سے موافق اور معین وکارکن سے بھی حاصل نہیں ہے۔''(3)

مولانا تبلیغی کام کو اہمیت دیتے تھے اس سلسلے کام کرنے کے حوالے سے نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''تبلیغی جماعت والے منکرات پر نکیر نہ کریں :

فرمایا،تبلیغ کے لوگوں سے ضرور ایک بات کہوں گا کہ وہ منکرات کو نہ چھیڑیں یہ ایک کام کو لے کر چلے ہیں بس اسی پر ہیں ،حضرت تھانویؒ بھی فرماتے تھے کہ تبلیغ والوں کا ایک اصول ہے جب منکرات پر نکیر نہ کرنا ایک اصول بنایا ہے تو ضرور اس پر عمل کریں''(4)

تحریک تبلیغ کے ابتدائی زمانے میں جو گفتگو تبلیغ کے سلسلہ میں مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی سے فرمائی تھی اس کو بیان کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں۔'' چچا جان کا اصرار حضرت رائپوری پر یہ رہتا تھا کہ دہلی تشریف آوری زیزدہ ہوا کرے،اور کئی دن کے لیے ہوا کرے،چنانچہ ایک مرتبہ یہ ناکارہ در حضرت رائپوری قدس سرہٗ پہنچے ہوئے تھے،واپسی میں چچا جان نور اللہ مرقدہٗ بھی ساتھ تشریف لائے،چچا جان نے فرمایا کہ راستہ میں میرٹھ اترنا ہے،میں نے عرض کیا میں تو اتروں گا نہیں،سیدھا سہارنپور جاؤں گا،آپ دونوں حضرات اس گاڑی سے اتر کر دوسری گاڑی سے سہارنپور آویں،سہاں استقبال کروں گا،حضرت رائپوری نے فرمایا اگر تم نہیں اتروگے میں بھی نہیں اتروں گا میں نے عرض کیا چچا جان آپ کے ساتھ ہوں گے،چچا جان نے زور سے فرمایا کہ نہیں تم بھی اتروگے،غرضیکہ اترنا طے ہوگیا آٹھ بجے کے قریب میرٹھ پہنچے حضرت میرٹھی نور اللہ مرقدہٗ اس قدر خوش ہوئے کہ کچھ حد وحساب نہیں،یہ گرمی کا موسم تھا اور حضرت میرٹھی قدس سرہٗ کے زنانہ مکان کے نیچے ایک تہہ خانہ ہے نہایت ٹھنڈا،مولانا کو مکان بنوانے کا بہت ہی سلیقہ تھا،اس تہہ خانہ کا ایک زینہ زنانہ میں اور ایک مردانہ میں تھا،اگر اس کو زنانہ کرنا ہو تو مردانہ زینہ بند کر دیا جائے اور اگر اس کو مردانہ

کرنا ہوتو زنانہ زینہ بند کر دیا جاتا ہے،مولانا نے اس میں خوب چھڑکاؤ کرایا تین چارپائیاں بچھوائیں،اور خالی جگہ میں بوریا،اس پرسیتل پاٹی کا فرش بچھایا اور کھانے سے فارغ ہوکر بہت خوشی خوشی ہم لوگ آگے آگے اور مولانا میرٹھی ہمارے پیچھے پیچھے تہہ خانہ میں پہنچ گئے،مولانا نے چچا جان کو خطاب فرما کر کہا کہ حضرت مولانا آپ کی خدمت میں بہت دنوں سے کچھ عرض کرنے کو جی چاہ رہا ہے،میری وہاں حاضری نہ ہوئی اور آپ یہاں تشریف نہ لا سکے اس وقت یہ دونوں حضرات (حضرت رائپوری اور حضرت شیخ) بھی تشریف فرما ہیں مجھے کچھ عرض کرنا ہے،نشست اس طرح کے اور حضرت رائپوری ایک جانب اور چچا جان اور حضرت میرٹھی برابر برابر دوسری جانب حضرت میرٹھی نے عرض کیا کہ تبلیغ تو سر آنکھوں پر،اس سے تو کسی کو انکار نہیں،اس کے ضروری ہونے میں بھی اور مفید ہونے میں بھی مگر جتنا غلو آپ نے اختیار کرلیا یہ اکابر کے طرز کے بالکل خلاف ہے،آپ کا اوڑھنا،بچھانا سب تبلیغ ہی بن گیا آپ کے ہاں نے مدرس کی اہمیت،نہ خانقاوں کی، چچا جان کو بھی غصہ آگیا،فرمایا جب ضروری آپ بھی سمجھتے ہیں تو آپ خود کیوں نہیں کرتے،اور جب کوئی کرتا نہیں تو مجھے سب کے حصہ میں فرض کفایہ ادا کرنا ہے،غرض دونوں بزرگوں میں خوب تیز کلامی ہوگئی اور حضرت اقدس رائپوری نوراللہ مرقدہٗ کو کچھ ایسا رنج وقلق ہوا کہ کانپنے سے لگے میں نے چپکے سے حضرت رائپوری کے کہنی مارکر (وہ دونوں اپنی تقریر میں تھے انھوں نے دیکھا بھی نہیں) کہا کہ ''میرٹھ اتریں گے'' میں بھی چار پانچ منٹ خاموش بیٹھا رہا،اور جب میں نے دیکھا کہ دونوں اکابر کا جوش ڈھیلا پڑ گیا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت کچھ میں بھی عرض کروں تو تینوں حضرات نے متفق اللسان ہوکر فرمایا،ضرور ضرور،حضرت رائپوری نے فرمایا کہ اتنی دیر سے چپ بیٹھے رہے ہیں میں نے کہا کہ بڑوں کی باتوں میں سب کا چھوٹا کیا بولتا میں نے حضرت میرٹھی کی طرف متوجہ ہوکر عرض کیا کہ حضرت یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ میں ان سب اشکالات میں آپ کے ساتھ ہوں،اس لفظ پر چچا جان کو غصہ آیا مگر کچھ بولے نہیں اس کے بعد میں نے کہا کہ کام کوئی دین کا ہو یا دنیا کا ہو تو چند مطلب لے کر نہیں ہوا کرتا کام تو جو ہوتا ہے یکسوئی اور اس کے پیچھے پڑ جانے سے ہوتا ہے بات یہ ہے کہ جو شخص جس کی سرپرستی کرے گا اس کو اسی کا دلو جان سے ہونا پڑے گا چنانچہ ہمارے اکابر میں سے جس نے بھی جو کام لیا ہمہ تن اس میں لگ گئے،(حضرت رائپوری نے میری تائید فرمائی کہ سچ فرمایا،میں نے کہا حضرت! چچا جان اپنے اس حال میں مغلوب ہیں،آپ کو بھی معلوم ہے اور ہم کو بھی اور کوئی کام بغیر غلبہ حال کے نہیں ہوتا،خبر نہیں کیا بات کے حضرت میرٹھی کو یکدم ہنسی آگئی اور میرے چچا جان بھی ہنس پڑے بات کو بھی دونوں ختم کرنا چاہتے تھے اس کے بعد میں نے حضرت میرٹھی سے عرض کیا کہ کھانے میں اتنے تو مال کھلا دیتے،میرے تو بیٹھنا مشکل ہو رہا ہے اب آپ تشریف لیجا دیں ہم کو آرام کرنے دیں،چنانچہ مولانا ایکدم اٹھ گئے۔'' (5)

تبلیغی کام کرنے والوں کے لیے ایک اہم ھدایت:

مولانا تبلیغ کے کام میں مصروف افراد کو ھدایات دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''لیکن تبلیغ والوں سے کہتا ہوں غور سے سن لو یہاں بہت سے تبلیغ والے بھی ہوں گے اچھی طرح سن لیں کہ ان کو بالکل اجازت نہیں کہ وہ اس بات کو اپنی زبان سے کہیں حضرت چچا جان نوراللہ مرقدہ' خود فرمایا کرتے تھے کہ علم وذکر تبلیغ کی گاڑی کے دو پہیے ہیں ان کے بغیر تبلیغ نہ چل سکے گی، حضرت نوراللہ مرقدہ' خود مدرسہ کا اہتمام فرماتے تھے اس لیے تبلیغ کا کام کرنے والوں کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ وہ اس تبلیغی کام کو مدارس یا خانقوں پر فضیلت دیں زبان سے یا اشارہ کنایہ سے خوب سمجھ لو اور غور کرلو مگر ایک بات مولویوں سے کہتا ہوں کہ تم منکرات پر ضرور ٹوکو۔

پھر فرمایا! بارہا والد صاحب نوراللہ مرقدہ' میرے تھپڑ مار دیا کرتے تھے اور فرماتے کہ ایسا میں اس لیے کرتا ہوں کہ کہیں صاحبزادگی کا تم میں سور نہ پیدا ہو جائے۔ آج ہم اپنے بچوں کو تو ہاتھ نہ لگائیں اور دوسرے کے بچے کو نہی عن المنکر کے آڑ میں ماریں کلکم داع وکلکم مسول عن رعیتہ ،یعنی ہر ایک شخص سے اس کے ماتحت کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس کی نگرانی کی تھی یا نہیں۔'' (6)

حضرت شیخ الحدیثؒ آپ بیتی میں فرماتے ہیں!

''حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے یہاں تبلیغی سلسلہ میں بھی جب کوئی بات پیش آتی تو بے تکلف فرمادیتے کہ شیخ صاحب کے یہاں جب تک پیش نہ ہو اس وقت تک فیصلہ نہیں کر سکتا، میرے دھلی کے ہر سفر میں کئی کئی مسئلے ایسے ہوا کرتے تھے کہ جن کے متعلق سنتا تھا کہ وہ میرے مشورے اور منظوری پر رکے ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ چچا جان کو کسی نے مشورہ دیا کہ تبلیغی جماعت کو ایک ایک جھنڈا بھی دے دیا جائے تا کہ صحابہ کرامؓ کے وفد کے ساتھ مشابہت ہو جائے، میری رائے پر اس کو موتوف رکھا تھا، جب مجھے پوچھا گیا، تو میں نے کہا کہ وہ تو جہاد کے لئے ہوتا تھا اور یہ جماعتیں تو نماز کے واسطے بلانے جاتی ہیں اور نماز کے لئے تو حضور اکرم ﷺ منع فرما چکے ہیں۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ہاں حضرت شیخ الحدیث کا لحاظ نظام الدین میں عید کی نماز چچا جان کے زمانہ میں نہیں ہوتی تھی اس پر میں نے کہا کہ ہم نے تو سنا تھا کہ عید کے لئے جنگل میں جانا سنت ہے تو تم شہر میں کیوں جاؤ تو میرے خاطر میں چچا جان نے پہلی دفعہ نظام الدین میں عید کی نماز پڑھی پھر شروع ہوگئی۔'' (7)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اس حقیقت سے آشنا تھے کہ دعوت وتبلیغ کا یہ کام کار نبوت ہے اور اس بار گراں کو اٹھانے کے لئے ظاہری ومادی وسائل سے بڑھ کر اکابر اولیا اللہ کی دعا اور ہمت وتوجہ کی دولت درکار ہے اور جب تک

ان سے قلبی رابطہ پیدا کر کے ان سے روحانیت کا انجذاب نہ کیا جائے اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے حضرت شیخ الحدیثؒ کے نام ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

'' میرے عزیز! اس تبلیغ کے بوجھ کو بھاری سمجھتے ہوئے بطور اضطرار آپ کی خدمت میں دعا اور ہمت کا سائل ہو کر خط لکھتا ہوں میرے عزیز! اس پر شک نہیں کہ آپ کی ہر طرح کی ہمت اور ہر طرح کی شرکت اس کے فروغ کا سبب ہے نیز تمہاری اس ہمت کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ بندہ ناچیز کو اس تبلیغ کے اصول قرار دینے میں آپ کی صحبت کو بہت زیادہ دخل ہے اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے شکر کی توفیق بخشیں۔

اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اور جب کہ آثار ہیں یہ تبلیغ فروغ پکڑے گی تو انشاء اللہ تمہاری یہ تصانیف اور فیوض ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ عرب وعجم کو سیراب کریں گے، اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے میری اس میں دعا سے مدد کیجیو میں بھی دعا کرتا ہوں۔'' (8)

بہر حال چھوٹے ہونے کے باوجود حضرت شیخ الحدیثؒ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے مشیر اور تبلیغ کے سرپرست تھے واقعہ یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی جو عظمت و بزرگی اور جو قدر و قیمت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے قلب مبارک میں تھی وہ بہت سے مریدان با اخلاص کے دلوں میں بھی نہیں ہوگی کیونکہ عظمت بقدر معرفت ہوا کرتی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے وصال کے بعد حضرت اقدس مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے دور میں حضرت شیخ الحدیثؒ پر تبلیغ کی سرپرستی کا بار دو چند ہو گیا تھا، خود حضرت جیؒ (حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ) کو حضرت شیخ الحدیثؒ سے والہانہ محبت تھی اور وہ یہ چاہتے تھے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ ان کی ہمہ وقت نگرانی وسرپرستی فرمائیں حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس دور ثانی میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ساتھ ایسی شفقت ومحبت کا معاملہ فرمایا کہ یا ید و شاید ان کی دلداری وہمت افزائی کی خاطر اپنی علمی مصروفیات کو قربان کر دینے سے بھی دریغ نہیں فرمایا، الغرض حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے زمانہ میں اپنی خوردی کے باوجود حضرت شیخ الحدیثؒ تبلیغ کے سرپرست تھے اور دور ثانی میں بزرگانہ حیثیت سے تبلیغ اور اہل تبلیغ کے مرشد ومربی اور سرپرست اعلیٰ رہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بعد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہم العالی کا دور شروع ہوا، اس دور میں بھی حضرت شیخ الحدیثؒ نے تبلیغ کی سرپرستی کا حق ادا فرمایا، جس کا ایک نمونہ وہ واقعہ ہے جسے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے تحریر فرمایا۔ مولانا لکھتے ہیں۔

''اس اصابت رائے کا نمونہ یہ تھا کہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے انتقال پر باوجود ایک حلقہ کی خواہش وتقاضہ اور جذباتی تعلق کے اپنے لخت جگر عزیز مولوی ہارون کو اپنے والد و دادا کا جانشین بنانے کے بجائے (جن سے اہل

میوات کو جذباتی تعلق تھا) زمانہ کی نزاکتوں اور وقت کے فتنوں کے پیش نظر مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ عالی کو جانشین بنایا جو مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے شروع کے شریک کار دست راست اور مشیر و معاون تھے اور جو اپنے فہم، تجربہ علم وہنر کی وجہ سے جماعت اور کام کی صحیح رہنمائی کر سکتے تھے شیخ الحدیثؒ کے اس انتخاب اور فیصلہ پر ایک حلقہ نے احتجاج بھی کیا اور بعض عمائد دہلی نے شیخ الحدیثؒ اس پر مضبوطی سے قائم رہے اور بعد کے تجربوں نے اور دعوت کی موجودہ ترقی، مقبولیت اور عالمگیر وسعت نے ثابت کر دیا کہ یہ فیصلہ وانتخاب صحیح وحق بجانب تھا۔''(9)

شیخ الحدیثؒ نے تبلیغی دعوت کے حوالے سے چھ نمبروں کی طرح تشریح فرمائی:

'' مولانا نے فرمایا کہ دیکھو پہلے نمبر یعنی کلمہ شریف کی حقیقت کو سمجھنے سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے تمام عمر انسان محنت کرتا رہے اور معرفت الٰہیہ کے مدراج طے کرتا رہے تو پھر بھی معرفت کامل اسے حاصل نہیں ہو سکتی کبھی بھی وہ ایسے مقام پر نہیں پہنچ سکتا جس سے اوپر اور مقام اعلیٰ نہ ہو لہٰذا اس پہلے نمبر پر جوں جوں محنت کی جائے گی انسان معرفت پروردگار میں ترقی کرتا جائے گا اور یہی ہماری زندگی اور ذکر کی بہترین صورت نماز ہے جو تبلیغ کا دوسرا نمبر ہے ہمیں دن رات کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری ہر نماز پہلی نماز سے بہتر ہو، جوں جوں ہماری نماز اعلیٰ بنتی جائے گی ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا جائے گا نماز کا ایک جسم ہے اور ایک روح جسم تو یہ ہے کہ ہمارے تمام اعضاء وزبان سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق حرکات وسکون کریں اور روح یہ ہے کہ نماز کے اندر خشوع وخضوع ہو اور قلب خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو غیر متعلقہ خیالات تو ضرور آئیں گے مگر کوشش کی جائے تو ہر رکن نماز میں کم از کم تین مرتبہ خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور ذکر کے نور سے منور ہو جائے اس طرح اگر نماز قائم کر لو گے تو انشاء اللہ اس نماز کی برکت سے فحش اور منکر کاموں سے بچ جاؤ گے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے تیسرے نمبر یعنی علم وذکر کے متعلق بھی ارشادات فرمائے جو موتیوں اور جواہرات سے قیمتی ہیں آپ نے فرمایا علم کے بغیر کسی بھی عمل کا جسم قائم نہیں ہو سکتا اور ذکر کے بغیر کسی بھی عمل میں روح نہیں آسکتی فرائض کی ادائیگی کیلئے فرائض کا علم ہونا ضروری ہے لہٰذا ہر انسان پر جو جو چیزیں فرض ہیں ان کے متعلق علم حاصل کرنا بھی فرض ہے، لہٰذا نماز کے متعلق ضروری مسائل معلوم کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے جو تجارت کرتا ہے اسے تجارت کے متعلق مسائل معلوم کرنا از حد ضروری ہے اس طرح مالدار پر زکوٰۃ کے مسائل اور حج کے مسائل معلوم کرنے ضروری ہیں غریب کو یہ مسائل معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے کسی عمل کو صحیح طور پر ہم ادا نہیں کر سکتے جب تک اس عمل کے متعلق صحیح علوم حاصل نہ کر لیں، اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ '' طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ '' یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مرد اور

عورت پر فرض ہے صحیح علم کے مطابق صحیح عمل کرتے وقت دل خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے یعنی دل کے اندر خدا کے ذکر کی کیفیت موجود ہو، ہر وقت دل میں فکر رہے کہ میرا کوئی فعل اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف نہ ہونے پائے ذکر کی حقیقت ہی یہ ہے کہ دھیان خدا تعالیٰ کی طرف رہے، علم بغیر عمل کے مفید نہیں رہے اور حقیقی ذکر بغیر علم کے حاصل نہیں ہوسکتا، علم اور ذکر دونوں کا ہونا مومن کے اندر ایک ایسا نور پیدا کرتا ہے جو بیان سے باہر ہے۔ چوتھا نمبر اکرام مسلم کا ہے اس کے متعلق حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ صرف حق العباد ادا کرنا کافی نہیں ہے اکرام کا تقاضا یہ ہے کہ جس آدمی کا ہمارے اوپر کوئی حق ہے اسے اس کے حق سے کچھ زیادہ دیا جائے یہ ہے اکرام اور یہی ہے اخلاق خدا تعالیٰ سے مانگنا عبادت ہے اور مخلوق کو دینا اخلاق ہے اور دین ان دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔ تبلیغ کا پانچواں نمبر تصحیح نیت یعنی اخلاص ہے کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں ہوگا جب تک اس میں تین شرائط نہ پائی جائیں۔

<u>پہلی شرط:۔</u> ایمان ہے یعنی عمل کرنے والا مومن ہو۔

<u>دوسری شرط:۔</u> سنت رسول اللہ ﷺ کی مطابقت ہے۔

<u>تیسری شرط:۔</u> اخلاص ہے۔

یعنی عمل میں نیت صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی ہو، جب تک کوئی عمل خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے نہ کیا جائے قبول نہ ہوگا، خواہ عمل کتناہ اونچا ہو، شہادت بھی بغیر حصول رضائے خداوندی کے قبول نہ ہوگی، لہٰذا ہر عمل کے شروع میں اور آخر میں اپنی نیت کی تصحیح کرلو تو عمل قبول ہوگا۔

<u>چھٹا نمبر تبلیغ کا ہے:۔</u>

تبلیغ ایک محنت کا نام ہے جس سے تمام اعمال صالح زندہ ہوتے ہیں اس محنت کے بغیر امت محمد ﷺ میں اعمال صالح قائم نہیں رہ سکتے جب خیر غالب ہو شر پر تبلیغ فرض کفایہ ہے اور اگر خدانخواستہ شر غالب ہو خیر پر جیسا کہ ہمارے اس زمانے میں ہے تو ہر مسلمان پر تبلیغ کرنا فرض عین ہے کیونکہ افراد کا عروج اعمال صالح سے ہوتا ہے اور امت کا عروج تبلیغ سے اس عمل سے تمام امت محمد ﷺ کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ہمارے اس عمل سے ہمارے بزرگوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور ان کے مراتب بھی بڑھیں گے کیونکہ انہوں نے ہی ہمیں یہ عمل بلواسطہ یا بلا واسطہ سکھایا تھا ہمارے زمانے کے انسانوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور آنے والی نسلوں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔''(10)

حضرت شیخ الحدیثؒ فضائل صدقات میں صدقہ جاریہ کے متعلق کہ بہترین چیزیں وہ ہیں جن کا ثواب مرنے کی بعد بھی ملتا رہے چنانچہ ذیل میں فرماتے ہیں۔'' جو شخص کسی کار خیر پر کسی کو ترغیب دے اس کو بھی ایسا ہی ثواب ہے جیسا کرنے والے

کو یہ حدیث مشہور ہے بہت سے صحابہ کرامؓ سے حضورﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا کہ بھلائی کا راستہ بتانے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کو کرنے والا ہے، حق تعالیٰ شانہ عم نوالہ کی عطا اور احسان بخشش اور انعام کا کیا ٹھکانا ہے اس کی عطائیں اس کے الطاف بے محنت ملتے ہیں مگر ہم لینا ہی نہ چاہیں تو اس کا کیا علاج ہے ایک شخص خود نفلیں کثرت سے نہیں بڑھ سکتا وہ دوسروں کو ترغیب دے کر نفلیں پڑھوائے اس کو بھی اس کا ثواب ہو خود نادار ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے مال کثرت سے خرچ نہیں کرسکتا، دوسروں کو ترغیب دے کر خرچ کرائے اور خرچ کرنے والوں کے ساتھ خود بھی ثواب کا شریک بنے۔ ایک شخص خود بھی روزے نہیں رکھ سکتا، حج نہیں کرسکتا جہاد نہیں کرسکتا اور کوئی عبادت نہیں کرسکتا لیکن ان چیزوں کی دوسروں کو ترغیب دیتا ہے اور خود ان سب کا شریک بنتا ہے بہت غور سے سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ اگر آدمی اپنے آپ ہی ان سب عبادتوں کو کرنے والا ہو تو ایک ہی کے کرنے کا ثواب تو ملے گا لیکن ان چیزوں پر (۱۰۰) سو آدمیوں کو ترغیب دے کر کھڑا کر دے تو (۱۰۰) سو کا ثواب ملے گا اور ہزار دو ہزار کو اور ان سے زیادہ کو لگا دے تو جتنے لوگوں کو آمادہ کرے گا سب کا ثواب ملتا رہے گا اور لطف یہ ہے کہ خود اگر مر بھی جائیگا تو ان اعمال کے کرنے والوں کے اعمال کا ثواب بعد میں بھی پہنچتا رہے گا کیا اللہ تعالیٰ کے احسانات کی کوئی حد ہے اور کس قدر خوش نصیب ہیں۔

وہ لوگ جو لاکھوں کو اپنی زندگی میں دینی کاموں پر لگا گئے اور اب مرنے کے بعد وہ ان اعمال کے کرنے والوں کے ثواب میں شریک ہیں۔

میرے چچا جان مولانا مولوی محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے اور مسرت سے فرمایا کرتے تھے، کہ لوگ اپنے بعد آدمیوں کو چھوڑ کر جاتے ہیں میں ملک چھوڑ کر جا رہا ہوں مطلب یہ تھا کہ میوات کا خطہ جہاں لاکھوں آدمی ان کی کوشش سے نمازی بنے ہزاروں تہجد گزار بنے ہزاروں حافظ قرآن ان سب کا ثواب ان شاءاللہ ان کو ملتا رہے گا اور اب یہ خوش قسمت جماعت عرب اور عجم میں تبلیغ کر رہی ہے ان کی کوشش سے جتنے آدمی کسی دینی کام میں لگ جائیں گے نماز و قرآن پڑھنے لگیں گے اس سب کا ثواب ان کوشش کرنے والوں کو بھی ہوگا اور ان کو بھی ہوگا جن کو یہ مسرت تھی کہ میں ملک کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

زندگی بہر حال ختم ہونے والی چیز ہے اور مرنے کے بعد وہ ہی کام آتا ہے جو اپنی زندگی میں آدمی کرلے زندگی کے ان لمحات کو بہت غنیمت سمجھنا چاہیے اور جو چیز ذخیرہ بنائی جاسکتی ہو اس میں کسر نہ چھوڑنی چاہیے اور بہترین چیزیں وہ ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہے۔

میرے بزرگو اور دوستو! وقت کو بہت غنیمت سمجھو اور جو ساتھ لے جانا ہے لے جاؤ بعد میں کہ کوئی باپ پوچھتا

ہے نہ بیٹا سب چندروز روکر چپ ہو جائیں گے اور بہترین چیز صدقہ جاریہ ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ایماء پر رجب سنہ ۱۳۶۲ھ بمطابق جولائی سنہ ۱۹۴۳ء میں لکھنؤ کی تبلیغی جماعت اور تبلیغی کام کے ذمہ داروں کی دعوت پر اجتماع منظور کیا گیا تھا، ان میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ۱۸ جولائی ۱۹۴۳ء کو لکھنؤ تشریف لائے دوسرے روز ۱۹ جولائی سنہ ۱۹۴۳ء کو حضرت شیخ الحدیثؒ کی سہارنپور سے براہ راست تشریف آوری ہوئی اس موقعہ پر مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا عبدالحق صاحب مدنیؒ، مولانا احتشام الحسن صاحبؒ، حافظ فخر الدین صاحب (خلیفۂ مجاز حضرت سہارنپوریؒ) اور تبلیغی جماعت کے متعدد عمائد و کارکنان موجود تھے کئی روز لکھنؤ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہمان خانہ میں قیام رہا اور تبلیغی اجتماعات اور مجالس میں شرکت رہی۔‘‘(11)

’’حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی معیت میں رحیم آباد ضلع لکھنؤ کے ایک اہم تبلیغی اجتماع میں جو ۳، ۴ اور ۵ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۶۵ھ بمطابق ۶، ۷ اور ۸ مئی سنہ ۱۹۴۶ء کو موضع باقی نگر میں وہاں کے رئیس الحاج شیخ فیاض علی صاحب کی دعوت پر منعقد ہو رہا تھا، رحیم آباد تشریف لائے اس اجتماع میں سوائے حضرت مدنیؒ کے جو اس زمانہ میں الٰہ آباد کے نینی جیل میں اسیر فرنگ تھے، ملک کے ممتاز ترین علماء و مشاہیر شریک ہوئے جن میں حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی، مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی، مولانا عبدالحق صاحب مدنی، مولانا عبدالحکیم صاحب صدیقی، مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحبؒ ناظم ندوۃ العلماء مولانا شاہ حلیم عطا صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اس اجتماع کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ قیام وطعام میں کوئی تمیز وتفرق نہیں برتی گئی، عوام وخواص علماء ومشائخ سب ایک جگہ ٹھہرے ایک طرح کا کھانا کھایا، تعلیم وتبلیغی گشت واجتماع میں یکسانیت برتی گئی، اس سہ روزہ اجتماع میں جس میں مختلف الخیال لوگ جمع تھے کسی کو شکایت کا موقعہ نہ ملا، حضرت شیخ الحدیثؒ اپنی یادداشت لکھتے ہوئے خاص طور پر اس خصوصیت کو نوٹ فرماتے ہیں۔‘‘(12)

’’حضرت شیخ الحدیثؒ فروری سنہ ۱۹۴۷ء میں لکھنؤ اور رائے بریلی تشریف لے گئے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ، مولانا محمد یوسف صاحبؒ پیر ہاشم جان (سندھ کے ایک مشہور بزرگ اور سلسلہ مجددیہ کے شیخ تھے) الحاج سید محمد خلیل صاحب اور مولوی ظہیر الحسن صاحب کاندھلوی کی معیت میں یہ سفر ہوا، حضرت شیخ مولانا رائے پوریؒ اور بڑی جماعت کے ساتھ براہ کانپور لکھنؤ پہنچے، دو دن لکھنؤ قیام کرنے کے بعد ۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۶ھ بمطابق ۳۰ فروری سنہ ۱۹۴۷ء کو اس پورے قافلے کا مستقل لاری کے ذریعہ رائے بریلی ورود ہوا، حضرت شاہ علم اللہ (جد امجد حضرت سید احمد شہیدؒ) کی مسجد کے سامنے دریا کے دوسرے کنارے یہ مبارک قافلہ اترا، اور کشتی سے دریا عبور کر کے شاہ

علم اللہ صاحبؒ کے دائرہ میں داخل ہوا، استقبال کے لئے بستی کے سارے حضرات نیز اصحاب شہر موجود تھے ایک شب وروز قیام رہا، جو عجیب کیف وسرور کا تھا، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ جب صبح حضرت شیخ الحدیثؒ کو وضو کرانے لگا (اسی دن واپسی تھی) تو شیخ الحدیثؒ نے بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا کہ ''مولوی صاحب یہاں سے جانے کے لئے دل بہت بُرا ہورہا ہے۔''(13)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اپنے مریدین وعقیدت رکھنے والوں کو ان کے استفسار پر خوابوں کی تعبیر بھی بتایا کرتے تھے چنانچہ تبلیغی کام میں شرکت کے متعلق ایک صاحب نے خواب دیکھ کر تحریر کیا تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے جواب میں تحریر فرمایا۔

''خواب بہت مبارک ہے جہاد بالسیف ہی نہیں ہوتا اعلاء کلمۃ اللہ کی ہر کوشش جہاد ہے اور اس میں یہ ناکارہ عملاً نہیں تو قولاً اور ترغیب سے تو برابر شریک ہے اور اپنے سب دوستوں کو تو بہت اہتمام سے اس میں ترغیب کی شرکت دیتا رہتا ہے جب تک معذور نہیں ہوا چچا جان (مولوی محمد الیاس صاحبؒ) اور مولوی محمد یوسف صاحبؒ کی ابتدائی دور کا کوئی ایسا اجتماع نہیں چھوڑا جس میں شرکت نہیں ہوئی ہو اور تم دوستوں کو بھی تاکید کرتا رہتا ہوں اس کو تم نے خواب میں بھی دیکھا، اللہ مبارک فرمادے اور میرے سب دوستوں کو اس میں زیادہ سے زیادہ شرکت کی توفیق عطا فرمائے۔''(14)

تبلیغ کے بارے میں حضرت شیخ الحدیثؒ کا اہم اعلان:

''ایک ضروری اعلان کرنا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تبلیغ اور تصوف دو الگ الگ چیزیں ہیں میں ڈنکے کی جوٹ کہتا ہوں کہ یہ علی العموم صحیح نہیں کیونکہ میرا تعلق بذات خود تبلیغ سے بھی اور بزرگی اور تصوف سے بھی بعض مشائخ اپنے مریدوں کو تبلیغ میں لگنے سے منع کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ یہ توحید مطلب کے خلاف ہے یہ ان کا منع کرنا قاعدہ کلیہ اور اصول نہیں ہے بلکہ مشائخ اور بزرگوں کا اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے یہ ان کا منع کرنا ایسا ہی ہے چنانچہ جیسے ڈاکٹر حکیم کسی کو شکر کے استعمال سے روک دے چنانچہ ذیابیطیس میں روک دیا جاتا ہے، بعض بیماروں کو نمک سے روک دیا جاتا ہے بعض کو پانی سے روک دیا جاتا ہے کہ اس کو یہ سمجھ لینا کہ یہ ممانعت ہر شخص کے لئے ہے بالکل غلط ہے یا یہ کہ میرے چچا جان مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو حکیم مسعود احمد صاحب نے پانی سے روک دیا تھا متواتر سات سال تک پانی نہیں پیا تو اس کو قاعدہ کلیہ سمجھ لینا یہ سب غلط ہوگا، میں چونکہ حضرت قدس سرہ کا بھی آدمی ہوں اور حضرت رائے پوریؒ سے بھی اجازت ہے اس لے بڑے زور سے کہوں گا کہ جہاں تک ہوسکے تبلیغ میں وقت لگانا۔''(15)

تبلیغ کی معاونت کی ترغیب:

''مولانا انعام صاحب کے خط سے یہ معلوم ہوا کہ میرے آمد کے بعد سے آپ کی خط وکتابت مولانا انعام صاحب سے زیادہ بڑھ گئی اور آپ دہلی کا ارادہ بھی کر رہے ہیں، مسرت ہوئی جب گنجائش ہو اسباب مساعد ہوں تو ضرور تشریف لے جائیں، تبلیغ کی جو بھی معاونت آپ فرمادیں دریغ نہ کریں۔''(16)

نظام الدین کی حاضری:

''بندہ کا خیال تو یہ ہے کہ چلے کی کچھ زیادہ قید نہیں ہے، نظام الدین دو تین دن ہوتے ہوتے آویں اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔''(17)

اہل تبلیغ کو ایک نصیحت:

''بعد سلام مسنون، تبلیغی مساعی سے مسرت ہوئی تبلیغی گشتوں میں آپ حضرات کو ہر قسم کی مجالس اور مواقع میں جانے کی نوبت آتی ہے اور آوے گی اس لئے دو امر کا خاص طور سے اہتمام رکھیں اول یہ کہ عورتوں پر نگاہ بالکل نہ پڑے اور بے ارادہ پڑ جائے تو دوبارہ ادھر نہ دیکھیں، اور نگاہ کو فوراً ہٹالیں حدیث پاک کے ارشاد کے موافق پہلی نگاہ جو بے ارادہ ہو معاف ہے لہٰذا اس کا خاص اہتمام رکھیں اسی کا دوسرا جز امردوں کا اختلاط ہے بالخصوص امراء کے امارد سے گریز رکھیں، اگر تبلیغ میں اس قسم کے لوگ کہیں اتفاق سے شرکت کریں تو اس کا لحاظ رکھیں کہ ان سے تخلیہ میں ملنے کا وقت اور موقعہ نہ ملے، دوسری چیز امراء کے ساتھ برتاؤ ہے ان کے مال و دولت ثروت اور راحت کو وقعت کی نگاہ سے ہرگز نہ دیکھیں، یہ کوئی خوبی کی چیز نہیں بلکہ فتنہ کی چیز ہے مال و دولت کی بدولت اکثر آدمی بڑے فتنوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے لطف سے ان فتنوں سے محفوظ رکھے یہ مسئلہ ذرا نازک اور سمجھ کا ہے کہ ایک جانب کو ان کے دنیاوی عزت وجاہ کی وجہ سے ان کا احترام ضروری ہے کہ سید الکونین ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمیوں سے ان کے مرتبہ کے موافق معاملہ کرو، دوسری طرف اپنی طبیعت کو ان پر رشک کرنے کے بجائے ترس کھانے پر آمادہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان غریبوں کو کیسے فتنے کی چیز میں مبتلا کر رکھا ہے کہ اگر یہ حضرات اسکا حق ادا کریں تو یقیناً مال اچھی چیز ہے لیکن ہم لوگوں سے آج کل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے اہم حقوق ہی ادا نہیں ہوتے تو مال کے حقوق کیا ادا کریں گے؟ اس لئے یہ بڑی نازک چیز ہے میری طرف سے دوسرے رفقا تبلیغ کو بھی پیغام پہنچادیں بندہ کے خیال میں خواب میں بھی آپ کو اسی طرح توجہ دلائی گئی۔ خواب میں ایسے امر کی طرف توجہ دلانا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو قابل تشکر ہے ''(18)

مزید فرمایا! ''میں نے میاں سلیمان کے خط میں دو امر لکھے ہیں ان کو خود بھی دیکھ لیں اور جماعت کے احباب کو سمجھادیں۔

میرے محترم! اہل ثروت کے ساتھ ذلت اور تملق سے نہ رہنا اپنے اوپر مشقت کوحتی الوسع برداشت کرنا مگر ان کے سامنے دست سوال سے ذلیل نہ ہونا، اس کے ساتھ نہایت اہم یہ ہے کہ یہ استغنا ظاہر کے بجائے دل سے زیادہ ہونے کی ضرورت ہے ہم لوگوں کی عادت کچھ ایسی ہوگئی کہ ظاہر سے تو ہم بڑا استغنا ظاہر کرتے ہیں مگر دل سے ان کے احسانات کے متمنی رہتے ہیں حالانکہ اسکا الٹا ہونا چاہئے تھا کہ دل سے جتنی احتیاج کا اظہار ہو وہ مالک اور مقلب القلوب کی طرف ہونا چاہئے اور جتنی بھی لجاجت سے مانگا جائے اور ان متمول حضرات سے نہ لجالت کا معاملہ ہو نہ ایسا استغنا ظاہر ہو جو اپنے کو تکبر میں پھنسائے اللہ جل شانہ مجھے بھی ان دونوں تحریروں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے کہ خود ان مکروہات میں سب سے زیادہ مبتلا ہوں۔ فقط

(حضرت اقدس مولانا) محمد زکریا ۲۵ شعبان سنہ ۱۳۶۶ھ'' (19)

تبلیغی گشت زیادہ اہم ہے یا معمولات کا پورا کرنا؟

ایک سوال کے جواب میں آپ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

''الف:۔ ایک دفعہ ایک آدمی نے کہا کہ جمعرات کے دن مغرب کے بعد جماعت کے لئے کچھ مشورہ اور گشت ہوتا ہے آپ اسے میں شرکت کریں میں نے جواب دیا کہ اس وقت مجھے اپنا معمول پورا کرنا ہوتا ہے اس لئے مجبوری ہے ان صاحب نے فرمایا کہ آپ معمول وہیں پورا کرلیں چنانچہ میں نے اس کو قبول کرلیا اور وہاں گیا، مغرب کے بد معمول پورا کیا، معمولات کی ادائیگی میں پورا وقت صرف ہوگیا گشت کا وقت نہیں ملا بعد میں وہ صاحب میرے اوپر برسنے لگے کہ ثواب گشت میں زیادہ ہے یا معمولات پورا کرنے میں گشت سے اجتماعی فائدہ ہے اور معمول سے انفرادی فائدہ ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ گشت ریڑھ کی ہڈی ہے ان صاحب کو میں نے جواب دیا کہ حضرت کو میں خط لکھتا ہوں حضرت جو جواب دیں گے اس کے مطابق عمل کروں گا۔

مولانا اصرار صاحب کا خط حضرت شیخ الحدیثؒ کے نام:۔

جواب:۔ معمولات بالخصوص ذکر کی پابندی اہم ہے۔

(ب):۔ معمولات کو مستقل طور پر نہیں چھوڑنا چاہئے گشت میں کبھی کبھی شرکت ہو جانی کافی ہے، بالخصوص ذکر کی پابندی اہم کبھی اگر کسی وقت ضرورت سے چھوٹ جائے تو مضائقہ نہیں، گشت کرنے والے حضرات کے اعتراضات سے متاثر نہ ہوں البتہ اس وجہ سے کہ آپ کو مخالف نہ سمجھا جائے کبھی کبھی شرکت اچھی ہے۔

(حضرت شیخ الحدیثؒ کا جواب)'' (20)

یہ سمجھنا کہ تبلیغ اور ذکر جمع نہیں ہو سکتے شیطانی وسوسہ ہے:

اس حوالے سے مولانا فرماتے ہیں۔'' یہ بات کہ تبلیغ اور ذکر دونوں اکھٹے نہیں ہو سکتے، یہ شیطانی وسوسہ ہے، تبلیغ کے نمبروں میں تو ایک نمبر مستقل ذکر ہے، تبلیغ تو ضرور کرتے رہیں لیکن ذکر کے متعلق آپ کے تفصیلی حالات معلوم ہونے کی ضرورت ہے کیا مشغلہ ہے؟ صحت کیسی ہے؟ فراغت کتنی ہیں؟ کسی سے اب تک بیعت ہوئے یا نہیں؟ ان سب امور کے متعلق قاری یوسف صاحب سے مشورہ کر لیں اور اگر وہ تمہارے حالات کے مناسب سمجھیں تو مختصر ذکر بتا دیں، نفی اثبات، تین تسبیح، اسم ذات، پانچ تسبیح۔ (۳ مارچ سنہ ۱۹۷۸ء)''(21)

تبلیغی حضرات کی رعایت:

مولانا فرماتے ہیں۔ ''تمہیں معلوم ہے یہ کہ میں اس کی بہت رعایت رکھتا ہوں کہ تبلیغی حضرات کو میرے قول وفعل سے کوئی نقصان یا دقت پیش نہ آئے تم بھی اس کی رعایت رکھنا کہ وہاں کے تبلیغی احباب کو تمہاری کسی قول وفعل سے کوئی شکایت پیش نہ آئے۔ (۲۱ جون سنہ ۱۹۶۸ء) وہاں کی تبلیغی جماعت سے بھی خاص طور سے میل جول پیدا کرنا اور تبلیغی اجتماعات میں بہت اہتمام سے شریک ہونا۔ (۱۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۸ھ)۔''(22) مزید لکھتے ہیں۔

''مگر یہاں آکر معلوم ہوا کہ بعض تبلیغی ضرورتوں کی وجہ سے مجھے بھی ہند کی واپسی ضروری ہے مگر اس وقت تو میں صرف احرام لے کر جدہ تک آیا تھا سارا سامان بھی مدینہ طیبہ ہے اور اس سے زیادہ اہم تالیفی سلسلہ بھی وہاں پھیلا ہوا ہے اس لئے اس وقت تو مدینہ پاک واپسی ضروری ہے۔

(۱۱ صفر سنہ ۱۳۹۱ھ بمطابق ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۷۱ء)''(23)

تبلیغ میں شرکت:

تبلیغ میں شرکت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''تبلیغی جماعت کی حرکت نفع بخش اور صدقہ جاریہ ہے اس کو دین کا کام سمجھ کر شرکت ضرور کریں، حافظ پٹیل آپ کو ۳ چلے کے لئے زیادہ کہہ رہے ہیں تو آپ کے حالات پر موقوف ہے کہ اگر حالات مساعد ہوں تب تو مضائقہ نہیں ورنہ مسلسل تین چلے ضروری نہیں ہیں، بالخصوص اگر آپ کے مدرسہ کا حرج ہوتا ہو، البتہ مولانا انعام الحسن صاحب کی آمد پر وقتاً فوقتاً وقت نکال کر ان کے اجتماعات میں ضرور شرکت کرتے رہیں۔''(24)

تبلیغی جماعت میں چلہ:

تبلیغ میں چلہ کی افادیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔''ایک صاحب کا خط آیا کہ تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں کہ جماعت میں تیرا چلہ ضروری ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جماعت میں میرے لئے قرض لے کر جانا اور مدرسہ میں نائب مقرر کر کے جانا کہ جس کی پڑھائی پر اطمینان نہیں تو یہ مناسب ہے یا نہیں؟ حضرت کے مشورہ پر عمل کروں گا۔ جواباً تحریر کروایا کہ اگر مدرسہ کا انتظام تمہاری غیبت میں قابل اطمینان ہو جائے اور چلہ میں جانے کے لیے قرض کا اس طرح انتظام ہو جائے جس کی ادائیگی بہ سہولت ہو جائے تب تو بہت مناسب بلکہ ضروری ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو پھر ہرگز نہیں۔''(25)

تبلیغ میں کسی پر اعتراض نہ کریں:

تبلیغ کے خلاف سوال کرنے کے جواب دینے کے بارے میں ایک تبلیغی برادر کو خط میں تحریر فرمایا۔

''کہ یکسوئی اور انہماک سے اپنے کام میں مشغول رہیں دوسرے سے مناظرہ اور اس پر تنقید اور اس کے ساتھ الجھنے کی ہرگز کوشش نہ کریں اگر کوئی کام پر اعتراض کرے تو ان سے کہہ دیں کہ مرکز سے مراجعت کریں ہم لوگوں کو معتمد علماء نے یہی بتلایا ہے جس پر ہمیں اعتماد ہے نیز دورہ شریف کی کثرت کا اہتمام کریں، انشاء اللہ ردِ بدعت کے لئے یہ بہت ہی مفید و موثر ہے۔

ایک مرتبہ افریقہ کی ایک جماعت تبلیغی ملاقات اور زیارت کے لئے ماہ مبارک میں علی الصبح آئی، ماہ مبارک میں حضرت کے یہاں ملاقات کا وقت صبح گیارہ کے بعد عام طور پر ہوتا تھا اتفاقاً ان میں سے ایک آدمی پر جنون طاری ہو گیا، اور مہمانوں کی روٹیاں جس جگہ پکتی تھیں، وہاں تندور پر ڈنڈا لے کر بیٹھ گیا، اب سارے لوگ پریشان، روٹیاں نہ پکے تو مہمان کو شام میں کیا کھلایا جائے، اب حضرت کو جو اس وقت تلاوت میں مشغول تھے ایک خادم نے اطلاع کی حضرت نے فرمایا کہ اس کو پکڑ کر یہاں لے آؤ، اس خادم نے یہ عرض کیا کہ حضرت وہ پاگل ہو چکا ہے یہاں مسجد میں طوفان کریگا، اس کو ان کے ساتھیوں نے بہت سمجھایا، ڈرایا مگر ڈنڈا لے کر سب کو مارنے دوڑتا ہے حضرت نے اس کو ڈانٹ دیا اور کہا کہ جس طرح ہو اس کو یہاں لے آؤ، جب وہ خادم چند آدمیوں کے ساتھ اس کو پکڑنے کیلئے گیا اس وقت وہاں پر مولوی یوسف متالا صاحب تھے جو حضرت کے پاس تلاوت کر رہے تھے ان کا بیان ہے کہ حضرت پر ایک اثر طاری تھا اور فرما رہے تھے کہ میں کون عیسیٰ کون سب کام خدا کرتا ہے اتنے میں بڑی مشکل سے اس پاگل کو حضرت کے پاس لایا گیا مسجد کے دروازہ تک اس نے بہت شور مچایا مگر جیسے مسجد کے دروازے پر داخل ہوا فوراً سنبھل گیا، اور جیسا کہ اس کو نہ ہوا تھا اس

نے حضرت کے ساتھ مصافحہ کیا اور بیٹھ گیا۔

حضرت اس کو بار بار پوچھتے بھائی کیا ہوا؟ مگر وہ شرمندگی کی وجہ سے کچھ نہ بولا، اس کے بعد مفتیان کرام سے پوچھ کر ان کو کھانا وغیرہ کھلایا گیا اور وہ اچھا ہو کر وہاں سے گیا۔'' (26)

تبلیغ میں درود شریف اور استغفار کی کثرت:

''ایک خط میں تبلیغ میں جانے والے کو نصیحت لکھوائی کہ اس زمانہ میں درود شریف اور استغفار کی کثرت رکھی جائے اور اس کی کوشش کی جائے کہ کسی رفیق کو میری طرف سے تکلیف نہ پہنچے اور اگر کسی کی طرف سے حق تلفی اور تعدی ہو تو اس پر التفات نہ کیا جائے ان شاء اللہ بہت زیادہ ترقی کا سبب ہوگا۔'' (27)

الغرض حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس تبلیغی کام کی ابتداء سے لے کر ہمیشہ اس کے پشت پناہ اور سرپرست اور مدیر رہے، تبلیغ کے خلاف کوئی فتنہ اٹھا تو حضرت شیخ الحدیثؒ اس کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو گئے کسی نے کوئی اشکال پیش کیا تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس کے جواب میں قلم اٹھایا اکابر تبلیغ کی تربیت فرمائی اور ان کو ترغیب دیکر اس مبارک کام میں لگایا چنانچہ آج تبلیغ کے اکابر اور ذمہ دار حضرات سب حضرت ہی کے ساختہ پرداختہ ہیں، تبلیغ کی علمی واصلاحی غذا حضرت شیخ الحدیثؒ کے رسائل وفضائل سے مہیا ہو رہی ہے اس لئے یہ تبلیغ کا مبارک کام حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور دیگر اکابر تبلیغ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیثؒ کے لئے بھی صدقہ جاریہ ہے، ان شاء اللہ تبلیغ کی تمام تر نقل وحرکت ذکر وتسبیح تلاوت ونوافل کا اجر وثواب حضرت شیخ الحدیثؒ کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جارہا ہے۔

تصنیف وتالیف:

تالیفی سفر کی ابتدا وانتہا:

''حضرت شیخ الحدیثؒ کا تالیفی سفر جو زمانہ طالب علمی سنہ ۱۳۲۹ھ سے شروع ہوا تھا بغیر کسی وقفہ کے قبیل وفات تک مسلسل جاری رہا، آخری سالوں میں ڈاک کی غیر ضروری کثرت اور لوگوں کے شبانہ روز ہجوم گوناگوں امراض کی شدت اور ضعف ونقاہت کے غلبہ کے باوجود آپ کا تالیفی کام جاری رہتا اور کوئی نہ کوئی کتاب یا رسالہ زیر تالیف رہتا یہاں تک کے آپ یکم شعبان سنہ ۱۴۰۲ھ بمطابق ۲۴ مئی سنہ ۱۹۸۲ء کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے اور قلم کے ۷۴ سالہ مسافر نے دم لیا۔

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو تصنیف وتالیف کا نہایت اعلیٰ ذوق عطا فرمایا تھا جو گویا آپ کی

فطرت میں تھا اس شعبہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو کام لیا وہ خاص مقبولان الٰہی کا حصہ ہے، آپ کے قلم کا فیضان اس قدر عام ہے کہ کوئی اس سے محروم نہیں رہا۔ سب سے پہلی کتاب جو آپ کے قلم سے نکلی وہ الفیہ بن مالک علم نحو کی معروف کتاب کی شرح تھی اور یہ حضرت کی طالب علمی کا دوسرا سال تھا جبکہ سن مبارک تیرہ چودہ کے درمیان تھا، حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں۔ درس کے دوسرے سال میں نے جب الفیہ شروع کیا تو ساتھ ساتھ اس کی اُردو شرح بھی شروع کی جو کل تین جلدوں میں پوری ہوئی پہلا جز بہت مفصل طور پر اس کے بعد مختصر ہوتی چلی گئی اور ۱۸ شعبان سنہ ۱۳۲۹ھ پنجشنبہ کو پوری ہوئی۔'' (28)

''اسی طرح شرح مسلم العلوم اضافہ بر اشکال اقلید میں تقریر بر مشکوۃ اور تقاریر کتب حدیث بھی زمانہ طالب علمی میں لکھی گئیں۔'' (29)

'' طالب علمی سے فراغت کے بعد جب آپ سنہ ۱۳۳۵ھ میں مظاہر علوم میں مدرس ہوئے تو اسی سال دو کتابیں تالیف فرمائیں، ایک مظاہر علوم کے حالات میں جو بعد میں تاریخ مظاہر کے نام سے شائع ہوئی اور دوسری اپنے مشائخ سلسلہ کے حالات پر جو'' تاریخ مشائخ چشت'' کے نام سے طبع ہوئی۔'' (30)

تحریر و املاء:

'' جب تک صحت وقوت تھی آپ کسی کی اعانت و مدد کے بغیر ماخذ و مصادر سے مضامین کی تفتیش خود فرماتے اور ترتیب و تعوید بھی خود اپنے دست مبارک سے فرماتے تھے لیکن جب سے آنکھ میں نزول آپ کی وجہ سے خود لکھنے پڑھنے سے معزور ہو گئے تو آپ نے تصنیف و تالیف کے لئے املائی طریقہ کو اپنایا۔

آنکھ میں نزول آپ کا سلسلہ دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء شروع ہوا تھا مشغولیت اور آنکھ کے پختہ نہ ہونے کی وجہ سے آپریشن کا معاملہ ٹلتا رہا، ۸ مارچ سنہ ۱۹۷۰ء ۹ ذی الحج سنہ ۱۳۸۹ھ علی گڑھ کے مخلصین جن میں حاجی عظیم اللہ صاحب و حاجی نصیر الدین صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور احباب و خدام کے اصرار پر پہلی مرتبہ علی گڑھ کے مشہور آنکھ کے اسپتال گاندھی آئی ہسپتال میں داخل ہوئے ۱۴ مارچ سنہ ۱۹۷۰ء کو دائیں آنکھ کا آپریشن ہسپتال کے مشہور سرجن اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر امراض چشم ڈاکٹر شکلا نے کامیاب طریقہ پر کیا، حضرت شیخ الحدیثؒ بغیر علمی مشغولیت اور افادہ وارشاد کے رہ نہیں سکتے تھے، پڑھنے لکھنے کا کوئی سوال نہ تھا، جب بولنے کو اجازت ہوئی تو اپنی زندگی کے سبق آموز حالات اپنے اساتذہ و مشائخ کے کمالات اور طرز زندگی کے حالات اخلاص و ایثار کے واقعات خدام کو سنائے، جس کو قلم بند کرنے کا سلسلہ انہوں نے شروع کر دیا اس لئے'' آپ بیتی'' کا وہ مفید سلسلہ شروع ہوا جو بالآخر سات حصوں میں مکمل ہوا، اور جو دور

ماضی کی ایک بولتی ہوئی تصویر اور جیتا جاگتا مرقع بن گیا، جو علماء واساتذہ مدارس اور تازہ واردان بساط علم کے لئے خاص طور پر چشم کشا اور بصیرت افروز ہے۔''(31)

''آخری دور میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے مخصوص تلامذہ آپ کی نگرانی میں علمی مضامین کی تفتیش وتدوین کرتے اور حضرت شیخ الحدیثؒ یومیہ ان کے مسودہ کے سماعت فرما کر ضروری اصلاحات فرماتے ''الابواب والتراجم البخاری'' (چھ جلد) اور جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی ﷺ کی تکمیل اسی طرح ہوئی، اس سلسلہ کی آخری کڑی ''الحل المفهوم صحیح مسلم'' ہے۔''(32)

سفر وحضر میں تصنیف وتالیف:

مولانا زکریا کاندھلوی کے یہاں تالیف کا سلسلہ سفر وحضر میں برابر جاری رہتا تھا اور اکثر اوقات سفری مشکلات کے باوجود یہ سلسلہ رکتا نہیں تھا مثلاً ''ابتدائی دور میں ''خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی'' خالص سفری تالیف ہے، بذل المجہود کی طباعت کے سلسلہ میں آپ کو بارہا دہلی جانا ہوتا تھا دو تین دن دہلی میں قیام رہتا اور بذل کی تصحیح سے جو فرصت کے لمحات میسر آتے، حضرت شیخ الحدیثؒ ان کو شمائل ترمذی کی شرح پر صرف کرتے دو تین دن کے بعد واپسی ہوتی تو اوراق حاجی محمد عثمان صاحبؒ کے پاس دریبہ کلاں میں چھوڑ آتے، اس طرح یہ پوری کتاب سفر میں لکھی گئی سنہ ۱۳۴۳ھ میں اس کی تالیف شروع ہوئی اور جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۴ھ شب جمعہ میں پوری ہوئی۔''(33)

تالیفی کام میں انہماک:

مولانا جہاں سفری صعوبتوں سے بے پرواہ ہو کر تالیف کے سلسلے کو جاری رکھتے تھے وہاں وہ اعلیٰ درجے کا اخلاص اور انہماک انکے دینی علوم اور حکمت کے ساتھ گہرے شغف کا اظہار تھا۔ آپ کے اس وصف کو بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیثؒ کے تالیفی انہماک کا نقشہ ابوالحسن علی ندوی نے بہت ہی خوبصورتی سے کھینچا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں۔

''حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی اپنے علمی انہماک، خدمت خلق یکسوئی اور شدید مصروفیت کے اعتبار سے اس بیسویں صدی میں ان علمائے سلف کی زندہ یادگار تھی جن کا ایک ایک لمحہ عبادت وخدمت اور علم کی نشر واشاعت کے لئے وقف تھا اور جن کے کارنامے دیکھ کر ان کے اوقات کی برکت ان کی جفاکشی اور بلند ہمتی اور ان کی جامعیت کے سامنے آدمی تصویر حیرت بن کر رہ جاتا ہے اور ان کی روحانیت اور تائید الٰہی کے سوا اسکی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔

فجر کی نماز کے کچھ دیر بعد کچے گھر میں (حضرت شیخ الحدیثؒ کا مکان اس نام سے مشہور ہے) تشریف لے آتے اور بڑی جماعت کے ساتھ چائے نوش فرماتے جن کی تعداد پچاس ساٹھ سے شاید کبھی کم ہوتی ہو، بعض دنوں میں اس سے بہت

بڑھ جاتی، کچھ لوگوں کے لئے ناشتہ کا انتظام بھی ہوتا لیکن اس وقت شیخ کا معمول صرف چائے پینے کا تھا اگر کوئی ایسا عزیز اور اہم مہمان ہوتا یا تھوڑے وقت کے لئے سہارنپور آیا ہوتا یا اس سے کوئی ضروری باتیں کرنی ہوتیں تو تخلیہ کرلیا جاتا اور کچھ دیر وہیں تشریف رکھتے، پھر بالا خانہ پر اپنے علمی و تصنیفی معمولات پورا کرنے کے لئے تشریف لے جاتے، جاڑے، گرمی، برسات، حوادث، تحریکات اور کسی بڑے سے بڑے معزز مہمان کی آمد کے موقع پر بھی اس یں کمتر فرق واقع ہوتا بعض مرتبہ فرمایا کہ حضرت رائے پوریؒ یا ایسے اکابر ومشائخ کی تشریف آوری کے موقع پر میں نے احتراماً اپنا معمول ترک کردینا چاہا تو سر میں درد ہوگیا، اجازت لے کر تھوڑی دیر کے لئے گیا اور تھوڑا سا کام کر کے واپس آگیا، اکثر یہ حضرات خود ہی با اصرار شیخ الحدیثؒ کو رخصت فرمادیتے اور حرج گوارہ نہ فرماتے، اوپر کی نشت گاہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں کتابوں کا اس طرح ذخیرہ تھا گویا درودیوار اسی کے ہیں، ان کتابوں کے درمیان ''پناہ'' لیتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی پرندہ جو دن بھر غیر جنس میں رہا ہے ابھی اپنے آشیانہ میں واپس آگیا ہے اس وقت اسکا وہی حال ہوتا جس کی تصویر خواجہ میر درد نے اس شعر میں کیںھچی ہے۔ جایئے کس واسطے اے درد میخانہ کے بیچ

کچھ عیب مستی ہے اپنے دل کے پیانہ کے بیچ

اگر کسی کو اس وقت کوئی ضروری بات کہنے کے لئے یا کسی عزیز مہمان کو ملنے کے لئے جانا پڑتا تو اس کو بمشکل بیٹھنے کی جگہ ملتی، چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر، ایک آدھ چمڑہ یا چٹائی کا فرش، کچھ پرانی شیشیاں اور دواؤں کو بوتلیں، جس میں نہیں معلوم کتنے علم کے جواہر اور اخلاص کے تب وتاب ہوتی ہے، ساڑھے گیارہ بجے تک شیخ الحدیثؒ پوری یکسوئی کے ساتھ وہاں کام کرتے رہتے اور ان کا جی چاہتا کہ سوائے نہایت ضروری اور فوری کاموں کے خلل واقع نہ ہو، اوقات میں ان خاص مہمانوں اور ذکر وشغل کرنے والے عزیزوں کو اجازت ہوتی کہ صحن میں بیٹھ کر ذکر جہر کرتے رہیں وہ کام میں مشغول رہیں اس سے حضرت شیخ الحدیثؒ کی یکسوئی میں کوئی فرق واقع نہ ہوتا۔'' (34)

خوارق وکرامت تالیف:

''حضرت شیخ الحدیثؒ کی بعض کتابیں ایسی ہیں جن کی تالیف کو کرامت اور خرق عادت ہی پر محمول کیا جاسکتا ہے اسکی ایک مثال رسالہ حجۃ الوداع ہے جس کی تالیف ایک دن اور ڈیڑھ رات میں ہوئی، شوال سنہ ۱۳۴۱ھ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کو مشکوۃ شریف کا پہلی بار درس ملا، کتاب الحج پر پہنچے تو آنحضرت ﷺ کے واقعہ حجۃ الوداع میں معرکہ الآراء حدیثی وفقہی مباحث کے پیش نظر اس رسالہ کی تالیف کا خیال پیدا ہوا چنانچہ ۲۲ ربیع الاول شب جمعہ کو ۱۲ بجے اس کی تالیف شروع کی اور شنبہ کی صبح کو اس کی تکمیل ہوگئی۔

اکابر مشائخ دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کہ ایک دن اور ڈیڑھ رات میں میں تو اس کی نقل بھی مشکل ہے خارق وکرامت تالیف کی دوسری مثال ''حکایات صحابہؓ '' ہے حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی طرف سے حضرت شیخ الحدیثؒ پر کئی سال سے اصرار ہو رہا تھا کہ ایک رسالہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات پر تحریر فرما دیا جائے مگر ہجوم مشاغل کی بنا پر حضرت شیخ الحدیثؒ کو اس کی فرصت نہیں تھی، صفر سنہ ۱۳۵۷ھ میں اجراڑ لے جاتے ہوئے میرٹھ میں حضرت شیخ الحدیثؒ پر نکسیر کا شدید حملہ ہوا گھڑوں خون نکل گیا اور بے ہوشی کے عالم میں آپ کو سارنپور لایا گیا، کافی عرصہ صاحب فراش رہے، اور اطباء نے دماغی کام یکسر بند کرا دیا، لیکن حضرت شیخ الحدیثؒ اور بے کاری؟ چنانچہ بیماری کے اس زمانے کو غنیمت سمجھ کر پڑے پڑے حکایات صحابہ کرامؓ لکھنا شروع کر دی جو ۱۲ شوال سنہ ۱۳۵۷ھ کو پوری ہوئی۔'' (35)

محرکات تالیف:

''حضرت شیخ الحدیثؒ کی تالیفات میں فضائل کے رسائل تو اکابر اہل اللہ کے اصرار پر لکھے گئے، چنانچہ فضائل قرآن مجید اور فضائل درود شریف حضرت مولانا شاہ محمد یٰسین صاحب نگینویؒ کے تعمیل ارشاد میں لکھی گئیں، فضائل تبلیغ، فضائل نماز، فضائل رمضان، فضائل ذکر، فضائل صدقات اور فضائل تجارت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے حکم سے لکھیں ''حکایات صحابہ کرامؓ '' حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے اصرار پر لکھی اور فضائل حج حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ دہلوی کے اصرار پر تحریر فرمائی۔

شرح حدیث کے سلسلہ کی کتابوں میں حضرت شیخ الحدیثؒ کا ذوق اشتغال بحدیث سب سے قوی محرک تھا، اور کتابوں کے انتخاب میں اکابر مشائخ کا اصرار وجہ ترجیح بنتا رہا، چنانچہ اوجز المسالک کے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ کتاب طلبہ کے اصرار پر لکھی گئی کوکب الدری اور رامع الدراری کے حواشی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے اصرار پر تحریر فرمائے۔ بعض کتابیں ہنگامی ضرورتوں کی بناء پر تحریر فرمائیں مثلاً الاعتدال فی مراتب الرجال قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم رسالہ اسٹرائیگ وغیرہ اور بعض مقامی مبشرات کی بناء پر تحریر فرمائے مثلاً رسالہ فضائل زبان عربی رسالہ عمرات النبی ﷺ۔'' (36)

جامعیت تالیف:

دینی علوم اور اصلاحی کام کے حوالے سے آپ کی انفرادیت یہ تھی کہ آپ نے مختلف علوم اور اصلاحی عنوانات پر تالیفات کیں اس سے آپ کی اس شعبے میں جامعیت کا اندازہ ہوتا ہے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئےحضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں۔ ''عام طور پر جو لوگ علمی اور تحقیقی طرز کے عادی ہوتے ہیں وہ خالص دعوتی

واصلاحی اور عام فہم طرز پر تصنیف و تالیف کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے اور جو دوسرے طرز کے عادی ہو جاتے ہیں وہ پہلے طرز میں اس کے آداب و معیار کو قائم نہیں رکھ سکتے لیکن حضرت شیخ الحدیثؒ کی دونوں طرز کی تصنیفات مؤثر اور کامیاب ہیں پہلے طرز کا نمونہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ''اوجاز المسالک'' مقدمہ الامع الدراری حجۃ الوداع وعمرات النبی ﷺ اور علمی وتدریسی رسائل ''جز ااختلافات الصلوٰۃ'' جزاء اختلاف الائمہ اور جزء المہات فی الامانید والرویات ہیں۔

دوسرے طرز کا نمونہ ''حکایات صحابہ کرامؓ'' اور فضائل کے رسائل ہیں اور کتابین ہیں، ان دونوں طرزوں کی جامع شمائل ترمذی کا ترجمہ ''شرح خصائل نبوی ﷺ'' ہے اس طرح شیخ الحدیثؒ بیک وقت مصنف ومحقق بھی نظر آتے ہیں، شارح حدیث مؤرخ بھی معلوم ہوتے ہیں اور خالص داعی، مذکر اور مختلف طبقات امت کے ان کی زبان میں مخاطب کرنے والے مصلح بھی نظر آتے ہیں۔'' (37)

حضرت شیخ الحدیثؒ کی جامعیت تالیف کا ایک پہلو یہ ہے کہ علوم حدیث کے علاوہ (جن میں آپؒ کو خصوصی امتیاز حاصل تھا اور جو آپ کے ذوق ومزاج بلکہ روح کی گویا غذا بن گئے تھے)

آپ نے دیگر متعدد علوم پر بھی کتابیں تالیف فرمائی ہیں مثلاً تجوید وقرآت، تفسیر، کلام، عقائد، اصول فقہ ،سلوک وطریقت، سیرت، سوانح تاریخ وغیرہ اور جامعیت تالیف ہی کا پہلو یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں حتی الوسیع اس کے سارے پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں اور بحث کا کوئی گوشہ ایسا نہیں رہتا، جس پر وہ مختصر یا مطول بحث نہ فرمائیں، اوجز المالک اور لامع الدراری میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی یہ جامعیت بہت ہی نمایاں نظر آتی ہے یہاں ایک لطیفہ کا ذکر کر دینا نامناسب نہ ہوگا، حضرت مولانا عبداللہ رائے پوریؒ (جامع رشیدیہ ساہیوال) فرمتے تھے کہ میں نے ایک بار حضرت شیخ الحدیثؒ سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے ''اوجز'' میں اتنے تو مباحث بھر دیے اور نام اس کا اوجز رکھا اس کا نام ''اطول المسالک'' ہونا چاہیے تھا حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا جتنا کثیر مواد میرے سامنے تھا، اس کے پیش نظر اس کا نام ''اوجز'' رکھا، واقعہ یہ ہے کہ اوجز میں کمال اختصار کے ساتھ مباحث کا جس قدر استیعاب کیا گیا ہے اس کی مثالیں بہت کم یاب ہیں۔

مقبولیت تالیف:

''حضرت شیخ الحدیثؒ کی روحانیت واخلاص اور اکابر ومشائخ کی توجہات کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی تالیفات کو جو قبولیت عطا فرمائی وہ کسی تشریح ووضاحت کی محتاج نہیں، آپ کے فضائل کے رسائل جو تبلیغی

نصاب کے نام سے اوراب ''فضائل اعمال'' کے نام سے مشہور ہیں دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ان سے استفادہ نہ کیا جاتا ہو بعض حضرات کے اندازے کے مطابق دن رات کے چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں دنیا کے کسی نہ کسی خطہ میں کتب فضائل کا مذاکرہ نہ ہو رہا ہو، بلا مبالغہ لاکھوں بندگیان خدا اس سے مستفید ہوئے اور ان کی زندگیوں میں انقلاب آیا اور یہ سلسلہ ماشاء اللہ روز افزوں ہے کثرت اشاعت کے لحاظ سے بھی اردو کتابوں میں کوئی کتاب کتب فضائل کی ہمسر نہیں۔''(38)

طرز تالیف:

''حضرت شیخ الحدیثؒ کا طرز نگارش نہایت سادہ اور سلیس ہے جس میں کسی جگہ بھی عبارت کا تکلف نظر نہیں آتا، اُردو رسائل میں مشکل سے مشکل مضمون کو بھی بڑی صاف اور بے تکلف زبان میں ادا فرماتے ہیں جس کو ایک متوسط درجے کا پڑھا لکھا بھی بلا تکلف سمجھ سکتا ہے اس طرح عربی کتابوں میں بھی آپ کا انداز بیان ہر قسم کی بناوٹ سے پاک ہے جس سے متوسط استعداد کے طالب علم کو بھی مضامین کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔''(39)

کتابوں پر نظر ثانی:

''حضرت شیخ الحدیثؒ بڑے اہتمام سے اکابر اہل علم سے اپنی تالیفات پر نظر ثانی کرواتے تھے اور ان کے مشوروں کو قبول فرماتے تھے حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنے اس معمول کا ذکر بہت سی جگہ فرمایا ہے آپ بیتی میں فرماتے ہیں۔

''اس ناکارہ کا معمول اپنی جملہ تصانیف عربی اردو اُردو میں بھی ہمیشہ یہی رہا کہ ان دونوں اکابر حضرت مولانا عبدالرحمان کامل پوری اور مولانا قاری مفتی سعید احمد صاحب سابق مفتی مظاہر العلوم سہارنپور کی زندگی میں تو بڑے اہتمام سے دونوں کو ہر چیز دکھلاتا تھا، اور وہ دونوں حضرات بڑی فراخدلی سے میرے مسودوں کے صفحے کے صفحے قلم زد کر دیتے تھے، میں قرآن وحدیث سے دلائل بھی پیش کرتا مگر ان کا آخری جواب یہ ہوتا تھا کہ مضمون تو صحیح ہے مگر عوام کے قابل نہیں، فقہا کے قول ھذا اسما یعلم ولا یفتی کی آڑ لے کر قلم زد کر دیتے تھے اب تو نہ وہ جوش وخروش رہے اور نہ لکھنے پڑھنے کا سلسلہ رہا پھر بھی جو تھوڑا بہت ہوتا ہے وہ احباب کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔''(40)

حقوق اشاعت:

''دور جدید میں حقوق طبع محفوظ کرنے کا مستقل قانون ہے جس کی رو سے کوئی شخص مصنف کی اجازت کے بغیر کتاب شائع نہیں کر سکتا بڑے بڑے ثقہ لوگ اس قانون سے متاثر ہیں اور ناشرین سے کتابوں کی رائلٹی وصول کرتے ہیں لیکن اکابر کے یہاں ''حقوق طبع محفوظ'' نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس سے بھی بڑھ

کر یہ کیا کہ اخباروں میں ایک اعلان شائع کر دیا جس کا مضمون یہ تھا۔

''بندہ ناکارہ نے جو رسائل تالیف کیئے ہیں حکایات صحابہ کرامؓ، فضائل نماز وغیرہ نیز جو بھی اس ناکارہ کی تالیف ہے اُردو کی ہو یا عربی کی، نہ تو اسکا حق تالیف کسی کے لئے محفوظ ہے نہ کسی کو ان کی رجسٹری کرنے کا حق ہے بندہ کی طرف سے ہر شخص کو اجازت ہے جس کا دل چاہے طبع کرالے، بشرطیکہ مضامین میں تصرف نہ کرے۔ البتہ یہ درخواست ضرور ہے کہ تصحیح کا حتی الوسع اہتمام کرے۔ محمد زکریا کاندھلوی مظاہر علوم سہارنپور ۲۸ رجب سنہ ۱۳۹۰ھ جس زمانے میں مصر میں بذل المجہود کی طباعت ہو رہی تھی اور اس کی تصحیح وغیرہ کے سلسلہ میں ہزاروں روپے خرچ کر کے انتظامات کیئے جا رہے تھے تو حضرت مولانا شیخ سلیم صاحب سابق مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ اتنا روپیہ خرچ کر کے اتنے اہتمام سے کتاب طبع کرا رہے ہیں اور اس کی رجسٹری کروائی نہیں، اگر کوئی اس کا فوٹو لے کر چھاپ لے گا تو کتاب کی چوتھائی قیمت پر بیچ سکے گا، اور آپ کی کتاب رہ جائے گی حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو فوٹو کروانے کی اجرت میں خود پیش کر دوں گا اور بعد میں یہ کتاب میری بھی بک جائے گی۔'' (41)

''(۱) فضائل قرآن شریف:۔

کتب فضائل میں یہ سب سے پہلا رسالہ ہے جو شاہ یٰسین صاحبؒ (متوفی سنہ ۱۳۶۰ھ) خلیفہ ومجاز قطب العالم حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ (م سنہ ۱۳۲۳ھ) کی تعمیل ارشاد میں ماہ ذی الحج سنہ ۱۳۴۸ھ میں لکھا گیا، ان ایام میں حضرت شیخ الحدیثؒ موطا امام مالک کی شرح اوجز المسالک کی تالیف میں مشغول تھے، مگر حضرت شاہ صاحب کا جو مضبوط رشتہ بارگاہ رشیدی سے تھا اس کے پیش نظر حضرت شیخ الحدیثؒ انکار نہ کر سکے اور اس تالیف کو چند روز کے لئے درمیان میں روک کر فضائل قرآن مجید تالیف فرمائی، اس کتاب میں اولاً قرآن مجید کے فضائل پر چالیس احادیث مع ترجمہ وتشریح کے تحریر فرما کر سات احادیث قرآن پاک کے متفرق احکامات میں ذکر فرمائی ہیں کتاب کے اخیر میں ایک مختصر چہل حدیث مع ترجمہ کے مزید لکھ دی ہے۔ کتاب کے کل صفحات بہتر (۷۲) ہیں۔

مندرجہ ذیل زبانوں میں اس کتاب کا ترجمہ ہو چکا ہے:۔

(۱) برمی زبان میں اس کے مترجم مولانا محمد موسیٰ صاحب فاضل مظاہر علوم سہارنپور ہیں، یہ ترجمہ ادارہ تہذیب الاسلام نمبر ۳۵ روڈ (تالان) مانڈلے برما سے مل سکتا ہے۔

(۲) انگریزی زبان میں اس کے مترجم جناب عزیز الدین صاحب ہیں، یہ ترجمہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے مل سکتا ہے، نیز یہی ترجمہ پاکستان میں کتب خانہ حقانیہ نشتر کالج ملتان سے بھی طبع ہو چکا ہے، نیز یہی ترجمہ پاکستان میں کتب خانہ

فیضی لاہور سے بھی طبع ہو چکا ہے۔

(۳) عربی زبان میں اس کا ترجمہ ''فضائل القرآن الحکیم'' کے نام سے مولانا محمد واضح صاحب استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء نے کیا ہے جو المکتبۃ التجارتیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے منگایا جا سکتا ہے۔

(۴) بنگلہ زبان میں اس کا ترجمہ جناب قاضی خلیل الرحمٰن صاحب نے سنہ ۱۳۸۰ھ میں کیا تھا جو اس پتہ پر دستیاب ہوسکتا ہے، جناب الحاج جوہر علی نمبر ۵۰۸ا ے فری اسکول اسٹریٹ کلکتہ، فضائل کی کتابوں کی تقریباً تمام تراجم ابھی حال ہی میں بنگلہ دیش میں ہوئے ہیں جو اس پتے سے مل سکتے ہیں، مولانا عزیز علی صاحب نمبر ۴ خلیل گاؤں چودھری پاڑہ ڈھاکہ نمبر ۴ بنگلہ دیش۔

(۵) ملیالم (کیرالہ) زبان میں اس کا ترجمہ جناب ای محمد عبدالقادر مولوی پلیارانے کیا ہے یہ ترجمہ اس پتہ سے مل سکتا ہے حاجی اے پی محمد لب رملہ بیڑی فیکٹری ایڈوکی۔

(۶) تامل زبان میں اسکا ترجمہ جناب خلیل الرحمٰن صاحب ریاضی نے کیا ہے جو اس پتہ سے ملے گا، دلی کتب خانہ بیگم پورہ ڈنڈیگل نمبر ۲ مدارس۔

(۷) فارسی زبان میں اس کا ترجمہ محمد اشرف صاحب ایم اے صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج پشاور پاکستان نے کیا ہے۔

(۸) گجراتی زبان میں اس کا ترجمہ سنہ ۱۳۶۸ھ میں محمود قاسم بھائی نے کیا تھا جو اس پتہ سے مل جائیگا، ہفتہ رسالہ پیغام کاوی، ضلع بھروچ (گجرات انڈیا) گجراتی زبان میں مکمل مجلد ریگزین تبلیغی نصاب حاصل کرنے کے لئے یہ پتہ بھی کافی ہے نظامی کتب خانہ اسٹیشن روڈ پالنپور بنارسی کانٹھا شالی گجرات انڈیا۔

(۹) تلگو زبان میں سنہ ۱۹۶۶ء میں اس کا ترجمہ سید نوراللہ قادری کی مساعی جمیلہ سے ہوا ہے جو اس پتہ سے مل جائیگا، سید نوراللہ قادری لیکچرار عربی و فارسی عثمانیہ کالج کرنول انڈیا۔

(۱۰) پشتو زبان میں بھی اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے جس کے لئے پتہ یہ ہے میاں حاجی محمد عبدالخالق فضل مالک کتب خانہ رحمانیہ بازار قصہ خوانی پشاور صوبہ سرحد۔

(۱۱) سندھی زبان میں بھی اس کا ترجمہ مولانا دین محمد صاحب کی مساعی جمیلہ سے ہوا ہے جو اس پتہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے مکتبہ اصلاح وتبلیغ نزد ٹاور حیدرآباد سندھ۔

(۲) فضائل رمضان :۔

اس کتاب میں رمضان المبارک، لیلۃ القدر اور اعتکاف کی فضیلت پر بیس (۲۰) احادیث کی شرح وتوضیح کی گئی ہے، نیز

سورہ قدر کی تفسیر اور خاتمہ میں متفرق مضامین پر مشتمل ایک طویل حدیث بھی تحریر ہے، یہ رسالہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۹ھ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ (بانی تبلیغ) کے ارشاد سے لکھا گیا، کل صفحات چونسٹھ (۶۴) ہیں۔

مندرجہ ذیل زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے:۔

(۱) برمی زبان میں اس کے مترجم مولانا محمد موسیٰ صاحب ہیں، اس پتہ سے یہ کتاب مل سکتی ہے، ادارہ تہذیب السلام نمبر ۳۵ روڈ (تالان) مانڈلے برما۔

(۲) انگریزی میں اس کے مترجم جناب یوسف کراں صاحب افریقی ہیں یہ ترجمہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے مل سکتا ہے۔ سنہ ۱۳۸۱ھ بمطابق سنہ ۱۹۶۲ء میں اس کا ترجمہ شہر لاگوس (نائیجیریا) میں بھی انگریزی زبان میں ہو چکا ہے، اور پاکستان میں مظہر محمد قریشی صاحب نے بھی ترجمہ کیا اور یہ کتاب کتب خانہ فیضی لاہور سے مل سکتی ہے۔

(۳) مدراسی زبان میں اس کا ترجمہ جناب خلیل الرحمٰن صاحب ریاضی کی طرف سے شائع ہوا جو اس پتہ سے مل سکتا ہے، مکتبہ رحمت پیٹی تیرونیل دیلی نمبر۴، مدراس۔

(۴) بنگلہ زبان میں اس کا ترجمہ جناب قاضی خلیل الرحمٰن صاحب نے سنہ ۱۳۷۷ھ میں کیا ہے جو درج ذیل پتہ سے لیا جا سکتا ہے۔

جناب الحاج جوہر علی نمبر ۱۵۰۸ اے فری اسکول اسٹریٹ کلکتہ، انڈیا۔

(۵) تلگو زبان میں اسکا ترجمہ سید نور اللہ صاحب قادری نے کیا ہے مترجم کے مکان کا پتہ یہ ہے، کھڑک پورہ آندھرا پردیش (انڈیا)

(۶) ملیلم (کیرالہ) زبان میں اسکا ترجمہ جناب ای، محمد عبد القادری صاحب ہیں درج ذیل پتہ سے یہ ترجمہ مل سکتا ہے۔

الحاج اے، پی، محمد لب رملہ بیڑی فیکٹری ضلع ایڈوکی انڈیا۔

(۷) تامل زبان میں اس کا ترجمہ جناب خلیل الرحمٰن صاحب ریاضی نے کیا ہے، جو اس پتہ سے ملے گا، دلی کتب خانہ بیگم پورہ، ڈنڈیگل ۲ مدراس۔

(۸) گجراتی زبان میں اسکے مترجم جناب منشی عیسیٰ بھائی ابراہیم کاوی ہیں یہ ترجمہ اس پتہ سے مل سکتا ہے، شعبہ تبلیغ السلام متعلقہ جامعہ حسینیہ راندیر ضلع سورت گجرات۔

(۹) ہندی زبان میں اسکا ترجمہ جناب قاضی ظہیر الدین صاحب ایم، اے لیکچرار شعبہ اُردو دلی یونیورسٹی نے کیا ہے، جو ادارہ اشاعت دینیات بستی نظام الدین دہلی سے شائع ہو چکا ہے۔

(۱۰) فارسی زبان میں اس کے مترجم مولانا محمد اشرف صاحب ایم، اے ہیں یہ ترجمہ کتاب خانہ فیضی لاہور سے مل سکتا ہے۔

(۱۱) فرانسیسی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ جناب احمد سعید انگار نے کیا ہے جس کے منگانے کیلئے پتہ یہ ہے۔ المرکز الاسلامی نمبر ۳۱ نیشنل روڈ سین پیٹر جزیرہ ری یونین وایا پیرس (اس ترجمہ کا پہلا ایڈیشن رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۵ھ میں شائع ہوا ہے)

(۱۲) پشتو زبان میں اس کا ترجمہ پشاور سے شائع ہوا ہے جس کیلئے پتہ یہ ہے میاں حاجی محمد عبدالخالق فضل مالک تاجران کتب قصہ خوانی پشاور شہر صوبہ سرحد۔

(۱۳) سندھی زبان میں بھی اس کا ترجمہ حافظ غلام محمد میمن صاحب کی مساعی جمیلہ سے ہوا ہے جو اس پتہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے مکتبہ اصلاح و تبلیغ نز د ٹاور حیدر آباد سندھ۔

(۳) فضائل تبلیغ :۔

یہ کتاب سات فصلوں پر مشتمل ہے اور سب سے مقصود تبلیغ کی اہمیت، اس کے آداب، نیز مبلغین اور عام لوگوں کے فرائض بتلائے ہیں یہ کتاب بھی حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے حکم سے لکھی گئی اور ۵ صفر سنہ ۱۳۵۰ھ بمطابق ۲۱ جون سنہ ۱۹۳۱ء میں اختتام کو پہنچی، کل صفحات بتیس (۳۲) ہیں۔

مندرجہ ذیل زبانوں میں اس کے ترجم ہوئے ہیں :۔

(۱) عربی زبان میں ترجمہ فضائل الدعوت الی خیر والتبلیغ الدین اللہ کے نام سے مولانا محمد رابع صاحب ندوی لکھنوی نے سنہ ۱۳۹۳ھ سنہ ۱۹۷۳ء میں کیا ہے جو المکتبہ التجاریہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے مل سکتا ہے۔

(۲) برمی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا محمد موسیٰ صاحب مظاہری نے کیا ہے جو ادارہ تہذیب الاسلام نمبر ۳۵ روڈ (تالان) مدنڈلے برما سے لیا جا سکتا ہے۔

(۳) انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی انڈیا سے طبع ہو چکا ہے اور پاکستان میں جناب مظہر محمد قریشی صاحب، خواجہ احسان الحق صاحب نے بھی ترجمہ کیا اور یہ کتاب کتب خانہ فیضی لاہور (پاکستان) سے مل سکتا ہے۔

(۴) ہندی ترجمہ جناب عطاء الرحمٰن صاحب نے پونہ سے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے جناب عطاء الرحمٰن صاحب بھالدار نمبر ۳۵۷ گرو وار پیٹھ پونہ نمبر ۲ (مہاراشٹر)

اسی کتاب کا ایک ہندی ترجمہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے بھی طبع ہوا ہے۔

(۵) مدراسی زبان میں اس کا ترجمہ بی، اے، خلیل الرحمٰن صاحب نے کیا ہے، جو مکتبہ رحمت چیٹی تیرونیل دہلی نمبر ۴

مدراس سے مل سکتا ہے۔

(۶) ملیلم (کیرالہ) زبان میں اس کا ترجمہ جناب ای محمد عبدالقادر صاحب نے کیا ہے جو درج ذیل پتہ سے مل سکتا ہے۔
حاجی اے، پی محمد لب رملہ بیڑی فیکٹری ضلع ایڈ وکی انڈیا۔

(۷) تامل میں اس کا ترجمہ جناب خلیل الرحمٰن صاحب نے کیا ہے جس کے لئے پتہ یہ ہے، دلی کتب خانہ بیگم پورہ ،مدراس۔

(۸) گجراتی زبان میں اس کے مترجم جناب عیسیٰ بھائی ہیں، کتاب ملنے کا پتہ یہ ہے دفتر رسالہ پیغام کاوی ضلع بھروچ (گجرات) انڈیا۔

(۹) ملیشیائی زبان میں اس کا ترجمہ فضیلت التبلیغ کے نام سے شائع ہو چکا جو اس پتہ سے مل سکتا ہے سینٹر آف اسلامک انفارمیشن آف پاکستان ایسوسی ایشن جالن کیک چوان پلاؤ پینانگ ملیشیا، یہ پتہ انگریزی میں بھی لکھا جاتا ہے۔

H,M,Yaq Ansari Kewan Pakistahoob

Jalan Kek Chuan Pulan Penang Malaysia

(۱۰) بنگالی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا محمد خلیل الرحمٰن صاحب نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل جائیگا، حاجی جوہر علی نمبر ۵۰۸ اے فری اسکول اسٹریٹ کلکتہ انڈیا۔

(۱۱) فارسی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا محمد اشرف صاحب ایم، اے (پشاور) نے کیا ہے یہ کتاب کتب خانہ فیضی لاہور پاکستان سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

(۱۲) تلگو زبان میں اس کا ترجمہ سنہ ۱۹۶۶ء میں سید نور اللہ صاحب قادری نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل جائیگا، سید نور اللہ قادری لیکچرار عربی و فارسی عثمانیہ کالج کرنول انڈیا۔

(۱۳) افریقہ کے علاقہ میں بولی جانے والی ایک زبان سہیلی (سہالی) میں بھی اس کا ترجمہ جناب شیخ مقدار یوسف صاحب (تنزانیا) کر چکے ہیں، جو تنزانیہ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

(۱۴) پشتو زبان میں اس کا ترجمہ میاں محمد عبدالخالق فضل مالک تاجران کتب بازار قصہ خوانی پشاور (پاکستان) سے طبع ہوا ہے۔

(۱۵) فرانسیسی زبان میں اس کا ترجمہ جناب احمد سعید انگاد صاحب نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل جائیگا، المرکز الاسلامی نمبر ۲۱ نیشنل روڈ سنین پیٹر جزیرہ ری یونین وایا پیرس۔

(۱۶) سندھی زبان میں بھی اسکا ترجمہ مولانا دین محمد صاحب کی مساعی جمیلہ سے ہوا ہے جو اس پتہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے، مکتبہ اصلاح وتبلیغ نز دٹا ور حیدر آباد سندھ۔

(۴) حکایات صحابہ کرامؓ:۔

حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ کا حضرت شیخ الحدیثؒ پر چند سال سے اصرار تھا کہ صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کے کچھ قصے اُردو زبان میں جمع کر دیئے جائیں تاکہ پڑھنے والوں میں صحابہ کرامؓ کی محبت کا نقش قائم ہو۔لیکن مختلف موانع اور مشاغل کی بنیاد پر امید نہ تھی کہ یہ کتاب جلد لکھ دی جاتی کہ توشۂ تقدیر سے سنہ ۱۳۷۵ھ میں اجراڑ کے سفر کے دوران عارضۂ نکسیر کی وجہ سے چند ماہ تک اطباء اور ڈاکٹروں نے کسی بھی دماغی محنت سے روک دیا اس لئے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے یہ کتاب ترتیب دی گئی۔

اس میں بارہ ابواب ہیں ہر باب میں حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی کسی نہ کسی مبارک صفت کو متعین فرما کر اس کے مناسب حکایات وواقعات لکھ دیئے ہیں اور خاتمہ کے طور پر آخر میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ برتاؤ اور ان کے اجمالی فضائل بھی بیان کر دیئے گئے ہیں کل صفحات ایک سو چوراسی (۱۸۴) ہیں۔

اس کتاب کے مندرجہ ذیل زبانوں میں ترجمے ہوئے:۔

(۱) برمی زبان میں اس کی مترجم مولانا محمد موسیٰ مظاہری ہیں، برما میں یہ کتاب اس پتہ سے لی جا سکتی ہے، ادارہ تہذیب الاسلام نمبر ۳۵ روڈ (تالان) مانڈلے برما۔

(۲) انگریزی زبان میں اس کے مترجم جناب عبدالرشید صاحب ارشد ہیں یہ ترجمہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے مل سکتا ہے پاکستان میں ملک برادرس کارخانہ بازار فیصل آباد سے یہ ترجمہ شائع ہو چکا ہے یہ کتاب Stories Of Sahbah کے نام سے کتب خانہ فیضی لاہور پاکستان سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(۳) مدراسی زبان میں اس کا ترجمہ سنہ ۱۹۵۶ء میں مولانا پی، ایس، کے محمد ابراہیم صاحب باتوی مدورائی نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔شائل بکڈ پواتم پالیم ضلع مدورا، مدراس انڈیا۔

(۴) ملیالم زبان میں اس کا ترجمہ سنہ ۱۹۲۹ء میں جناب ای، محمد عبدالقادر صاحب نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے، حاجی اے، پی محمد لب رملہ بیڑی فیکٹری ضلع ایڈوکی انڈیا۔

(۵) تامل زبان میں اسکے مترجم جناب خلیل الرحمٰن صاحب ریاضی ہیں کتاب منگانے کا پتہ یہ ہے دلی کتب خانہ بیگم پورہ مدراس، دوسرا پتہ یہ ہے اسلامک لٹریچر پبلیشنگ ہاؤس نمبر ۲۵ قاضی اسٹریٹ بنگلور انڈیا۔

(۶) گجراتی زبان میں اس کا ترجمہ منشی عیسیٰ بھائی ابراہیم صاحب نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے دفتر رسالہ پیغام کاوی ضلع بھروچ گجرات انڈیا۔

(۷) بنگلہ زبان میں اسکا ترجمہ مولانا عبدالمجید صاحب نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے، ڈاکٹر انیس الانبیاء نمبر ۱۷۵ اے پارک اسٹریٹ کلکتہ انڈیا۔

(۸) فارسی زبان میں اس کے مترجم مولانا محمد اشرف صاحب ایم، اے ہیں۔ یہ کتاب کتب خانہ فیضی لاہور سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

(۹) جاپانی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ حاجی ارشد صاحب، ڈائریکٹر محکمہ ٹیلیفون پاکستان کی زیر نگرانی جاپانی نومسلم حاجی عمر میتا نے کیا ہے۔

(۱۰) ہندی زبان میں بھی اسکا ترجمہ شائع ہو چکا ہے جو ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے مل سکتا ہے۔

(۱۱) مرہٹی زبان میں اسکا ترجمہ جناب زبیر احمد صاحب نے کیا ہے۔

(۱۲) تلگو زبان میں اسکا ترجمہ سید نور اللہ صاحب قادری نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل جائیگا سید نور اللہ صاحب قادری لیکچرار عربی و فارسی عثمانیہ کالج کرنول انڈیا۔

(۱۳) فرانسیسی زبان میں اس کا ترجمہ جناب احمد سعید انگار صاحب نے کیا ہے جس کے لئے پتہ یہ ہے المرکز الاسلامی نمبر ۱۳ نیشنل روڈ سین پیٹر جزیرہ ری یونین وایا پیرس۔

(۱۴) پشتو زبان میں اسکا ترجمہ مولانا ابوالفیض صاحب سواتیؒ نے سنہ ۱۳۹۲ھ میں کیا تھا یہ ترجمہ میاں حاجی محمد عبدالخالق فضل مالک تاجران کتب بازار قصہ خوانی پشاور سے طبع ہو چکا ہے۔

(۱۵) ملیشیا زبان میں اس کا ترجمہ جناب یعقوب صاحب انصاری نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے، سینٹر آف اسلامک انفارمیشن آف پاکستانی ایسوسی ایشن جالن کیگ چوان پلاؤ پینانگ ملیشیا۔

(۱۶) سندھی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا دین محمد صاحب کی مساعی جمیلہ سے ہوا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے، مکتبہ اصلاح وتبلیغ نزد ٹاور حیدر آباد سندھ۔

(۵) فضائل نماز:۔

اس کتاب میں نماز پڑھنے کی فضیلت اور چھوڑنے پر عذاب وعتاب جماعت کے فضائل اور اسکے ترک کرنے پر جو وعیدیں ہیں ان کا تفصیلی بیان ہے اور ان میں سے ہر عنوان کے لئے مجموعی طور پر چالیس حدیثیں لکھی گئی ہیں،

یہ کتاب بھی حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے حسب ارشاد لکھی گئی ہے اور شب دوشنبہ ۷ محرم سنہ ۱۳۵۸ھ کو اختتام کو پہنچی، کل صفحات (۸۷) ستاسی ہیں۔

مندرجہ ذیل زبانوں میں اسکے ترجمے ہوئے ہیں:۔

(۱) عربی ترجمہ مکانۃ الصلوٰۃ فی السلام واہمیتہا فی حیات المسلم، کے نام سے مولانا محمد ثانی حسنی ندوی نے سنہ ۱۳۹۳ھ بمطابق سنہ ۱۹۷۳ء میں کیا ہے جو مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے مل سکتا ہے۔

(۲) برمی زبان میں اسکے مترجم مولانا محمد عیسیٰ صاحب مظاہری ہیں، یہ ترجمہ ادارہ تہذیب الاسلام نمبر ۳۵ روڈ (تالان) مانڈلے برما سے مل سکتا ہے، الحاج ابراہیم یوسف باوا صاحب رنگون کے زیر اہتمام یہ کتاب پہلی مرتبہ برما میں اُردو زبان میں بذریعہ بلاک طبع ہوئی ہے۔

(۳) انگریزی زبان میں اسکا ترجمہ جناب عبد الرشید صاحب ارشد نے کیا ہے جو ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے مل جائیگا، یہ ترجمہ پاکستان میں کارخانہ بازار فیصل آباد سے بھی طبع ہو چکا ہے، فضائل نماز کا ایک ترجمہ جناب بھائی ماجد علی خان پی، ایچ، ڈی علیگ نے کیا ہے، اور اس کتاب کا جدید ترجمہ عبد الرشید ارشد صاحب نے کیا ہے جو کہ کتب خانہ فیضی لاہور پاکستان سے مل سکتا ہے۔

(۴) مدراسی زبان میں اس کے مترجم بی، اے خلیل الرحمٰن ہیں یہ ترجمہ سنہ ۱۹۶۸ء میں ہوا ہے جو اس پتہ سے ملے گا، مکتبہ رحمت پیٹی تیرونیل دیلی نمبر ۴ مدارس انڈیا۔

(۵) بنگالی زبان میں اس کا ترجمہ جناب عبد المجید صاحب نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے جماعت دعوت واصلاح نمبر ۷۵ اے پارک اسٹریٹ کلکتہ انڈیا۔

(۶) تلگو زبان میں اسکا ترجمہ سید نور اللہ صاحب ہیں، یہ ترجمہ سنہ ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا، منگانے کے لئے پتہ یہ ہے، سید نور اللہ صاحب قادری بی، اے لیکچرار عربی وفارسی عثمانیہ کالج کرنول انڈیا۔

(۷) ملیالم زبان میں اسکا ترجمہ سنہ ۱۹۶۷ء میں جناب ای، محمد عبد القادر صاحب مولوی پلیتارا نے کیا ہے، جو اس پتہ سے مل سکتا ہے حاجی اے، پی محمد لب رملہ بیڑی فیکٹری، ضلع ایڈوکی وٹڈیا۔

(۸) تامل زبان میں اسکے مترجم خلیل الرحمٰن صاحب ہیں، درج ذیل پتہ سے یہ ترجمہ لیا جا سکتا ہے۔

دلی کتب خانہ بیگم پورہ ڈنڈیگل نمبر ۲ مدراس۔

(۹) فرانسیسی زبان میں اسکا ترجمہ سنہ ۱۹۶۷ء میں مولانا سعید انگار صاحب سینٹ ڈینس (ری یونین وایا پیرس) نے کیا

ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے، جمیۃ ثقافتہ المسلمین نمبر ۳۲ جول او بررو ڈ سینٹ ڈینس (ری یونین)

(۱۰) گجراتی زبان میں اسکا ترجمہ جناب عیسیٰ بھائی نے کیا ہے جو دفتر رسالہ پیغام کاوی ضلع بہ روچ گجرات سے مل سکتا ہے۔

(۱۱) فارسی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا محمد اشرف صاحب ایم، اے صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج پشاور نے کیا ہے۔

(۱۲) ملیشیائی زبان میں اسکا ترجمہ فضیلت الصلوۃ کے نام سے ایچ، ایم یعقوب انصاری کر چکے ہیں، جو اس پتہ سے لیا جا سکتا ہے۔ ایچ، ایم یعقوب انصاری دیوان پاکستان جلان کیک چوان پلاؤ پینانگ (ملیشیا) یہ پتہ انگریزی میں بھی لکھا جاتا ہے۔

H,M,Yaqoob Ansari Kewan Pakistan

Jalan Kek Chuan Pulan Penang Malaysia

(۱۳) افریقہ کے علاقہ میں بولی جانے والی ایک زبان سہیلی (سہالی) میں بھی اسکا ترجمہ جناب شیخ مقدار یوسف (تنزانیہ) مکانیہ الصلوۃ فی اسلام واہمیتہا فی حیاۃ المسلم کے نام سے کر چکے ہیں۔

(۱۴) پشتو زبان میں اسکا ترجمہ درج ذیل پتہ سے شائع ہو چکا ہے یہاں عبدالخالق کتب خانہ رحمانیہ بازار قصہ خوانی پشاور شہر (صوبہ سرحد) پاکستان۔

(۱۵) سندھی زبان میں بھی اسکا ترجمہ مولانا دین محمد صاحب کی مساعی جمیلہ سے ہوا ہے جو اس پتہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے مکتبہ اصلاح وتبلیغ نزد ٹاور حیدر آباد سندھ۔

(۶) فضائل ذکر:۔

یہ کتاب تین بابوں پر مشتمل ہے، پہلے باب میں ذکر کے فضائل دوسرے باب میں کلمہ طیبہ کے فضائل اور تیسرے میں سوئم کلمہ کے فضائل لکھے گئے ہیں، خاتمہ میں صلوۃ التسبیح کا بھی مفصل بیان ہے۔

تبلیغی تحریک کے چھ نمبروں میں سے جو تیسرا اہم ترین نمبر علم وذکر کا ہے اس کے پیش نظر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے حکم سے یہ کتاب برکات ذکر یعنی فضائل ذکر کے نام سے سنہ ۱۳۵۸ھ میں لکھی گئی، اختتام کی تاریخ ۲۶ شوال سنہ ۱۳۵۸ھ شب جمعہ ہے کل صفحات (۱۷۶) ایکسو چھہتر ہیں۔

مندرجہ ذیل زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے:۔

(۱) برمی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا محمد موسیٰ صاحب مظاہری نے کیا ہے جو ادارہ تہذیب الاسلام نمبر ۳۵ روڈ (تالان)

مدنڈ لے برما سے مل جائے گا۔

(۲) مدراسی زبان میں اسکے مترجم جناب خلیل الرحمٰن صاحب ہیں یہ ترجمہ مکتبہ رحمت مدراس سے مل سکتا ہے۔

(۳) بنگالی زبان میں اسکا ترجمہ کرنے والے تین حضرات ہیں، مولانا طاہر صاحب، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب، مولانا عبدالمجید صاحب ملنے کا پتہ الحاج جوہر علی نمبر ۱۵۸ اے فری اسکول اسٹریٹ کلکتہ انڈیا۔

(۴) ملیالم زبان میں اس کے مترجم اے محمد عبدالقادر صاحب ہیں یہ ترجمہ اس پتہ سے مل سکتا ہے، اے پی، محمد لب رملہ بیڑی فیکٹری ضلع ایڈوکی انڈیا۔

(۵) ملیشیائی زبان میں اس کا ترجمہ جناب یعقوب انصاری صاحب نے کیا ہے، جو سنٹر آف اسلامک انفارمیشن آف پاکستانی ایسوسی ایشن جالن کیگ چوان پلاؤ پنیانگ ملیشیا سے طلب کیا جاسکتا ہے۔

(۶) تامل زبان میں اسکے مترجم جناب خلیل الرحمٰن صاحب ہیں یہ ترجمہ اس پتہ سے مل سکتا ہے دلی کتب خانہ بیگم پورہ ڈنڈیگل نمبر ۲ مدراس انڈیا۔

(۷) فارسی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا محمد اشرف صاحب، ایم اے نے کیا ہے، جس کے لئے میاں عبدالخالق فضل، مالک تاجران کتب بازار قصہ خوانی بازار پشاور شہر صوبہ سرحد پاکستان سے طلب کیا جاسکتا ہے۔

(۸) پشتو زبان میں بھی اسکا ترجمہ شائع ہو چکا ہے جس کے لئے میاں عبدالخالق فضل، مالک تاجران کتب بازار قصہ خوانی پشاور شہر صوبہ سرحد پاکستان سے طلب کیا جاسکتا ہے۔

(۹) انگریزی زبان میں اسکا ترجمہ جناب شفیق احمد صاحب نے کیا ہے جو کتب خانہ فیضی لاہور پاکستان سے مل سکتا ہے

(۱۰) سندھی زبان میں اسکا ترجمہ حافظ غلام محمد میمن صاحب کی مساعی جمیلہ سے ہوا ہے، اس پتہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے مکتبہ اصلاح وتبلیغ نزد ٹاور حیدر آباد سندھ۔

(۷) فضائل حج :۔

"حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی طبیعت پر تبلیغی تحریک کو حجاز مقدس میں پھیلاتے اور وہاں فروغ دینے کا جذبہ بہت تھا، اس مقصد کے لئے وہ دوبار حجاز مقدس تشریف لے گئے، ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ (متوفی ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۳۸۴ھ بروز جمعہ) نے اس کام کو آگے بڑھایا اور بڑی ترتیب اور دوراندیشی سے حجاز میں اور حجاج میں کام شروع کیا تو حضرت شیخ الحدیثؒ سے درخواست کی کہ حج کے فضائل میں بھی آیات وحادیث اور قصص کا ایک مجموعہ لکھ دیا جائے تاکہ ہزاروں کی تعداد میں جانے والے حجاج اسکے مطابق حج کر کے لطف و زیارت سے بہرہ ور ہوں

چنانچہ بستی نظام الدین کے قیام میں ۳ شوال سنہ ۱۳۶۶ھ کو اسکی تالیف کا آغاز ہوا، اور ۱۴ جمادی الاول سنہ ۱۳۶۷ھ جمعہ کو فراغت ہوئی۔

اس پوری کتب میں دس (۱۰) فصلیں ہیں جو حج کی ترغیب، اس کے نہ کرنے پر وعیدیں، حج کی حقیقت اور اس کے آداب جیسے اہم مضامین پر مشتمل ہیں، کتاب کے کل صفحات دوسو اکتیس (۲۳۱) ہیں۔

مندرجہ ذیل زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے:۔

(۱) برمی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ ادارہ تہذیب الاسلام نمبر ۳۵ روڈ (تالان) مانڈلے برما سے شائع ہوا ہے، اس کے مترجم مولانا محمد موسیٰ صاحب فاضل علوم سہارنپور ہیں۔

(۲) گجراتی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا احمد بیات صاحب شیخ الحدیث مدرسہ فلاح دارین ترکیسر گجرات انڈیا نے کیا ہے، یہ پوری کتاب کا ترجمہ نہیں بلکہ اسکا خلاصہ اور اختصار ہے مدنی کتب خانہ ترکیسر ضلع سورت گجرات سے مل سکتا ہے۔

(۳) انگریزی زبان میں اسکا ترجمہ جناب یوسف کران افریقہ نے کیا ہے جو واٹر وال اسلامک انسٹیٹیوٹ پوسٹ بکس نمبر 1 جوہانسبرگ ساؤتھ افریقہ کی جانب سے شوال سنہ ۱۳۹۴ھ (نومبر ۱۹۷۴ء) میں بڑے اہتمام سے طباعت کی تمام ترخوبیوں کے ساتھ شائع ہو چکا یہ پتہ انگریزی میں بھی لکھا جاتا ہے۔

Water Wall islamic Institute Post Box no,1Johansberg South Africa

(۴) تامل زبان میں اسکا ترجمہ جناب داود شریف (مدراس) نے کیا ہے جو اس پتہ پر مل سکتا ہے ٹی، اے، داود شریف صاحب نمبر ۲ سوری موتھ اسٹریٹ منا ڈی مدراس نمبر ۱۶۰۰۰۰۱ انڈیا۔

(۸) فضائل صدقات:۔

تقسیم ہند کے موقعہ پر شوال سنہ ۱۳۶۶ھ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کو مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی میں طویل قیام کی نوبت آئی تھی اس موقعہ پر مورخہ (۲۴) چوبیس شوال سنہ ۱۳۶۶ھ کو اس کتاب کی تالیف شروع کی اور اسکا اختتام سہارنپور پہنچ کر (۲۲) بائیس صفر سنہ ۱۳۶۸ھ کو ہوا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو کتاب اس کتاب کا بہت اہتمام تھا، حتیٰ کہ ایک مرتبہ عصر کی نماز کے لئے تکبیر ہو رہی تھی، دوران تکبیر صف سے آگے منہ بڑھا کر حضرت شیخ الحدیثؒ سے فرمایا کہ دیکھو اسکو بھولنا نہیں، لیکن افسوس کہ حضرت دھلویؒ کی حیات مبارکہ میں یہ کتاب نہ لکھی جا سکی اور وہ اس کے دیدار کی تمنا لے کر دوسرے عالم کو سدھار گئے۔

یہ کتاب سات مختلف فصلوں پر مشتمل ہے ہر فصل میں آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور واقعات صحابہ کرامؓ سے کنات کے

موضوع اور مقصد کو مدلل بیان کیا گیا ہے دونوں جلدوں کے کل صفحات پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) ہیں۔

مندرجہ ذیل زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے:۔

(۱) برمی زبان میں اسکا ترجمہ محمد موسیٰ صاحب مظاہری نے کیا ہے جو ادارہ تہذیب الاسلام نمبر ۳۵ روڈ (تالان) مانڈلے برما سے شائع ہوا ہے۔

(۲) مدراسی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا بی، اے، خلیل الرحمٰن صاحب ریاضی نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل جائے گا، مکتبہ رحمت پیٹی تیرونیل دلی نمبر ۴ مدراس انڈیا۔

(۳) ملیالم زبان میں اسکا ترجمہ ای، محمد عبدالقادر صاحب نے کیا ہے یہ کتاب مندرجہ ذیل پتہ سے مل سکتی ہے۔
حاجی اے، پی محمد لب رملہ بیڑی فیکٹری، ضلع ایڈوکی انڈیا۔

(۴) گجراتی زبان میں اسکے مترجم جناب منشی عیسیٰ بھائی ابراہیم ہیں مندرجہ ذیل پتہ سے یہ کتاب مل سکتی ہے، دفتر رسالہ پیغام کاوی ضلع بھروچ گجرات انڈیا۔

(۵) انگریزی زبان میں اسکا ترجمہ افریقہ میں جناب یوسف صاحب کران صاحب نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتی ہے ،المحد الاسلامی، پی، او، بکس نمبر ۵ جوہانسبرگ جنوبی افریقہ۔

(۶) تامل زبان میں اسکا ترجمہ جناب داود شریف صاحب کر چکے ہیں، مترجم کا پتہ یہ ہے، ٹی، اے، داود شریف صاحب نمبر ۲ سوری موتھ اسٹریٹ مناڈی، مدراس نمبر ۱۰۰۰۰۱ انڈیا۔''(42)

(۹) فضائل درود شریف:۔

''حضرت شاہ یٰسین صاحب نگینوی کا حضرت شیخ الحدیثؒ پر مستقل اصرار تھا کہ درود شریف کے فضائل اور آداب پر بھی ایک کتاب لکھ دی جائے، سنہ ۱۳۶۰ھ میں وصال کے وقت شاہ صاحبؒ نے اپنے اجل خلیفہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دعا جو کو اس وعدہ کی یاددہانی اور تکمیل پر اصرار کرتے رہنے کی وصیت فرمائی اور بھی احباب واکابر کی طرف سے اس کی تالیف کی تقاضے ہوئے لیکن کئی سال تک یہ رسالہ نہ لکھا جا سکا، اسکی وجہ خود حضرت شیخ الحدیثؒ کے الفاظ میں یہ تھی کہ: اس ناکارہ پر سید الکونین فخر الرسول ﷺ کی جلالت شان کا کچھ رعب ایسا طاری ہوا کہ جب بھی اس کا ارادہ کیا یہ خوف طاری ہوا کہ مبادا کوئی چیز شان عالی کے خلاف نہ لکھی جائے۔

لیکن سنہ ۱۳۸۳ھ میں جب حجاز تشریف لے گئے اور حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے تو بار بار دل میں یہ سوال آیا کہ فضائل درود شریف نہ لکھنے کا کیا خواب ہے؟ اس موقع پر اپنے اعذار کے باوجود دل میں اس سوال کی شدت پیدا ہوتی چلی

گئی اور پختہ ارادہ فرمالیا کہ واپس جا کر یہ کتاب لکھی ہے۔ چنانچہ ۲۵ رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۴ھ یوم جمعہ کواس کا افتتاح ہوااور چھ (٦) ذی الحج سنہ مذکورہ میں اختتام ہوا۔ضعف وپیری اور بار بار کے پیشاب کے تقاضوں کے باوجود اول سے آخر تک باوضو ہو کر عشق نبوی ﷺ میں ڈوب کر لکھی، ہر مرتبہ دارالتصنیف سے وضو کرنے کیلئے باہر آتے اور سخت موسم سرما میں بدقت ودشواری وضو کر کے اپنے مستقر تک پہنچتے، اسی حسن ادب اور غایت اہتمام کا یہ صلہ حضرت شیخ الحدیثؒ کو بارگاہ نبوی ﷺ سے ملا کہ اپنے معاصرین پر سبقت پا جانے کی بشارت ملی،

بھائی ماجدعلی خان صاحب پی، ایچ، ڈی علیگ اپنے ایک مکتوب میں حضرت شیخ الحدیثؒ کو لکھتے ہیں۔

ماہ رمضان المبارک میں اعتکاف کے درمیان حضور اکرم ﷺ نے بشارت دی تھی کہ زکریا رسالہ فضائل درود (لکھنے) کی وجہ سے اپنے معاصرین پر سبقت لے گیا۔

اس کے بعد بھائی ماجدعلی خان صاحب اپنا تاثر ان الفاظ میں لکھتے ہیں کہ ''اس ناکارہ کواس پر تعجب بھی ہوا کہ حضرت والا کی احادیث کی اور دین کی محنت کی اور بھی خدمات ہیں جو بہت اونچی ہیں، لیکن بعد کواشکال دفع ہوا اور دل میں یہ بات آئی کہ رسالہ فضائل درود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ کے عشق نبوی ﷺ کی دلیل ہے، اور اس اعتبار سے بھی حضرت شیخ الحدیثؒ دوسروں پر سبقت لے گئے ہیں۔

اس مکتوب ماجدی کا جواب حضرت شیخ الحدیثؒ نے ان الفاظ میں دیا:

''اللہ تعالیٰ خواب کو میرے اور تمہارے لئے مبارک کرے، پسند آنے کے واسطے اونچی چیز ہونا ضروری نہیں، کسی رنڈی کا کتے کو پانی پلانا بھی پسند آ جاتا ہے، نبی کریم ﷺ کا خواب میں دیکھنا اور اسکا معتبر ہونا تو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور کشف میں احتمال غلطی کا ہے، حدیث میں بھی اسکا کوئی ثبوت نہیں فقط'' (43)

عم محترم مولانا الحاج محمد عاقل صاحب زید شرفہ رئیس الاساتذہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اس کی تالیف میں معین ومددگار رہنے اور املاء کا شرف انہیں حاصل ہوا۔

اس کتاب میں پانچ فصلیں ہیں جو درود شریف کے فضائل، اسکے نہ پڑھنے پر وعیدیں، فوائد متفرقہ اور درود شریف کے متعلق پچاس حکایات پر مشتمل ہیں، کتاب کے کل صفحات ایک سو چھبیس (۱۲۶) ہیں۔

مندرجہ ذیل زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے:۔

''(۱) گجراتی زبان میں اسکے مترجم جناب ابراہیم اے پٹیل ہیں یہ ترجمہ درج ذیل پتہ سے سنہ ۱۹۶۶ء میں طبع ہو چکا ہے اسلامی کتب خانہ عال پورہ وایا نوساری ضلع بلساڑ گجرات انڈیا۔

(۲) تلگو زبان میں اسکا ترجمہ سیدنوراللہ صاحب قادری سنہ ۱۹۲۶ء میں کرچکے ہیں جس کے منگانے کے لئے پتہ یہ ہے سیدنوراللہ قادری صاحب لیکچرار عربی وفارسی عثمانیہ کالج کرنول انڈیا۔

(۳) فارسی میں اسکا ترجمہ مولانا محمد اشرف صاحب ایم، اے، نے کیا ہے۔

(۴) پشتو زبان میں اسکا ترجمہ درج ذیل پتہ سے شائع ہو چکا ہے، میاں حاجی محمد عبدالخالق فضل، مالک تاجران کتب قصہ خوانی بازار پشاور صوبہ سرحد۔

(۵) انگریزی میں اسکا ترجمہ جناب بھائی ماجد علی خان پی، ایچ، ڈی علیگ نے کیا ہے جو کتب خانہ عزیزیہ اُردو بازار جامع مسجد دہلی سے مل جائیگا اسکا ایک ترجمہ جناب عبدالحیٔ صاحب نے بھی کیا ہے۔

(۶) ملیشیائی زبان میں اسکا ترجمہ جناب یعقوب صاحب انصاری نے کیا ہے جو اس پتہ سے دستیاب ہے، سینٹر آف اسلامک انفارمیشن آف پاکستانی اسوسی ایشن جالن کیگ چواں پلاؤ پنیانگ ملیشیا۔

(۷) سندھی زبان میں بھی اسکا ترجمہ ماسٹر محمد موسیٰ نظامانی صاحب کی مساعی جمیلہ سے ہوا ہے جو اس پتہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے مکتبہ اصلاح وتبلیغ نزدیک ٹاور حیدرآباد سندھ۔'' (44)

یہاں تک فضائل کی ہر کتاب کا تعارف لکھا جاچکا۔

اب ان پر تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

فضائل کی اکثر کتب تبلیغ کے نصاب میں شامل کی گئی ہیں۔ کتب فضائل کے نصاب میں داخل کرنے اور اس کی ترغیب دینے سے منشا یہ نہیں کہ اتنی بڑی جماعت کے ہزاروں اور لاکھوں افراد کی زندگیاں ان ہی چند کتب میں محصور کر کے رکھ دیں جائیں اور بقیہ لاکھوں دینی ومذہبی کتابوں سے استغناء اور استخفاف۔ کے بیج ان کے دل میں بو دیا جائے۔ اگر یہ ممانعت والی بات صحیح ہوتی تو حضرت شیخ الحدیثؒ (جن کا تبلیغ کے ساتھ تعلق اور اسکی سرپرستی ونگہداشت سب پر آشکارا ہے) کے ان معمولات میں جو متوسلین اور مریدین کے لئے لکھے گئے ہیں (اور جن میں تبلیغی جماعت کا بھی ایک بہت بڑا حلقہ شامل ہے) تعلیم الطالب، حیٰوۃ المسلمین، تعلیم الدین وغیرہ کے مطالعہ میں رکھنے کی ترغیب وتحریص نہ ملتی۔ کتنے ہی خطوط حضرت شیخ الحدیثؒ کے ایسے دیکھے جاسکتے ہیں جن میں دیگر علماء اور اکابرامت سے استفادہ کرنے اور ان کی تصانیف کو مطالعہ میں رکھنے کا مشورہ دیا گیا ہے کسی مخصوص ماحول کی درستگی واصلاح کے لئے مختلف افراد کو خود حضرت شیخ الحدیثؒ کی جانب سے حضرت اقدس تھانویؒ شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنیؒ حکیم الاسلام مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحبؒ مفتی اعظم حضرت مولانا الحاج کفایت اللہ صاحب دہلویؒ حضرات کی تالیفات مطالعہ میں رکھنے پر زور دیا

گیا ہے۔فضائل کی کتب میں جو احادیث وروایات ذکر کی گئی ہیں وہ اکثر صحاح ستہ یعنی بخاری شریف ،مسلم شریف ،ترمذی شریف ،ابوداودشریف ،نسائی شریف ،اور ابن ماجہ شریف سے لی گئی ہیں ،ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابوں سے مدد لی گئی ہے ،جو کچھ لکھا گیا وہ قدما اور اسلاف کے فرمودات اور اقوال کی روشنی میں لکھا گیا ہے اور مستند ومعتبر کتابوں میں منقول ہے ،حضرت شیخ الحدیثؒ خود ہی فضائل قرآن مجید کی ابتدائی سطور میں تحریر فرماتے ہیں۔یعنی اس جگہ ایک ضروری امر پر تنبیہ کرنا بھی لابدی (ضروری) ہے وہ یہ کہ میں نے احادیث کا حوالہ دینے میں مشکوۃ ،تنقیح الرواۃ ،مرقات اور احیاء العلوم کی شرح اور منذری کی ترغیب پر اعتماد کیا ہے اور کثرت سے ان سے لیا ہے اسلئے ان کے حوالہ کی ضرورت نہیں سمجھی البتہ ان کے علاوہ کہیں اور سے لیا ہے تو اس کا حوالہ نقل کر دیا۔فضائل کی تمامی کتب میں اسی مضمون بالا کی رعایت موجود ہے اور بطور خاص فضائل قرآن مجید میں اس چیز کی توضیح اس وجہ سے کر دی گئی کہ یہ اس سلسلہ کا پہلا رسالہ تھا ،جو روایات ضعیف ذکر کی گئی ہیں ان کے لئے بطور خاص بہت سے طرق اور شواہد تحریر کئے گئے ہیں ،کیونکہ ضعیف روایت کے لئے اگر دوسرے طرق سے تائید اور شہادت پیش کر دی جائے تو اس کو ایک حد تک تقویت مل جاتی ہے یہی وہ ضابطہ ہے جو محدثین کے یہاں الحدیث الضعیف یشد بعضہ بعضاً جیسے الفاظ سے لکھا ہوا ملتا ہے۔نیز روایت کی جو بھی نوعیت تھی وہ بلاکم وکاست متن میں عربی ہی میں لکھ دی گئی تاکہ کسی روایت کے متعلق کوئی خلجان اگر پیدا ہو تو وہیں سے اسکا دفعیہ بھی ہو جائے اور یہ چونکہ اہل علم کے ذوق کی اور ان ہی کے سمجھنے کی چیز تھی اس لئے عربی میں لکھنے کی ترجیح دی گئی بعض مقامات پر تو حضرت مصنفؒ (حضرت شیخ الحدیثؒ) نے بڑی طویل طویل عبارات تحریر فرما کر ان روایات کی حیثیت متعین کی ہے اور شہادتیں پیش کی ہیں۔اس سلسلہ میں خود حضرت شیخ الحدیثؒ کی یہ تحریر بالکل کافی ہے جو ایک خط کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

فضائل کی روایات کے متعلق اصولاً یہ ذہن میں ہے کہ فضائل میں معمولی ضعف قابل اعتماد ہے اسلئے جن روایات کو ذکر کیا گیا ہے ان میں اس اصول کی رعایت کی گئی ہے اور جن روایات پر کسی نے کلام کیا ہے اسکو ظاہر کر کے اسکے انجبار ضعف کی دلیل بھی ظاہر کر دی گئی ،اس چیز کا تعلق چونکہ عوام سے نہیں تھا بلکہ اہل علم سے تھا اسلئے اسکو عربی میں لکھا کہ عوام کی عقول سے یہ چیزیں بالاتر تھیں اگر جناب کے خیال میں ایسی روایات ہوں جن کا ضعف ناقابل انجبار ہو تو بے تکلف نشاندہی فرمادیں غور کے بعد ان کو حذف کیا جاسکتا ہے۔اس ناکارہ نے تو اس میں صرف اپنی رائے پر مدار نہ رکھا تھا بلکہ متعدد اہل علم بالخصوص مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ (مظاہر علوم) اور قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم مدرسہ سے حرفاً حرفاً ان پر اولاً نظر ثانی کرائی تھی اور جن چیزوں پر ان میں سے کسی نے بھی گرفت کی ان کو قلم زد کر دیا تھا،

اسی بناء پر ان میں سے ہر رسالہ میں تقریباً ایک ربع یا ایک خمس کے قریب اصل مسودہ سے کم ہے اسکے بعد بھی یقیناً ان میں کمی کی بہت گنجائش ہے۔حضرت مولانا کی دیگر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

''جز، حجۃ الوداع والعمرات:

جب حضرت شیخ الحدیثؒ پہلی مرتبہ مشکوۃ پڑھ رہے تھے جوشوال سنہ ۱۳۴۱ھ میں شروع ہوئی تھی تو ۲۲ ربیع الاول شب صحت ۱۲ بجے لکھنا شروع فرمائی اور ایک دن ڈیڑھ رات میں شنبہ کی صبح کو پورا فرمایا۔اب تو مشائخ اکابر دیکھ کر تعجب فرماتے ہیں کہ ایک دن ڈیڑھ رات میں تو اس کی نقل بھی مشکل ہے، دیگر مدرسین جب کسی حدیث کی کتاب کی ''کتاب الحج'' پڑھاتے تھے تو دو چار دن کے لئے اس کو حضرت شیخ الحدیثؒ سے مانگ لیتے تھے،متعدد اکابر مدرسین کے پاس اسکی نقلیں بھی تھیں مگر فرمائش کی تو یہ کہہ کر حضرت شیخ الحدیثؒ نے انکار کر دیا کہ یادداشتیں ہیں، طباعت کا ارادہ نہیں لیکن مدینہ منورہ میں شعبان ۱۳۸۹ھ میں دفعۃً اس کی طباعت کا خیال پیدا ہوا اور آخر ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ میں اس رسالہ کا سننا شروع کیا۔چونکہ نزول آپ کی وجہ سے آنکھیں بے کار تھیں اسلئے عزیزان مولوی عاقل صاحب اور مولوی سلمان صاحب نے سنانا اور صاف کرنا شروع کیا اور ۲۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۹۰ھ پنجشنبہ کو اسکی تبییض پوری ہوئی اور اسکے چند روز بعد حضرت شیخ الحدیثؒ نے خواب دیکھا کسی شخص نے کہا کہ اسکی تکمیل حضور اکرم ﷺ کے عمروں کے بیان کے ساتھ ہونی چاہئے اسلئے ۱۷ جمادی الاول سنہ ۱۳۹۰ھ بروز بدھ جزء الاعمرات کی تالیف شروع فرمائی اور ۱۵ رجب سنہ ۱۳۹۰ھ یوم جمعہ کو ختم فرمائی اور شعبان سنہ ۱۳۹۰ھ میں پہلی طباعت لیتھو میں ہوئی اور اسی وقت دوسری طباعت ندوہ لکھنؤ میں ٹائپ پر شروع ہوئی۔

خصائل نبوی ﷺ شرح شمائل ترمذی:

حضرت شیخ الحدیثؒ سنہ ۱۳۴۲ھ میں بضرورت طباعت بذل المجہود مصنف حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہ کے لئے چند روز شہر دہلی میں قیام رہا۔وہاں ایک کرم فرما جناب محترم محمد عثمان خان صاحب نے شمائل ترمذی کے مختصر سے ترجمہ کا حکم کیا حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنی نااہلیت کا معترف ہرگز بھی اسکا اہل نہیں تھا اور اسی وجہ سے اس سے قبل کسی تحریر یا تقریر کی کبھی نوبت نہیں آئی تھی ،لیکن ممدوح نے اپنے حسن ظن کی بنا پر میری کسی معذرت کو بھی قبول نہ کیا، میں اپنے عجز وقصور کی وجہ سے ہرگز بھی امتثال نہ کرتا مگر چونکہ موصوف کے میرے والد ماجد صاحب نوراللہ مرقدہ سے خصوصی مراسم تھے اور بمقتضائے حدیث ''بہترین صلہ رحمی والد کے بعد اسکے دوستوں کے ساتھ حُسن سلوک ہے'' اسلئے مجھے اس کے بغیر چارہ کار ہی نہ ہوا کہ اپنی حیثیت کے موافق مختصر سا ترجمہ لکھ کر پیش کروں اور ناظرین سے

اپنے اقرار عجز کے بعد عرض کروں کہ ان اوراق کی پریشانی عبارت اور الفاظ کی غرابت مضامین کے تشتت سی تسامح فرماتے ہوئے اصل مقصد اور آقائی عالم سید البشر نبی اکرم ﷺ الف الف صلوات وتحیات کے اخلاق، اوصاف، عادات، معمولات کی طرف توجہ فرمائیں کہ عقلمند شخص بدنما برقعہ کی وجہ سے حسین چہرہ سے بے توجہی نہیں کرتا اور سمجھدار آدمی بدمزہ چھلکے کی وجہ سے لذیذ گودے کو نہیں پھنکتا، سنہ ۱۳۴۳ھ میں اسکی تالیف شروع فرمائی اور (۱) ایک جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۴ھ شب جمعہ کو پوری فرمائی۔

تحفۃ الاخوان :

سنہ ۱۳۴۵ھ میں جب حضرت شیخ الحدیثؒ کا مدینہ پاک یک سالہ قیام کی نیت سے تشریف لے گئے تھے تو اس وقت وہاں کچھ تجوید پڑھنے کا شوق ہوا۔ اور المقری الشہر استاد الاساتذہ القاری حسن شاعر جو اس زمانہ میں بھی معمر تھے اور مکہ اور مدینہ کے قراء کے مشہور استاد تھے، بڑا شہرہ ان کا تھا، ان سے شاطبی شروع کی، لیکن پہلے ہی سبق میں ان سے لڑائی ہوگئی، اسلئے کہ حضرت قاری صاحب نے یوں فرمایا کہ مطلب سمجھنے کی ضرورت نہیں۔ اشعار حفظ یاد کرلو تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا اشعار تو ضرور حفظ کر کے سنایا کروں گا، مگر اتنے مطلب نہ سمجھوں اتنے قرآن مجید کے الفاظ کی طرح سے اس کے اشعار کو یاد کرنے سے کیا فائدہ۔

جب حضرت قدس سرہ مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کو کئی ماہ بعد اس قصہ کی خبر ہوئی تو حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے نہ کہا، شاطبی تو تجھے سمجھا کے میں پڑھاتا، قاری صاحب کی شاگردی تو اسی دن ختم ہوگئی تھی لیکن ان کی شفقت ومحبت بہت دیر تک رہی، چنانچہ سنہ ۱۳۸۹ھ میں جب مدینہ پاک حاضری ہوئی اس وقت بھی وہ زندہ تھے اور بہت ہی ضعیف بہت معمر، خبر سنتے ہی دو آدمیوں کے سہارے سے حضرت شیخ الحدیثؒ کے پاس تشریف لائے اور ہر مجلس میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے متعلق سید محمود کے یہاں اور بڑوں بڑوں کے یہاں بہت فخر سے فرماتے رہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ میرے تلمیذ رشید ہیں اور ہمیشہ ایسی لفظ سے تعارف کرایا کرتے اور حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ ان کے رشید کہنے پر میں اسقدر شرمندہ ہوتا کہ نالائق سے لڑائی تو پہلے ہی دن ہوگئی تھی، پھر بھی رشید ہی رہا، لیکن ان کی شفقت اس سال بھی بہت رہی تحفۃ الاخوان فی بیان الکلام تجوید القرآن، ان کی عربی تالیف ہے وہ چونکہ اُردو سے واقف نہیں تھے اور ان کے ہندی شاگرد بہت کثرت سے ہر سال ان سے چندروز قیام میں بھی کچھ نہ کچھ ان کی عام شہرت کی وجہ سے ان سے پڑھتے تھے، اس لئے انہوں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو حکم دیا کہ اسکا ترجمہ لکھوں، وہ ایک دو دن میں کردیا اور ۸ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۵ھ کی تاریخ اسکے خاتمہ پر لکھی گئی ہے، اور بھائی الحاج احمد علی صاحب راجو پوری مہاجر مدینہ منورہ کے

مساعی جمیلہ سے یہ ان کی حیات تک پندرہ بیس دفعہ چھپا، مظاہر علوم سہارنپور کے کتب خانہ میں اسکا مطبوعہ موجود ہے۔

اوجز المسالک شرح موطا امام مالکؒ:

حجۃ الوداع اور فضائل نبوی ﷺ شرح شمائل ترمذی ان دونوں کتابوں کے برخلاف جو بہت مختصر عرصہ اور کسی بڑے کام کے درمیان کی فرصتوں اور وقتوں کے درمیان لکھی گئیں، حضرت شیخ الحدیثؒ کی وہ تصنیفات بھی ہیں جن کو انہوں نے طویل عرصہ کی انہاک، مطالعہ اور تحقیق سے مرتب فرمایا، ان میں سے سے مہتمم بالشان کتاب اور ان کا علمی و تصنیفی کارنامہ ''اوجز المسالک شرح موطا امام مالکؒ '' ہے جو چھ ۶ جلدوں میں ہے، اس کتاب کی بسم اللہ انہوں نے ربیع الاول کی پہلی تاریخ سنہ ۱۳۴۵ھ کو اقدام عالیہ میں بیٹھ کر لکھی اور مدینہ پاک کی مناسب سے موطا امام مالک کی شرح اوجز المسالک نام رکھا، اور تیس سال سے زائد اسکی تالیف میں لگ گئے۔'' (45)

علامہ حجاز مفتی مالکیہ سید علوء مالکی جو نہ صرف حجاز بلکہ اپنے دور کے نہایت متجر اور وسیع النظر عالم تھے وسعت علم میں ان کو علامہ انور شاہ کشمیری سے تشبیہ دی جاسکتی ہے، اوجز کی تعریف فرمایا کرتے تھے وہ اس پر تعجب کا اظہار کرتے تھے کہ خود مالکیہ کے اقوال ومسائل کی اتنا گہرا علم اور اتنی صحیح نقل موجب حیرت ہے وہ فرماتے تھے کہ:

''اگر شیخ زکریا مقدمہ میں اپنے کو حنفی نہ لکھتے تو میں کسی کے کہنے سے بھی ان کو حنفی نہ مانتا، میں ان کو مالکی بتاتا، اس لئے کہ اوجز المسالک میں مالکیہ کے جزئیات اتنی کثرت سے ہیں کہ اپنی کتابوں میں تلاش میں دیر لگتی ہے۔

مالکی علماء وقضاء نے اس کتاب کی بڑی قدردانی کی اور امارات خلیج کے رائیس القضاء (جو مذہب مالکی کے بڑے عالم ہیں) شیخ احمد عبدالعزیز بن مبارک نے بھی اسکی طباعت واشاعت سے بڑی دلچسپی لی۔

اوجز کے شروع میں (نوے) ۹۰ صفحے کا ایک مقدمہ ہے جس میں فن حدیث کے تعارف وتاریخ اور تدوین حدیث پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، پھر کتاب اور صاحب کتاب امام مالکؒ کا مفصل تعارف اور ان دونوں کی خصوصیات وامتیازات کا مفصل تذکرہ ہے، نیز اسکے شرح اور عہد بعہد خدمات اسکے ساتھ ساتھ امت کے اعتناء کا ذکر ہے، پھر اپنے مشائخ کا سلسلہ ولی اللہ کے اسانید کی تفصیل پھر اس سب کے بعد امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ اور ان کی محدثانہ حیثیت ودرجہ اور ان کے اصول ومسلک کا تذکرہ ہے پھر متفرق فوائد وقواعد ودھدایات وتوجیہات ہیں۔

قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم:

''سنہ ۱۳۴۹ھ میں جبریہ تعلیم کا بہت زور ہوا اس وقت ایک نہایت اہم اور اشد ضرورت کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لئے حضرت شیخ الحدیثؒ نے ایک عریضہ ارسال فرمایا تھا جو تقریباً بتیس (۳۲) صفحات پر طبع ہوا ہے لکھ کر چھپوا

کرممبران اسمبلی اور دیگر سربر آوردہ مسلمانوں کے پاس بھیجا تھا جو بڑا درد بھرا خط تھا جسکے آخر میں حضرت شیخ الحدیثؒ ۱۳ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۰ھ میں تحریر فرماتے ہیں مجروح القلب زکریا کاندھلوی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔
اس مختصر رسالہ میں تعلیم کی فضیلت اور مسلمانوں کے لئے کون سی تعلیم دین و دنیا میں بہتر ہے تحریر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ پرائمری جبریہ تعلیم میں کن امور کا لحاظ ضروری ہے۔'' (46)

الکوکب الدری:

''حضرت شیخ الحدیثؒ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحیٰیؒ صاحب کاندھلویؒ نے حضرت اقدس قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قدس سرہ کے صحاح ستہ سے متعلق درس افادات عربی میں قلمبند کر لئے تھے اور اکابر مشائخ خصوصاً شیخ الاسلام حضرت اقدس سرہ مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کا اصرار تھا کہ اسے شائع کیا جائے لیکن حضرت شیخ الحدیثؒ کے مختصر جملوں کی تشریح وتوضیح کے لئے حواشی کی ضرورت محسوس فرماتے تھے جب اکابر کا اصرار شدید ہوا تو دوسال کے لئے اوجز المسالک کا کام روک کر حضرت شیخ الحدیثؒ اس میں مصروف ہو گئے چنانچہ جلد اول کے حواشی اور نظر ثانی سے وسط ربیع الاول ۱۳۵۲ھ میں اور جلد ثانی سے ۱۶ رجب سنہ ۱۳۵۳ھ میں فراغت ہوئی۔'' (47)

''الاعتدال فی مراتب الرجال:۔

سنہ ۱۳۵۶ھ اور اوائل سنہ ۱۳۵۷ھ کانگریس اور لیگ کے اختلاف نے اتنی شدت اختیار کی کہ اکابر کی شان میں بے حد گستاخیاں اور بے ادبیاں ہوئیں اور بعض لوگوں نے دوسرے خیال کے امام کو فرائض جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں مصلے سے بھی ہٹادیا اور جس جگہ جس فریق کا غلبہ ہوا اس جگہ دوسرے خیال کے مردوں کو دفن نہیں ہونے دیا۔ اس زمانہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے پاس خطوط کی بڑی بھرمار تھی، علیحدہ علیحدہ جواب دینا بہت مشکل تھا چنانچہ حضرت شیخ الحدیثؒ طویل وعریض خط کا جواب اپنے ایک شاگرد کو مسائل حاضرہ کے متعلق سات سوالوں کا جواب دینے کے لئے شعبان سنہ ۱۳۵۷ھ میں تحریر فرمایا تھا، حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس خط میں ہزار ہا احادیث اور بہت سی آیات کا عطر نکال کر رکھدیا ہے، ناشر جناب نصیرالدین صاحب مکتبہ زکریا متصل جامع مسجد عالمگیر مارکیٹ لاہور فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ جو صاحب اس کو جس قدر پڑھتے جائیں گے اسی قدر اپنی روح میں نشاط محسوس کریں گے اس مفید خط کا مسودہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے پاس ہی رہا اور چونکہ نصیرالدین صاحب اس خط سے آگاہ تھے اسلئے انہوں نے بارہا چاہا کہ اسکو طبع کرا کر عامتہ المسلمین کے ہاتھوں تک پہنچادوں مگر حضرت شیخ الحدیثؒ میری اس دلی خواہش کے مخالف اور سخت مخالف تھے جس قدر اسرار کرتا تھا اسقدر انکار فرمایا جاتا تھا، اور ارشاد ہوتا تھا کہ عام اشاعت بے سود ہے صرف مخصوص متعلقین کو

دیکھایا جاسکتا ہے مگر حسن اتفاق کہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کو اسکا علم ہوگیا اور آپ نے اسکو نہایت اہتمام سے حرفاً حرفاً سن کر اسکی طباعت پر زور دیا، ادھر کچھ زمانہ کے بعد رئیس المبلغین حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے بھی اسکو سنا اور طباعت کا تقاضا فرمایا۔

لہٰذا حضرت شیخ الحدیثؒ کو ان ارشادات گرامی کے بعد انکار کی گنجائش نہیں رہی، اور پھر ان دونوں بزرگوں کے تعمیل ارشاد میں چند روز میں اسکو طبع کرایا، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ نے طبع کے بہت پسند فرمایا اور ہمیشہ سفری بیگ میں اسکا نسخہ رکھا رہتا تھا حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ ان ہی بزرگوں کی برکت کا اثر تھا کہ یہ کتاب اندازہ سے زیادہ مقبول ہوئی۔ سنجیدہ طبقہ اور علماء نے بہت پسند فرمایا، بیس (۲۰) پچیس (۲۵) مطابع میں ہندوپاک کے کئی کئی مرتبہ طبع ہوئی اور اسکے نمبر ۴ کا ترجمہ مولوی عبدالرحیم متالا نے گجراتی میں کرکے ''درد اور دوا'' کے نام سے شائع کرایا اور بمبئی کے احباب کے تقاضوں پر اس نمبر کو مسلمانوں کی پریشانیوں کا بہترین علاج کے نام سے اردو میں ۲۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۹۰ھ کو شائع کرایا گیا۔''(48)

لامع الدراری:

''یہ حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے درس بخاری کے افادات ہیں جو حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ نے قلمبند کیئے تھے، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے اصرار پر حضرتؒ نے لامع الدراری کے حواشی تحریر فرمائے ہیں، محرم الحرام سنہ ۱۳۷۶ھ یوم چہارم شنبہ کو اسکی ابتداء ہوئی اور دس (۱۰) ربیع الاول سنہ ۱۳۸۸ھ کو اسکی تکمیل ہوئی۔''(49)

حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں:

''لامع الدراری بھی دراصل حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شدید اصرار لکھی گئی کو کب کے بعد حضرت اسکی طباعت کا بہت ہی اصرار فرمارہے تھے اور میں اوجز کی تکمیل کا عذر کردیتا، ایک مرتبہ بہت ہی قلق سے فرمایا کہ میرے سامنے طبع ہوجاتی تو میں بھی متمتع ہوتا، میرے بعد طبع کروگے تو ہمیں کیا فائدہ ہوگا، بہت ہی قلق اور رنج ہے کہ ایسا ہی ہوا حضرت کے مرض الوصال اور شدت میں بہت ہی زور باندھ کر چار صفحے اسکے چھاپے تھے، جو حضرت کی خدمت میں مستقل آدمی کے ہاتھ بھیجے تھے جو وصال کے وقت بھی حضرت کے سرہانے رکھے رہے، مگر میرا مقدر کہ حضرت قدس سرہ کی زندگی میں کم از کم ایک ہی جلد طبع ہوجاتی تو بے حد سرت ہوتی، لیکن مقدرات کا علاج کسی کے پاس نہیں، اللہ جلہ جلالہ لامع کا اجر و ثواب حضرت کو مرحمت فرمائے کہ حضرت ہی کے حکم سے لکھی گئی۔''(50)

''لامع الدراری'' حضرت شیخ الحدیثؒ کے اضافوں اور تشریحات کی وجہ سے حدیث کی طالب علموں اور مدرسین کے لئے معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ بن گیا ہے اس سے بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن کی قدر اہل درس ہی کر سکتے ہیں، کتاب کے شروع میں بڑی تختی ۲۷×۱۷/۴ پر ایک سو باون (۱۵۲) صفحے کا فاضلانہ مقدمہ ہے جس میں نہ صرف امام بخاریؒ اور ان کی نادر روزگار الجامع الصحیح کے مختلف گوشوں، مباحث ومسائل پر مبسوط کلام ہے، اس میں وہ معلومات، فوائد ونکات جمع کر دیئے گئے ہیں جو اصول ورجال، اور تذکروں کے ہزاروں صفحات میں منتشر ہیں بلکہ مراتب کتب حدیث، ابواب حدیث، تقریر واجتہاد اور احناف کے دفاع کے سلسلہ کی وہ تحقیقات بھی جمع کر دی گئی ہیں جن سے یہ مقدمہ طالبین علم حدیث، بالخصوص حنفی المسلک علماء کے لئے ایک اچھی بیاض (علمی کشکول بن گیا ہے) اس میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی بعض ذاتی تحقیقات ان کے طویل درس حدیث کے وسیع مطالعہ کا نچوڑ بھی آ گیا ہے۔

رسالہ اسٹرائیک:

''حضرت شیخ الحدیثؒ کا تحریر فرمودہ رسالہ اسٹرائیک کے لئے آپ نے فرمایا کہ ''مدارس عربیہ میں اسٹرائیک کی روز افزوں وبا سے جتنی نفرت اس سیاہ کار کو ہے اتنی شاید ہی کس کو ہو، اور اس میں میرے دو بزرگ حضرت تھانوی اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہما بھی بہت مخالف تھے، روز افروں اسٹرائیک کی مصیبت کی وجہ سے یہ رسالہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۸ھ کو لکھا گیا جس میں اکابر مذکورین کے ارشادات بھی نقل کئے گئے۔'' (51)

فہرست تصانیف عالیہ وتالیفات عالیہ:

ذیل میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی تصانیف کی فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے درج کی جاتی ہے۔ جو کتابیں طبع ہو چکیں ان کے آگے بریکٹ میں مطبوعہ لکھدیا گیا۔

''۱:۔ الابواب والتراجم للبخاری (مطبوعہ)

۲:۔ الاعتدال فی مراتب الرجال ؛

۳:۔ آپ بیتی (سات حصوں میں) ؛

۴:۔ اختلاف الائمہ ؛

۵:۔ اصول حدیث علی مذہب الحنفیہ

۶:۔ اضافہ براشکال اقلیدس

۷:۔ اکابر علمائے دیوبند (مطبوعہ)

۸:۔ اکابر کا رمضان ؛

۹:۔ اوجز المسالک شرح موطا امام مالکؒ (مطبوعہ)

۱۰:۔ تاریخ مشائخ چشت ؛

۱۱:۔ تاریخ مظاہر علوم ؛

۱۲:۔ تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات (مطبوعہ)

۱۳:۔ تحفۃ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن ؛

۱۴:۔ تقریر بخاری شریف، ؛

۱۵:۔ تقریر نسائی شریف، ؛

۱۶:۔ تقریر مشکوٰۃ شریف ؛

۱۷:۔ تلخیص البذل

۱۸:۔ تلخیص المؤلفات والمؤلفین

۱۹:۔ تین مکتوبات مع اضافات (مطبوعہ)

۲۰:۔ جامع اختلافات الصلوٰۃ

۲۱:۔ جزء اختلاف الصلوٰۃ

۲۲:۔ جزء الاعمال بالنیات

۲۳:۔ جزء افضل الاعمال

۲۴:۔ جزء امراء المدینہ

۲۵:۔ جزء انکحۃ النبی صلی اللہ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

۲۶:۔ جزء الجہاد

۲۷:۔ جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی ﷺ (مطبوعہ)

۲۸:۔ جزء رفع الیدین

۲۹:۔ جزء اوایات الاستقاء

۳۰:۔ جزء صلوٰۃ الاستقاء

۳۱:۔ جزء صلوٰۃ الخوف

۳۲:۔ جزء صلوٰۃ الکسوف

۳۳:۔ جزء طرق المدینہ

۳۴:۔ جزء امناط

۳۵:۔ جزء المبہمات فی الاسانید والروایات،

۳۶:۔ جزء المعراج

۳۷:۔ جزء مکفرات الذنوب

۳۸:۔ جزء ملتقط لمرقات

۳۹:۔ جزء وفات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

۴۰:۔ جزء اولیات القیامہ

۴۱:۔ جزء تخریج حدیث عائشہ فی بریرہ

۴۲:۔ حکایات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین (مطبوعہ)

۴۳:۔ حواشی الاشاعہ فی اشراط الساعۃ

۴۴:۔ حواشی اصول الشاشی

۴۵:۔ حواشی بذل المجہود (مطبوعہ)

۴۶:۔ حواشی کلام پاک

۴۷:۔ حواشی المسلسلات (مطبوعہ)

۴۸:۔ حواشی الہدایہ

۴۹:۔ خصائل نبی شرح شمائل ترمذی (مطبوعہ)

۵۰:۔ داڑھی کا وجوب ؛

۵۱:۔ رسالہ التقدیر

۵۲:۔ رسالہ اسٹرائیک (مطبوعہ)

۵۳:۔ رسالہ در احوال قراء سبعہ (البدور السبعہ مع نجوم فہم الاربعۃ الرشد)

۵۴:۔ رسالہ فرائد حسینی

۵۵:۔ رسالہ مجد دین ملت

۵۶:۔ رسالہ معمولات برائے طالبین (مطبوعہ)

۵۷:۔ رسالہ نسبت واجازت ؛

۵۸:۔ رسالہ نصائح ومکتوب گرامی ؛

۵۹:۔ سیرت حضرت صدیق اکبرؓ

۶۰:۔ شذرات الحدیث

۶۱:۔ شرح الفیہ

۶۲:۔ شرح جزری

۶۳:۔ شرح سلم العلوم

۶۴:۔ ضمیمہ خوان خلیل (مطبوعہ)

۶۵:۔ فتنہ مودودیت ؛

۶۶:۔ فضائل تبلیغ ؛

۶۷:۔ فضائل تجارت ؛

۶۸:۔ فضائل حج ؛

۶۹:۔ فضائل درود شریف ؛

۷۰:۔ فضائل ذکر ؛

۷۱:۔ فضائل رمضان ؛

۷۲:۔ فضائل صدقات ؛

۷۳:۔ فضائل عربی زبان ؛

۷۴:۔ فضائل قرآن مجید ؛

۷۵:۔ فضائل نماز ؛

۷۶:۔ قرآن مجید اور جبریہ تعلیم ؛

۷۷:۔ کتب فضائل پر اشکالات اوران کے جوابات (شیخ کے مکتوبات، مرتبہ مولانا سید محمد شاہد)

۷۸:۔ الکوکب الدری علی جامع الترمذی (مطبوعہ)

۷۹:۔ لامع الدراری علی صحیح البخاری ؍

۸۰:۔ المؤلفون والمولفات

۸۱:۔ مختصات المشکواۃ

۸۲:۔ مشائخ تصوف

۸۳:۔ مشرق کا اسلام

۸۴:۔ معارف الشیخ (مطبوعہ)

۸۵:۔ معجم رجال تذکرۃ الحفاظ للذھبی

۸۶:۔ معجم الصحابہ النبی اخرج عنھم ابوداود الطیالیسی فی مسندہ

۸۷:۔ معجم المسند الامام احمدؒ

۸۸:۔ مقدمہ ابن ماجہ شریف

۸۹:۔ مقدمہ ارشاد الملوک (مطبوعہ)

۹۰:۔ مقدمہ اکمال الشیم ؍

۹۱:۔ مقدمہ بخاری شریف

۹۲:۔ مقدمہ بذل المجہود

۹۳:۔ مقدمہ ترمذی شریف

۹۴:۔ مقدمہ شمائل ترمذی

۹۵:۔ مقدمہ طحاوی شریف

۹۶:۔ مقدمہ علم حدیث

۹۷:۔ مکتوبات بنام اکابر (مطبوعہ)

۹۸:۔ مکتوبات تصوف ؍

۹۹:۔ مکتوبات علمیہ ؍

۱۰۰:۔موت کی یاد ؍

۱۰۱:۔ میری محسن کتابیں ؍

۱۰۲:۔نظام مظاہر علوم

۱۰۳:۔الوقائع والدھور''(52)

یہاں تک مذکورہ تصانیف یا تو سب حضرت شیخ الحدیثؒ ہی کی اپنی تحریر شدہ تالیفات وتصنیفات تھیں، یا حضرت شیخ الحدیثؒ ہی کے معارف وملفوظات وتقاریر بلفظہ تھیں، مگر دوسرے حضرات نے انہیں ترتیب دیا تھا۔

اب ذیل میں وہ کتابیں درج کی جارہی ہیں کہ جن کی تصنیف وتالیف یا ترتیب کا حکم حضرت شیخ الحدیثؒ ہی نے فرمایا اور پھر تکمیل کے بعد انہیں بالامستحات حضرت شیخ الحدیثؒ نے بذات خود سن کر پسند فرمایا، اور اکثر کی نشرواشاعت بھی اپنے خرچ پر ہی فرمائی، ان کی نسبت براہ راست حضرت شیخ الحدیثؒ کی طرف بھی ہوسکتی تھی کہ گذشتہ کئی بزرگوں اور اہل علم کا یہ معمول بھی رہا کہ اپنے کسی کاتب سے فرمادیا کہ اس خط کا جواب لکھ دو، وہ (کاتب) لکھ کر لے آئے، حضرت شیخ الحدیثؒ کو سنادیا حضرت شیخ الحدیثؒ نے پسند فرمالیا تو اسے مرسل الیہ کو بھجوادیا اور اس میں کوئی اشکال بھی نہیں یہ حضرت شیخ الحدیثؒ ہی کا گرامی نامہ کہلائے گا، البتہ بمصالح مختلفہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے ان تالیفات کے بارے، میں یہ طریقہ پسند فرمایا کہ ان حضرات مرتبین کے نام سے ہی ان کو مرسوم کیا جائے اور حقیقت حال کی وضاحت کے لئے ٹائٹل پر اس طرح عبارت لکھ دی جائے۔

''یہ تالیف حسب ارشاد حضرت شیخ الحدیثؒ ہوئی ہے''

اس طرح کی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں:۔

''۱:۔ الحل المفهم صحيح مسلم — حضرت مولانا محمد عاقل صاحب صدر المدرس جامعه مظاهر علوم سهارنپور۔

۲:۔ انعام البارى فى شرح اشعار البخارى — حضرت مولانا عاشق الهٰى صاحب بلند شهرى۔

۳:۔ حقوق الوالدين — حضرت مولانا عاشق الهٰى صاحب بلند شهرى۔

٤:۔ تكملة الاعتدال فى مراتب الرجال، ؍ ؍

٥:۔ فضائل صحابه كرامؓ — حضرت مولانا عاشق الهٰى صاحب بلند شهرى۔

٦:۔ ابتدائى اذكار و شغال برائے مترسلين — حضرت شيخ الحديث رحمة الله تعالىٰ عليه

،حضرت صوفی محمد اقبال صاحب۔

۷:۔ فیض شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب۔

۸:۔ مجموعہ رسائل ثلاثہ (یہ تین رسالوں کا مجموعہ ہے (۱)دعوت و تبلیغ میں ذکر کی اہمیت(۲)اعتکاف کی اہمیت کے بارے میں حضرت شیخ الحدیثؒ کا اہم گرامی نامہ (۳)ایک نصیحت آموز ترغیبی خط۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب۔

۹:۔ اکابر کا سلوک واحسان، حضرت صوفی محمد اقبال صاحب۔

۱۰:۔ مجموعہ وصایا، امام آعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری۔

۱۱:۔ امام الامراض، حضرت صوفی محمد اقبال صاحب۔

۱۲:۔ اکابر کا تقویٰ، حضرت صوفی محمد اقبال صاحب ۔

۱۳:۔ صقالتہ القلوب، حضرت صوفی محمد اقبال صاحب۔

۱۴:۔ شجرہ نقشبندیہ امدادیہ خلیلیہ مع طریقہ ذکر برائے متوسلین ،حضرت شیخ الحدیثؒ مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،حضرت صوفی محمد اقبال صاحب۔

اس رسالہ کے ابتدائی چار صفحے خود حضرت شیخ الحدیثؒ نے تحریر فرماتے تھے ،بقیہ کی تکمیل کیلئے حضرت صوفی محمد اقبال صاحب کوارشاد فرمایا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کوحق تعالی نے ایک ہمہ صفت انسان بنایا تھا ان کا فیض جس طرح مظاہرالعلوم کی صورت میں جاری ہے ،اس طرح ارشادوتربیت کا ایک عظیم الشان سلسلہ آپؒ کی ذات سے وابستہ ہے اسکے علاوہ آپ کی یادگار وہ تالیفات ہیں جو بڑی تحقیق وجستجو اور مدتوں کتابوں کے عمیق مطالعہ اورغور وفکر کے بعد لکھیں گئیں ان میں سے بعض تصنیفات کسی خاص واقعہ سے متاثر ہوکرلکھی گئیں ہیں ۔

ان میں سے کچھ تصانیف کوقدرے تعارف کے ساتھ تالیفات میں ذکرکردیا اور بعض ان میں زیور طباعت سے آراستہ ہوگئیں اور بعض اسکی منتظر کہ کب انہیں منصۂ شہود پرلایا جائے جومندرجہ ذیل ہیں۔" (53)

حضرت شیخ الحدیثؒ آپ بیتی میں اسکی تفصیل تحریر فرماتے ہیں۔

شرح الفیہ اُردو(غیر مطبوعہ):

''درس کے دوسرے سال میں جب حضرت شیخ الحدیثؒ نے الفیہ شروع کیا تو ساتھ ساتھ اسکی اُردو شرح بھی شروع فرمائی جو کل تین جلدوں میں پوری ہوئی، پہلا جز بہت مفصل شرح کے طور پر اس کے بعد مختصر ہوتی چلی گئی اور ۱۸ شعبان ۱۳۲۹ھ پنجشنبہ کو پوری ہوئی۔''(54)

اُردو شرح سلم (غیر مطبوعہ):

''جس سال سلم پڑھ رہے تھے یعنی سنہ ۱۳۳۲ھ میں تو حضرت مولانا عبدالوحید صاحبؒ بہت طویل تقریر فرماتے تھے اور حضرت پھر اسکو لکھ لیا کرتے یہ دو مسودے میں پورے ہوئے۔''(55)

اضافہ براشکال اقلیدس (غیر مطبوعہ):

''سنہ ۱۳۳۲ھ ہی میں جب حضرت شیخ الحدیثؒ اقلیدس پڑھ رہے تھے تو اسوقت قواعد فواعد پر لکھنا شروع فرمایا اسکی کاپیاں اضافہ براشکال اقلیدس کے نام سے ہیں۔''(56)

تقریر مشکوٰۃ (غیر مطبوعہ):

''ابتدا حضرت شیخ الحدیثؒ نے طالب علمی کے زمانے میں بہت مختصر لکھی تھی پھر شوال سنہ ۱۳۴۱ھ میں جب پہلی دفعہ پڑھانی شروع فرمائی تو اسکو سامنے رکھ کر اور حواشی اور شروح کی مدد سے دوبارہ لکھی۔''(57)

تقاریر کتب حدیث (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ نے یہ بھی طالب علمی کے زمانے میں جب کے کتب صحاح ستہ اولاً اپنے والد صاحبؒ سے پڑھیں ثانیاً حضرت اقدس سرہ (مولانا خلیل احمد صاحبؒ) سے پڑھیں تو اس وقت ہر شیخ کی درس کی تقریروں کا اہتمام تھا مگر مکمل اور مرتب نہیں، البتہ حضرت قدس سرہ کی نسائی شریف کی تقریر مکمل حضرت شیخ الحدیثؒ کے پاس الماری میں تھی۔ شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں مجھے خوب یاد ہے میرے حضرت قدس سرہ اگر کوئی حرف ایسا فرماتے تھے جو بین السطور میں ہو میں اسکو بھی نقل کر لیتا تھا یہ سمجھ کر کہ میرے حضرت کا فرمایا ہوا ہے۔''(58)

احوال مظاہر العلوم (غیر مطبوعہ) اور مشائخ چشتیہ:

''حضرت شیخ الحدیثؒ مدرسی کے ابتدائی دور میں مظاہر العلوم کے پچاس سالہ حالات ابتداء بنا سے سنہ ۱۳۳۴ھ تک سنہ وار بنائی مطابق سنہ ۱۲۸۳ھ ہر سال کی آمد وخرچ کی میزان، فارغ التحصیل لوگوں کی تعداد اور تقرر، علیحدگی

ملازمین اور متفرق حالات تحریر فرمائیں ہیں، حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں تقریباً حصہ اول تو پورا ہوگیا اور مدرسہ کے اکثر حالات جو مدرسہ کہ روئدادوں وغیرہ اور اشتہاروں میں چھپے ہیں، وہ سنہ ۱۳۳۵ھ کے بعد سے اسی سے لیئے گئے ہیں ارادہ یہ تھا کہ دوسرے حصہ میں ان سب اکابر کے مختصر حالات بھی لکھوں گا، لیکن مدرسے کے اسباق کے علاوہ بذل کی مشغولی بھی بڑھتی گئی اسلیئے یہ دونوں رسالے باوجود بہت بڑی مقدار میں ہوجانے کے ناقص ہی ہیں اور اب تو تکمیل کی کوئی صورت بھی نہیں۔'' (59)

تلخیص البذل (غیر مطبوعہ):

''ربیع الاول سنہ ۱۳۳۵ھ جب سے بذل المجہود شروع فرمائی تھی اسوقت سے حضرت شیخ الحدیثؒ کا معمول یہ رہا کہ حضرت قدس سرہ کے اٹھنے کے بعد سے لے کر اس دن کے لکھے ہوئے کا ایک خلاصہ ساتھ ساتھ تحریر فرماتے تھے جس میں ابحاث طویلہ کے خلاصوں کو اپنی عبارت میں اپنی یادداشت کے واسطے نقل فرمایا کرتے تھے یہ بھی تقریباً سب جلدوں کے ساتھ ساتھ ہوتی رہی۔'' (60)

شذرات الحدیث (غیر مطبوعہ):

بذل المجھود کی تالیف کے دوران حضرت شیخ الحدیث کو شروح حدیث وفقہ وغیرہ کے مراجعت پر کثرت کرنا بڑی کہ مطالعہ کے دوران مختلف کتب سے متعلق جو علمی جواہر وفوائد نظر پڑ جاتے حضرت شیخ الحدیثؒ نے ان کو ''شذرات الحدیث'' کے عنوان سے جمع کرنا شروع فرمایا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں ۔

''اس ناکارہ کا معمول یہ رہا کہ بذل کے لکھنے کے زمانہ میں شروح بخاری وغیرہ میں جب کسی دوسری کتاب کے متعلق کوئی مضمون نظر سے گذرتا تو میں نے ہر کتاب کی ایک کاپی بنا رکھی تھی اور اس کتاب کے نام سے اس کاپی پر نام لکھنا تھا ''شیخ'' شــــذرات بخاری اسی طرح ''شم، شت، شد'' وغیرہ صحاح ستہ کی ہر کتاب اور مؤطین اور طحاوی اور ہدایہ کی کاپیاں بنا رکھی تھیں اس کو تفصیل سے اس واسطے لکھوا رہا ہوں کہ میری مطبوعہ تالیف پر کذافی الشذور و روالبسط فی الشذور کے حوالے کہیں کہیں آگئے ہیں۔'' (61)

حضرت شیخ الحدیثؒ کو شذرات لکھنے میں فرصت کی تلاش رہتی تھی اس سلسلہ میں ایک لطیفہ بیان فرمایا ہے۔

''اس ناکارہ کو بذل کی تالیف کے زمانہ میں اسکی بہت خواہش رہا کرتی تھی کہ کوئی شخص حضرت سے دو چار منٹ بات

کرنے کے واسطے آجائے تو میں جلدی جلدی وہ دیکھے ہوئے مضامین شزرات کی کاپیوں پر لکھوں اگر چہ حضرت قدس سرہ کو اس وقت میں کسی کا بات کرنا بہت ناگوار ہوتا تھا جس کو میں خوب سمجھتا تھا مگر میں غرض کو چاہتا تھا کہ ایک دو منٹ کو کوئی آتا رہے مجھے اس وقت صرف ڈاک کی آمد پر ملتا تھا کہ مدرسہ چھانٹ کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے اور میری میرے پاس ڈال دیتے تھے نہ تو حضرت اس وقت اپنی ڈاک پڑھتے تھے نہ یہ ناکارہ البتہ اگر قلم سے یا مرسل کے نام سے کوئی اہم خط سمجھتے تو حضرت بھی سرسری دیکھ لیا کرتے اور میں بھی، ایک لطیفہ اس جگہ کا بہت پر لطف یاد آ گیا، حضرت قدس سرہ کی اہلیہ کی طرف سے کوئی عزیز جو کسی جگہ تھانیدار تھے، تھانیدار اس زمانے کا وائسرائے ہوتا تھا، نہایت لحیم شحیم وجیہ تھا، تھانیدار ی سوٹ میں ملبوس آئے، میرا منہ چونکہ دروازہ کی طرف ہوتا تھا اور حضرت قدس سرہ کی پشت اس لیئے میں ان دور سے آتا ہوا دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا، اس لیئے کہ میرے کئی شزرات جمع ہو رہے تھے اور مجھے یہ فکر ہو رہا تھا کہ میں بھول نہ جاؤں انہوں نے آ کر حضرت قدس سراہ کو پشت کی طرف سے سلام کیا اور حضرت متوجہ ہوئے اور میں نے بذل کی کاپی ہاتھ سے رکھ کر جلدی سے اپنے شزرات اٹھالئے، ہمارے مدرسہ کے ناظم کتب خانہ بھائی مظہر صاحب جو ابتدائی زمانہ میں میرے شریک درس بھی رہ چکے ان تھانیدار صاحب کے بہت قریب کے رشتہ دار تھے وہ ساتھ تھے چند منٹ وہ بیٹھے اور حضرت بڑی گرانی سے ان سے باتیں کرتے رہے اور میں نے جلدی جلدی اپنے شزرات پورے کئے جب وہ واپس چلے اور حضرت ادھر متوجہ ہوئے، میں نے بذل لکھنی شروع کر دی اور صاحب اٹھنے کے بعد مجھ پر بہت ناراض ہوئے باہر جا کر بھائی مظہر صاحب سے کہا کہ بزرگوں کے پاس بیٹھنے والوں کے بھی اخلاق ایسے ہوا کرتے ہیں، یہ شخص جو حضرت کے پاس بیٹھا ہوا ہے اس قدر مغرور و متکبر ہے کہ میں اتنی دیر بیٹھا رہا اور حضرت اس قدر شفقت سے مجھ سے باتیں کرتے رہے لیکن اس مغرور اور بد دماغ نے ایک دفعہ بھی تو نگاہ اٹھا کر ہوں نہیں دیکھا کہ یہ آدمی بیٹھا ہے گدھا بیٹھا ہے، سوئر بیٹھا ہے، بھائی مظہر صاحب نے اس ناکارہ کی طرح سے بہت صفائی پیش کی کہ یہ بات نہیں بلکہ یہ مشغول بہت رہتا ہے لیکن اسکے دماغ میں یہ بات نہیں آسکی کہ ایسی بھی مشغولی ہوسکتی ہے وہ دیر تک خفا ہی ہوتے رہے ان کی خفگی بجا تھی کہ ناواقف آدمی کو یہ سمجھنا مشکل ہوتا ہے کہ اس قسم کی مشغولی بھی ہوسکتی ہے۔'' (62)

حواشی بذل المجھود (غیر مطبوعہ):

''بذل المجھود کی طباعت کے بعد سے اس پر حواشی کا سلسلہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے شروع فرمایا اور اخیر زمانہ تک یعنی سنہ ۱۳۸۸ھ تک ابوداؤد شریف اور حدیث کی دوسری کتابوں میں جو نئی بات نظر پڑتی رہی وہ حضرت شیخ الحدیثؒ بذل کے حاشیہ پر لکھتے رہے وہ ایک مستقل ذخیرہ بن گیا ہے۔'' (63)

شرح عربی جزری (غیر مطبوعہ):

''مدینہ منورہ کے ایک المقری الشہیر استاد الاساتذہ القاری حسن شاعر جو مکہ اور مدینہ کے قراء کے مشہور استاد تھے بڑی شہرۃ ان کی تھی ان کی عربی تالیف ہے وہ چونکہ اُردو سے واقف نہیں تھے اور ان کے ہندی شاگرد بہت کثرت سے ہر سال ان سے چند روزہ قیام میں بھی کچھ نہ کچھ ان کی عام شہرت کی وجہ سے ان سے پڑھتے تھے اس لئے انہوں نے فرمایا تھا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ اسکا ترجمہ کر دیں تو تعمیل حکم میں عربی طلبہ کے واسطے لکھی تھی۔'' (64)

دراحوال قراء سبعد البدور مع نجومهم الاربعه عشر (غیر مطبوعہ):

''سنہ ۱۳۴۵ھ میں جب حضرت شیخ الحدیثؒ جب ایک سالہ قیام مدینہ منورہ کی نیت سے تشریف لے گئے تھے اسوقت بذل کے لکھنے کے بعد جو وقت بچتا تھا تو حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے شوق سے یہ رسالہ بھی لکھا تھا جس میں قراء سبعہ اور ان کے چودہ شاگردوں کے مختصر احوال لکھے تھے۔'' (65)

مقدمات کتب حدیث (غیر مطبوعہ)

''حضرت شیخ الحدیثؒ نے مختلف ایام میں سنہ ۱۳۴۶ھ سے سنہ ۱۳۵۶ھ تک کے دوران کئی مقدمہ علم الحدیث تحریر فرمائے مقدمہ بذل المجہود ابوداؤد شریف بہت مفصل تحریر فرمایا اور بذل المجہود کے شروع میں اس کی طباعت کا بھی ارادہ تھا مگر حضرت قدس سرہ نے خود اسکا مقدمہ مختصر لکھوا دیا حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ عرض کرتے ہوئے شرم آئی کہ میں نے مفصل لکھ رکھا ہے اسلئے طباعت کی نوبت نہ آئی۔'' (66)

اصول حدیث علی مذهب الحنفیه (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ مسلک حنفیہ پر اصول حدیث کا متن جو ۸ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۲ھ کو شروع فرمایا تھا اور ۱۰ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۲ھ کو ختم فرمایا اور اسکے ساتھ ہی اس پر حواشی کا سلسلہ سنہ ۱۳۸۸ھ تک چلتا رہا، جو مضمون حضرت شیخ الحدیثؒ کے ذہن میں آتا اسکو تحریر فرماتے رہے۔'' (67)

الوقائع والدہور (غیر مطبوعہ):

''نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اور اسکے بعد خلفاء راشدین اور اسکے بعد سلاطین بنی امیہ وغیرہم کے حالات حضرت شیخ الحدیثؒ نے ۲۵ محرم سنہ ۱۳۴۱ھ یوم جمعہ کو تحریر فرمانا شروع کیا اور یہ سلسلہ سنہ ۱۳۸۸ھ تک چلتا رہا جلد اول میں حضور اکرم ﷺ کے حالات جلد دوئم میں خلفاء راشدین کے حالات اور جلد سوئم میں ان کے بعد والوں کے

حالات تحریر فرماتے رہے۔''(68)

المؤلفات والمؤلفین (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ یکم جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۷ھ کو معروف کتب حدیث وفقہ اور معروف مؤلفین کے حالات اوران کے احوال کے مواضع جن جن کتابوں میں تھے ان کے حوالے لکھنے شروع فرمائے اور یہ سلسلہ سنہ ۱۳۸۸ھ تک چلتا رہا۔''(69)

تلخیص المؤلفات والمؤلفین (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ نے یہ ایک مختصر رسالہ تحریر فرمایا جس میں مؤلفین کے نام اور بہت مختصر حالات جمع فرمائیں ہیں۔''(70)

جزء المعراج (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے معراج شریف کے متعلق ایک مستقل رسالہ لکھنا شروع کیا تھا جس کے کئی جز تو ہو گئے تکمیل کو نہیں پہنچا۔''(71)

جزء وفاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض الوصال کی ابتداء اور تاریخ، ازواج مطہرات کے ہاں دورہ اور اخیر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے یہاں تشریف آوری اور مرض کی شدت وغیرہ احوال کی روایات جمع فرمائی ہیں۔''(72)

جزء افضل الاعمال (غیر مطبوعہ):

''افضل الاعمال کے بارے میں روایات بہت مختلف وارد ہوئی ہیں اسلئے حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس رسالہ میں ان سب روایات کی جمع کیا اور مشائخ نے ان میں جمع کے متعلق جو توجیہات فرمائی ہیں ان میں سے بھی اکثر نقل فرمایا ہے۔''(73)

جزء روایات الاستحاضہ (غیر مطبوعہ):

حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ'' استحاضہ کی روایات میں جو تعارض ہے وہ حدیث پڑھنے پڑھانے والوں سے مخفی نہیں ، میرے حضرت اقدس قدس سرہ اعلی اللہ مراتبہ نے بذل المجہود کا باب الاستحاضہ لکھوانے کے بعد یوں ارشاد فرمایا تھا کہ

استحاضہ کے ابواب میں ہمیشہ ہی اشکال رہا، خیال تھا کہ بذل المجہود میں سمجھ میں آ جائیں گے مگر اس میں بھی سمجھ نہیں آئے، اور سچ فرمایا کوکب لکھی اوجز لکھی لامع لکھی لیکن پھر بھی حل نہ ہوئے چنانچہ کوکب کے حاشیہ پر حمنہ بیت جحش کے قصہ میں بندہ نے اپنی ایک خاص رائے لکھی ہے جو سارے مشائخ اور شراح کی رائے کے خلاف ہے میرے حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ ایک دفعہ دیوبند سے صرف اس حدیث کی وجہ سے تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ صرف اس حدیث کی وجہ سے آیا ہوں تم نے بات بہت معقول لکھی مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کو یہ الہام سارے مشائخ سارے شراح کے خلاف کیسے ہوا آپ کے حضرت نے بذل المجہود میں وہی لکھا جو سارے شراح لکھ رہے ہیں ملا علی قاری، شراح ترمذی سب ایک مضمون پر متفق ہیں مگر آپ نے یہ مطلب کہاں سے نکالا، کوئی مستند اس کا آپ کے پاس ہے؟ میں نے عرض کیا ہے مشکل الآثار طحاوی سے یہی مطلب مستنبط ہوتا ہے حضرت قدس سرہ نے فرمایا پھر تو بڑا اقوی ماخذ ہے اور مشکل الآثار نکلوا کر دیکھی، حضرت مدنی قدس سرہ کوکب اور لامع کو قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کی وجہ سے اہتمام سے دیکھا کرتے تھے اور لوگوں کو ترغیب بھی دیا کرتے تھے ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ حضرت نے فرمایا، آپ نے کوکب کا حاشیہ لکھا ہے یا اوجز کا اشتہار دیا ہے ہر مسئلہ میں والبسط فی الاوجز لکھتے ہیں ایک دفعہ یہاں دیکھو ایک دفعہ وہاں حدیث پاک میں چونکہ اس ناکارہ کی مرغے کی ٹانگ بہت سی جگہ الگ رہی اس لئے میرے حضرت مدنی قدس سرہ ان پر اکثر مراجعت فرمایا کرتے تھے۔'' (74)

جزء رفع الیدین (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ رفع الیدین کے متعلق ان سب روایات کو ایک جگہ جمع فرمایا اور ان پر تفصیلی کلام کا بھی ارادہ تھا مگر مقدر سے پورا نہ فرما سکے۔'' (75)

جزء الاعمال بالنیات (غیر مطبوعہ):

''الاعمال بالنیات والی حدیث بڑی جامع حدیث ہے اور بہت سے مسائل اس سے ثابت ہوتے ہیں اسلئے حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس رسالہ کی ابتداء بھی اسی حدیث شریف سے شروع فرمائی جس میں نمونہ کے طور پر فرمایا گیا ہے اور تفصیلی طور پر بھی حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس پر کلام فرمایا ہے۔'' (76)

جزء اختلافات الصلوٰۃ (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ مشکوۃ شریف پڑھانے کے زمانے میں اکثر رفع یدین، فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر وغیرہ تین چار مسائل پر خلاصہ فرماتے اور فرماتے ہیں کہ اختلاف یہ ہے کہ رفع یدین سنت ہے یا عدم رفع اس کے لئے

حضرت شیخ الحدیثؒ نے نماز کی چار رکعتوں کے اختلاف جمع فرمانا شروع کیئے اسوقت دوسو (۲۰۰) سے زائد ہوگئے تھے بعد میں ان پر اور اضافے ہوتے رہے۔'' (77)

جزء اسباب اختلاف آلائمہ (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ کا یہ رسالہ اپنے موضوع پر ایک اہم رسالہ ہے یہ اگر چہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا تاہم جو بحثیں مذاہب اور ائمہ مجتہدین کے اختلاف کے اسباب کے ذیل میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے بیان فرمائی ہیں ان کی انفرادیت اور اہمیت کی ضمانت ہے یہ رسالہ مظاہر علوم سے ایک رسالہ المظاہر کے نام سے نکلتا تھا اس میں حضرت شیخ الحدیثؒ کا ایک مضمون آئمہ اربعہ میں اتنا وسیع اختلاف کیوں ہے جب کہ سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے اقوال وافعال ہی سے استدلال کرتے ہیں تحریر فرمایا کرتے تھے اس رسالہ کے مختلف پرچوں میں تقریباً اسی (۸۰) صفحے اسی مضمون کے شائع ہو چکے تھے۔'' (78)

جزء المبہات فی الاسانید والروایات (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ نے احادیث کی اسانید میں بھی اور روایات میں بھی بہت سے نام مبہم آتے ہیں ان سب کے نام دوسری احادیث میں تلاش کر کے لکھنے شروع فرمائے تھے۔'' (79)

رسالہ التقدیر (غیر مطبوعہ):

حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ'' ایک زمانے میں یہ مضمون رات دن دماغ میں چکر کھاتا تھا کہ آدمی کے مقدر میں جتنا ہوتا ہے اس سے زائد نہیں ملتا اور نہ اس سے کم ملتا ہے مثلاً اگر کسی کے مقدر میں مرغیاں کھانا ہے وہ بہر حال مرغی کھائے گا یا حضرت بن کر کھائے یا کما کر اپنے پیسوں کی کھائے یا لیڈر بن کر کھائے اور اگر کوئی ہنر بھی اس کے پاس نہیں تو کسی رائیس یا اعلیٰ حاکم کا خانسامہ بنے گا، اسکی بہت سی جزئیات تحریر فرمانا شروع کیں جس کے مقدر میں جیل ہے وہ چوری یا ڈاکہ مار کر جیل میں جائے گا ورنہ سیاسی لیڈر بن کر جائے ہی گا، اکابر کے قصے بھی اس میں لکھے تھے اور تعویزوں کی بدولت ہر آنے والے کے گھر کے حالات بھی پوچھ لیتا تھا کہ کیا آمد ہے کیا کھاتے ہو اور وہ سمجھ کر کہ تعویز میں اسکی بھی ضرورت ہے سب بتلا دیتا تھا، بڑی اونچی تنخواہوں والے بیماری کی وجہ سے حکیم ڈاکٹروں سے سب کچھ منع کر رکھا ہے اُبلی ہوئی دال یا بغیر گھی کا سالن وغیرہ وغیرہ بغیر نام کے بہت سے قصے اسمیں جمع کیئے تھے جس کے مقدر میں موٹر کی سواری لکھی ہے وہ ہزار بارہ سو کما کر اپنی موٹر خریدے یا توفیق الٰہی سے حضرت جی بن جائے یا لیڈر یا پھر ڈرائیور، اس رسالہ کے پورا

کرنے کا مجھے بھی ہمیشہ اشتیاق رہا مگر مقدر نہ ہوا، اس میں واقعات بہت عبرت انگیز لکھے ہوئے ہیں جو اس زمانہ کے اخبارات سے بھی نقل کئے تھے۔''(80)

سیرت حضرت صدیق اکبرؓ (غیر مطبوعہ):

''ایک رسالہ بھی مظاہر العلوم ہی سے نکلتا تھا جس کا نام رسالہ الصدیق تھا ان کے اصرار پر حضرت شیخ الحدیثؒ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح میں تحریر فرمانا شروع کیا تھا، مسودہ تو بہت سا ہو گیا تھا لیکن طباعت کی نوبت شاید ایک ہی آدھ پرچہ میں آئی، پھر وہ پرچہ ہی بند ہو گیا تھا۔''(81)

رسالہ فرائد حسینی (غیر مطبوعہ):

حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ ''حضرت اقدس سیدی وسندی شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کی تشریف آوری پر بسا اوقات علمی تذکرہ بھی ہوتا رہتا تھا، اس میں یہ مضامین عالیہ بندہ کے نزدیک قابل حفظ ہوتے تھے ان کو ایک رسالہ میں جمع کرتا رہتا تھا، بڑے اچھے مضامین ہیں مگر پورا ہونے کی اور طباعت کی نوبت نہیں آئی۔''(82)

حواشی کلام پاک (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ کا معمول سنہ ۱۳۳۸ھ سے لیکر سنہ ۱۳۸۵ھ تک ماہ رمضان المبارک کی راتوں میں سونے کا نہیں تھا اور بغیر رمضان المبارک کے تو کلام مجید دیکھ کر پڑھنے کا وقت بہت ہی کم ملتا تھا لیکن رمضان المبارک میں دو چار رمضانوں کے علاوہ علمی کام سب بند ہو جاتے تھے اور قرآن پاک کے دیکھ کر پڑھنے کا معمول ماہ مبارک میں بہت اہتمام سے ہو جاتا تھا تراویح کے بعد سے تہجد کے وقت تک ترجمہ کے تدبر و تفکر کے ساتھ پڑھنے کی نوبت آتی تھی اور اس میں جو اشکال پیش آتے تھے حضرت شیخ الحدیثؒ اسی وقت تفاسیر سے مراجعت کر کے بین السطور کے حواشی پر تحریر فرماتے۔''(83)

حواشی الاشاعۃ (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ طلب علم کے زمانہ میں الاشاعۃ فی الشراط الساعۃ میں ہر دو ورق کے درمیان میں ایک سادہ ورق لگوا کر جلد بندھوا رکھی تھی اور سنہ ۱۳۳۵ھ سے سنہ ۱۳۳۸ھ تک وقتاً فوقتاً اسی پر حواشی کا اندراج فرماتے رہے اور اسکی مندرجہ روایات کا حوالہ اور فتح الباری وغیرہ سے کلام صاحب اشاعۃ نے نقل کیا اس پر فتح الباری وغیرہ کے صفحات نیز اسکے متعلق کوئی مضمون کسی دوسری جگہ ملا تو حضرتؒ اپنے حواشی پر تحریر فرما دیتے تھے۔''(84)

حواشی وذیل التهذیب (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ حافظ ابن حجرؒ کی تہذیب التہذیب، تقریب وتعجیل وغیرہ پر حواشی تحریر فرماتے رہے لیکن تہذیب التہذیب پر حواشی کثرت سے تحریر فرمائی اور ذیل التہذیب کے نام سے مستقل بارہ جلدیں مجلد کرا کر تہذیب کے موافق اس پر صفحے ڈال دیئے تھے تاکہ اس پر تہذیب کا استدراک اور ذیل لکھا جائے اور تہذیب پر حواشی زیادہ تحریر فرمائی۔''(85)

حواشی اصول الشاشی ہدایہ وغیر (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ نے اصول الشاشی ابتداء سنہ ۱۳۳۵ھ میں پڑھائی اور اسکے بعد پڑھاتے رہے اور ہدایہ ابتداء سنہ ۱۳۳۷ھ میں پڑھانا شروع فرمایا، ہر دفعہ اس پر حواشی کا اضافہ فرماتے رہے۔''(86)

حواشی مسلسلات (غیر مطبوعہ):

'' حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ مسلسلات کی سنہ ۱۳۴۶ سے تو مخصوص طلباء دورہ کے بعد اجازت لیا کرتے تھے لیکن سنہ ۱۳۵۳ھ سے وہ دورہ کے بعد ایک مستقل باضابطہ سبق بن گیا، اسی وقت سے بندہ نے اسکے حواشی بھی شروع کیئے، جو سنہ ۱۳۸۰ھ تک چلتے رہے اور اس کی تحویلات کی جو بہت کثرت سے مسلسل بالصوفیہ میں آرہی تھیں، نقشہ بنا کر دوبارہ سہ بارہ طبع کرایا، حواشی کے طبع ہونے کی نوبت نہیں آئی اور اسکے رجال پر مستقل کلام علیحدہ علیحدہ لکھا۔''(87)

جزءمکفرات الذنوب (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ شریفہ میں جن جن اعمال کو کفارہ ذنوب بتایا ہے ان سب کو مجموعہ احادیث کو اختصاراً اور اجمالاً جمع فرمایا کرتے تھے۔

جزءملتقط المرقاۃ (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ شوال سنہ ۱۳۴۱ھ میں جب پہلی مرتبہ مشکوۃ شریف مستقل پڑھانی شروع فرمائی تو سنہ ۱۳۴۱ھ ۲۹ ذی الحج سے اس رسالہ کی ابتداء فرمائی: اس میں مرقاۃ کو دیکھتے ہوئے جو خصوصی قابل حفظ مضمون ہوتے تھے ان کو شزرات کے طور پر تحریر فرماتے تھے۔''(88)

جزءملتقط الرواۃ عن المرقاۃ (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ نے یہ رسالہ بھی اسی زمانہ میں ذیعقدہ سنہ ۱۳۴۱ھ کے آخری جمعہ میں شروع فرمایا تھا اس میں ان رواۃ کو جمع فرمایا ہے جن پر ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ میں کچھ کلام کیا ہے پہلے جزء کو الستقاط ۲۹ ذی الحج سنہ ۱۳۴۱ھ بروز دوشنبہ کو پورا فرمایا تھا۔

ہجم المسند الامام احمدؒ (غیر مطبوعہ):

''مسند احمد کی روایات ترتیب صحابہ کرامؓ پر ہیں جس میں حدیث کا تلاش کرنا بڑا مشکل ہے اس رسالہ میں حروف تہجی کے اعتبار سے ان سب صحابہ کرامؓ کی روایات کی فہرست حضرت شیخ الحدیثؒ نے تحریر فرمائی ہے، جس میں ہر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث مع جلد وصفحہ درج کی گئی ہے۔

جزء المناط (غیر مطبوعہ):

حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ ''احادیث میں مناط کا سلسلہ بہت اہم اور آئمہ مجتہدین کے اختلافات کا زیادہ مدار مناط ہی پر ہے اسلئے حضرت نے جس میں تنقیح المناط اور تحقیق المناط اور تخریج المناط کے ابحاث اور فروع ذکر فرمائے ہیں۔

رسالہ مجددین ملت (غیر مطبوعہ):

'' نبی اکرم ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ میری امت میں ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوگا، جس کے متعلق ہر زمانہ کے محققین نے اپنی تحقیق کے موافق اکابر امت میں جو مجدد کہے گئے ہیں حضرت شیخ الحدیثؒ نے ان کی فہرست تحریر فرمائی ہے اور اس رسالہ میں ان سب اکابر کے اقوال جو مختلف زمانوں میں مختلف اکابر نے لکھے ہیں حضرت شیخ الحدیثؒ نے چودھویں صدی تک جمع فرمائے ہیں۔'' (89)

''جزء صلوٰۃ الستقاء (غیر مطبوعہ)

جزء صلوٰۃ الخوف (غیر مطبوعہ)

جزء صلوٰۃ الکسوف (غیر مطبوعہ)۔''

ان تینوں مسئلوں میں روایات میں بھی اختلاف اور تواریخ میں بھی اختلاف ہے کہ ان تینوں نمازوں کی ابتداء کب ہوئی اور کتنی مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے پڑھی کہاں پڑھی حضرت شیخ الحدیثؒ نے ان تینوں رسالوں میں تینوں نمازوں کی روایات بھی جمع فرمائی ہیں اور اپنی طرف سے بعض روایات کو ترجیح بھی دی ہے۔

جزء ما قال المحدثون فی الامام اعظمؒ (غیر مطبوعہ):

''یہ کئی جزء کا رسالہ ہے جس میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں آئمہ محدثین کے اقوال جرح وتعدیل اور ان پر کلام نقل کیا گیا ہے۔

جزء تخریج حدیث عائشہؓ فی قصہ بریرہ (غیر مطبوعہ):

''حضرت عائشہؓ کی احادیث، حضرت بریرہ کے قصہ میں مختلف وارد ہوئی ہیں حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس رسالہ میں ان سب کو جمع فرمایا ہے تا کہ دیکھنے والے کو بیک نظر سب اختلافات معلوم ہو جائیں۔'' (90)

تقریر نسائی شریف (غیر مطبوعہ):

''یہ بہت مفصل تقریر ہے جس کو حضرت شیخ الحدیثؒ نے ۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۱ھ میں لکھنی شروع فرمائی تھی اس میں وہ تقریر بھی آگئی ہے جو حضرت قدس سرہ مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے پڑھنے کے زمانے میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے نقل فرمائی تھی اور انکے والد صاحب کی دو تقریریں جو انہوں نے اپنے حضرت گنگوہی قدس سرہ سے نقل فرمائی تھیں ان کے علاوہ حضرت امام نسائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قال ابو عبدالرحمٰن کی شرح مفصل آگئی ہے، نسائی شریف کے اس نسخہ پر قلمی حواشی بھی فرمائی ہیں۔'' (91)

جزء امراء المدینہ (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ نے اکثر روایات میں امیر مدینہ کی عبارت سے واقعات نقل فرمائیں ہیں قال المیر المدینة کذا فعل امیر المدینة کذا، اس رسالہ میں امراء مدینہ کے ناموں کی تعیین، اور ان کے امارت کے زمانہ کی ابتداء وانتہا جمع کی گئی ہیں تا کہ واقعات میں امیر کی تعیین ہو سکے۔

جزء طرق المدینہ (غیر مطبوعہ): ''مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف آنے کے لئے چار راستے مشہور ومعروف ہیں سلطانی، فرعی، غائرہ اور شرقی، حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس رسالہ میں ان چاروں راستوں کی تفصیل اور ان کے منازل ذکر فرمائے ہیں اور ان کے مختصر حالات بھی۔

جزء مایشکل علی الجارحین (غیر مطبوعہ): ''آئمہ جرح وتعدیل کے کلام میں بعض رجال کے متعلق جارحین کے کلام پر کچھ اشکالات پیش آتے ہیں چنانچہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس رسالہ میں ان اشکالات کو جمع فرمایا ہے۔'' (92)

جزء الجہاد (غیر مطبوعہ): ''اس رسالہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے جہاد کی تعریف، اس کے شرائط، امارت اور خلیفہ شرعی کی شرائط وغیرہ بیان فرمائی ہیں۔

جزء انکحته النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ نے امہات المؤمنین کے نکاحوں کی تفصیل اور ان کے احوال اور ان عورتوں کا ذکر جن کے نکاح میں اختلاف ہے اور جن عورتوں سے خطبہ ہوا مگر نکاح نہیں ہوا اور ان کی تفاصیل تحریر فرمائیں ہیں اور آخر میں حضرت فاطمہؓ کے نکاح کا ذکر فرمایا ہے۔

مشائخ تصوف (غیر مطبوعہ): ''اس رسالہ میں اکابر صوفیاء کے مختصر حالات اور اس میں معروف صوفیاء کے حالات درج فرمائیں ہیں۔''(93)

اولایات القیامتہ (غیر مطبوعہ): ''اس رسالہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے وہ احادیث جمع فرمائیں ہیں جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے اول یاپسئل یا اول مایفعل فرمایا، جیسے اول ما یحاسب العبد یوم القیامة الصلوٰۃ اور اول مایقضی فی الدماء اول الناس یقضی علیه یوم القیامة رجل التشهد الحدیث وغیرہ وغیرہ۔

مختصات المشکوۃ (غیر مطبوعہ): ''حضرت شیخ الحدیثؒ نے مرقاۃ میں یا دوسری شروح میں جو مضامین مشکوۃ شریف کی کتاب کے حل سے تعلق رکھتے تھے وہ اس رسالہ میں جمع فرمائیں ہیں یعنی جو مضامین احادیث سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس میں نہیں لئے گئے، بلکہ نفس مضامین جو نفس کتاب سے متعلق ہیں ان کو جمع فرمایا ہے۔''(94)

رسالہ رد مودودیت (غیر مطبوعہ): حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ'' سنہ ۱۳۷۶ھ میں مودودیت کی کتابیں بہت ہی کثرت سے پڑھنے کی نوبت آئی، تقریباً تین سو رسائل اور کتب مودودی صاحب اور ان کی جماعت کی شب و روز جاگ کر پڑھیں اور یاداشتیں ایک رسال کی صورت میں جمع فرمائیں اور یہی رسالہ حضرت مدنی قدس سرہ کی اکثر تالیفات کی بھی ماخذ ہے اور قاری سعید صاحبؒ کی تالیفات کشف حقیقت کا بھی ماخذ ہے اور اس ناکارہ نے تقریباً پچاس بڑی تقطیع کے صفحات پر خود بھی ایک رسالہ لکھا تھا باوجود اکابر او احباب کے شدید اصرار کے طبع کی نوبت نہیں آئی۔''(95)

مشرقی کا اسلام (غیر مطبوعہ): ''حضرت شیخ الحدیثؒ نے ایک زمانے میں بہت کثرت سے عنایت اللہ مشرقی کی کتابوں کا مطالعہ فرمایا اور اسکی کفریات کو ایک رسالہ میں جمع فرمایا۔ یہ ہی رسالہ قاری سعید صاحب مفتی مظاہر علوم کے

رسالہ ''مشرقی کا اسلام'' مطبوعہ کا ماخذ ہے۔

میری محسن کا بیں (غیر مطبوعہ): ''مولانا الحاج ابوالحسن علی ندوی نے ایک زمانہ میں اخبارات میں اس عنوان پر مضامین لکھوانے کا تقاضا حضرت شیخ الحدیثؒ سے کیا اور تحریراً وتقریراً کئی دفعہ تقاضا کیا اس پر ایک رسالہ اس سلسلہ میں تصنیف کرنا شروع فرمایا تھا، جس میں ہر دو کی اپنی پسندیدہ کتابیں لکھی تھیں۔''(96)

نظام مظاہر علوم (غیر مطبوعہ):

''مولانا شبیر علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب مظاہر علوم کے سرپرست بنے تو انہوں نے حضرت شیخ الحدیثؒ سے مدرسہ کے سابقہ نظام کے متعلق تحریراً وتقریراً بہت سے معلومات دریافت فرمائیں اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے یہ بہت ہی اہم رسالہ تحریر فرمایا جس میں کئی ماہ تتبع اور تلاش میں بھی خرچ ہوئے اور بہت بڑی تقطیع کے تقریباً سو (۱۰۰) صفحے سے زائد ہو گئے، مظاہر علوم کی نہایت مستند بہترین ابتدائی تاریخ لکھی ہے۔''(97)

جامع الروایات والاجزاء (غیر مطبوعہ):

''حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی ابتدائی زندگی میں جس کو سنہ ۱۳۳۵ھ کے بعد شروع سمجھتے ہیں کتب احادیث کے اطراف لکھنے شروع فرمائے تھے جن کی روایات کو جامع الروایات کے نام سے جمع فرمانا شروع کیا تھا اور اکی تفاصیل کو اجزا کے نام سے اور اس میں صحاح ستہ اور موطئین طاوی، حاکم، بیہقی وغیرہ کے اطراف لکھنے شروع فرمائے تھے، بہت بڑا ذخیرہ ہے۔''(98)

معجم رجال تذکرۃ الحفاظ للذہبی (غیر مطبوعہ):

''تذکرۃ الحفاظ چار جلدوں میں طبع ہوئی ہے اور ہر جلد کی فہرست الگ ہے اور اس میں بھی مشہور لقب اور کنیت سے رواہ کو ذکر کیا گیا ہے حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس رسالہ میں چاروں جلدوں کی ایک فہرست مرتب فرمائی جس میں حرت تہجی کے اعتبار سے ناموں کی فہرست مرتب فرمائی اور ہر نام کو اسکے نام کے اعتبار سے اس کو حرف میں تحریر فرمائی تھی۔

تبویب تاویل مختلف الحادیث لابن قتیبہ (غیر مطبوعہ):

''ابن قتیبہ کی تاویل حدیث مشہور کتاب ہے، مگر محبوب نہیں ہے کیف ما اتفق احادیث کو جمع کر دیا ہے حضرت شیخ الحدیثؒ نے ابواب فقہیہ کی ترتیب پر اسکی تبویب فرمائی جو ۵ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۲ھ شب جمعہ میں تحریر فرمائی۔''(99)

تبویب مشکل الآثار (غیر مطبوعہ):

''امام طحاویؒ کی مشکل الآثار چار جلدوں میں ہے اور اسکی فہرست بھی مسلسل مضامین کے اعتبار سے غیر مرتب ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے ان کی چار جلدوں کی فہرست کو ابواب فقہیہ کے اعتبار سے مرتب فرمائی۔

معجم الصحابہؓ التی اخرج عنهم ابوداؤد الطیالسی فی مسنده (غیر مطبوعہ):

''امام ابوداؤد طیالسی نے بھی مسند احمد کی طرح سے صحابہ کرامؓ کی روایات صحابہ کرامؓ کے مراتب کے اعبار سے نقل کی تھیں جس نے وہی فائدہ اٹھا سکتا تھا جو مراتب صحابہ کرامؓ سے واقف ہو، حضرت شیخ الحدیثؒ نے ان سب صحابہ کرامؓ کی روایات کی فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے جمع فرمائیں۔

تبویت احکام القرآن للجصاص (غیر مطبوعہ):

''امام ابوبکر جصاص رازی قدس سرہ کی احکام القرآن کی فہرست قرآن پاک کی ترتیب کے موافق ہے، اس سے وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جو حافظ قرآن ہو، اس لئے حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس کے مضامین کو علی ترتیب ابواب الفقهيه مرتب فرمایا۔''(100) اس کے علاوہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے آپ بیتی میں تحریر فرمایا ہے کہ پچیس تیس رسالے اور بھی ہیں مولانا شاہد صاحب مدظلہ عالی نے حضرت کے قدیم مسودات ومخطوطات کی تحقیق وتفتیش کے بعد مندرجہ ذیل کتب کی مزید نشاندہی کی ہے

''١۔الاجوبته الانواریه

٢۔ماوشکل فی مقابلة البهفی

٣۔معجم الصحابه التی اخرج عنهم ابوداؤد الطیالسی

٤۔جزء جمع من روایاته

٥۔تذکره مافی التدریب فی النکات التشبه

٦۔الاصول من کتب الرجال

٧۔جزء المبهات فی الاسانید والروایات

٨۔حجة حدیث

٩۔الاسله الساشقیه

١٠۔جزء اختلافات الصلوٰة

١١۔فرائد حسینی

۱۲۔جء الجہاد

۱۳۔اشتات

۱٤۔مقدمات کتب حدیث

۱۵۔جزء روایات الاستحاضتہ

۱٦۔جزء رفع الیدین

۱۷۔جزء الوصال

۱۸۔شزرات اسماء الرجال

۱۹۔شزرات مستدرک للحاکم

۲۰۔تذکرر ما یتعلق بالشذرات

۲۱۔کثرت روایات الحدیث

۲۲۔ذیل التفسیر

۲۳۔تقریر مشکوٰۃ شریف

۲٤۔تبویب تاویل مختلفہ الاحادیث

۲۵۔ابجد الوقائع

۲٦۔جزء تخریج حدیث عائشہؓ فی قصہ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۲۷۔اوراق متعلقہ تعلیق بر مشکوٰۃ شریف

۲۸۔سوالات مشکوٰۃ شریف

۲۹۔تخریج مشکوٰۃ شریف

۳۰۔ملتقظ الرواۃ عن المرقات

۳۱۔ملتقظ المرقات

۳۲۔اجمان تقاریر المشکوٰۃ

۳۳۔مختصات المشکوٰۃ

۳٤۔سیر ت حضرت صدیق اکبرؓ

۳۵۔تحفة الاخوان

۳۶۔شرح عربی جزری

۳۷۔رسالہ دراحوال قراء سبع

۳۸۔اتحاف السادة المهرة بزوائد المسانید العشرہ

۳۹۔جزء روایات وائل بن حجر وابی حمید الساعدی فی صفتہ الصلوٰة علیہ السلام،

۴۰۔فهرست صبح الاعشی

۴۱۔تلخیص صبح الاعشی

۴۲۔مما اخذہ الخفیہ من اللوفق بالقرآن الکریم

۴۳۔التقاط فن تدریب الراوی للسیوطی

۴۴۔جزء الذنوب

۴۵۔جزء ماقال المحدثون وی الامام النعمان

۴۶۔جزء صلوٰة الخوف

۴۷۔انکحة صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۴۸۔اولیات القیامة

۴۹۔جزء صلوٰة الاستسقاء

۵۰۔جزء الاعمال

۵۱۔جزء حدیث انما الاعمال بالنیات

۵۲۔جزء افضل الاعمال

۵۳۔شرح الفیہ بن مالک

۵۴۔اضافہ براشکال اقلیدس

۵۵۔جزء المعراج

۵۶۔جزء امراء المدینہ

۵۷۔جزء مایشکل علی الجارحین

٥٨۔مجد دین ملت

٥٩۔جزء المناط

٦٠۔جزء الطرق الی المدینه

٦١۔حواشی بذل المجهود

٦٢۔تقریر ابوداؤد شریف حضرت گنگوهیؒ سنه ١٣١٣ه

٦٣۔تقریر ابوداؤد قبل الدرس از حضرتؒ

٦٤۔حل المعقود من تعلیمات ابی داؤد از حضرت سهارنپوری

٦٥۔تقریر ابو داؤد شریف از حضرت سهارنپوری

٦٦۔تقریر ابی داؤد شریف از حضرت گنگوهیؒ ناقل مولینا محمد حسین مکی

٧٦۔تقریر بخاری شریف از حضرت گنگوهیؒ ناقل مولینا رضی الحسن کاندهلوی

٧٧۔افادات بخاری شریف از مولانا یحییٰ کاندهلوی

٧٨۔افادات بخاری شریف از نامعلوم الاسماء

٧٩۔تقریر ترمذی شریف از حضرت گنگوهیؒ بقلم مولانا محمد حسن مکی

٨٠۔تقریر ترمذی از حضرت گنگوهیؒ ضبط مولانا رضی الحسن ناقل حضرتؒ

٨١۔تقریر ترمذی شریف از حضرت گنگوهیؒ مولانا انوار الحق گنگوهیؒ

٨٢۔تقریر ترمذی شریف از حضرت گنگوهیؒ از مولانا یحییٰ صاحب

٨٣۔تقریر ترمذی شریف ازحضرت گنگوهیؒ از سهانپوری

٨٤۔تقریر ترمذی شریف ازحضرت گنگوهیؒ قبل الدرس وبعد الدرس

٨٥۔تقاریر ترمذی مختلف حضرات نامعلوم الاسماء

٨٦۔لامع الدراری

٨٧۔اوجز المسالك

٨٨۔الابواب التراجم

٩٩۔آپ بیتی

١٠٠۔فضائل زبان عربی

١٠١۔کوکب الدری

١٠٢۔ارشاد وکمال

١٠٣۔حقوق الوالدین

١٠٤۔رسالہ اسٹرائیک

١٠٥۔اعتراضات کے جوابات

١٠٦۔حجۃ الوداع والعمرات

١٠٧۔فضائل تجارت

١٠٨۔فضائل نبوی ﷺ

١٠٩۔اکابر کا رمضان

١١٠۔۔موت کی یاد

١١١۔وصیت نامہ امام اعظم

١١٢۔قرآن عظیم

١١٣۔پرچہ معمولات عربی

١١٤۔تکملہ نصائح حج

١١٥۔تین مکتوبات

١١٦۔اختلاف الائمہ

١١٧۔تاریخ مظاہر

١١٨۔میری محسن کتابیں

١١٩۔تاریخ مشائخ چشت

١٢٠۔مسودہ الاعتدال

١٢١۔پرچھائے سوالات حدیث متعلقہ مظاہر علوم سہارنپور

١٢٢۔الوقائع والدھور ٣ جلد

۱۲۳۔المؤلفات والمؤلفین مجلد

۱۲۴۔تلخیص المؤلفات والمؤالفین مجلد

۱۲۵۔مشائخ تصوف

۱۲۶۔جامع الروایات والاجزاء ۱۲ جلدین

۱۲۷۔ذیل التهذیب ۱۲ جلدین

۱۲۸۔متعلقات مشکوٰۃ از حضرت ۲ جلد

۱۲۹۔کتاب الصلوٰۃ من اختلاف الائمه

۱۳۰۔کتاب الزکوٰۃ من اختلاف الائمه

۱۳۱۔تقریر بخاری از حضرت سهارنپوری مکتوب یکے از طلباء بنگال بقلم حضرتؒ

۱۳۲۔ترمذی شریف مطبوعه پر حضرت سهارنپور ی کے حواشی کی نقل بقلم حضرتؒ

۱۳۳۔المسجم الکبیر للطبرانی نقل از حضرتؒ سنه ۱۳۴۵ھ

۱۳۴۔تقریر نسائی از حضرت سهانپوریؒ ضبط کردی حضرتؒ سنه ۱۳۴۲ھ ،سنه ۱۳۶۹ھ مکتوب حضرت شیخؒ ۱۳۵۔بنام شبیر علی صاحب تهانوی به سلسله گریڈ محرره ربیع تعلیقات مؤطا امام مالکؒ از حضرتؒ۔

۱۳۶۔تخریج الجامع

۱۳۷۔شزرات الهدایة مما علق علی الدر المختار مما علق علی نور الانوار

۱۳۸۔مسودات مضامین انجمن هدایة الرشید

۱۳۹۔مسوده فهرست رجال بذل المجهود

۱۴۰۔ردقادنیت از حضرتؒ

۱۴۱۔حواشی ابن ماجه از مولانا محمدحسن مکی

۱۴۲۔تذکار متفرقه مما خطر فی البال فی المدینه المنوره سنه ۱۳۴۵ھ

۱۴۳۔نشانات تقاریر مختلفه

۱۴۴۔حضرت شیخ اور تحریکات حاضره

۱۴۵۔المفرق فی البطال التلازم تالیف مولانا عبدالحق خیر آبادی ناقل حضرتؒ

۱۴۶۔تہذیب الاخبار الفریبه فی ذکر ما وقع بطیبة اطبیه ناقل حضرتؒ سنه ۱۳۴۵ھ

۱۴۷۔رسالته الاربعینة للعسقلانی

۱۴۸۔کاپی صرف صغیر از حضرتؒ سنه ۱۳۲۸ھ

۱۴۹۔تلخیص المنار ناقل از حضرتؒ سنه ۱۳۳۱ھ

۱۵۰۔تقریر ترمذی از حضرت گنگوہیؒ ناقل حضرتؒ سنه ۱۳۳۳ھ

۱۵۱۔تقریر مشکوٰۃ شریف از مولانا یحییٰ صاحب اُردو ناقل حضرتؒ سنه ۱۳۳۳ھ فن منطق پر مختلف یاد داشتیں۔''(101)

مولانا زکریا کاندھلوی کی دینی وعلمی خدمات پر لکھی جانے والی کتب کا جائزہ:

حضرت شیخ الحدیثؒ نوراللہ مرقدہ کے سوانح حالات وخدمات پر سانحہ ارتحال کے بعد سے اب تک جو کتابیں شائع ہوچکیں، ان کا تعارف اور پر ان پر تبصرہ پیش خدمت ہے۔ یہ مضمون یادگار شیخ سہار نپور (انڈیا) کے مختلف شماروں میں قسطوار شائع ہو چکا ہے۔

''۱:۔سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ:۔

مصنف حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی زادمجدہ، ناشر مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ صفحات ۳۱۸ سائز ۲۲×۱۸ یہ کتاب گیارہ ابواب پر مشتمل ہے کتاب میں حضرتؒ کے حالات علمی کمالات اور انکی دینی اصلاحی تربیتی خدمات کا مفصل کا مفصل تعارف اور جامع تذکرہ ہے، دسمبر سنہ ۱۹۸۲ء صفر سنہ ۱۴۰۳ھ میں شائع ہوئی۔

۲:۔سفرنامہ افریقہ وانگلینڈ:۔

مصنف مولانا مفتی محمد شاہد صاحب کراچی ومولانا نجیب اللہ صاحبان زادہ مجدہما، ناشر المکتبہ الاسلامیہ پہلی منزل وشین سینٹر نیو اُردو بازار رابسن روڈ کراچی پاکستان ،صفحات ۱۷۳ سائز ۸/۲۲×۱۸ شعبان سنہ ۱۴۰۱ھ میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے افریقہ وانگلینڈ زامبیا کا طویل دورہ فرمایا، جس سے ان ملکوں کی اسلامی تاریخ اور دینی محنت وجدوجہد پر گہرے اور مستحکم اثرات مرتب ہوئے اور دینی خدمات کو زبردست تقویت حاصل ہوئی ، یہ کتاب اس عہد ساز دورہ کی تفصیل ہے، اکتوبر سنہ ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی۔

۳:۔ وصال کے بعد:۔

تصنیف عالی جناب صوفی محمد اقبال صاحب مدینہ منورہ ناشر کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور صفحات ۳۲ سائز ۲۰x۳۰/۱۶ حضرت کی وصایا ونصائح متوسلین و متعلقین کے لئے حصول ترقیات کی شکلیں اور جملہ خلفاء کے اسماء اور پتے اس کتاب میں لکھ دیئے گئے ہیں، شعبان سنہ ۱۴۰۲ھ میں شائع ہوئی۔

۴:۔ غم نامہ فراق:۔

مصنف مولانا شبیر احمد صاحب جذبی کاندھلوی، ناشر کتب خانہ عزیزیہ اُردو بازار جامع مسجد دہلی صفحات ۸۰ سائز ۱۸x۲۲/۱۸ حضرت شیخ الحدیثؒ کے سانحہ ارتحال پر درد وسوز اور غم وفراق کا یہ مرقع اپریل سنہ ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا، جناب ڈاکٹر عنوان چشتی صاحب ریڈر شعبۂ اُردو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، جناب ڈاکٹر تنویر احمد صاحب علوی کیرانوی، ایم، اے، پی، ایچ، ڈی ڈی لٹ صدر شعبۂ اُردو دانشگاہ دہلی، مولانا محمد شمیم صاحب عثمانی ناظم اعلیٰ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے اس کتاب پر تاثرات تحریر فرمائے ہیں۔

۵:۔ حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔

تالیف عالی جناب صوفی محمد اقبال صاحب مدینہ منورہ سعودی عرب ناشر مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دارالمسافرین دیوبند (یوپی) صفحات ۸۱ سائز ۱۸x۲۲/۱۸، اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضرت نے زندگی کے ہر شعبۂ میں عبادات، اخلاق وعادات معاشرات معشیت میں سنت کے ہر ہر جزو پر عمل کر کے دکھلایا، اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے وارث ہونے کا حق ادا کر دیا، سنہ ۱۴۰۲ھ میں شائع ہوئی۔

۶:۔ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ:۔

مرتب مولانا خلیل الرحمٰن سجاد ندوی ناشر مکتبہ الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی نظیر آباد لکھنؤ صفحات ۳۳۶ سائز ۱۸x۲۲/۸ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زادہ مجدہ کی زیرنگرانی یہ خصوصی اشاعت اپنی خصوصی شان کے ساتھ شائع ہوئی، تاریخ اشاعت صفر سنہ ۱۴۰۳ھ۔

۷:۔ القصیدہ المدحیہ:۔

رشحات قلم مولانا سید محمد ثانی حسینی لکھنؤ اور مولانا عبدالمنان ابن السلامہ عبدالسبحان دہلویؒ ناشر مکتبہ مدینہ ۱۷

اُردو بازار لاہور پاکستان صفحات ۱۴۳ سائز ۱۸x۲۲/۸ یہ کتاب حضرتؒ اور دیگر اکابر حضرات کے حالات پر مشتمل ہے۔

حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی زادمجدہ کی خواہش وایماء پر عالی جناب الحاج صغیر احمد صاحب مدینہ اسٹیشنری مارٹ انارکلی لاہور نے سنہ ۱۴۰۲ھ میں شائع کرائی۔

۸:۔ دردنامہ حسرت:۔

تالیف مولانا شبیر احمد جذبی کاندھلوی مرحوم ناشر کتب خانہ عزیزیہ اُردو بازار جامع مسجد دہلی صفحات ۱۹۸ سائز ۱۸x۲۲/۸ یہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی وعملی کمالات اور ان کے جد وپدر اور عم وبرادر کے روحانی ثمرات وبرکات کا ذکر جمیل ہے، شعبان سنہ ۱۴۰۵ھ میں شائع ہوا۔

۹:۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ اوران کے خلفاء کرام:۔

تالیف حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زادمجدہ، ناشر مولانا محمد یوسف متالا صاحب مہتمم مدرسہ دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ ہولکمب بری انگلینڈ، سائز ۱۶/ ۳۲x۲۶ تین جلدوں کی مجموعی صفحات ۱۴۹۴ ہیں، حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر اب تک شائع ہونے والی تمام کتب میں یہ عظیم الشان کتاب اپنے موضوع پر انتہائی جامع وسیع وعریض معلومات کا بیش قیمت مجموعہ اور حیات شیخ وخدمات شیخ پر ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا ہے، پیش نظر کتاب میں ہزاروں افراد سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ان کی معلومات اوران کے مشاہدات وتاثرات وقلبی رجحانات کو انتہائی خوب صورت پیرانہ میں عنوانات قائم کرکے بڑی عرق ریزی اور دیدہ ریزی سے ترتیب دیا گیا ہے۔

کتاب کی جلد اول دس (۱۰) ابواب پر مشتمل ہے، باب اول سلسلہ نسب باب دوم ولادت، باب سوم درس وتدریس، باب چہارم تالیفی کام کی ابتداء، باب پنجم نظام الاوقات، باب ششم دنیا سے بے رغبتی، باب ہفتم مدارس کی سرپرستی، باب ہشتم سالکین کی اصلاح وتربیت، باب نہم فتنہ مودودیت، باب دہم حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکابر کی نظر میں یہ جلد اول ۶۴۰ صفحات پر محیط ہے

کتاب کی جلد دوم سولہ خلفاء کرام کے احوال پر مشتمل ہے یہ جلد دوم ۴۳۲ صفحات پر مشتمل ہے، جلد سوئم چھتیس (۳۶) خلفاء حضرات کی تاریخ حیات ہے جو ۴۲۲ صفحات پر مشتمل ہے امید ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا کی زیرنگرانی اس کتاب کی مزید جلدیں منصۂ مشہود پر آئیں گی، پیش نظر کتاب کی جلد اول سنہ ۱۹۸۵ء میں جلد دوم اور جلد سوئم سنہ ۱۴۰۶ھ میں شائع ہوئی۔

۱۰:۔ ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ کراچی پاکستان قطب الاقطاب نمبر:۔

زیرنگرانی مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی ودیگر علمائے کرام ملنے کا پتہ اقراء ڈائجسٹ پوسٹ بکس نمبر ۲۴۷۰۰ ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸ پاکستان سائز ۱۶/۲۰x۳۰ صفحات تقریباً ایک ہزار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر معلومات کا بیش قیمت خزانہ اپنے اچھوتے اور منفرد انداز میں جدید نقش ونگار کے ساتھ یہ عظیم نمبر نومبر سنہ ۱۹۸۶ء دسمبر سنہ ۱۹۸۶ء اور جنوری سنہ ۱۹۸۷ء میں تین جلدوں میں شائع ہوا۔

۱۱:۔ ہفت روزہ خدام الدین لاہور:۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کی نسبت سے انجمن خدام الدین لاہور کے نام اور کام سے علماء ومشائخ اور دیندار طبقہ خوف واقف ہے حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب آپ ہی کے صاحبزادہ مکرم ہیں جن کے زیر اہتمام حضرت شیخؒ پر یہ خاص نمبر شائع ہوا۔ یہ مجموعہ بھی بڑا وقیع ہے اور محنت سے ترتیب دیا گیا ہے، مضامین میں بھی ندرت وانفرادیت ہے، ۲۰x۳۰ سائز کے ۱۸۶ صفحات پر مشتمل ہے محرم سنہ ۱۴۰۳ھ میں شائع ہوا۔

۱۲:۔ ماہنامہ البیان، پشاور کا حضرت شیخؒ نمبر:۔

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی صاحب علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نسبت اختصاص رکھے ہیں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی انتہائی محبت وعقیدت ہے، کتب فضائل کا فارسی زبان میں ترجمہ بھی آپ نے کیا ہے آپ کی زیرادارت ماہنامہ البیان شائع ہورہا ہے جو سلیمان اکیڈمی پشاور کا ترجمان ہے اس خاص نمبر میں پروفیسر مولانا اشرف صاحب کے محققانہ اور فاضلانہ مضامین کے بعد عمل بالقرآن حدیث فقہ، اجتہاد، تقلید امام ابوحنیفہؒ اور طریقت کے عنوانات قائم کر کے حضرت شیخ الحدیثؒ کے رشحات قلم ترتیب دیئے گئے ہیں رسالہ کا سائز ۲۲۔۱۸ ہے صفحات ۲۰۰ ہیں محرم الحرام سنہ ۱۴۰۶ھ میں شائع ہوا۔

۱۳:۔ ماہنامہ رضوان لکھنؤ کا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نمبر:۔

ماہنامہ رضوان لکھنؤ ایک عرصہ سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زادمجدہ کی زیرسرپرستی لکھنؤ سے نکل رہا ہے شوال سنہ ۱۴۰۲ھ میں اس ماہنامہ نے حضرت شیخ الحدیث پر ایک خاص نمبر نکالا جو حضرت مولانا علی میاں ندوی مولانا محمد رابع صاحب کے تحریر کردہ مضامین ومقالات پر مشتمل ہے، مولانا محمد ثانی حسینی مرحوم نے حضرت شیخ کی شان میں جو منقبت لکھی ہے وہ بھی کتاب کے آخر میں شامل ہے یہ خاص نمبر ۲۲x۱۸ سائز کے ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۴:۔ محترم پروفیسر محمد نواز صاحب چودھری:۔

صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج فیصل آباد پاکستان حضرت شیخ الحدیثؒ پر پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے لئے پی، ایچ ڈی کی سطح پر اپنا تاریخی وتحقیقی مقالہ تیار کر رہے ہیں مقالہ تقریباً مکمل ہو چکا ہے حضرتؒ کی حیات مبارکہ کے اہم گوشوں پر یہ مقالہ اہمیت کا حامل ہے اور توقع ہے کہ یہ مکمل ہونے کے بعد ایک اہم دستاویز ثابت ہوگا۔

۱۵:۔ جامعہ ازہر قاہرہ:۔

(مصر) کے نوجوان فاضل نوشاد عبدالعزیز (لیسٹر انگلینڈ) جامعہ ازہر میں اپنی چھ سالہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ پر پی، ایچ، ڈی کر رہے ہیں آپ کے مقالہ کا عنوان ''شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا الکاندھلوی وجہودہ فی السنۃ النبویہ'' ہے۔ جامع ازہر کی جانب سے اس موضوع پر کام کرنے کے لئے آپ کو اجازت بھی مل گی ہے۔ مقالہ نگار موصوف ۱۹ رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۰ھ میں مظاہر علوم سہانپور تشریف لائے اور راقم الحروف (مولانا محمد شاہد صاحب) سے تفصیلی ملاقات کے بعد منتخب موضوع پر معلومات جمع کیں اس سلسلہ میں انکو متعدد کتابیں بھی پیش کی گئیں۔

۱۶:۔ تصنیفات حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا اور آپ کے تقویٰ کے روح پرور واقعات:۔

یہ کتاب جناب محمد اشفاق لالی صاحب نے ترتیب دی ہے اور شعبۂ تصنیف وتالیف دارالعلوم بصرہ کانویں والا جھنگ پاکستان نے شائع کی ہے یہ کتاب تین بات پر مشتمل ہے اس کے صفحات ۱۰۴ ہیں اور سائز ۱۸x۲۲/۸ ہے۔

۱۷:۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور ان کی علمی خدمات:۔

یہ وقیع اور معلوماتی مقالہ جناب محمد ابراہیم بودلہ ایم، اے اسلامیات نے امتحان ایم، اے سالانہ ۱۹۸۷ء کے لئے ترتیب دیا ہے جناب قاضی لطافت الرحمٰن صاحب لیکچرار شعبۂ علوم اسلامیہ یونیورسٹی بھاولپور زیر نگرانی یہ مقالہ تیار ہوا ہے اس کا سائز ۱۶x۳۰/۸ ہے اور صفحات ۱۱۲ ہیں۔

۱۸:۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے حیرت انگیز واقعات:۔

جامع ومرتب سید محمد شاہد سہانپوریؒ یہ کتاب حضرتؒ پر شائع ہونے والی تمام کتابوں کا عطر مجموعہ ہے اس میں شروع میں ایک مقدمہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے حالات زندگی پر ہے کتاب کا سائز ۱۸x۲۲/۸ ہے اور صفحات تقریباً (۳۰۰) تین سو ہیں۔

۱۹:۔ ملفوظات حضرت شیخ الحدیثؒ:۔

سنہ ۱۳۹۵ھ میں سنہ ۱۳۹۷ھ کے ارشادات وملفوظات کا یہ بیش قیمت مجموعہ جناب الحاج محمد ذکی صاحب بھوپالی

مدنی اور مولانا محمد ہاشم صاحب گجراتی مظاہری نے مرتب کیا ہے، مولانا محمد عاقل صاحب رئیس الاساتذہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور نے اس پر نظر ثانی کے بعد مکتبہ خلیلیہ محلہ مفتی سہارنپور سے اس کو شائع کرا دیا ہے، آفسیٹ کی عمدہ کتابت وطباعت کے بعد سنہ ۱۴۱۲ھ میں مجموعہ شائع ہوا اس کے صفحات ایک سو چوہتر (۱۷۴) ہیں اور سائز ۲۰x۱۸/ ۸ ہے۔

۲۰:۔ پندرہ روزہ قیام سنت کانپور کا حضرت شیخ نمبر:۔

۲۵ ستمبر سنہ ۱۹۸۲ء بمطابق سات ذی الحج سنہ ۱۴۰۲ھ میں یہ خاص نمبر شائع ہوا، مولانا مفتی منظور احمد صاحب مظاہری قاضی شہر سہانپور، مولانا عبدالقیوم صاحب مظاہری، مولانا ظفر الدین احمد صاحب، حافظ حمید احمد صاحب اور جناب قمرالدین انصاری صاحب کی نگرانی میں یہ خاص نمبر چمن گنج کانپور سے شائع ہوا، اس کے صفحات (۲۳) تئیس ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۴ ہے۔

۲۱:۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ:۔

حافظ قاری شبیر حسین صاحب ایم، اے لیکچرار گورنمنٹ کالج ہزارہ پاکستان نے یہ ایک مختصر کتابچہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احوال ومقامات پر مرتب کیا ہے، جو صدیقی ٹرسٹ نشتر روڈ کراچی سے شائع ہوا ہے، اس کے صفحات (۳۸) اڑتیس ہیں، اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

۲۲:۔ ذکر شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:۔

مولانا نعیم احمد صاحب غازی مظاہر علوم کے قدیم فرزندوں میں سے ہیں، آپ نے حضرتؒ کی وفات حسرت آیات پر منظور تذکرہ ترتیب دیا ہے، شروع میں آفتاب عالم تاب کے عنوان سے دو صفحے کا پیش لفظ بھی ہے، ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۳ھ میں یہ مکتبہ نعیمیہ سرائے پختہ مراد آباد یوپی انڈیا سے یہ تذکرہ شائع ہوا ہے، اس کے صفحات (۱۶) سولہ ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔'' (102)
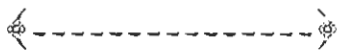
﴿باب چہارم: حوالہ جات﴾

1۔بیس مردان حق ،عبدالرشید ارشد، لاہور، مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۹۶ء،ص ۲۰۷

2۔ملفوظات حضرت شیخ ،محمد عاقل ،مولانا ، کراچی، مکتبۃ الشیخ ،۱۴۱۲ھ،ص ۱۴ تا ۱۷،ص ۳۲،حصہ اول

3۔آپ بیتی ،محمد زکریا کاندھلوی ،مولانا ، کراچی ،معہد الخلیل الاسلامی ،س ن ،نمبر ۴،ص ۱۴۳

4۔ملفوظات حضرت شیخ ،محمد عاقل ،مولانا ،محولہ بالا ،ص ۲۹

5۔ایضاً،ص ۱۴ تا ۱۷،حصہ اول ،ص ۲۹ تا ۳۲

6۔ ایضاً،ص ۳۲

7۔آپ بیتی ،محمد زکریا کاندھلوی ،مولانا ، محولہ بالا ،نمبر ۴،صفحہ نمبر ۱۷۸

8۔مولانا الیاس اوران کی دینی دعوت ،ابوالحسن ندوی ،سید، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۵ء،ص ۲۳۶، ۲۳۷

9۔سوانح حضرت شیخ الحدیث" ابوالحسن علی ندوی ،مولانا ،لکھنؤ، مکتبہ اسلام، ۱۹۸۲ء،ص ۲۲۲

10۔خدام الدین ماہنامہ، لاہور، مورخہ ۷ استمبر ۱۹۷۱ء،شمارہ نمبر ۱۹،ص ۹۰۔ ۶۹

11۔سوانح حضرت شیخ الحدیث" ابوالحسن علی ندوی ،مولانا ،محولہ بالا ،ص ۱۱۱

12۔ایضاً،ص ۱۱۲

13۔ایضاً،ص ۱۱۳

14۔ اقراء ڈائجسٹ ، لاہور، ۲۴ جون سنہ ۱۹۶۹ء،ص ۲۲۵

15۔آپ بیتی ،محمد زکریا کاندھلوی ،مولانا ، محولہ بالا ،نمبر ۷،ص ۱۳۹

16۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی ،محمد یوسف متالا ،مولانا ،انگلینڈ ،دار العلوم العربیہ الاسلامیہ، ۱۴۰۵ء،ص ۳۷۲

17۔ایضاً،ص ۳۷۲

18۔ایضاً،ص ۳۷۳ تا ۳۷۴

19۔ایضاً،ص ۳۷۴

20۔ایضاً،ص ۳۷۵

21۔ ایضاً، ص ۳۷۵ تا ۳۷۶

22۔ ایضاً، ص ۳۷۶

23۔ ایضاً

24۔ ایضاً، ص ۳۷۷

25۔ ایضاً

26۔ حضرت شیخ الحدیثؒ اور ان کے خلفاء کرام، محمد یوسف متالا، مولانا، انگلینڈ، دار العلوم العربیہ، س ن، ص ۳۷۹

27۔ ایضاً

28۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۱۶۹

29۔ ایضاً

30۔ ایضاً، ص ۱۷۰

31۔ سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ، ابوالحسن علی ندوی، مولانا، محولہ بالا، ص ۱۰۵، ۱۰۶

32۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۱۹۰ تا ۱۹۱

33۔ آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر ا، ص ۱۲۲

34۔ سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ، ابوالحسن علی ندوی، مولانا، محولہ بالا، ص ۱۰۱، ۱۰۲

35۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۱۹۵ تا ۱۹۶

36۔ ایضاً، ص ۱۶۹

37۔ سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ، ابوالحسن علی ندوی، مولانا، محولہ بالا، ص ۲۵۳۔۲۵۴

38۔ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۱۹۸ تا ۱۹۹

39۔ ایضاً، ص ۲۰۱

40۔ ایضاً، ص ۲۰۱ تا ۲۰۲

41۔ ایضاً، ص ۲۰۲ تا ۲۰۳

42۔ ایضاً، ص ۲۰۰ ت ۲۰۱

43۔ آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر ۴، ص ۲۱۵

44۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۲۰۱

45۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۲، ص ۱۲۱ تا ۱۲۷

46۔ایضاً، ص ۱۸

47۔ایضاً، ۱۲۹ تا ۱۳۰

48۔ایضاً، ص ۱۳۱ تا ۱۳۲

49۔ایضاً، ص ۱۳۴

50۔ایضاً، نمبر۴، ص ۹۸

51۔ایضاً، نمبر۲، ص ۱۳۵

52۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، محولہ بالا، ص ۲۰۳ تا ۲۰۶

53۔ایضاً، ص ۲۰۷ تا ۲۰۸

54۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر۲، ص ۱۱۷

55۔ایضاً

56۔ایضاً

57۔ایضاً

58۔ایضاً، ص ۱۱۸

59۔ایضاً

60۔ایضاً، ص ۱۱۹

61۔ایضاً

62۔ایضاً، ص ۱۲۰ تا ۱۲۱

63۔ایضاً، ص ۱۲۳

64۔ایضاً

65۔ایضاً

66۔ایضاً، ص ۱۳۲

67۔ایضاً،ص ۱۳۶

68۔ایضاً

69۔ایضاً

70۔ایضاً،ص ۱۳۷

71۔ایضاً

72۔ایضاً

73۔ایضاً

74۔ایضاً،ص ۱۳۷تا ۱۳۸

75۔ایضاً،ص ۱۳۸

76۔ایضاً،ص ۱۳۹

77۔ایضاً

78۔ایضاً،ص ۱۴۰

79۔ایضاً

80۔ایضاً،ص ۱۴۰تا ۱۴۱

81۔ایضاً،ص ۱۴۱

82۔ایضاً،ص ۱۴۲

83۔ایضاً،ص ۱۴۲تا ۱۴۳

84۔ایضاً،ص ۱۴۳

85۔ایضاً

86۔ایضاً

87۔ایضاً،ص ۱۴۴

88۔ایضاً

89۔ایضاً،ص ۱۴۵

90۔ ایضاً، ۲، ص ۱۴۶

91۔ ایضاً، ص ۱۴۶ تا ۱۴۷

92۔ ایضاً، ص ۱۴۷

93۔ ایضاً، ص ۱۴۸

94۔ ایضاً

95۔ ایضاً، ص ۱۴۹

96۔ ایضاً

97۔ ایضاً، ص ۱۵۰

98۔ ایضاً، ص ۱۵۱

99۔ ایضاً

100۔ ایضاً، ص ۱۵۲

101۔ یادگار شیخ سہارنپور (انڈیا)، شمارہ نمبر ۱۵ اور ۸۵ بابت ۱۵ مئی سنہ ۱۹۹۱ء اور مارچ سنہ ۱۹۹۳ء

102۔ ایضاً

باب پنجم

باب پنجم تعلیمات تصوف

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کا بچپن نہایت ہی سخت نگرانی میں گذرا، اوران کی تربیت میں ان کے والد نے کسی قسم کی نرمی نہ برتی، یہی وجہ ہے کہ ابتداء ہی سے بڑے بڑے علمائے کرام کا قرب حاصل ہوا، ان سے نہ صرف یہ کہ ظاہری علوم حاصل کیئے بلکہ باطنی علوم کے مراحل بھی تیزی سے طے کیئے، آپ مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے بیعت تھےان کے بیعت ہونے کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

''شوال ۱۳۳۳ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ حجاز تشریف لے جارہے تھےتو مولانا عبداللہ صاحب گنگوہیؒ جو کہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہ (حضرت شیخ الحدیثؒ کے والد ماجد) کے مخصوص شاگردوں میں تھے، انہوں نے تجدید بیعت کی درخواست کی اورحضرت قدس سرہ نے ارشادفرمایا تھا، اتفاق سے اسی دن حضرت شیخ الحدیثؒ نے بھی بیعت کی درخواست کررکھی تھی، اورحضرت قدس سرہ نے ارشادفرمایا تھا کہ مغرب کے بعد جب نفلوں سے فارغ ہوجاوں تو میرے پاس آجانا، حضرت شیخ الحدیثؒ مغرب کے بعد ہی سے حضرت کے پیچھے بیٹھے رہے۔نوافل کے بعد جب حضرت قدس سرہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو حضرت شیخ الحدیثؒ قریب حاضر ہوگئے اور مولانا عبداللہ گنگوہیؒ بھی جو مدرسہ قدیم میں دوسری جانب دور بیٹھے ہوئے تھے حاضر خدمت ہوگئے، حضرت نوراللہ مرقدہ نے دونوں کا ہاتھ پکڑ کر خطبہ شروع فرمایا اورمولانا عبداللہ گنگوہیؒ پر اس زورکا گریہ طاری ہوا کہ چیخیں نکل گئیں اورآخیر تک بہت شدت سے روتے رہے اورحضرت قدس سرہ پر بھی اس کا ایسا اثر پڑا کہ آواز میں گھبراہٹ پیدا ہوگئی اوردونوں حضرات پر بہت ہی زیادہ اثر تھا۔'' (1)

''حضرت شیخ الحدیثؒ پیدا ہوئے یعنی ۱۱ رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۵ھ آپ کے دادا حیات تھے انہیں جب پوتے کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی گئی تو ان کی زبان سے بے اختیار نکلا''ہمارا بدل آگیا'' چنانچہ اس مہینے کے بعد مولانا محمد اسمعیل صاحبؒ نے رحلت فرمائی اور یہ حقیقت ہے کہ دادا نے جس پوتے کو اپنا بدل فرمایا تھا وہ اس درجے کا بدل ثابت ہوا کہ اسے سلوک کے اہم اجزاء میں سے تجرو عن الخلق اوریکسوئی کی نعمتیں بغیر کسی ریاضت کے بچپن ہی میں حاصل ہوگئی تھیں اوربچپن بھی کیا تین سال کی عمر تھی حضرت شیخ الحدیثؒ کے ذہن سے یہ خیال خارج ہوگیا کہ کوئی چیز میری بھی ہے اس عجیب وغریب واقع کا ذکر حضرت شیخ الحدیثؒ نے خود ان الفاظ میں کیا۔

''میں تین سال کا تھا کہ والدہ صاحبہ نے لال خوبصورت کپڑے کا تکیہ بنایا تھا اوروہ تکیہ مجھے اتنا محبوب تھا کہ

بجائے سر کے وہ میرے سینے پر رہا کرتا تھا میں اسے پیار کرتا اور کبھی سینے سے چمٹا تا، ایک روز والد صاحبؒ نے آواز دے کر فرمایا، زکریا! مجھے تکیہ دے دو مجھ میں محبت پدری نے جوش مارا اور اپنے نزدیک کہ آج ایثار اور گویا دل پیش کر دینے کی نیت سے میں نے کہا، اپنا تکیہ لاؤں؟ فرمایا وہ لے آمیں انتہائی ذوق وشوق میں کہ ابا جان اس نیاز مندی اور سعادت مندی پر خوش ہوں گے دوڑا ہوا گیا انہوں نے بائیں ہاتھ سے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر دائیں سے میرے منہ پر ایسا زور سے تھپڑ رسید کیا کہ آج تک تو اس کی لذت نہیں بولا اور مرتے دم تک امید نہیں کہ بھولوں گا، پھر یوں فرمایا ''ابھی سے اپنے باپ کے مال پر یوں کہتا ہے کہ اپنا لاؤں کچھ کما کر ہی کہنا کہ اپنا لاؤں، اللہ کا شکر ہے کہ اس کے بعد سے جب کبھی یہ واقعہ یاد آجاتا ہے تو دل میں یہ مضمون پختہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ اپنا اس دنیا میں کوئی مال نہیں۔

اندازہ فرمایئے کہ جس کا تزکیہ بچپن ہی کی تربیت میں ہو چکا ہو اس کی طویل عمر کی ریاضت وذکر سے قوت نسبت اور روحانی عروج کا کیا حال ہوگا، یہی بات حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ یوں کہا کرتے تھے کہ ان لوگوں کی جہاں سے ابتداء ہوئی ہے ہماری انتہاء ہوتی ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی عمر جب پانچ سال کی ہوئی ان کے والد مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے ایک شاگرد نے خواب دیکھا کہ کسی شخص نے مولانا محمد زکریا شیخ الحدیثؒ کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی ہے، مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے یہ تعبیر دی کہ اس بچے کو ثبات فی الدین نصیب ہوگا، چنانچہ شیخ الحدیثؒ کی عمر جب تیرہ سال ہوئی تو ان کے ایک خواب کی تعبیر میں مولانا خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوری نے فرمایا ''عنایت الٰہی تمہارے شامل حال ہے''

مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے فرزند ارجمند کی تعلیم وتربیت اس طریق سے شروع کی کہ رعایت اور محبت وشفقت پدری کو دخل انداز نہ ہونے دیا، اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ جو بچہ قطب العالم حضرت گنگوہیؒ کی گود میں کھیلا ہو اور جس کا بچپن شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ جیسی عظیم شخصیتوں کی خصوصی شفقتوں اور توجہات میں گذرا ہو اس کا تعلق مع اللہ کا درجہ کس قدر بلند ہوگا۔

پندرہ برس کی عمر تھی کہ مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو ظاہری تعلیم کی دولت سے مالا مال کر دیا اور مزید تین برس میں وہ مقامات باطنی بھی طے کروائیے جو اوروں کو برسوں کی ریاضت ومجاہدے کے بعد بھی نصیب نہیں ہوتے، حضرت شیخ الحدیثؒ کا سن اٹھارہ برس کا تھا کہ مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کو ایک خط لکھا ''اب تک عزیز زکریا کی بیڑی میری پاؤں کی زنجیر بنی ہوئی تھی کہ میں اس کی وجہ سے کہیں آجا نہیں سکتا تھا اللہ تعالیٰ

کاشکر ہے اب اس طرف سے اطمینان ہوگیا۔

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے تو رہی سہی کی پوری ہوگئی مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ مدرس تھے انہوں نے مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیثؒ کو بڑی شفقت سے پڑھایا اسی زمانہ میں مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ سے بیعت کا شرف بھی حاصل ہوگیا، جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے۔

سنہ ۱۳۳۴ھ میں مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیثؒ کے والد محمد یحیٰ صاحبؒ نے وفات پائی اس وقت حضرت شیخ الحدیثؒ کی عمر انیس (۱۹) برس تھی، اسی سال مولانا سہارن پوریؒ حج سے واپس آئے تو ان کے حکم کی تعمیل میں مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیثؒ نے بخاری شریف وترمذی دوبارہ ان سے پڑھیں اور انہماک کا یہ عالم تھا کہ خود شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں، جہاں تک مجھے یاد ہے شب وروز میں دوڈھائی گھنٹے سے زیادہ سونا میسر نہ تھا ساری رات شرح حدیث کا مطالعہ کرتے اسی محنت اور انہماک فطری سعادت اور خوش بختی نے حضرت خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کی نظر انتخاب کو اپنی طرف متوجہ کیا اور یوں حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی میں نئے دور کا آغاز ہوا، اور سچ تو یہ ہے کہ شیخ ومرشد کامل کی اسی نگاہ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو قرب واختصاص بخشا اور بالآخر شیخ الحدیثؒ بنا دیا۔

مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوریؒ سنہ ۱۳۳۵ھ میں ابوداؤد کی شرح بذل المجہود کے نام سے لکھنے کا ارادہ فرمایا اور حضرت شیخ الحدیثؒ کو اس مقدس کام میں اپنے ساتھ شامل کرلیا، اس دوران میں حضرت شیخ الحدیثؒ مدرسے میں طالب علموں کو اونچی کتابیں پڑھاتے رہے حالانکہ عمر صرف بیس (۲۰) سال تھی۔

ظاہری درس تدریس اور اپنے مرشد مولانا خلیل احمد صاحب سہانپوریؒ کے زیرسایہ ابوداؤد شریف کی شرح تیار کرنے کے دوران میں باطنی ترقیات کا سلسلہ بھی جاری رہا اور انہوں نے جس سرعت سے سلوک کے مدارج طے کیئے وہ انہی کا حصہ تھا، حضرت شیخ الحدیثؒ نے خود کو مٹا کر ہر طرح اپنے آپ کو شیخ سہارنپوریؒ کے سپرد کردیا تھا، سنہ ۱۳۳۸ھ میں مولانا سہارنپوریؒ نے پھر حج کا عزم کیا اور اس مرتبہ حضرت شیخ الحدیثؒ بھی اپنے شیخ کے ساتھ حج پر گئے، رمضان المبارک میں پوری رات حرم شریف میں عبادت کرتے ہوئے کٹتی تھی، شوال میں حضرت شیخ الحدیثؒ مدینہ منورہ حاضر ہوئے وہاں صرف تین دن قیام کا ارادہ تھا مگر بعض اسباب کی بناء پر ایک ماہ کا قیام رہا اور بے شمار انعامات الٰہیہ سے سرفراز ہوکر ہندوستان واپس آئے۔

سنہ ۱۳۴۴ھ میں مولانا سہارنپوریؒ نے پھر حج کا قصد فرمایا اور حضرت شیخ الحدیثؒ کو دوسری بار اپنے شیخ ومرشد کی رفاقت میں دوسرا حج نصیب ہوا۔ حج یہ بہ مقصد استاد ومرشد کی مسلسل وہمہ رفاقت ایک عالی استعداد سرتاپا محبت

واطاعت مرشد کے لئے جس کا سفر کا اصل مقصد ہی شیخ کی خدمت واعانت واستفادہ تھا جیسی روحانی و باطنی ترقیات اور حصول کمالات کا ذریعہ بنا ہوگا، اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں، حضرت شیخ الحدیثؒ نے مدینہ منورہ کے طویل قیام میں بھی اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر رہنے اور ''بذل المجهود'' کی تالیف میں مدد دینے کے علاوہ کسی مشغلے اور دلچسپی سے سروکار نہ رکھا اس کام کے ساتھ ساتھ انہوں نے امام مالکؒ کی مشہور کتاب موطاء کی شرح بھی لکھنی شروع کی جو ''اوجز المسالک'' کے نام پر بعد میں چھ جلدوں میں مکمل ہوئی یہ کتاب مسجد نبوی علیہ السلام میں عین مواجہ شریف کے قریب لکھی جاتی تھی۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا ارادہ یہ تھا کہ اب ہندوستان واپس نہ جائیں گے اور مدینہ منورہ کی خاک ہی کو مرتے دم تک عزیز بنائے رکھیں گے خود فرماتے تھے ''کہ اب تو میں بقیع میں مدفون ہونے کی نیت سے آیا ہوں'' حضرت شیخ الحدیثؒ نے بھی اپنے شیخ کے ساتھ مستقل طور پر مدینے میں ہی رہنے کہ اجازت لینا چاہی، مگر مولانا سہارنپوریؒ نے منظور نہ فرمایا اور مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے لئے ''شیخ الحدیث'' اور ''نائب ناظم'' کے منصب کی تحریر لکھ کر ناظم مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور کو بھجوائی۔

مدینہ منورہ سے رخصت کرنے سے پہلے مولانا سہارنپوریؒ نے چاروں سلسلوں میں بیعت وارشاد کی عام اجازت بھی عطا فرمائی اور اس کے لئے بڑا اہتمام کیا اپنے سر سے عمامہ اتار کر مولانا سید احمد صاحب مدنیؒ برادر مولانا حسین احمد مدنیؒ کو دیا کہ وہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے سر پر باندھیں، جس وقت وہ عمامہ شیخ الحدیثؒ کے سر پر رکھا گیا ان پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ چیخیں نکل گئی، حضرت سہارنپوریؒ بھی آبدیدہ ہوگئے، حضرت شیخ الحدیثؒ نے بعض مجالس میں فرمایا، عمامہ سر پر رکھتے ہی مجھے اپنے اندر کوئی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ المنزۃ بذاتہ عن اشارۃ الاوھام المقدس بصفاتہ عن ادراک العقول والا فھام، والصلوٰۃ والسلام علیٰ من جعل اللّٰہ متابعتہ دلیلاً علیٰ محبتہ وغایتہ لخلقہ مما یرام وعلیٰ آلہ واصحابہ وتابعھیم الی یوم الزحام، اما بعد فقد بایعنی اخی العزیز المولوی محمد زکریا الکاندھلوی ابن المرحوم المولوی محمد یحییٰ الکاندھلوی واشتغل لدی بالاذکار الاذمتہ حسب التلقین طبق طریقہ مشائخنا قدس اللّٰہ اسرارھم فحصلت لہ المناسبتہ التی تبلغ الطالب الی اعطاء اجازۃ اخذالبیعتہ والا رشاد والتلقین فاجزتہ

مستعينا باالله تعالیٰ حسبهما اجازلی مشائخنا اقطاب دوائر الطریقته والحقیقته مولانا الحاج الحافظ رشید احمد گنگوهی والحاج امداد الله التهانوی ثم المکی رحهما الله تعالیٰ بالتلقین للطالبین علیٰ حسب استعداد هم الاذکار والاشغال وائمر رقبات وان یسلك بهم مسلکی ومسلك مشائیخی رحهم اللّٰه تعالیٰ ووصیتی له ان یواظبه علیٰ الذکر والفکر والتعلیم والتلقین ویلازم السنته مجتنبا عن المحدثات والبدعات العیرة المرضیة وان لا ینسانی ومشائیخی فی دعواته الصالحة وصلی الطیبته اللمدینه المنوره علیٰ صاحبها الف الف سلام وتحیته امر بکتابته المرتجی عفو ربه کثیر الدبوب۔خلیل احمد عفی عنه

ترجمہ اجازت نامہ خلافت:

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اپنی ذات میں وھموں کے اشارہ سے پاکیزہ ہے جو اپنی صفات میں عقلوں اور فہموں کے ذریعہ حاصل ہونے سے پاکیزہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کو عقلوں اور فہموں کے ذریعہ معلوم نہیں کیا جا سکتا) اور رحمت اور سلامتی ہو اس ذات پر جس کی اتباع کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی دلیل قرار دیا ہے اور اس کی آل اور اس کے صحابہ اور صحابہ کے پیروکاروں پر بھیڑ (قیامت) کے دن تک۔

حمد وصلوۃ کے بعد تحقیق میرے پیارے بھائی مولوی محمد زکریا صاحب کاندھلوی ابن مولوی محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی مرحوم نے مجھ سے بیعت کی اور میرے پاس میرے مشائخ (اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو پاکیزہ کرے) کے طریقہ کے مطابق اذکار الازمہ میں تلقین کے مطابق مشغول رہے جس کی وجہ سے موصوف میں ایسی مناسبت (واستعداد) پیدا ہوگئی ہے جو طالب علم کو رہنمائی کرنے اور بیعت لینے اور تلقین کی اجازت دینے کے مرتبہ پر پہنچا دیتی ہے پس میں اللہ تعالیٰ سے امداد چاہتے ہوئے اس کو اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ یہ طالبین کو ان کی استعداد کے موافق اذکار اشغال اور مراقبات کی تلقین کریں (یعنی بالمشافہ سکھائیں) جیسا کہ مجھے میرے مشائخ طریقت اور حقیقت کے دائروں کے قطب حضرت مولانا الحاج حافظ رشید احمد گنگوہی اور حضرت الحاج امداد اللہ تھانوی ثمہ مکی نے (اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت فرمائے) تلقین کی۔ اور یہ کہ موصوف طالبین کو میرے نقش قدم اور میرے مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے نقش قدم پر چلائے اور میں ان کو تلقین تعلیم اور ذکر وفکر پر ہمیشگی کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ ناپسندیدہ بدعات ومحدثات سے بچتے ہوئے سنت کو لازم پکڑے ور یہ کہ مجھے اور میرے مشائخ کو اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ کرے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار

حضرت محمد ﷺ اوران کی آل پر رحمت فرمائے اور برکت دے اور سلامت رکھے،۔

یہ اجازت تحریر کی گئی ۷ ذیعقدہ بروز اتوار سنہ ۱۳۴۵ھ اچھے پاکیزہ شہر مدینہ منورہ میں صاحب مدینہ (نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر) لاکھوں سلام اور دعائیں ہوں۔

رجوع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت کا۔

دستخط

خلیل احمد عفی عنہ

حجاز سے واپسی پر حضرت شیخ الحدیثؒ ہمہ تن تدریس وتصنیف میں مشغول ہوگئے، ابوداؤد شریف کا درس بھی آپ کے پاس آگیا، تدریسی وتصنیفی مشاغل کے علاوہ مدرسے کے انتظام میں بھی آپ شریک غالب ناظم صاحب کے قوت بازو وار دست راست تھے، مدرسہ میں شائخ اور اکابر کا سلسلہ مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ، مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ، مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحبؒ، جیسے بزرگوں کے علاوہ مولانا فخرالدین پانی پتی، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شاہ محمد یٰسین صاحب نگینویؒ، سب کی بکثرت آمدورفت رہتی، اور حضرت شیخ الحدیثؒ سب کے معتمد علیہ، محبوب مشیر اور محرم راز تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو فطری جامعیت اعتدال وتوازن اور بے ہمہ وباہمہ ہونے کی صفت عطا فرمائی اس کی وجہ سے آپکی ذات اور آپ کا مستقر سب کا مرکز اور سب کے لئے نقطۂ جامعہ تھا، کلیات سے لے کر جزئیات تک آپ اکثر مشیر ودخیل رہتے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اپنے چچا محترم مولانا محمد الیاس صاحبؒ بانی تبلیغی جماعت کے نام بیعت کی پہلی درخواست پر خط۔

مخدومی چچا صاحب قبلہ زاد مجدکم ومدت فیوضکم اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں بحمد اللہ بخیریت ہوں شاکرہ گوالبتہ ستیلہ نے گھیر رکھا ہے میں نے چند روز ہوئے ایک مفصل لفافہ ارسال کیا ہے پہنچا ہوگا، آج جس اہم ضرورت سے یہ عریضہ لکھ رہا ہوں وہ اپنے نوعیت میں عجب ایک قصہ ہے، میں متحیر ہی نہیں ہوں بلکہ سخت پریشان ہوں کہ کیا کروں مجھے رنج کی وجہ سے ضبط بھی مشکل ہے مگر آپ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں، ایک قصہ آج یہ درپیش آیا کہ مدرسہ کے ایک طالب علم عبدالصبور نامی بنگالی جو گزشتہ سال کے فارغ التحصیل ہیں میرے پاس آئے اور ڈرتے ڈرتے بڑی تمہید کے بعد انہوں نے ایک طویل داستان سنائی جس کا حاصل یہ تھا کہ میں گزشتہ سال سے بیعت کی خواہش رکھتا ہوں تھانہ بھون میں بھی گیا مگر میرا دل نہیں لگا، رمضان المبارک میں اور اس سے قبل میں نے

متعدد مرتبہ کچھ خواب دیکھے جن میں مجھے یہ کہا گیا کہ زکریا سے پوچھ میں نے مفصل خواب نہیں سنےغرض اس سے آپ مقصدتو خود ہی سمجھ گئے ہوں گے، میں ان کی سب بات سن کرسخت متحیرانہ بیٹھارہا، مولوی جی آپ سے کیا مبالغہ کروں اس کا تو آپ کوخود بھی یقین ہوگا، میں سچ عرض کرتا ہوں مجھے اس وقت کا ملال اور بلکہ اس کے بعد سے اب تک یہی میرادل چاہتا تھا کہ خود نظام الدین آؤں مگر آنے سے بھی کیا ہوتا، غرض میں نے ان سے یہ کہا کہ تمہیں تو میرا حال معلوم ہے میں تو اس مذاق کا ہوں ہی نہیں دوستی اور مذاق کا آدمی ہوں مگر میرے مذاقی فقرے پر بھی کانپتا تھا اس وجہ سے میری خود بھی ہنسی مذاق کی زیادہ ہمت نہ پڑی اس کا بیان ہے کہ میں شروع سے جب سے تو آیا ہے روزانہ ارادہ کرتا رہا مگر میری ہمت نہ ہوئی، مولوی جی اب بھی یہ امر دریافت طلب ہے اس کے آگے کیا لکھوں سخت متحیر ہوں یا اللہ تعالیٰ کیا قیامت آنے والی ہے مولوی جی مجھے سخت پریشانی اور بڑی دقت درپیش ہے وہ یہ کہ مجھے صاف انکار کرتے ہوئے حضرت کا خوف غالب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ چند سال ہوئے میرے ساتھ یہ قصہ پیش آچکا ہے مجھے حضرتؒ نے اپنے سفر میں اپنے یہاں کی بخاری شریف پڑھانے کو فرمایا تھا، میں نے سوچا کہ بخاری شریف کا سبق حضرت کی کتاب، میں لونڈا میں نے اسے ناموزوں سمجھا اور انکار کردیا، حضرت خوب ناراض ہوئے اور مجھ سے خفا ہو گئے یہ بڑا لمبا قصہ ہے غرض اس وجہ سے مجھے سخت کشمکش ہے میرادل تو چاہتا ہے۔ احمد تو عاشقی بمش خیت تراچه کار

یوانه باش سلسله شدشد،نه شدنه شد

مجھے آپ سے یہ نہیں پوچھنا کہ میں کیا کروں مجھے صرف یہ پوچھنا ہے کہ اگر میں صاف ٹکا سا جواب دے دوں اور یہی میری حقیقتاً خواہش ہے تو حضرت کی خفگی کا سبب تو نہیں، مجھے حضرت اقدس کی خدمت میں لکھنے کی بھی جرات نہیں یا اللہ اب کیا کروں مجھے اس کے جواب کی عجلت ہے اس لئے لفافہ بند لکھ کر ارسال کرتا ہوں کہ آپ کو لفافہ کی وجہ سے تاخیر نہ ہو، اس کا یہ بھی بیان ہے کہ اب پھر اس مجبوری کو کہا کہ میں ایک جگہ مدرس ہو گیا ہوں وہاں جانے کہ تجویزیں ہیں۔

چچی جان کو اس لئے سلام نہیں لکھتا کہ وہ یہ نہ دریافت فرمادیں کہ اور کیا لکھا، میرے اس عریضہ کو واپس کردیں۔

فقط والسلام

زکریا عفی عنہ

چہارشنبہ، سہارنپور

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس کا جواب تحریر فرمایا۔ بزرگوں کے ارشادات میں عجائب قدرت مضمر ہوتے ہیں آپ ہرگز انکار نہ کریں تعمیل ارشاد کی محض نیت کریں حکم کا ادب اور وقعت فرماتے ہوئے اپنے

آپ کو بدر جہانا اہل یقین کریں دستور یونہی ہے۔

والسلام

بندہ محمد الیاس''(2)

اب حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب آچکا تھا، پہلے صرف اپنا تزکیہ نفس تھا مگر اب بھٹکی ہوئی مخلوق کی بھی فکر تھی پہلے خود ہی حدیث میں منہمک تھے اب اس حدیث کے علم کو عام کرنا تھا ہزاروں پیاسے دلوں کو سیراب کرنا تھا اب ہروقت آپ مصروف رہتے، کئی کئی دنوں تک مدرسے سے قدم باہر نہ رکھتے طبیعت میں تنہا پسندی کا رجحان اس قدر تھا کہ جلسوں وغیرہ سے اکثر معزرت کر لیتے، بیعت کا سلسلہ بھی عام ہو چکا تھا دور دراز کے علاقوں سے لوگ آتے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو جاتے، دوسری طرف آپ نے قلم کا جہاد بھی جاری رکھا، آپ کے قلم سے وہ معرکتہ آلارا تصانیف نکلیں، جن سے قیامت تک پورا عالم فیض حاصل کرتا رہے گا۔

آپ لوگوں کی دین سے دوری پر ہروقت کڑھتے رہتے اور ہروقت اسی سوچ میں لگے رہتے کہ کس طرح مسلمانوں کو غلط رسم ورواج اور شرک وبدعت سے چھٹکارا دلا کر حقیقی راستے پر گامزن کیا جائے۔

اس لئے حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیثؒ کی صحبت میں اتنا اثر ہوتا کہ ایک دفعہ محفل میں آنے والا آپ کا مداح بن جاتا ہرروز حضرت شیخ الحدیثؒ کے پاس مریدین کا مجمع لگا رہتا اور آپ انہیں وعظ ونصیحت کرتے رہتے۔

حق تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے قلب اطہر کو اس دولت سے لذت آشنا کیا تھا یوں تو آپؒ کے اوقات عزیز کا ایک ایک لمحہ دینی کاموں کے لئے وقف تھا اور وقت کی قدر بھی آپ کا ایک خصوصی امتیاز تھا، لیکن خالص عبادات ذکر وتلاوت نماز کے طویل قیام اور شب کی تنہائیوں اور مناجاتوں میں جو لزت آپؒ کو نصیب ہوتی تھی وہ دیدنی تھی نہ کہ شنیدنی، اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو بے شمار خصوصیات وکمالات سے نوازا تھا جس کی بنا پر وہ تمام اکابر کے محبوب ومرجع خلائق بن گئے تھے ان کے مقام ومرتبے کا حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ایک ظاہر بین اور عام آدمی کی نظر میں ان کے جو کمالات سما سکیں اس کی ایک جھلک اس مختصر مقالہ میں پیش کی جارہی ہے۔

یہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے اس ناچیز نے اس مقالہ میں ان کی شفقت وعنایت وکمالات کی صرف ایک جھلک پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

بیعت کی مجلس:

حضرت شیخ الحدیثؒ عام دنوں میں مغرب کے بعد اور جمعہ کے دن ساڑھے گیارہ بجے مجلس میں بیعت فرماتے

تھے، اور رمضان المبارک میں عشاء کی اذان سے پہلے بیعت فرماتے تھے بیعت ہونے والوں کی کثرت بناء پر رمضان المبارک میں اور جمعہ کے دن کوئی خاص خادم عام طور پر مولوی احمد لولات مکبر کی طرح اعلان کرتے جو حضرت بیعت ہونا چاہتے ہیں وہ حضرت شیخ کی طرف سے چند باتیں سن لیں۔

''ا:۔ مجمع کی دیکھا دیکھی ہرگز بیعت نہ ہوں بلکہ جو صرف بیعت کہ غرض سے آئے ہیں وہ بیعت ہوں۔

۲:۔ بیعت ہونے والا اہل حق میں سے کسی زندہ پیر کا بیعت نہ ہو۔

۳:۔ اس کے بعد جو بیعت ہونا چاہیں وہ حضرت شیخ کے کلمات کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ وہی کلمات کہتے جائیں۔

پھر حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ ساتھ وہی کلمات کوئی خاص خادم دہراتے جاتے لوگ آہستہ آہستہ کہتے تھے عجیب کیفیت ہوتی تھی، ایمان کی تازگی دلوں میں اتباع شریعت کا سمندر موجزن ہوتا تھا بعضوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے بعضوں پر تو گریہ طاری ہو جاتا۔

خطبہ ماثورہ کے بعد آیت''ان الـذین یبایعونک سے اجراً عظیماً ''تک تلاوت فرماتے تھے اور ان الفاظ سے توبہ کراتے تھے۔

کہو بھائی لا الـه الا الـلّٰه محمد رسول اللّٰه نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے اور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اس کے سچے رسول ہیں، ایمان لائے ہم اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کے فرشتوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر بھلا ہو یا برا، سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے توبہ کہ ہم نے کفر سے، شرک سے بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، لواطت کرنے سے، جھوٹ بولنے سے، پرایا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان باندھنے سے، کسی کی غیبت کرنے سے، اور ہر گناہ سے چھوٹا ہو یا بڑا، اور عہد کیا ہم نے انشاءاللہ کوئی گناہ نہیں کریں گے اور جو ہو جائیگا تو توبہ کریں گے، یا اللہ، یا اللہ، یا اللہ ہماری توبہ قبول فرما ہمیں اپنے سچے بندوں میں شامل فرما، ہمیں توفیق عطا فرما اپنی رضامندی کی اپنے پاک رسول کی تابعداری کی، بیعت کی ہم نے مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے زکریا کے ہاتھ پر ،اس کے بعد فرماتے تھے کہ دعا کرو بھائی اللہ تعالیٰ تمہیں بھی توفیق دے اور مجھے بھی اور دعا کے بعد فرماتے تھے کہ معمولات کا پرچہ اُردو، گجراتی، اور انگریزی میں طبع ہو چکا ہے اس کو اپنے ساتھ لے لیں۔''(3)

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ''معمولات کی پابندی ترقی کا زینہ ہے''

''معمولات کا پرچہ:

بسم الـلّٰه الـرحمن الـرحیم حامداً ومصلیاً ومسلما جو احباب اس ناکارہ کے ہاتھ پر توبہ کرتے ہیں

ان کوابتدائی معمولات تو زبانی بتا دینے کا ہمیشہ معمول تھا مگر اس میں بعض اوقات ہو چھنے والوں کوسہو ہو جاتا تھا اس لئے چند سالوں سے ان کولکھوا کر دینے کا معمول بنالیا تھا پھر بار بار لکھوانے پر بھی کچھ دقتیں پیش آتی تھیں اور بعض امور لکھنے سے رہ بھی جاتے تھے، اس لئے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کوطبع کرالیا جائے تا کہ سہولت رہے اور جملہ امور مستحضر بھی رہیں، اس پر چہ کے سارے مندرجات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

۱:۔ جن امور سے توبہ کرگئی ہے ان سے بچنے کا بہت اہتمام چاہیے اگر لغزش ہو جائے تو پھر دوبارہ جلد از جلد توبہ کی جائے۔

۲:۔ جو آپس میں بندوں کے حقوق ہیں انہیں ادا کیا جائے صاحب حق سے منت سماجت کر کے معاف کرالیں یہ بہت ضروری ہے۔

۳:۔ اہل علم مفتی صاحبان سے مسائل پوچھ کر تحقیق کر کے عمل کریں۔

۴:۔ جو حقوق اللہ تعالیٰ کے ہمارے ذمہ ہیں ان کا بہت اہتمام کر کے ادا کریں، جن میں قضا نمازیں، قضا روزے کفارہ، زکوۃ، حج وغیرہ سب شامل ہیں، یہ خیال غلط ہے کہ توبہ سے یہ معاف ہو جاتے ہیں، توبہ سے جو تاخیر ہوئی اس کا گناہ معاف ہوتا ہے لیکن اہل حق کے ذمہ باقی رہتا ہے ان میں کوتاہی سے دین ودنیا کا نقصان ہے، جیسا کہ تفصیل فضائل نماز، فضائل صدقات اور فضائل رمضان میں ہے وہاں دیکھ لیں۔

۵:۔ اتباع سنت کا زیادہ اہتمام رکھیں، عبادات اخلاق معمولات میں حضور سرور ﷺ کے مبارک طریقے پر تحقیق کر کے عمل کریں، جتنا کر سکیں اسکے لئے کتاب شمائل ترمذی ترجمہ خصائل نبوی دیکھیں۔

۶:۔ اہل اللہ کا بہت اکرام وتعظیم کریں ان کی توہین غیبت بہت برا عمل ہے، سخت ترین ہے اس میں بد دینی میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ، والیاء عظام، آئمہ دین، محدثین، علماء کرام اس حق میں سب شامل ہیں۔

۷:۔ جو لوگ حافظ ہوں وہ کم از کم تین پارے روز تلاوت کریں، دوسرے لوگ ایک پارہ ناظرہ ضرور تلاوت کریں اور قرآن پاک صحیح تلفظ سے اچھے استاد سے پڑھیں۔

۸:۔ نماز فجر کے بعد ایک مرتبہ یٰسین شریف پڑھ کر اپنے سلسلہ کے جملہ مشائخ عظام کو ایصال ثواب کریں، بعد نماز عشاء سورہ ملک، جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھا کریں، سوتے وقت آیت الکرسی چاروں قل ہمیشہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر کے سویا کریں۔

۹:۔ اپنے سلسلہ کے مشائخ کو جانی مالی ایصال ثواب کرتے رہا کریں، طاقت ہو تو قربانی کریں، اس طرح حضور

اکرم ﷺ کی طرف سے بھی نفلی حج کریں، عمرہ کریں، قربانی کریں۔

۱۰:۔ اشراق چار رکعت، چاشت آٹھ رکعت، اوابین، بعد نماز مغرب چھ رکعت تہجد بارہ رکعت پڑھیں، ارادہ سب کا رکھیں جن پر سہولت سے عمل ہو سکے کرتے رہیں۔

۱۱:۔ محرم نو اور دس کو روزہ رکھیں، ذوالحجہ کے اول نو روزے بالخصوص نویں کو عرفہ کا روزہ خصوصیت سے ضرور رکھیں، ہو سکے تو ایام بیض یعنی ہر چاند کی تیرہ، چودہ، پندرہ کو روزہ رکھیں، لیکن جو لوگ تعلیم تبلیغ وغیرہ دین کے اہم کاموں میں مشغول ہیں وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ ان نفل روزوں سے دین کے اہم کام میں حرج نہ ہو البتہ دنیاوی مشاغل بغیر مجبوری کے مانع نہ ہونا چاہیے۔

۱۲:۔ صاحب علم حضرات حزب الاعظم کی ایک منزل روزانہ پڑھا کریں، اہل علم معنی کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسے پڑھیں گویا یہ دعائیں اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں اس کے علاوہ جو خاص خاص اوقات مثلاً کھانے، پینے، سونے وغیرہ کے اوقات میں حضور اکرم ﷺ سے دعائیں نقل کی گئی ہیں ان کو یاد کر کے معمول بنانے کی سعی کرتے رہیں۔

۱۳:۔ ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت تسبیحات فاطمہؓ (یعنی سبحان اللہ ۳۳ بار، اللہ اکبر ۳۴ بار) کا اہتمام رکھیں اور صبح وشام استغفار، دورہ شریف (استغفار اور درود شریف جو یاد ہوں پڑھ لیا کریں ورنہ درود تو نماز والا پڑھ لیا کریں اور استغفار کے الفاظ کسی سے پوچھ کر یاد کر لیں) کلمہ طیبہ اور سوئم کلمہ کی تین تین تسبیح پڑھا کریں، جو لوگ کسی دینی مشغلے خود بہت اہم ہیں یہ چاروں کلمے بہت زیادہ قابل قدر ہیں ان سے دینی فوائد کے علاوہ دنیاوی منافع بھی کثرت سے حاصل ہوتے ہیں اس ناکارہ کے برکات ذکر (فضائل ذکر) میں ان کا مختصر بیان مل سکے گا۔

۱۴:۔ اس ناکارہ کے اُردو رسائل میں کسی ایک رسالہ کو مطالعہ میں رکھا کریں اور ممکن ہو تو دوستوں کو سنایا کریں کہ یہ خود دیکھنے سے کئی وجوہ سے بہتر ہے، جب وہ ختم ہو جائے تو دوسرا شروع کر لیں، اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے کہ یہ اس ناکارہ کی ملاقات کا بدل ہے اس میں ہر شخص کی حالت کے مناسب کسی خاص رسالہ کو اہمیت بھی ہوتی ہے جو حالت معلوم ہونے پر زبانی بتائی جا سکتی ہے، ان کے علاوہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے رسالہ تعلیم الطالب، حیٰوۃ المعلمین، تعلیم الدین نیز مستند بزرگوں بالخصوص اپنے سلسلہ کے اکابر کے احوال اور سوانح کی کتابیں بھی مطالعہ میں رکھنا مفید ہے، ذاکرین جن کو بالخصوص میں نے بیعت کی اجازت دے رکھی ہے ان کے لیے اکمال الشیم اور ارشاد الملوک کو مطالعہ میں رکھنا بہت ضروری ہے اور ذاکرین کے مجمع میں سنانا بھی۔

۱۵:۔ ہر تین ماہ کے بعد اپنے احوال کی اطلاع دیتے رہیں اور یہ بھی لکھیں کہ اس پرچہ کے معمولات میں کس کس نمبر پر

کس درجہ میں عمل ہو رہا ہے اس پرچہ کو ہمراہ بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں صرف نمبروں کا حال لکھ دینا کافی ہے۔

۱۶:۔ کم از کم چھ ماہ ان معمولات پر اہتمام سے عمل کر لینے کے بعد ذکر شغل دریافت کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ رغبت بھی ہو اور دماغ اور اوقات میں گنجائش بھی ہو، ذکر شروع کرنے میں تاخیر میں مضائقہ نہیں لیکن شروع کرنے کے بعد چھوڑنا یا لاپرواہی برتنا مضر ہوتا ہے۔

۱۷:۔ جن احباب سے خط وکتابت کثرت سے نہیں ہے وہ ہر خط پر اپنا پتہ ضرور تحریر کر دیا کریں، بہت سے احباب ٹکٹ یا سادہ کارڈ، لفافہ بھیجدیتے ہیں وہ خط میں بجائے پتہ کے صرف اپنا نام لکھدیتے ہیں اور مجھے پتہ یاد نہیں ہوتا ایسے خطوط کچھ دن اس انتظار میں کہ شاید دوبارہ تقاضہ کیا خط آئے اور اس پر پتہ لکھا ہو رکھے رہتے ہیں، انتظار کے بعد خطوط کو چاک کر کے ٹکٹ وغیرہ لقطہ میں داخل کر دیئے جاتے ہیں، نیز خط میں اگر جواب کیلئے کارڈ یا لفافہ ہو تو جواب بہر حال ضرور لکھا جاتا ہے چاہے اس میں کوئی جواب طلب بات ہو یا نہ ہو، جن میں جواب کیلئے کارڈ یا لفافہ نہیں ہوتا ان کے جواب کی اگر اس ناکارہ کے نزدیک کوئی ضرورت ہوتی ہے تو لکھا جاتا ہے ورنہ نہیں، البتہ رمضان المبارک میں اس ناکارہ کو خطوط لکھنے کا وقت نہیں ملتا اس میں جواب کا انتظار نہ کیا کریں، بلکہ حتی الوسع خط بھی نہ لکھا کریں جواب کے لفافہ پر اپنا پتہ صاف لکھ کر ارسال کیا کریں محض ٹکٹ ہرگز ارسال نہ کریں کہ وہ گم بھی ہو جاتے ہیں اور پتہ میں غلطی بھی ہو جاتی ہے۔

۱۸:۔ دنیا کی زندگی چاہے کتنی ہی بڑھ جائے بہر حال ختم ہونے والی ہے اور آخرت کی زندگی کبھی بھی ختم ہونے والی نہیں ہے اس کی فکر دنیاوں زندگی سے کہیں زیادہ ہونے کی ضرورت ہے موت کو کثرت سے یاد رکھا کریں فضائل صدقات (حصہ دوم) کا مطالعہ اس کے لئے زیادہ مفید ہے خالی اوقات کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مشغول رکھیں کہ وہ آخرت کا سہارا ہے دنیا میں برکت اور دلوں کی طمانیت کا ذریعہ ہے بالخصوص مبارک اوقات کو جیسا کہ جمعہ کی شب اور جمعہ کا دن عرفہ کی رات شب برات، عیدین کی رات لیلۃ القدر یعنی رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کی طاق راتیں بلکہ ماہ رمضان المبارک کا تو ہر وقت انتہائی قیمتی ہے جیسا کہ اس ناکارہ کے رسالہ فضائل رمضان میں مختصراً لکھا گیا ہے، اس ماہ کے شروع ہونے سے پہلے ہی سے اس رسالہ کو اہتمام سے دیکھنا شروع کر دیا کریں اور بار بار خود پڑھیں، دوسروں کو سنائیں اور اس کی کوشش کریں کہ اس مبارک مہینہ کا کوئی منٹ بھی ضائع نہ ہو، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے اس ناپاک کو بھی ان امور پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وما استقمت مما قولی لك استغفر۔

زکریا۔۳ صفر ۱۳۷۲ھ جمعۃ المبارک

''شجرہ چشتیہ صابریہ امدادیہ خلیلیہ:

برائے متوسلین حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیثؒ

اجازنی حضرت الحاج مولانا خلیل احمد المهاجر رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن المحدث الکبیر حضرت مولانا الحاج رشید احمد گنگوهی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الحاج امداد الله المهاجر المکی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت میاں جی نور محمد الجهنجهانوی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الحاج عبدالرحیم ولایتی الشهید رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشیخ عبدالباری رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشیخ عبدالهادی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشیخ عضد الدین رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشاه محمد المکی الولی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشیخ محمدی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشیخ محب الله رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشاه ابی سعید گنگوهی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشیخ نظام الدین البلخی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشیخ جلال الدین تهانیسری رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشیخ قطب العالم شاه عبدالقدوس گنگوهی نور اللّٰه مرقده

عن حضرت الشیخ محمد الفاروقی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشیخ المخدوم الشیخ عارف الفاروقی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشیخ عبدالحق الردولوی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشیخ جلال الدین الپانی پتی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشیخ شمس الدین الترکی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشیخ المخدوم علاوء الدین الصابری رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه

عن حضرت الشیخ فرید الدین مسعود شکر گنج رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ خواجہ معین الدین السنجری رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ خواجہ عثمان ھارونی رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ خواجہ شریف الزندنی رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ خواجہ قطب الدین المودود رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ ناصر الدین ابی یوسف رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ ابی محمد چشتی رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ ابی احمد چشتی رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ ابی اسحق الشامی رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ شمشاد الدنپوری رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ ھبیرہ البصری رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ حذیفہ البصری رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ ابراھیم بن ادھم البلخی رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ فضیل بن عیاض المکی رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن حضرت الشیخ خواجہ عبدالواحد بن زید البصری رحمة اللّٰہ تعالی علیہ

عن حضرت الشیخ فقیہ الامت حسن البصری رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ

عن مرجع المشائخ باب دار الحکمة علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

عن سید الکونین فخر العالمین ختم الانبیاء والمرسلین وسیدنا محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم "(4)

ذکر کے متعلق حضرت شیخ الحدیثؒ نے فضائل ذکر میں تحریر فرمایا ہے۔

''اللہ جل جلالہ عم نوالہ کے پاک نام میں جو برکت، لذت، حلاوت، سرور، طمانیت ہے وہ کسی ایسے شخص سے مخفی نہیں جو کچھ دن اس پاک نام کی رٹ لگا چکا ہو اور ایک زمانہ تک اس کو حرز جان بنا چکا ہو، یہ پاک نام دلوں کا سرور اور

طمانیت کا باعث ہے خود حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب (سورۃ رعد، رکوع ۴) اسکا ترجمہ یہ ہے ''خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر (میں یہ خاصیت ہے کہ) اس سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ شانہ کے پاک ذکر میں اگر کوئی آیت یا حدیث نبوی ﷺ نہ بھی وارد ہوتی تب بھی اس منعم حقیقی کا ذکر ایسا تھا کہ بندہ کو کسی آن بھی اس سے غافل نہ ہونا چاہئے تھا کہ اس ذات پاک کے انعام و احسان ہر آن اتنے کثیر ہیں جن کی نہ کوئی انتہا ہے نہ مثال، ایسے منعم کا ذکر، اس کی یاد، اس کا شکر، اس کی احسان مندی فطری چیز ہے۔

خداوند عالم کے قربان میں　　　کرم جس کے لاکھوں ہیں ہر آن میں

لیکن اس کے ساتھ جب قرآن و حدیث اور بزرگوں کے اقوال و احوال اس پاک ذکر کی ترغیب و تحریص سے بھرے ہوئے ہیں تو پھر کیا پوچھنا ہے اس پاک ذکر کی برکات کا اور کیا ٹھکانہ ہے اس کے انوار کا۔'' (5)

تصوف کی حقیقت اور اس کا ماخذ:

تصوف کی حقیقت کے بارے میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

''تصوف میرے اکابر کا اہم ترین مشغلہ ہے، وہ

درکف جام شریعت درکف سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن

کے سچے مصداق تھے یہ حضرات ایک جانب فقہ حدیث اور علوم ظاہر یہ میں اگر ائمہ مجتہدین اور ائمہ حدیث کے حقیقی جانشین اور سچے متبع تھے تو دوسری جانب تصوف کے ائمہ جنیدؒ و شبلیؒ کے قدم بہ قدم، ان اکابر نے تصوف کو فقہ و حدیث کے ماتحت چلایا اور اپنے قول و فعل سے بتلا دیا کہ یہ مبارک فن حقیقت میں قرآن و حدیث ہی کا ایک شعبہ ہے اور جو رسم و بدعات اس مبارک فن میں بعد زمانہ سے بڑھ گئی تھیں ان کو چھانٹ دیا، تصوف کو بعض ناواقفوں نے ظاہر شریعت کا مخالف نہیں ہوتا، علیحدہ ضرور بنا دیا یہ تو غلو ہے یا جہل، حقیقی تصوف کو جس کا دوسرا نام احسان ہے حضرت جبرئیل امین علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام، نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے دریافت کر کے یہ واضح کر دیا کہ یہ شریعت ہی کی روح اور مغز ہے اور حضرت جبرئیل کے اس سوال پر کہ احسان کیا چیز ہے سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ وسلم کے اس پاک ارشاد نے:۔

ان تعبد اللہ کانک تراہ، الحدیث (تو اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی کرے گویا اس کو دیکھ رہا ہے)

احسان کے معنی اور تصوف کی حقیقت واضح کر دی، عنوانات تو اس کے جو بھی اختیار کر لئے جاویں لیکن مرجع سب کا یہی

حقیقت ہے۔

اوری بسعدی والرباب وانما　　　　انت الذی تعنی وانت المؤمل

شاعر کہتا ہے کہ چاہے میں مشہور سعدی کا نام لوں یا معروف معشوقہ رباب کا نام، ہر چیز سے مقصود تُو ہی ہے اور تُو ہی مطلوب ہے۔''(6)

ذکر و مجاہدات کے بارے میں روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''یہ تو حقیقت ہے اس کے بعد جو چیزیں ذکر وشغل، مجاہدات و ریاضات یہ حضرات تجویز کرتے ہیں وہ حقیقت میں سب علاج ہیں چونکہ سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بُعد ہوتا جاتا ہے اتنا ہی قلوب میں زنگ اور امراض رذیلہ دلوں میں پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں اور جیسا کہ یونانی اطباء اور ڈاکٹر جدید امراض کیلئے تجربات یا قواعد سے وقتی اور نئی نئی دوائیں تجویز کرتے ہیں اس طرح یہ روحانی اطباء، قلبی امراض کیلئے ہر شخص کے حال کے موافق اور ہر زمانہ کے موافق دوائیں تجویز کرتے ہیں۔

حضرت مولانا وصی اللہ صاحب جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ نور اللہ مرقدہ کے اجل خلفاء میں ہیں انکا ایک رسالہ ''تصوف اور نسبت صوفیہ'' مختصر اور قابل دید ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو یحیٰ زکریا انصاری شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف کی اصل ''حدیث جبرئیل'' ہے جس میں آیا ہے کہ ماالاحسان قال ان تعبداللہ کانک تراہ (الحدیث) چنانچہ تصوف احسان ہی کا نام ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صوفی مقرب اور محسن کو کہتے ہیں، تفصیل اس کی یہ ہے کہ خود کتاب اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امت میں مختلف درجہ کے لوگ ہیں بعض ان میں سے اصحاب یمین ہیں اور بعض کو مقربین کہا جاتا ہے جو شخص اپنے ایمان کو صحیح کرلے اور شرعی اوامر و نواہی کے مطابق اپنا عمل رکھے تو یہ وہ لوگ ہیں جو اصحاب الیمین کہلاتے ہیں اور ان امور کے ساتھ ساتھ جس شخص کی غفلات بھی کم ہوں اور نوافل و طاعات کی کثرت ہو اور اس کے قلب پر ذکر اللہ کا استیلاء ہوجائے اور حق تعالیٰ سے مناجات کا تسلسل اور دوام اس کا حاصل ہوگیا ہو ایسے شخص کو مقرب اور محسن کہتے ہیں اور اسی کو صوفی بھی کہا جاتا ہے۔''(7)

تعریف تصوف:

مولانا رقمطراز ہیں۔''تصوف ایک عظیم الشان چیز تھی جس کی تعریف علماء تصوف نے یہ فرمائی ہے کہ ھو علم اخ وہ ایسا علم ہے کہ جس کے ذریعہ سے نفوس کا تزکیہ اخلاق کا تصفیہ اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں جس کی غرض ابدی سعادت کی تحصیل ہے اب آپ خود غور فرمائیے کہ اس میں سے کونسی چیز غلط، نفس کا تزکیہ غلط ہے یا اخلاق کا تصفیہ برا

ہے ظاہر و باطن کی تعمیر لغو ہے؟ یا سعادت ابدیہ کی تحصیل بیکار ہے اسی طرح تقویم اخلاق، تہذیب نفس، نیز نفس کو اعمال دین کا خوگر بنایا اور شریعت کو نفس کے حق میں اجدان بنالینا ان امور میں کونسی شئے مقاصد شرع کے خلاف ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی بھی نہیں بلکہ ان میں سے ایک شئے کتاب وسنت کے عین مطابق اور اللہ ورسول اللہ ﷺ وآلہ وسلم کے منشاء کو پورا کرنے والی ہے۔

غرض جس تصوف کے اثبات کے قائل ہیں وہ وہی ہے جس کو اصطلاح شرع میں احسان کہتے ہیں یا جس کو علم الاخلاق کہا جاتا ہے یا تعمیر الظاہر والباطن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ ایک بانظم وبا اصول چیز ہے اس میں مریدین کیلئے بھی شرائط ہیں اور شیخ کیلئے بھی اصول وآداب ہیں جن کی رعایت کرنے کے بعد اس کو شریعت کا مغز اور دین کا لب لباب کہنا بجاہے اور جب ان شرائط وآداب کا لحاظ نہ کیا جائے بلکہ غیر تصوف کو تصوف قرار دیدیا جائے تو پھر وہ طریق ہی نہیں جو ہمارا موضوع بحث ہے اس لئے کہ ان کی خرابیوں اور ان پر عمل کرنے کی وجہ سے سالک میں جو خرابیاں پیدا ہوں اس کا ذمہ دار کسی طرح حقیقی تصوف اور اصل طریق کو نہیں قرار دیا جاسکتا، اب اگر آپ تصوف سے محض اس بناء پر چڑ اور انکار ہے کہ اس کا نام محدث ہے تو اس میں تصوف ہی متفرد نہیں نامعلوم کتنی چیزیں اس وقت موجود ہیں کہ آپ کا ان سے تعلق بھی ہے جو کہ ابتداء اسلام میں ان ناموں سے معروف نہ تھیں، میں کہتا ہوں کہ اگر اس کا نام بدعت ہے تو معمیّٰ تو اس کا بدعت نہیں آپ اس کو احسان سے تعبیر کرلیجئے، علم الاخلاق اس کا نام رکھ لیجئے اور جو شخص کہ اس سے متصف ہو اس کو محسن اور مقرب متقی اور مخلص کہہ لیجئے، اور احسان ومحض اور متقی ومخلص کے ذکر سے قرآن بھرا ہوا ہے، حدیث شریف میں بھی اس کا ذکر آیا ہوا ہے۔'' (8)

تصوف اصل ایمان ہے:

مولانا تصوف کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

''کوئی زائد شئے نہیں یہی ایمان جس کا ہر مسلمان مدعی ہے اصل سلوک ہے بشرطیکہ اس کی اصلیت اور حلاوت قلب کو عطاء ہوجائے یہی جو رسول مقبول ﷺ نے تمام عالم کو سکھائی ہے اصل درویشی اور طریقت ہے مگر اس وقت جبکہ اعضاء سے متعدی ہوکر قلب تک پہنچ جائے اور عمل واکتساب قلبی، انس وتعلق کا ثمرہ بن جائے۔'' (9)

رئیس الاحرار کا سوال یہ تصوف کیا بلا ہے؟:

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی رئیس الاحرار نے مولانا سے یہ سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا ''کہ تصوف کی حقیقت صرف تصحیح نیت ہے اس کے سوا کچھ نہیں جس کی ابتداء ''انما الاعمال بالنیات'' سے ہوتی ہے اور

انتہاء ان تعبد اللہ کانک تراہ ہے اسی کو یاداشت کہتے ہیں اسی کو حضوری کہتے ہیں اسی کو نسبت کہتے ہیں میں نے کہا مولانا سارے پاپڑ اس ایک بات کیلئے بیلے جاتے ہیں اسی کیلئے ذکر وشغل ہوتا ہے اسی کیلئے مجاہدے اور مراقبے ہوتے ہیں جس کو اللہ جل شانہ اپنے لطف وکرم سے کسی بھی طرح سے یہ دولت عطا کر دے اس کو کہیں کی بھی ضرورت نہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تو نبی کریم ﷺ وآلہ وسلم کی نظر کیمیا اثر سے ایک ہی نظر میں سب کچھ ہو جاتے تھے ان کو کسی چیز کی بھی ضرورت نہ تھی اس کے بعد اکابر اور حکماء امت نے قلبی امراض کی کثرت کی بناء پر مختلف علاج تجویز فرمائے جیسا کہ اطباء بدنی امراض کے علاج کیلئے تجویز کرتے ہیں۔

روحانی اطباء روحانی امراض کے لئے ہر زمانہ کے مناسب اپنے تجربات جو اسلاف کے تجربات سے مستنبط تھے نسخے تجویز فرماتے ہیں جو بعضوں کو بہت جلد نفع پہنچاتے ہیں بعضوں کو بہت دیر لگتی ہے۔'' (10)

سینہ سے ملا کر سب کچھ ملنے کے واقعات:

حضرت مولانا زکریا کاندھلوی شیخ سے مستفیض ہونے کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔

''سینہ سے سینہ ملا کر سب کچھ ملنے کے واقعات مشائخ کے کثرت سے ہیں، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی رائے مبارک یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ کا حضور ﷺ کو ابتداء وحی کے وقت تین مرتبہ دبوچنا نسبت اتحادیہ پیدا کرنے کے لئے ہے اور یہ جس مقدس ہستی کی ابتداء ترقی حضرت جبرئیلؑ کے اتحاد کے ساتھ شروع ہوئی ہو اس نے ۲۳ سالہ زندگی میں کہاں تک ترقی کی ہوگی اس کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانے یا وہ جانے جس نے یہ مراتب حاصل کیئے لیکن اتنا تو ہر عامی بھی جانتا ہے کہ جس نے ابتداء میں تین مرتبہ دبوچ کر ابتداء کرائی تھی تیرہ برس بعد شب معراج میں نبی کریم ﷺ سے یہ کہکر پیچھے رہ گیا کہ:۔

اگر یک سرموئے برتر پرم　　　فروغ تجلی بسوزد پرم

کہ میری تو پرواز کی انتہاء ہو چکی اگر ایک بال برابر بھی آگے بڑھوں گا تو تجلی بری سے جل جاونگا اور پھر یہ سید الکونین ﷺ حضرت جبرئیلؑ کو چھوڑ کر قاب قوسین تک پہنچ گئے اور پھر اس کے بعد زندگی کے دس سال تک کیا کیا ترقیاں کی ہونگی، اس کو تو وہی حضرات جانتے ہیں جن پر حقیقت محمدیہ کی حقیقت منکشف ہوگئی ہو، حضرت شاہ صاحبؒ کا تو ارشاد اتنا ہی ہے کہ حضرت جبرئیل امینؑ کے دبوچنے سے نسبت اتحادیہ حاصل ہوئی لیکن اس سیاہ کار کا خیال یہ ہے کہ یہ سلوک تفصیلی تھا، غار حراء میں چھ ماہ تک انقطاع عن الدنیا وتوجہ الی اللہ کے ساتھ قلب اطہر میں وہ صفائی اور نور تو پہلے ہی پیدا ہو چکا تھا جو نسبت انعکاسی کا محل ہوتا ہے اور حضرت جبرئیل امینؑ کی صورت دیکھکر صفات ملوکیت کا انعکاس تو شروع ہی میں ہو گیا تھا اور پہلی مرتبہ دبوچنے میں نسبت القائی اور دوسری مرتبہ میں نسبت اصلاحی اور تیسری مرتبہ نسبت اتحادی پیدا ہو کر وہ صفات

ملوکیت جن کا انعکاس ابتدائے وہلہ میں حاصل ہوا تھا وہ تیسری مرتبہ کے دبو چنے میں طبیعت ثانیہ بن گیا اور جس کی ابتداء میں فرشتوں کے خصائل بلکہ سید الملائکہ جبرئیل امینؑ کے خصائل طبیعت ثانیہ بن گئے ہوں اس کے تیئیس (۲۳) سالہ مجاہدات اور تعلق مع اللہ میں کتنی ترقیات ہوئی ہوں گی اس کی اگر کوئی مثال کہی جاسکتی ہے تو بس یہی ہے کہ:۔

میان عاشق ومعشوق رمزیعت　　　　کراماً کاتبین راھم خبر نیست

میں نے اپنے اکابر کے بعض خدام میں بھی اس نسبت اتحادیہ کی جھلک پائی کہ گفتگو میں طرز کلام میں رفتار میں کھانے پینے کی اداؤں میں اپنے شیخ کی بہت ہی مناسبت تھی مگر خود نا بلند، نابالغ بلوغ کی لذتوں سے کب واقف ہوتا ہے میری مثال اس شعر کی سی ہے۔　　　یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب

تجھے ھم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ھوتا" (11)

اکابر سے قلبی تعلق اور عقیدت کو بیان کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں۔

"اللہ والوں کے حالات بالخصوص میرے اکابر کے حالات کے متعلق اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ:۔

داماں نگہ تنگ گل حُسن تو بسیار

گلچین بہار تو زداماں گلہ دارد

میرے اکابر کے احوال اوران سب گلدستوں کے مختلف پھول کوئی غور سے دیکھے تو تخلق باخلاق اللہ کا منظر اس گلدستہ میں خوب پاوے گا بشرطیکہ اللہ تعالیٰ نے دیدہ عبرت عطاء فرمایا ہو۔

دید لیلیٰ کے لئے دیدہ مجنون ہے ضرور

میری آنکھوں سے کوئی دیکھے تماشا ان کا" (12)

ذیل میں سیدی ومرشدی شیخ المشائخ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ کے چند فرمودات وارشادات پیش کیئے جاتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے مریدین وسالکین کی تعلیم وتربیت کس انداز سے فرماتے تھے۔ ان ارشادات، سادہ فقروں چھوٹے چھوٹے جملوں اور حکایات وقصص کے دامن میں پوشیدہ تعلیمات میں وہ قوت تاثیر اور جامعیت ہوتی تھی کہ اس سے اگر ایک طرف علماء کے ذہن کی بڑی بڑی گرہیں کھلتیں، دین وشریعت کے اسرار حل ہوتے تو ایک طرف سالکین کو ایسی مدد اور رہنمائی ملتی تھی جو برسوں کے مطالعہ سے زیادہ مفید اور قیمتی ہوتی تھی بہر حال یہ ارشادات معلومات وتعلیمات کا گنجینہ اور عطر وجوہر ہوتے تھے۔

ان فرمودات، ارشادات اور ملفوظات کی اسی اہمیت وافادیت اور تاثیر کے پیش نظر حضرت شیخ الحدیثؒ کے

متعدد خلفاء کرام، علماء کرام نے اپنے اپنے انداز اور ذوق وصلاحیت کے مطابق ان کو قلمبند فرمایا ہے ان مجموعوں میں سے ایک مجموعہ جس کو مولانا محمد تقی الدین ندوی مظاہری نے مرتب فرمایا ہے جس کو موصوف نے اپنے اہتمام میں ''صحبتے با اولیاء'' کے نام سے شائع کیا ہے اور اس طرح ایک مختصر مجموعہ الفرقان لکھنؤ کے حضرت شیخ الحدیثؒ نمبر میں چھپا ہے، اور حال ہی میں مولانا عاقل صاحب، صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے خوبصورت اور حسین شکل میں شائع کیا ہے۔

مجلس شیخ کے آداب:

شیخ کی مجلس میں رہنے کے آداب بیاب کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں۔

''مجلس شیخ میں مریدوں کیلئے اسی قسم کے آداب مقرر ہیں، مرید شیخ کے سامنے بالکل خاموش بیٹھا رہے اور ان کے روبرو کوئی اچھی بات بھی نہ کہے جب تک کہ وہ شیخ سے اجازت طلب نہ کرے اور اس طرف سے اجازت نہ ملے شیخ کی بارگاہ میں مرید کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سمندر کے کنارے بیٹھا خدا کی طرف سے رزق کا انتظار کرے وہ بھی گوش بر آواز ہو کر کلام شیخ کے سماع کے ذریعہ روحانی رزق کا انتظار کرتا ہے اس طرح اس کی عقیدت مندی اور طلب حق کا مقام مستحکم ہوتا ہے مگر جب وہ خود بات کرنے کا ارادہ کرے تو یہ جذبہ اسے مقام طلب سے لوٹا دیتا ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے یہ مرید کی بڑی زیادتی اور غلطی ہے۔

مرید کو اپنے فہم روحانی حالت کو واضح کرنے کیلئے شیخ سے سوال کرنا چاہیے مگر طالب صادق کو شیخ کے روبرو سوال کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ جو چاہتا ہے اسے ظاہر کر دیتا ہے اور شیخ خود اس سے صحیح بات معلوم کرا لیتا ہے۔ بلکہ شیخ مخلص انسانوں کے روبرو اپنے قلب کو خدا کی طرف متوجہ کرتا ہے اور ان کے لئے باران رحمت اور بہتری کی دعا کرتا ہے اسی وقت اس کا دل اور زبان ان طلبان حق کے اہم احوال کی گفتگو میں مشغول ہوتی ہے جو اس کے فیض کے محتاج ہوتے ہیں۔

شیخ طالب حق کے قول سے اس کی حالت کا صحیح اندازہ لگاتا ہے کیونکہ قول ایک تخم کے مانند ہے جسے زمین میں ڈالا جاتا ہے اگر بیج خراب ہو تو کچھ نہیں اگتا اسی طرح نفسانی خواہش کی آمیزش سے بات بگڑ جاتی ہے شیخ کا کام یہ ہے کہ وہ کلام کے تخم کو نفسانی خواہش کی آمیزش سے پاک کرنے اور اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے اس سے مدد اور ہدایت کا خواہاں ہو، اس کے بعد کوئی بات کہے، اس طرح اس کی گفتگو حق تعالیٰ کی مدد سے مکمل صداقت کا نمونہ بن جاتی ہے۔''(13)

شیخ کا ادب:

اور اسی طرح شیخ کا ادب واحترام بیان کرتے ہوئے مزید رقمطراز ہیں۔ ''بعض مریدوں پر اپنے شیخ کا اس قدر ادب اور رعب طاری رہتا ہے کہ وہ شیخ کی طرف نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکتے ہیں، خود میری یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ مجھے بخار آیا اس

موقع پر جب میرے چچا اور شیخ محترم ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گھر میں داخل ہوئے تو میرا تمام جسم پسینہ پسینہ ہوگیا، اس وقت میں بھی پسینہ لانا چاہتا تھا کہ بخار ہلکا ہوجائے، چنانچہ شیخ محترم کے داخل ہونے پر یہ بات حاصل ہوگئی اور آپ کی آمد کی برکت سے مجھے شفاء ہوگئی۔

ایک دن میں گھر میں تنہا تھا وہاں وہ رومال بھی رکھا ہوا تھا جو شیخ محترم نے مجھے عنایت فرمایا تھا اسے آپ عمامہ کے طور پر باندھتے تھے اتفاق سے میرا قدم رومال پر پڑ گیا اس فعل سے میرے، دل کو سخت تکلیف پہنچی اور شیخ کے رومال کو پاؤں سے روندنے سے مجھ پر ہیبت وہشت طاری ہوئی اس وقت میرے اندرون قلب میں آپ کی عزت واحترام کا جو جذبہ پیدا ہوا وہ مبارک جذبہ تھا۔

شیخ بن عطار نے مذکورہ بالا آیت کی توجیہ کے سلسلہ میں فرمایا ہے کہ آواز بلند کرنے کی ممانعت معمولی غلطی پر ایک قسم کی دھمکی ہے تاکہ کوئی اپنی حد سے آگے بڑھ کر عزت واحترام کو ترک نہ کردے۔

شیخ سہل نے فرمایا ''آپ سے اسی وقت خطاب کرو جب کوئی بات پوچھنا چاہو'' شیخ ابوبکر بن طاہر نے (مذکورہ بالا آیت کی توجیہ میں) یہ فرمایا ہے'' آپ سے مخاطب ہونے میں پہل نہ کرو اور عزت واحترام کی حدوں میں رہتے ہوئے آپ کی بات کا جواب جس طرح تم ایک دوسرے سے زور زور سے بولتے ہو اس طرح آپ کے سامنے گفتگو نہ کرو اور نہ آپ سے سخت آواز سے بولو اور نہ آپ کو نام لے کر پکارو، یعنی یا محمد ﷺ یا احمد ﷺ نہ کہو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو اس کے نام سے پکارتے ہو بلکہ آپ ﷺ کی عزت واحترام کرو (اگر پکارنا چاہو) اس طرح پکارو''یا نبی اللہ، یارسول اللہ'' لہٰذا مرید شیخ سے مذکورہ بالا طریقہ سے مخاطب ہوا کرے کیونکہ جب وقار اور سنجیدگی قلب میں جاگزیں ہوتو وہ زبان کو صحیح خطاب کرنے کا طریقہ سکھادیتی ہے چونکہ قدرتی طور پر طبائع میں اولاد اور بیویوں کی محبت پائی جاتی ہے، اور نفسانی خواہش وقت اور مواقع کے لحاظ سے گھڑ لیتی ہیں لیکن اگر قلب حرمت ووقار سے معمور ہوتو وہ زبان کو صحیح عبارت آرائی سکھادیتا ہے۔'' (14)

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحبؒ کے ملفوظات:

''فرمایا! کہ سلوک کے مواقع میں بہت اہم چیز شیخ بننے کی تمنا وخواہش اور امید ہے، میں نے اپنے اکابر کو دیکھا کہ جس میں یہ بو پائی جاتی تھی اس کی اجازت میں بہت دیر فرمایا کرتے تھے بلکہ بعض الفاظ بھی ایسے فرمادیتے تھے جس سے اس کی امید گر جاتی تھی۔

اجازت کے بعد بھی اپنے کو بیعت کا اہل سمجھنا نہایت مضر ہے بلکہ شیخ کی تعمیل حکم میں اپنی نااہلیت کے تصور کے ساتھ ملحوظ

رکھنا چاہئے، حضرت مدنیؒ کا مقولہ ہے کہ اپنے کو کون اہل سمجھتا ہے اور جو اپنے کو اہل سمجھے وہ نا اہل ہے۔

فرمایا! بہت سے سالکین خلافت کی تمنا میں رہتے ہیں، خلافت کا تصور ہی نہ کرو کہ یہ سراسر تکبر ہے، کہ مجھے کسی طرح خلافت ملجائے، ہاں! معرفت جتنی چاہو دعا کرو، کوشش کرو، اس کے حاصل کرنے میں لگے رہو۔

فرمایا! مشائخ کے یہاں یہ نسبت جس کو خلافت بھی کہتے ہیں کبھی خود چاہنے والے کو نہیں دیجاتی نہ ایسے شخص کو اہل سمجھا جاتا ہے اس کے بعد حضرت نے نسبت کی چار قسمیں تفصیل سے بیان فرمائیں جن کو حضرت نے آپ بیتی اور تقریر بخاری شریف میں بھی وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔''(15)

سلوک میں نسبت کی چار قسمیں اور ان کی تشریح:

''فرمایا شیخ المشائخ حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب نے عزیزی میں نسبت کی چار قسمیں فرمائی ہیں جو سمجھنے کے اعتبار سے اور ایک دوسرے کو ممیز کرنے کے واسطے بہت مفید ہیں حضرت قدس سرہ' کا ارشاد تو فارسی میں ہے اور اس مضمون کو یہ ناکارہ لامع الدراری کے حاشیہ پر عربی میں لکھ چکا ہے۔ حضرت قدس سرہ' فرماتے ہیں کہ صوفیاء کی اصطلاح میں نسبت کی چار قسمیں ہیں سب سے ابتدائی تو انعکاسی کہلاتی ہے یعنی ذکر وشغل کی کثرت سے دل کا زنگ دور ہونے کے بعد اس میں آئینہ کی طرح ایسی صفائی اور شفافی پیدا ہو جائے کہ اس میں ہر چیز کا عکس آئینہ کی طرح ظاہر ہو جاتا ہو' یہ شخص جب شیخ کی خدمت جاتا ہے تو شیخ کے قلبی انوار اور اثرات کا عکس اس کے قلب پر پڑتا ہے اس کو نسب انعکاسی کہتے ہیں اس کا اثر سالک کے دل پر اس وقت تک رہتا ہے جب تک شیخ کے پاس رہے یا اس ماحول میں رہے، لیکن شیخ کی مجلس یا وہ محفل ختم ہو جائے تو یہ اثر بھی ختم ہو جاتا ہے، بندہ کی مثال اس میں فوٹو کی سی ہے کہ اس میں ہر وہ چیز منعکس ہے جاتی ہے جو اس کے سامنے ہو اور جب اس کو ہٹالیا جائے تو وہ ختم ہے جاتی ہے لیکن فوٹو کی طرح اس کو مصالحہ وغیرہ کے ذریعہ سے پختہ کر لیا جائے تو وہ پھر ہمیشہ باقی رہتی ہے اس نسبت پر بعض مشائخ اجازت دے دیتے ہیں جس کے متعلق حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ اگر مجاہدہ و ریاضت سے اس کو باقی رکھا جائے تو باقی رہتا ہے بلکہ مزید پختہ ہو جاتا ہے بندہ کے خیال میں یہی وہ درجہ ہے جس کو حضرت تھانوی نے بایں مضمون لکھا ہے کہ ''بعض مرتبہ غیر کامل کو بھی مجاز بنا دیا جاتا ہے اس کو جو ناقص یا نا اہل کہا گیا ہے وہ کمال کے اعتبار سے ہے اس درجہ کی اجازت جس کو حاصل ہوتی ہے اس کو بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ یہ باقی رہے بلکہ ترقی کر سکے۔

دوسرا درجہ جس کو حضرت شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ نسبت القائی جس کی مثال حضرت نے لکھی ہے کہ کوئی شخص چراغ لے کر اس میں تیل اور بتی ڈال کر شیخ کے پاس جائے، اور اس کے عشق کی آگ میں سے لو لگائے، حضرت نے تحریر فرمایا

ہے کہ یہ درجہ پہلے سے زیادہ قوی ہے اور اس درجہ والے کے واسطے شیخ کی مجلس میں رہنے کی شرط نہیں بلکہ شیخ کی مجلس سے غائب بھی ہو جائے تو یہ نسبت باقی رہتی ہے، اور جب تک تیل اور بتی رہے گی یعنی اوراد و اشغال کا اہتمام رہے گا کہ یہی چیزیں اس مشعل ہدایت کی تیل اور بتیاں ہیں اس وقت تک یہ نسبت باقی رہے گی، اس نسبت کے لیے تیل بتی تو اذکار و اشغال ہیں۔ اور باد مخالف یعنی معاصی وغیرہ سے حفاظت بھی ضروری ہے کہ باد مخالف سے چراغ گل ہو جایا کرتا ہے، یہاں ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ جس درجہ کی تیل بتی میں قوت ہوگی اتنے ہی درجہ کی مخالف ہوا کو برداشت کر سکے گی، یعنی معمولی سا چراغ ہے تو ہوا کے ذرا سے جھونکے سے بجھ جائے گا، گایا ذرا سی معصیت سے ختم ہو جائے گا، لیکن اگر چراغ قوی ہے تو معمولی ہوا اس کو گل نہیں کر سکتی، بندہ کے خیال میں اس جگہ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ہر شخص کو اپنی حفاظت تو نہایت اہتمام سے کرنی چاہیے، مبادا کسی معصیت کے سرزد ہونے سے یہ بجھ جائے لیکن اگر کسی دوسرے صاحب نسبت کے متعلق کسی واقعی یا غیر واقعی معصیت کی خبر سنے تو ہر گز اس کی فکر میں نہ رہے، نہ اس پر نہ اس کے شیخ پر فکر کرے نا معلوم اس کی مشعل کس قدر تیز ہو بندہ کے خیال میں میرے اکابر کی اکثر اجازتیں اسی نسبت القائی پر ہیں چنانچہ بہت سے اکابر اور ان کے مجازین کے حالات میں یہ دیکھنے اور سننے میں آیا ہے کہ جب ان کو اجازت دی گئی تو ایک بجلی سی ان میں کوندگئی، جس کے اثرات مختلف ظاہر ہوئے، بندہ کے خیال میں یہ بجلی کی سی جو کیفیت کوندتی ہے یہ شیخ کی نسبت کا القا ہوتا ہے جس کے بہت سے مظاہر دیکھے اور سنے ہیں یہ نسبت پہلی نسبت کے بمقابل زیادہ قوی ہوتی ہے، لیکن دو چیزوں کی اس میں بہت ضرورت ہوتی ہے ایک تیل، بتی کے بقاء اور اس کے اہتمام کی یعنی اوراد و اشغال کی، دوسرے باد صرصر سے حفاظت کی اگرچہ معمولی سی ہوا اس کو ضائع نہیں کرتی لیکن معمولی ہوا بھی ایک دم تیز ہو جاتی ہے اور معمولی معصیت بھی ایک دم کبیرہ بن جاتی ہے۔

تیسرا درجہ جو حضرت شیخ المشائخ نے لکھا ہے وہ نسبت اصلاحی کا ہے حضرت نے لکھا ہے اور بالکل صحیح لکھا ہے کہ یہ نسبت دونوں سے بہت قوی ہے حضرت نے اس کی مثال لکھی ہے کہ جیسے ایک شخص نہر کھودے اور اس کو خوب مضبوط بنائے اور اس کی ڈولیں درست کرے اور اس کو کھود کر اس کا دہانہ کسی دریا سے ملا دے اس دریا سے پانی کا دھارا زور وشور سے اس نہر میں آجائے کہ معمولی عارض بھی، پتے، ٹہنیاں، معمولی اینٹ روڑے اس کے پانی کی سیل کو نہیں روک سکتے بلکہ اس کے ساتھ بہتے چلے جاویں گے، الا یہ کہ کوئی نقب اس نہر میں لگ جائے یا کوئی چٹان اس نہر میں آکر حائل ہو جائے، بندہ کا خیال یہ ہے کہ قدماء کی اجازتیں زیادہ تر اسی پر ہوتی تھیں کہ وہ اولاً تزکیۂ نفوس و اخلاق پر بہت زور لگاتے تھے اور جب نفس مزکی ہو جاتا تھا اس کے اوراد و اذکار کی تلقین کے بعد اجازت مرحمت فرمایا کرتے تھے، اس نسبت والے اکابر مشائخ

سے اگر کوئی لغزش کو ان کی نسبت کا سیلاب بہائے لئے چلا جائے، اور تم اس کو عیب جوئی اور لغزشوں پر نگاہ کر کے اپنے کو ہلاکت میں ڈال دو۔'' (16)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک نصیحت:

''چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو ایک اہم وصیت فرمائی ہے جو ابوداؤد شریف میں بہت تفصیل سے ہے اس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حکیم کی زبان سے بھی بعض باتیں گمراہی کی نکل جاتی ہیں اور منافق بھی بعض مرتبہ کلمۃ الحق کہہ دیتا ہے شاگردنے عرض کیا اللہ آپ پر رحم کرے ہمیں کس طرح معلوم ہو کہ یہ حکیم کی بات گمراہی کی ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حکیم کی ایسی باتوں سے اجتناب کر وجس کو لوگ (علماء حق) یوں کہیں کہ فلاں نے یہ بات کیسے کہدی، لیکن یہ بات تجھ کو اس حکیم سے دور نہ کردے کیا بعید ہے کہ وہ حکیم تو عنقریب اپنی بات سے رجوع کرلے (یا اپنے فعل سے توبہ کرلے) اور تو ہمیشہ کیلئے اس سے محروم ہو جائے مطلب یہ ہے کہ علماء حقہ کی غلط بات میں پیروی تو نہ کیجائے اور نہ ہی ان کے اس قسم کے قول وفعل کا اتباع کیا جائے، لیکن ان پر سب وشتم نہ کیا جائے اس میں بڑے مضرات ہیں جن کو حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے رسالہ الاعتدال میں بہت تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔''(17)

حضرت شیخؒ کے بیعت فرمانے کی ابتداء اور حضرت کا اس سے گریز:

''جس کی صورت یہ پیش آئی کہ میں کاندھلہ گیا ہوا تھا وہاں کی چند مستورات مجھ سے بیعت ہونے کے لئے آئیں، میں نے ان سے کہا بھاگ جاؤ، میں بیعت نہیں کروں گا، وہ چچا جان کے پاس گئیں چچا جان میری بہت عزت فرمایا کرتے تھے لیکن کبھی بلاوجہ ڈانٹ بھی دیتے اور فرماتے اس لئے ڈانٹتا ہوں کہ کبھی تکبر نہ پیدا ہو جائے، غرضیکہ چچا جان نے مجھے بلایا میں حاضر ہوا، دیکھا کہ غصہ میں منہ لال ہو رہا تھا کہا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا، فرمایا چل ان کو بیعت کر، میں نے کہ کہ حضرت؟ فرمایا چل خاموش میں نے پھر کچھ کہنا چاہا تو پھر زور سے ڈانٹ دیا، تب میں نے کہا کہ اچھا کر لیتا ہوں، مگر آپ کے سامنے نہ کروں گا، اس پر چچا جان اٹھ کر تشریف لے گئے اب میں نے مجبوراً، ان مستورات کو بیعت کرلیا اور پھر بعد میں دوسرے وقت ان پر بہت بگڑا کہ تم چچا جان کے پاس گئیں کیوں؟

فرمایا! ایک مرتبہ ایک صاحب نے مجھے میرے حضرت کی حیات میں خط لکھا تھا جس میں تھا کہ تم کو قبل از وقت اجازت مل گئی میں نے جواب میں لکھا تھا تم نے بالکل ٹھیک فرمایا کہ وقت سے پہلے اجازت مل گئی لہٰذا تم کسی طرح اس کو رکوادو۔

فرمایا! میں نے بہت کوشش کی بہت اخلاص سے کی کہ کسی طرح حضرت رائپوری یا حضرت مدنی مجھے بیعت کرنے سے منع فرمادیں تو پھر مجھے یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ فلاں بزرگ کے منع فرمانے سے میں کسی کو بیعت نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ میں

نے پاکستان حضرت رائپوری کی خدمت میں یہی مضمون لکھا اس پر حضرت نے مجھے بڑی ڈانٹ کے خط لکھا، حضرت مدنی نے بھی ایک مرتبہ بڑے زور سے فرمایا کہ کون اپنے کو اہل سمجھتا ہے کیا ہم سب اپنے کو اہل سمجھ کر بیعت کرتے ہیں؟ جو شخص اپنے کو اہل سمجھے وہی نا اہل ہے، اور نا اہل سمجھے وہی اہل ہے، میرے پیارو! دیکھو تجربہ تو میرا بھی ہے کہ جو اپنے کو اہل سمجھے وہ نا اہل ہی رہتا ہے اور جو اپنے کو انتہائی نا کارہ نا اہل سمجھے اللہ تعالیٰ اس سے کام لے لیتا ہے۔'' (18)

مدرسہ میں خواص اور ان کی اولاد کی تربیت کا حضرت شیخ الحدیثؒ کے ذمہ ہونا:

''فرمایا! میں تعلیم اور تربیت کے مسئلہ میں شروع میں بہت سخت تھا۔

اور خاص طور سے خواص کی اصلاح میرے ذمہ بھی، مدرسے کے ایک اونچے طالب علم تھے مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری (صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم) نے ان کو میرے حوالے کیا کہ دیکھو ان کی تربیت تمہارے ذمہ ہے اور کوئی تو ان کو کچھ کہہ نہیں سکتا، تم ہی اس کی نگرانی کر سکتے ہو، فرمایا، طلبہ کی تعلیم میں میرے دس اصول (آداب) تھے جن کو میں شروع سال میں اچھی طرح طلبہ کو سمجھا دیا کرتا تھا۔'' (19)

''ان دس آداب کو حضرت شیخ الحدیثؒ نے آپ بیتی میں بہت تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور آپ کی تقریر بخاری مطبوعہ میں بھی مذکور ہیں'' (20)

تنقید کرنے والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے:

''ارشاد فرمایا! میرے پیارو ایک بات عرض کروں کہ میرے بارے میں جو تنقید سننے میں آئے لوگ کریں اس کو میرے پاس ضرور پہنچا دیا کرو، دراصل تنقید کرنے والے تو آدمی کے محسن ہوتے ہیں (کہ اس کو اس کی غلطی پر توجہ دلاتے ہیں) تنقید سننے کے بعد آدمی کو چاہئے کہ اس پر غور کرے کہ اس میں کتنی صداقت ہے، تنقید اخلاص کے ساتھ ہوتی ہے تو اچھی لگتی ہے ایسی صورت میں اس کی اصلاح کرنی چاہئے اور اگر غلط ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو (کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ہم میں یہ بات نہیں) غرضیکہ کسی کی تنقید پر غصے نہ ہونا چاہئے میں تو تنقید کرنے والوں پر خوش ہوا کرتا ہوں میرے پاس کوئی عمل تو ہے نہیں یہ بیچارے اپنے نیک اعمال تنقید و غیبت کر کے مجھ کو دے دیتے ہیں وہ میرے اس دن کام آئیں گے، جب میں تہی دست ہوں گا۔

میں ان مفتی صاحب سے (یعنی حضرت مولانا مفیت محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ) سے کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ جو بات میری غلط دیکھو فوراً ٹوک دیا کرو مگر انہوں نے میری یہ بات کبھی نہ مانی۔'' (21)

اپنے ظاہر اعمال کو بہتر دیکھ کر مطمئن نہ ہونا:

''میرے دوستو! بہت احتیاط رکھو اپنی کسی حالت کو اچھا سمجھ کر اس پر اتراؤ مت، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ زندہ آدمی خطرہ سے باہر نہیں (جب تک ایمان پر خاتمہ نہ ہو) پھر حضرت نے روتے ہوئے فرمایا! دیکھو! شیطان ہر ایک پر لگا ہوا ہے، میرے لئے تم سب دعا کرو اللہ تعالیٰ میرا انجام بخیر فرمائے۔

دیکھو اپنے اکابر کے حالات واقعات خوب دیکھا کرو، پڑھا کرو، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی مجھے دیکھنے سے ہر رنگ کے ملے ہیں اسی طرح اپنے اکابر بھی کہ ان میں بھی مختلف رنگ کے میں نے پائے ہیں میں تو کہا کرتا ہوں کہ ان حضرات کی مثال گلدستہ کی سی ہے گلدستہ کی خوبی یہی ہے کہ اس میں ہر رنگ و بو کے پھول ہوں۔''(22)

دینے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے:

''حضرت ایک بار ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دینے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اب وہ جس سے چاہے دلوادے، دلوں میں وہی ڈالتا ہے، فرمایا میرے ایک تعلق والے تھے ہمیشہ مجھ کو بیروں کی فصل پر پانچ سیر بیر دیوبند سے بھیجا کرتے تھے (دیوبند کے بیر مشہور ہیں) جس سال ان کا انتقال ہوا اسی سال ایک دوسرے صاحب کے یہاں سے ایک ٹوکرا بیروں کا آنا شروع ہوگیا، کاندھلہ کے میرے ایک عزیز تھے مجلس میں جو اس وقت کاندھلہ والے ہیں وہ ان کو جانتے ہی ہوں گے وہ کاندھل کے رائیسوں میں سے تھے انہوں نے میرے سو روپے مقرر کیئے ہر سال بھیجا کرتے تھے، اپنے سب ہی اکابر کا خیال رکھا کرتے تھے، جب ان کا انتقال ہوا اسی سال سے ایک دوسرے صاحب نے دینے شروع کر دیئے۔

دیکھو پیارو! اللہ جل شانہ ہی معطی ہے مانگو تو اسی سے، اسی مالک سے وہی دینے والا ہے جس سے چاہے دلوادے۔

اور اے مولویو! سن لو! دیکھو تم لاکھ سر پٹخو، کوئی دے گا نہیں نہ مہتمم دے نہ کوئی سرپرست مدرسہ، اللہ تعالیٰ ہی ہیں جس سے چاہیں دلوادیں۔

میرے دوستوں مانگو خوب مانگو اور رو کر مانگو اور مولوی صاحب! وہ کیا ہے حدیث میں کہ جوتے کا تسمہ بھی اگر ٹوٹ جائے تو وہ بھی پروردگار ہی سے مانگو۔

فرمایا ایک بات یاد رکھو بغیر طلب اور سوال کے کہیں سے کچھ آئے تو اس میں بہت برکت ہوتی ہے اور جو (چیز) طلب سے آئے وہ بہت بے برکتی ہوتی ہے۔''(23)

مومن جھوٹ نہیں بولتا اور ملاجیون کی ایک حکایت:

’’تم نے ملاجیون کا قصہ سنا ہوگا بڑے صوفی اور بزرگ تھے انہوں نے ایک تفسیر لکھی جو بڑی محققانہ ہے بڑی عالمانہ، میں نے بھی پڑھی ہے ان سے کسی نے کہا کہ حضرت جمنا آپ کو سلام کرنے آرہی ہے بڑی فکر ہوگئی کہ کیا کریں، سب لوگ بہہ جائیں گے بعض لوگوں نے کہا حضرت اس تک کچھ تحفے تحائف پہنچا دیجئے پھر نہ آئے گی، چنانچہ انہوں نے بہت سے تحفے تحائف ان لوگوں کو دے کر روانہ کر دیا، بعض دوسرے لوگ آئے انہوں نے کہا حضرت کہیں جمنا بھی سلام کرنے آتی ہے ان لوگوں نے آپ سے چالاکی کر کے آپ سے تحائف وصول کر لیئے فرمایا نہ بھئی جمنا سلام کرنے آسکتی ہے مسلمان جھوٹ نہیں بول سکتا۔

فرمایا! حدیث پاک میں بھی آتا ہے مومن بزدل بھی ہوسکتا ہے بخیل بھی ہوسکتا ہے اور بعض صفات آپ نے ذکر فرمائیں لیکن کذب مومن کی شان نہیں ہے تو یہ حضرات صوفیائے کرام اسی (حسن ظن) کے مسلک پر ہوتے ہیں مجھے کہنا یہ تھا کہ حضرات محدثین اپنے منصب کے اعتبار سے بالکل ٹھیک ہیں ورنہ حدیث کی حفاظت مشکل ہو جاتی۔‘‘(24)

محبت معلم آداب ہے:

’’فرمایا! بچپن میں ایک شعر سنا تھا۔ محبت تجھکو آداب محبت خود سکھا دے گی۔

بچپن میں والد صاحب سے اکثر شعر سنا کرتا تھا ان کو رٹ کر دیا کرلیتا تھا گو اس وقت مطلب تو کیا سمجھ میں آتا لیکن یاد ضرور کر لیتا تھا اب وہ اشعار یاد آتے ہیں اور پڑھ کر بہت لطف آتا ہے گو عمل تو اب تک نہ ہوسکا دیکھو! یہ محبت بڑی اونچی چیز ہے یہ اصول وقواعد کی پابند نہیں اگر محبت کرو تو دل سے محسوس ہو چاہے زبان سے کچھ نہ کہیں مگر دل سے جگہ بنتی چلی جائے۔ مولویو! تم کو معلوم ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے تاجر تھے انہوں نے اپنا سب کچھ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے خدام پر خرچ کر دیا ایک مرتبہ ان کے والد گھر میں آئے، نابینا ہو چکے تھے بچیوں سے پوچھا کہ ارے وہ کچھ چھوڑ کر بھی گیا یا سب لے کر چلا گیا، ان بچیوں نے وہ بھی عرب کی بڑی ہوشیار تھیں کنکریوں کو طاق میں جمع کر کے دکھا دیا بڑے میاں نے ٹٹول کر دیکھا کہا خیر بہت ہے، تمہارے لئے کچھ تو چھوڑ گیا۔‘‘(25)

دنیاوی زندگی کا حال اور مرتبہ صرف خواب کی طرح ہے:

’’ارشاد فرمایا! یہاں تو کیا ہے دنیا میں رکھا ہی کیا ہے ایک آدمی جیسے خواب دیکھے، دو چار ادھر بیٹھیں، دو چار ادھر بیٹھیں، دو تین پیر دبا رہی ہیں چاروں طرف پنکھے لگ رہے ہیں اور جیسے ہی آنکھ کھلی تو دیکھا جیل کی کوٹھری میں پڑے ہیں، اسی طرح ایک آدمی (خواب میں) دیکھے جیل میں پڑا ہے کوڑے لگ رہے ہیں، مصیبتیں ہی مصیبتیں ہیں جب آنکھ

کھلے دیکھے کچھ بھی نہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنے لگے کہ وہ تو خواب تھا (حقیقت نہ تھی) بس میرے دوستو! یہ دنیا کا حال تو خواب ہے، خواب سے جس دن آنکھ کھلے گی اس دن دیکھنا ہے کیا ہوگا، اہل مصائب کو جب آخرت میں ان کے مصائب کا بدلہ دیا جائے گا تو راحت وآرام والے کہیں گے کاش دنیا میں ہمارے بدن قینچی سے کتر دیئے جاتے۔

اللہ تعالیٰ تم دوستوں کی برکت سے مجھے بھی کچھ عطا فرمادے اوراس میلہ کو ہماری لغزشیں معاف کر کے قبول فرمالے تو پھر دیکھنا اللہ تعالیٰ کے پاس کتنا ملے گا ورنہ تو بس مشقت ہی مشقت ہے مجلس برخاست ہوتے وقت حضرت نے فرمایا تیسرا عشرہ بھی اللہ تعالیٰ عافیت سے گذار دے۔'' (26)

یہ کبر بہت سخت چیز ہے:

''فرمایا ایک بات کہتا ہوں یہ کبر جو ہے اس کی کوئی حد نہیں ہے یہ بڑی سخت چیز ہے، نخوت، حسد، کبر، ان معاصی پر جو گرفت ہوتی ہے وہ بڑی سخت ہے کچھ معصیتیں ایسی ہیں جو حیوانی کہلاتی ہیں، ان پر اتنی گرفت نہیں ہوتی، دراصل جس چیز کی جہاں کثرت اور بہتات ہوتی ہے اس چیز کی وہاں زیادہ قدر نہیں ہوتی، اور جس چیز کی جہاں قلت، ندرت اور کمی ہوتی ہے وہاں والوں ک حق میں وہ چیز بہت قیمتی ہوتی ہے اس پر ایک قصہ سنو! آج سے تقریباً پچیس سال پہلے ہماری تبلیغی جماعت سب سے پہلے کابل گئی، حضرت مدنیؒ کے خطوط بھی ہمراہ لے گئے جن میں حضرت نے اس جماعت کی بڑی تعریف اور توثیق فرمائی تھی میری عادت ہے کہ جماعت کی واپسی پر اس کی سرگذشت ضرور سنتا ہوں، غرض کہ یہ جماعت جس واپس آئی تو اس نے بتایا کہ شروع میں کئی دن تک کھانا کھانے کی تو نوبت ہی نہیں آئی صرف انگور وغیرہ پھل کھاتے رہے، کہتے ہیں کہ چار آنے میں دو کلو انگور آجاتے تھے اب بھلا وہاں پر انگور کی کیا قدر، اب بھی وہاں انگور بہت سستے ملتے ہیں، کیونکہ وہاں اس کی پیداوار بہت ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ جہاں جس چیز کی زیادتی ہوتی ہے وہاں اس کی قدر نہیں ہوتی اور جہاں جس چیز کی کمی ہوتی ہی اسی کی وہاں قدر ہوتی ہے اب دیکھو مالک الملک کے یہاں پستی تو ہے نہیں علو ہی علو ہے کبر ہی کبر ہے اس لئے اس کے یہاں پستی (عجز وانکساری) ہی کی قدر ہے، جتنا اپنے آپ کو گراؤ گے اتنا ہی مقام حاصل ہوگا، یہ بڑے غور کرنے سوچنے کی بات ہے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، من تواضع للہ رفعہ اللہ، جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سربلندی عطا فرماتے ہیں۔ اپنی زبان سے اور خطوط میں تو ہم اپنے آپ کو ناکارہ خلائق، حقیر فقیر سب کچھ لکھتے ہیں دل سے اپنے آپ کو ہم کیا سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی جانے۔'' (27)

تکبر دور ہونے کی علامت:

''ایک صاحب نے خط لکھا تھا کہ کبر کے نکلنے کی علامت کیا ہے میں نے جواب میں لکھوایا کہ اگر کوئی تم پر اعتراض کرنے

تنقید کرے، برا کہے تو دیکھو تمہارے قلب پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے اگر تمہارے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس اعتراض پر غور کیا جائے اگر صحیح ہوگا تو ہم اس کی اصلاح کریں گے تو یاد رکھو یہ علامت ہے کبر دور ہونے کی اور اگر اعتراض وتنقید سنتے ہی بلا سوچے سمجھے غصہ آتا ہے تو یہ علامت ہے تکبر کی۔'' (28)

کسب فیض میں شیخ کا توسط:

''ارشاد فرمایا! شیخ سے کسب فیض کے بارے میں حضرت سہارنپوری نے مجھ سے فرمایا تھا کہ شیخ کی مثال نل جیسی ہے جتنا جل چلاؤ گے اتنا ہی پانی نکلے گا گو نل بذات خود کچھ نہیں لیکن پانی تو اسی کے ذریعہ ملے گا اور کھینچنے سے ملے گا بغیر اس کے نہیں۔ فرمایا! ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشی میں خوب اچھل رہے تھے کسی نے سبب پوچھا تو کہا کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے نبی کے ہاتھ میں نہیں ورنہ تو پہلے ہدایت مکہ میں بانٹی جاتی پھر مدینہ میں پھر کبھی پھیلتے پھیلتے حبشہ میں پہنچتی حبشہ کا نمبر تو بہت بعد میں آتا لیکن ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔'' (29)

علماء دین کے لئے تکمیل سلوک بہت آسان ہے:

''اور خاص کر مولویوں کے لئے زیادہ آسان ہے مجاہدہ ان کو کرنا نہیں تعلیم کا زمانہ ان کا سارا مجاہدہ میں ہی گذرتا ہے اور زبان پر تو قال اللہ قال الرسول ہمیشہ رہے دوسرے لوگوں کو بہت مجاہدہ کرنا پڑے اتنا مولویوں کو نہیں کرنا پڑتا ان کے لئے تو سلوک کی لائن بہت ہی آسان ہے۔'' (30)

عمل اور محنت کے بغیر چارہ کار نہیں:

''میرے پیارو کچھ کرلو'' من طلب العلیٰ سھر اللیالی'' کہ جو شخص کچھ بننا چاہے تو اس کو راتوں میں جاگنا پڑتا ہے، فرمایا، ایک شخص تھے جو کچھ روز حضرت رائپوریؒ کی خدمت میں رہے، ذکر واذکار میں مشغول رہے ایک روز حضرت سے کہنے لگے کہ حضرت ذکر تو کرتا ہوں لیکن کچھ اثر محسوس نہیں ہو رہا حضرت نے سن کر فرمایا کہ پڑیا تو ہے نہیں جو گھول کر پلا دی جائے، کچھ کرنا تو پڑتا ہی ہے اور بھائی! دیکھو کرنے والا محروم نہیں رہتا خواہ میں کتنا ہی نا اہل ہوں انشاء اللہ میری نا اہلیت مانع نہ ہوگی میں کئی بار کہہ چکا کہ طلب پر ہی مبدا میاص سے ملے گا۔

بہار میں تو سنا ہے پیر صاحب گیارہ روپیہ وصول کر کے ایک رسید دیدیں، اللہ تعالیٰ کے نام جبرئیل امین کے نام کہ ہم ان سے ٹیکس وصول کر چکے اب نماز بھی معاف روزہ بھی معاف کچھ کرنے کی ضرورت نہیں وہ لوگ اس رسید کو اپنے کفن میں رکھوا دیں۔

بس مدار فضل خداوندی پر ہے بعض لوگ بہت جلد کامیاب ہو جاتے ہیں اور بعضوں کو عرصہ گذر جاتا ہے مجاہدات کرتے

کرتے لیکن پھر بھی مرشد کی طرف سے اجازت نہیں ملتی بعض لوگوں کے لئے یہ بات ناگوار بھی گذرتی ہے۔ میرے پیارو! اندرون کی صفات پر اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔'' (31)

اسم اعظم سیکھنے والے کا قصہ:

''ایک شخص تھے وہ ایک بزرگ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ حضور آپ کو اسم اعظم معلوم ہے مجھے بھی بتا دیجئے انہوں نے فرمایا کہ تمہارے اندر اس کی صلاحیت نہیں ہے وہ اصرار کرنے لگا کہ حضور بتا ہی دیجئے میں انشاء اللہ اس کی سب شرائط پوری کرونگا، انہوں نے اس شخص کا امتحان لیا اور کہا کہ اچھا جاؤ فلاں مقام پر جا کر بیٹھ جاؤ، وہاں ایک لکڑہارا ہے اس کے پاس جا کر دیکھو وہ کیا کرتا ہے اس شخص نے وہاں جا کر دیکھا کہ بہت ہی ضعیف آدمی لکڑیاں کندھے پر اٹھائے لا رہا ہے اتنے میں ایک سپاہی نے آ کر اس بوڑھے آدمی کو دو تین بید رسید کیئے، بوڑھا بلبلا اٹھا، پھر سپائی نے اس کو دو چار گالی بک کر کہا کہ چل ان لکڑیوں کو میرے گھر ڈال کے آ، وہ بوڑھا کہتا رہا حضور غریب ہوں جنگل کی لکڑیاں فروخت کر کے گذارا کرتا ہوں مگر اس سپاہی ظالم نے اس کی ایک نہ سنی اور اس بوڑھے پر لکڑی لا د کر اپنے گھر لے گیا اب یہ شخص جس کو ان بزرگ نے کہا تھا کہ فلاں لکڑہارے کو جا کر دیکھو کیا کرتا ہے یہ انتہائی پیچ وتاب کے عالم میں، کاش مجھے اسم اعظم معلوم ہوتا تو ابھی اس سپاہی کو مزہ چکھا دیتا غرضیکہ یہ تمام حال دیکھ کر وہ شخص ان بزرگ کی خدمت میں واپس آیا اور انتہائی غصہ میں کہا کہ اگر میرا بس چلتا تو اس ظالم سپاہی کو آج ہی نمٹا دیتا اس پر ان بزرگ نے اس شخص سے کہا ارے اسم اعظم تو میں نے اس بوڑھے سے ہی سیکھا ہے وہ ہی اس میں میرا استاد ہے۔ پیارو! ضبط کی ضرورت ہے لے لو وصول کر لو، مالک سے جو کچھ مانگنا ہے مانگ لو۔

ریاضات ومجاہدات کا ایک مختصر سا بدل:

ارشاد فرمایا! اب تو مجاہدوں کیلئے کوئی کہتا نہیں پہلے اپنی جوانی میں ہم نے تو بہت مجاہدہ کرنے والوں کو دیکھا بس اب تو توجہ قلبی کی قوت کو بڑھا و دل کو کسی طرف متوجہ نہ کرو اپنے قلب کی حفاظت کرو۔

اخلاق اور نسبت کا درجہ:

دوسری بات یہ ہے کہ نسبت الگ ہے اور اخلاق الگ ہیں نسبت خاص تعلق مع اللہ ہے جتنا بڑھا وگے بڑھے گا، گھٹا وگے گھٹے گا اور ایک ہیں اخلاق، اخلاق کا تعلق حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے ہے کہ آپ کے خصائل اور شمائل کے اتباع کا نام اخلاق ہے حضرت نے اس موقعہ پر یہ شعر پڑھا۔

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ گھس جانے کے بعد دیکھو! پیارو مجاہدہ سے آئے گا، اپنا اپنا کرنے سے آئے گا کسی حضرت کی دعا

سے نہیں ہوگا، ہاں! اضطراری دعا یا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ''مغبر الشعب'' (غبار آلود بالوں والے) قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ ویسا کر دیتے ہیں اور جو اپنے کو بڑا سمجھ کر کہہ دے کہ یوں ہوگا تو یہ کچھ نہیں مجھے دونوں کا تجربہ ہے میں بیعت کرانے کو اپنے لئے ناجائز سمجھتا ہوں میں اس قابل نہیں ہوں لیکن حضرت مدنیؒ کے کہنے سے کر رہا ہوں اور جب کئی بار اس کو میں نے حضرت سے کہا تو ناراض ہو گئے میں نے حضرت رائپوری سے بھی کہا تھا اور خطوط بھی لکھے تھے۔

معمولات کی پابندی:

فرمایا! ایک اہم بات یہ ہے کہ ذکر اور معمولات کا بہت اہتمام رکھا جائے میں نے حضرت مدنی اور اپنے چچا جان کو اخیر عمر تک ذکر کا اہتمام کرتے ہوئے دیکھا میں نے اپنے والد صاحب اور حضرت مدنی دونوں کو اخیر شب میں تنہائی میں روتے اور گڑگڑاتے ہوئے دیکھا، یہ دونوں بالکل ایسا روتے تھے جیسا مکتب میں بچہ پٹ رہا ہو۔''(32)

خلاصہ کلام:

مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات تصوف کا جائزہ پیش کیا گیا۔ درج ذیل نکات سامنے آئے۔

☆ تصوف ایمان کی طرح ہے۔

☆ تصوف تعلق باللہ کا ذریعہ ہے۔

☆ تصوف سے مادی زندگی کی آلائشیں صاف ہوجاتی ہیں۔

☆ شیخ کا احترام مرید کے لئے انتہائی ضروری ہے، اس میں قطعاً کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

☆ شیخ کی مجلس کے تمام آداب ملحوظ خاطر رکھنے ضروری ہیں۔

☆ شیخ کا تصرف اپنے مریدوں پہ ہوتا ہے۔

☆ ہر لمحہ شیخ کے فیض کی طلب رکھنی ضروری ہے۔

☆ ذکر اللہ سے قلب کو تقویت نصیب ہوتی ہے۔

☆ کبر سے اجتناب ضروری ہے۔

☆ معمولات کی پابندی رکھنی ضروری ہے۔

☆ توجہ قلب کی قوت کو بڑھاؤ۔

باب پنجم: حوالہ جات

1۔سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ ابوالحسن علی ندوی، مولانا، لکھنؤ، مکتبہ اسلام، ۱۹۸۲ء، ص ۳۵ تا ۳۹

2۔مکتوبات تصوف، محمد شاہد سہارنپوری، مولوی، کراچی، مکتبہ الشیخ، س ن، ۳۱ تا ۳۹

3۔یادگار شیخ سہارنپور، ماہنامہ، شمارہ نمبر ۹ ۷ ستمبر، ۱۹۳۰ء ص ۲

4۔الفرقان خصوصی اشاعت، مرتب مولانا خلیل الرحمٰن سجاد ندوی،، لکھنؤ، مکتبہ الفرقان، صفر سنہ ۱۴۰۳ھ، صفحہ نمبر ۶۵

5۔فضائل ذکر، مولانا زکریا کاندھلوی، کراچی، مکتبہ الشیخ، س ن، ص ۵۲

6۔آپ بیتی نمبر ۶، مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، کراچی، معھد الخلیل الاسلامی، س ن، ص ۴۰۴ تا ۴۰۵

7۔ایضاً، ص ۴۰۵ تا ۴۰۶

8۔ایضاً، ص ۴۰۸ تا ۴۰۹

9۔ایضاً، ص ۴۱۱

10۔ایضاً، ص ۴۱۸

11۔آپ بیتی نمبر ۵، مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، ص ۱۵۸ تا ۱۶۰

12۔ آپ بیتی نمبر ۶، مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، ص ۱۶۰

13۔آپ بیتی نمبر ۵، مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، ص ۱۴۵ تا ۱۴۷

14۔ایضاً، ص ۱۴۸ تا ۱۴۹

15۔ملفوظات حضرت شیخ، محمد عاقل، مولانا، کراچی، مکتبہ الشیخ، ۱۴۱۲ھ، ص ۱۴ ، حصہ اول

16۔ایضاً، ص ۱۴ تا ۱۷

17۔ایضاً، ص ۱۷ تا ۱۸

18۔ایضاً، ص ۹ تا ۱۰

19۔ایضاً، ص ۱۱ تا ۱۲

20۔ایضاً

21۔ایضاً، ص ۶ تا ۷

22۔ایضاً، ص ۲۵

23۔ ایضاً، ص ۴۳ تا ۴۴

24۔ ایضاً، ص ۶۱ تا ۶۲

25۔ ایضاً، ص ۶۵

26۔ ایضاً، ص ۶۷ تا ۶۸

27۔ ایضاً، ص ۷۰ تا ۷۱

28۔ ایضاً، ص ۷۱

29۔ ایضاً، ص ۱۰۰ تا ۱۰۱

30۔ ایضاً، ص ۱۰۲

31۔ ایضاً، ص ۱۰۸ تا ۱۰۹

32۔ ایضاً، ص ۱۰۹ تا ۱۱۲

باب ششم

باب ششم

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی تعلیمات کی ترویج میں تلامذہ کا کردار

مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کے سانحہ ارتحال کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم نے حضرت شیخ الحدیث کی تعلیمی استعداد کو دیکھتے ہوئے اور مولانا یحییٰ کی خدمات جلیلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا محمد زکریا کاندھلوی کو مدرس مقرر فرمایا، چنانچہ مولانا ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں

''چنانچہ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۵ھ سے حضرت شیخ الحدیثؒ کا بحیثیت مدرس مدرسہ مظاہر العلوم تقرر ہوا۔ اور اصول الشاشی جو پہلے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے یہاں ہو رہی تھی اور علم الصیغہ (جو پہلے حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ کے یہاں ہو رہی تھی) کے اسباق آپؒ کے پاس منتقل ہوئے اسکے علاوہ چار پانچ سبق نحو و منطق اور فقہ اور عربی کی ابتدائی کتابوں کے تھے اس وقت حضرت شیخ الحدیثؒ اپنی خداداد صلاحیتوں اور استعداد کے باعث ترقی کر کے تدریس حدیث تک پہنچ گئے اور طلباء اتنے مطمعین اور گرویدہ ہوئے کہ انہوں نے پڑھا ہو حصہ بھی حضرت شیخ الحدیثؒ سے دوبارہ پڑھنے کی خواہش کی۔

اگلے تعلیمی سال شوال سنہ ۱۳۳۵ھ میں پہلے سال سے اونچی اور درسی و فنی لحاظ سے اہم کتابیں پڑھانے کو ملیں تیسرے سال شوال سنہ ۱۳۳۶ھ میں مقامات حریری اور سبعہ معلقہ بھی درس میں آئے، سبعہ معلقہ منتظمین نے بڑے شک وتذبذب کے ساتھ دیا تھا، اس جماعت میں وہ طلبہ بھی تھے جو حدیث کے بعض اسباق میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے ہم درس رہے تھے، لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد مدرسے کے قابل احترام اور مخلص ناظم مولانا عنایت الٰہی صاحب نے ان لفظوں میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی کامیابی کا اعتراف کیا کہ ''مولوی زکریا! تم نے تو میری آنکھیں نیچی کر دیں'' سنہ ۱۳۳۷ھ میں ہدایہ اولین، حماسہ وغیرہ اور رجب سنہ ۱۳۴۱ھ میں بخاری شریف کے تین پارے بھی حضرت سہارنپوریؒ کے حکم و اصرار سے منتقل ہو کر آئے، اور ان کے پڑھانے میں بھی حضرت شیخ الحدیثؒ سے غیر معمولی اہلیت، قوت مطالعہ اور فنی مناسبت کا اظہار ہوا۔ اس کے بعد آپ کو مشکوۃ مل گئی سنہ ۱۳۴۴ھ تک مشکوۃ آپ کے زیر درس رہی۔'' (1)

''حضرت مولانا سہارنپوریؒ کو علم حدیث سے حضرت شیخ الحدیثؒ کی مناسبت اور استعداد کا بخوبی اندازہ تھا

چنانچہ حضرت سہارنپوریؒ کی خواہش تھی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ حدیث کی کتابیں بھی پڑھائیں، اس لئے انہوں نے سنہ ۱۳۴۱ھ میں بخاری شریف کے تین پارے (از ۱۳ تا ۱۵) کی تدریس حضرت شیخ الحدیثؒ کے ذمہ فرمادی اور ایک سفر پر روانہ ہوگئے واپسی پر تحقیق فرمائی کہ پڑھانے لگے یا نہیں؟ اس پر معلوم ہوا کہ اکابر اساتذہ کی موجودگی میں پڑھانے سے تکلف ہے اور احتراز کررہے ہیں اس پر حضرت سہارنپوریؒ ناراض ہوئے، چنانچہ حضرت شیخ الحدیثؒ جو ابھی عمر کی ۲۶ ویں سال میں تھے اور اس وقت تک مشکوۃ شریف بھی نہ پڑھائی تھی عجیب کش مکش اور پریشانی میں مبتلا ہوگئے، اپنے استاذ و شیخ کی ناراضگی سے پریشان ہوکر عرض کیا۔

''حضرت تو بہ تو بہ مجھے تو یہ خیال ہوا کہ مدرسہ کی بڑی بدنامی ہے۔ دوسرے مدارس والے کیا کہیں گے کہ ایک نو عمر لڑکے کو جس نے ابھی مشکوۃ بھی نہیں پڑھائی ہے بخاری شریف دے دی''۔

یہ سن کر حضرت سہارنپوریؒ نے بڑے جوش وجذبہ کیساتھ ارشاد فرمایا:۔''نو عمر لڑکے کو میں ہی جانوں، دوسرے لوگ کیا جانیں، اگر کوئی الزام دے گا تو مجھے دے گا تمہیں نہیں دے گا''۔ اس سوال وجواب کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ نے درس حدیث قبول کرلیا اور پھر'' قلندر ہر چہ گوید گوید'' کا حقیقی مشاہدہ ہوا، پورا تعلیمی سال اطمینان سے گذرا اور سب مطمئن رہے۔''(2)

''اسکے بعد ماہ شوال سنہ ۱۳۴۱ھ سے مشکوۃ شریف کی تدریس بھی آپکے سپرد ہوئی سنہ ۱۳۴۵ھ میں مدینہ طیبہ کے دوران قیام میں مدرسہ علوم شرعیہ میں بعض مغربی طلباء کو ابوداود شریف بھی پڑھائی، حجاز مقدس سے واپسی پر ۱۸ صفر سنہ ۱۳۴۶ھ سے ابوداؤد شریف اور نسائی کے اسباق آپ کے ذمہ منتقل ہوکر آئے تھے اس کے ساتھ موطا امام محمد اور بخاری شریف کے آخری چار پاروں کی تدریس کا درس بھی آپ کے سپرد ہوئی، اس وقت سے سنہ ۱۳۷۵ھ تک مسلسل ابوداؤد شریف کا درس حضرت شیخ الحدیثؒ ہی کے ذمہ رہا، آپ کے درس کی شہرت ابتداء سے ہندوستان کے عربی مدارس میں ہوگئی تھی اور نام کے بجائے ''شیخ الحدیث'' کے لقب سے مشہور عام ہوئے یہ لقب دراصل حضرت سہارنپوریؒ نے آپ کو عطا فرمایا تھا، اپنے انتقال سے پیشتر حضرت سہارنپوریؒ نے جو تحریر مدینہ منورہ سے مدرسہ مظاہر علوم کے نام ارسال کی تھی اس میں خصوصیت کے ساتھ اس بات کا ذکر تھا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کو حدیث سے جو مناسبت (نسبت) ہے وہ کسی اور کو نہیں، اس لئے انہی کو مدرسہ کا شیخ الحدیث مقرر کیا جائے اور اگر کسی کو اس میں تردد ہو تو میں اپنی طرف سے ان کو شیخ الحدیث کا لقب دیتا ہوں۔''(3)

مولانا نے ابتدائی کتب نہایت اچھے انداز میں پڑھائیں، اپنی تدریسی زندگی میں زیادہ تر مولانا کتب

احادیث پڑھائیں ۔حضرت شیخ الحدیثؒ کے نواسہ جناب مولانا محمد شاہد صاحب زید مجدہ مقدمہ کتب فضائل پر اشکالات اوران کے جوابات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''اس چوّن سالہ مدت میں حضرت والا نور اللہ مرقدہ نے (۳۵) پنتیس کتابوں کا درس دیا، جس میں علم الصیغہ اورنو میر جیسی ابتدائی کتابوں سے لے کر بخاری شریف اور ابوداؤ د شریف جیسی بلند پایہ کتابیں شامل ہیں ان میں بعض کتابیں بلکہ سبھی مکرر سہ مکرر پڑھائیں چنانچہ نورالانوار تین مرتبہ مشکوۃ شریف تین مرتبہ ابوداؤد شریف تین مرتبہ بخاری شریف صرف جلد اول پچیس مرتبہ اور کامل دونوں جلدیں (۱۶) مرتبہ پڑھانے کی سعادت ملی ۔حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں:۔

صفر سنہ ۱۳۴۶ھ کے بعد چونکہ زکریا کے اوقات زیادہ فارغ تھے اس لئے دور کے مدرس میں سے علالت یا طویل سفر کی وجہ سے جس کا سبق منتقل ہوتا، ترمذی، مسلم وغیرہ وہ زکریا کے پاس منتقل ہوا کرتا تھا شمائل تو کئی سال مسلسل رہی جس کی تفصیل میں تطویل ہے ۔''(4)

''اسی طرح مسلسلات حدیث کا درس کا بھی حضرت شیخ الحدیثؒ کے یہاں بڑا اہتمام تھا، ابتداء میں تو خصوصی طور پر بعض حضرات اجازت لیتے رہے ۔لیکن سنہ ۱۳۸۸ھ سے باضابطہ اس کا اہتمام ہونے لگا اور کافی جم غفیر اسکی تحصیل کے لئے اکٹھا ہونے لگا چنانچہ ۲۳ رجب سنہ ۱۳۹۰ھ کو ہندوستان کے مدارس عربیہ میں خبر گونج اٹھی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ مسلسلات حدیث پڑھائیں گے اس موقع پر تقریباً ڈیڑھ ہزار کا مجمع ہوگیا جس میں ہندوستان کے بہت سے اساطین ومشاہیر اہل علم بھی شریک ہوئے ۔''(5)

ڈاکٹر تقی الدین ندوی استاد حدیث عین یونیورسٹی ومشیر مسلمہ وقضا شرعی ،ابوظبی تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت شیخ الحدیثؒ جس انہماک ودلسوزی ،نشاط وسرگرمی کے ساتھ حدیث کا درس دیا کرتے تھے اسکی صحیح مرقع کشی سے زبان قلم قاصر ہے حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث آپ کے لئے محض ایک علم اور فن کی حیثیت نہیں رکھتا تھا بلکہ یہ ان کا ذوق وحال بن گیا تھا اوران کے جسم وجان اور رگ وریشہ میں کچھ اس طرح رچ بس گیا تھا جیسے پھول میں خوشبو اور ستاروں میں روشنی ۔ایک بار موسلا دھار بارش ہورہی تھی تمام سڑک پر گھٹنوں گھٹنوں پانی بھر رہا تھا ڈاکٹر صاحب مدرسہ قدیم میں کتاب لئے ہوئے منتظر تھے کہ بارش کا زور کم ہو تو سبق میں حاضر ہوں ،حضرت نظامت مولانا اسداللہ صاحب مرحوم ناظم مدرسہ مظاہر علوم اس وقت دفتر نظامت (جو مدرسہ قدیم میں واقع ہے) میں تشریف رکھتے تھے ڈاکٹر صاحب نے ان سے دریافت فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ آج بھی درس میں تشریف لے گئے ہوں گے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس طوفانی بارش میں تو بظاہر مشکل ہی معلوم ہوتا ہے باہر جا کر معلوم کرلو، چنانچہ ڈاکٹر صاحب مدرسہ کے دروازے پر آکر

سائبان میں بیٹھے ہوئے پھل فروشوں سے معلوم کیا، بارش کا زور برابر قائم تھا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ تو دیر ہوئی تشریف لے گئے جبکہ حضرت کے مکان سے دارالحدیث کا خاصہ فاصلہ ہے، سڑک پر پانی بہہ رہا تھا، یہ کم ہمت (یعنی ڈاکٹر صاحب) بھی بعجلت تمام دارالحدیث میں حاضر ہوئے وہاں بجلی غائب تھی اور اندھیرا چھایا ہوا تھا مگر درس شروع ہو چکا تھا ڈاکٹر صاحب چپکے سے بیٹھ گئے کہ مبادا حضرت شیخ الحدیثؒ کی نظر پڑ جائے مگر آپؒ نے دیکھ لیا اور فرمایا جانتے ہو کیسے آیا ہوں اپنے مکان سے روانہ ہوا تو ایک ہاتھ میں بخاری شریف کا پارہ اور دوسرے ہاتھ میں چھتری تھی جوتے ہاتھ میں نہیں لے سکتا تھا نصف راستہ تک آیا تو اک رکشہ والا مل گیا اس نے باصرار مجھے رکشہ پر سوار کر لیا اور یہاں پہنچانے کے بعد میرے پیروں اور پائجامہ کے نچلے حصہ کو دھویا ڈاکٹر صاحب یہ سن کر پانی پانی ہو گئے۔'' (6)

حضرت شیخ الحدیثؒ کا درس گرمی وسردی صحت وبیماری اور بارش وآندھی تمام حالات میں اسی مستعدی ونشاط اور تازگی پابندی کے ساتھ جاری رہتا تھا دارالحدیث میں قدم رکھتے ہی عطر کی خوشبو سے مشام جاں معطر ہو جاتا تھا ادب واحترام اور وقار وسکینت کی جو خاص کیفیت اس وقت پیدا ہو جاتی تھی اسکے بیان کے لئے ذخیرہ الفاظ کو قاصر پاتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کا درس اپنے عہد میں ممتاز ترین خصوصیت کا حامل تھا اس لئے ان کے درس کی تقریر کو بہت سے علماء وفضلاء قلم بند کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے نواسے جناب مولانا محمد شاہد صاحب زید مجدہ نے حضرت شیخ کی مختلف تقاریر کو سامنے رکھ کر بخاری شریف کی ایک جامع تقریر کو مرتب فرمایا ہے مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم کی نظر ثانی کے بعد اس کے تین اجزا کی طباعت ہو چکی ہے اس کے شروع میں ڈاکٹر تقی الدین ندوی صاحب استاد حدیث عین یونیورسٹی ومشیر محکمہ قضاء شرعی ابوظہبی کے قلم سے مقدمہ درج ہے، جس میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے درس کی امتیازی خصوصیات کو بہت تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔

(ڈاکٹر صاحب جامعۃ العین میں حدیث کے استاد اعلیٰ ہیں حال ہی میں انہوں نے امام بیہقی کی کتاب ''الزہد پر تحقیق کی ہے اور اس کو ایڈٹ کر کے قاہرہ سے شائع کیا جس پر ان کو جامع ازہر سے ڈاکٹریٹ (دکتورا) کی ڈگری ملی)

حضرت شیخ الحدیثؒ کی تدریس متعدد امتیازی خصوصیات کی حامل تھی جو اس زمانے میں تقریباً عدیم النظیر ہیں، ذیل میں چند امور کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

بلا معاوضہ تدریس:۔

مدرسہ میں ''آپؒ کا ابتدائی تقرر باتنخواہ مدرس کی حیثیت سے ہوا تھا سنہ ۱۳۴۴ھ تک آپ کبھی تنخواہ لے لیتے اور کبھی نہ لیتے شعبان سنہ ۱۳۴۴ھ میں بسلسلہ ''بذل المجہود'' طویل قیام کے لئے آپ کا حضرت سہارنپوری قدس سرہ کے

ساتھ حجاز جانا ہوا تو حضرت قدس سرہ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے خرچ کا کیا ہوگا؟ حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں

''میں نے عرض کیا حضرت! اس کا تو بلکل فکر نہیں میں سنہ ۱۳۳۸ھ میں بھی قرض لیکر گیا تھا حالانکہ اس وقت قرض ملنا بہت دشوار تھا، اور اس وقت آسان ہے اب بھی لے لوں گا حضرتؒ نے فرمایا تمہاری مدرسہ میں تنخواہ بھی کچھ جمع ہے۔ اسکی شرح یہ ہے سنہ ۱۳۳۵ھ میں جب میں ملازم ہوا تھا اور میری تنخواہ پندرہ روپے ہوتی تھی اس وقت بڑے حضرت اقدس رائے پوری شاہ عبدالرحیم صاحب نوراللہ مرقدہ نے مدرسہ میں تو سفارش کی تھی کہ پندرہ روپے تنخواہ بہت کم ہے کم از کم پچیس (۲۵) روپے ہونی چاہئے اور مجھ سے یوں ارشاد فرمایا تھا کہ جب اللہ توفیق دے مدرسہ کی تنخواہ چھوڑ دیجیو جس کا اثر یہ تھا کہ میرا حضرت رائے پوری قدس سرہ نے ارشاد کی وجہ سے تو تنخواہ لینے کو بلکل جی نہیں چاہے تھا مگر حضرت قدس سرہ لیتے تھے اگرچہ میرے والد صاحبؒ نے کبھی نہیں لی پھر بھی چونکہ میرے حضرت لیتے تھے اس لئے میں نہ لینا بے ادبی سمجھتا تھا اس لیے کسی ماہ میں اسکا غلبہ ہوتا کسی ماہ اسکا البتہ نہ لینے سے میری ترقیاں رکتی رہیں جب مدرسین کی ترقی کا وقت آتا اور دوسرے مدرسین کی ترقی ہوتی تو اگر میں اس سے پہلے مہینوں میں تنخواہ لینے والا ہوتا تو میری بھی چار پانچ روپے ترقی ہو جاتی اور جس زمانے میں تنخواہ نہ لیتا مہتمم صاحب فرما دیتے وہ تو پہلے ہی سے نہیں لیتا اسکی کیا ترقی؟ بہرحال محرم سنہ ۱۳۳۹ھ سے شعبان سنہ ۱۳۴۴ھ تک نو سو پینتالیس (۹۴۵) ہے میری تنخواہ کے جمع تھے جو اس زمانے میں حج کے اخراجات سے بہت زائد تھے، حج کا خرچ اس زمانے میں زیادہ سے زیادہ چھ سو (۶۰۰) روپے تھا، حضرتؒ کے ذہن میں یہ تھا کہ بقدر اخراجات لے کر بقیہ اہل وعیال کے خرچ کے لئے دے دیئے جائیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت اسکا فکر نہ فرمائیں، خرچ کا انتظام ہو جائیگا اس تنخواہ کا لینا تو جائز نہیں اکابر کی خدمت میں گستاخی تو ہمیشہ ہی رہا حضرت قدس سرہ نے فرمایا کیوں؟ عرض کیا حضرتؒ جن مہینوں کی تنخواہ نہیں لی، ان میں اس نیت سے پڑھایا کہ تنخواہ نہیں لوں گا، اب اس کے لینے کا کیا حق ہے۔ حضرت اقدس سرہ نے فرمایا کہ تم نے کوئی درخواست مدرسہ کو دی؟ تم اجیر تھے مدرسہ مساجر تمہیں یکطرفہ فسخ اجارہ کا کیا حق تھا جب تک کہ ہم قبول نہ کریں۔ میں نے عرض کیا، حضرت اس میں اجارے کی تو کوئی بات نہیں ایک شخص کام کرتے ہوئے یہ نیت کر لے کہ بوجہ اللہ تعالیٰ کر رہا ہوں، اسکے بعد اسکو معاوضہ لینے کا کیا حق ہے؟ حضرت ناظم صاحبؒ بھی تشریف فرما تھے، انہوں نے حضرتؒ سے عرض کیا ''حضرتؒ میں انہیں سمجھا دوں گا''۔

حضرت قدس سرہ بہت خوش ہوئے، اور میں بھی بہت خوش ہوا حضرتؒ کے سامنے تو میں بہت ادب سے ڈرتے ڈرتے کوئی لفظ کہوں تھا اور ناظم صاحب سے خوب کھل کر مناظرہ ہوا، انہوں نے حضرتؒ سے عرض کر دیا کہ حضرتؒ یہ نہیں مانتا، حضرت تھانوی قدس سرہ بھی مدرسہ کے سرپرستوں میں تھے اور مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ تھانہ بھون کے مفتی

اعظم اور مجھ سے بے حد بے تکلف میں نے ان سے کہا کہ مدرسہ کے کاغذات کے سلسلہ میں حضرت قدس سرہ کے پاس آئیں گے حضرتؒ سے میری تنخواہ نامنظور کرادیجیئو:۔

انہوں نے حضرت تھانوی قدس سرہ سے نہ معلوم کیا کہا جب میری درخواست ڈیڑھ سال کی چھٹی کی اور مہتمم صاحب کی طرف سے اس پر یہ تحریر کہ اس کی تنخواہ بھی رکی ہوئی ہے اسکے دینے کی بھی اجازت دی جائے تو حضرت تھانویؒ نے چھٹی بخوشی منظور فرمائی اور تنخواہ کے متعلق تحریر فرمایا کہ اگر قبض الوصول میں تنخواہ درج ہے اور انہوں نے وصول نہیں کی تو اس میں سر پرستان سے اجازت کا کیا مطلب؟ دی جائے اور اگر اس میں کوئی اشتباہ ہے تو اسکو ظاہر کیا جائے تا کہ اس پر غور کیا جائے۔

مولانا عاشق الٰہی صاحب بھی اسی وقت سر پرست بنائے گئے تھے یہاں آئے میں نے ان سے بھی عرض کیا کہ تم سر پرست ہو اس تنخواہ کا لینا میرے لئے جائز نہیں، اسے نامنظور کر دیجیو، لیکن حضرت قدس سرہ کی منظوری کے بعد حضرت تھانویؒ تو رد فرما سکتے تھے، خدام میں سے کس کو ہمت پڑتی، یہ گستاخیاں تو اللہ میاں نے اس ناکارہ کے حق میں رکھی تھیں، جو ہمیشہ کرتا رہا۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب نے اول تو مجھ سے مناظرہ کیا اور جب ناظم صاحب کی طرح وہ بھی مناظرے میں غالب نہ آئے تو انہوں نے بحیثیت سر پرست میرے کاغذ پر لکھا ڈیڑھ سالہ رخصت منظور ہے اور تنخواہ کے سلسلہ میں جیسا کہ اس کی طرف سے رخصت کی درخواست ہے، اسی کی طرف سے یہ درخواست بھی ہونی چاہئے کہ میری تنخواہ مدرسہ سے دلوادی جائے۔

حضرت قدس سرہ نے جب حضرت میرٹھی کی تحریر دیکھی تو سمجھ گئے کہ میرا ان سے بھی مناظرہ ہوا۔ تو میرے حضرت قدس سرہ نے بہت ہی شفقت سے مجھ سے یوں فرمایا کہ بذل میرا ذاتی کام تو نہیں مدرسہ ہی کا کام ہے اگر میں سر پرستان کی منظوری کے بعد تمہیں بکار مدرسہ اپنے ساتھ لے جاؤں اور آمد ورفت کے خرچ کے علاوہ وہاں کے قیام کی تنخواہ مدرسہ سے دلواؤں تو تم کیا کہو گے؟ میں نے عرض کیا، حضرت یہ عرض کروں گا بالکل جائز ہے، ذرا تردد نہیں، حضرتؒ نے فرمایا تمہاری جمع شدہ تنخواہ تو بہت کم ہوگی جتنا کہ اس صورت میں مدرسہ تم کو دے گا، میں نے کہا، بالکل صحیح ہے، حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ پھر تم یہی سمجھ لو اس پر میں نے تنخواہ تو لے لی لیکن حضرت رائے پوریؒ کی نسبت کا اثر کچھ ایسا غالب تھا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر میں نے سب سے پہلے مہتمم صاحب کو ایک خط لکھا۔'' (7)

(اس خط میں میں اس تنخواہ کا تو کوئی ذکر نہیں کیا) خط ملاحظہ ہو۔

''حضرت مہتمم صاحب مدفیوضکم ،اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''

الحمد اللہ کہ ہم سب یہاں بخیریت ہیں، حضرت اقدس بھی بعافیت ہیں میرا ارادہ ایک عرصہ سے مدرسہ کے ان حقوق کے معاوضہ میں جو مجھ پر ہیں ایک بڑی رقم مدرسہ میں پیش کرنے کا ہو رہا ہے مگر آپ کو معلوم ہے کہ مجھ سے جمع ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے بالفعل میری طرف سے صرف ایک ہزار روپے کا وعدہ اس طرح تحریر فرمالیں کہ اسی ماہ جمادی الاول سے پانچ روپے ماہانہ وصول فرماتے رہیں اگر اسکے پورے ہونے تک میرا انتقال ہو جائے، تو اس وقت جس قدر رقم باقی ہو وہ میری وصیت ہے جو کہ متبروکہ سے وصول کی جائے، اگر ممکن ہوا تو اس ماہانہ کے علاوہ یکمشت بھی اس رقم میں انشاء اللہ واپسی پر کچھ جمع کروں گا یہ مجھے اعتراف ہے کہ مدرسہ کے حقوق اس سے کہیں زیادہ ہیں مگر مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ اور خدا کرے کہ اس کے پورا ہو جانے کے بعد کچھ اور بھی پیش کرسکوں۔

فقط والسلام

زکریا عفی عنہ مدینہ منورہ

۵ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۵ھ'' (8)

''اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب یہ رقم ادا ہوگئی تو مجھے رائے پوری جذبہ سے یہ خیال ہوا کہ اس سے پہلے زمانہ میں جو تنخواہیں لی ہیں وہ بھی واپس کردی جائیں اللہ تعالیٰ نے وہ بھی واپس کرادیں، للہ الحمد والمنۃ۔

اس سلسلہ میں بقیہ رقم کی ادائیگی کے لئے حضرت شیخ الحدیثؒ نے ناظم مدرسہ کے نام دوسرا خط حسب ذیل تحریر فرمایا:۔

''بگرامی خدمت حضرت ناظم صاحب''

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

زادمجدکم بعد سلام مسنون!

یہ ناکارہ محرم سنہ ۱۳۳۵ھ میں مدرسہ میں بیس (۲۰) روپے ماہانہ پر مدرس مقرر ہوا تھا جبکہ میرے چچا جان مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ جو کئی سال پہلے سے مدرس تھے ترقیات کے بعد اکیس (۲۱) روپے تک پہنچے تھے اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب دام مجدہم جو پہلے سے مدرس تھے ترقی کے بعد سترہ (۱۷) روپے تک اور مولانا منظور احمد صاحب جو مجھ سے پہلے مدرس تھے، پندرہ (۱۵) روپے تک پہنچے تھے میرا خیال ہے کہ میری تنخواہ محض اکابر کے حسن ظن اور شفقت کی وجہ سے اتنی مقرر ہوگئی تھی۔

جو میری حیثیت اور استعداد سے زائد تھی ان حضرات کے حسن ظن کا بھی میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہ کا طرز تعلیم تھا کہ

وہ خصوصی طلبہ سے تعلیم کے زمانے میں بھی اسباق پڑھوایا کرتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے انتقال سنہ ۱۳۳۸ھ کے سال میں اپنے مخصوص شاگردوں کے اسباق مقامات وغیرہ اس ناکارہ کے حوالہ فرما رکھے تھے، اس کے بعد شوال سنہ ۱۳۴۴ھ تک جب کہ یہ ناکارہ دوسری مرتبہ حجاز گیا اور اس کے بعد سے مستقل طور سے تنخواہ چھوڑ دی تھی، متفرق ترقیات کے بعد تنخواہ پینتیس (۳۵) روپے تک پہنچی تھی، ان تمام ایام کی تنخواہ جو اس ناکارہ نے مدرسہ سے وصول کی تھی دو ہزار سات سو سترہ (=/۱۷۱۷) روپے تھی اس ناکارہ کا ہمیشہ یہ خیال رہا کہ یہ تنخواہ جو ملتی رہی وہ میری حیثیت استعداد سے زیادہ ہے اس کے علاوہ گو اس ناکارہ نے مدرسہ کے اوقات کا ہمیشہ بہت اہتمام کیا اور شدید بخار وغیرہ اور دوسرے امراض میں بھی رخصت بیماری بہت کم لی، لیکن اکابر کے جو واقعات مدرسہ کی تنخواہ اور تحفظ اوقات کے سنتا اور دیکھتا رہا ہوں، وہ بہت شدید ہیں۔

میں نے سنا ہے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نور اللہ مرقدہ کا معمول تھا کہ مدرسہ کے اوقات میں اگر کوئی ذاتی مہمان آجاتا اور اس سے مزاج پرسی وغیرہ میں چند منٹ خرچ ہو جاتے تو ان کو اسی وقت یادداشت میں لکھ لیتے اور مہینہ کے ختم ہونے پر ان سب منٹوں کو جمع فرما کر اتنے وقت کو رخصت اتفاقیہ میں لکھوا لیتے اور حسب ضابطہ تنخواہ وضع کرایا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس سہارنپوری سرہ آخر سنہ ۱۳۴۴ھ میں جب حجاز سے واپس تشریف لائے تو یہ فرما کر تنخواہ چھوڑ دی کہ میں اتنے ضعف وغیرہ کی وجہ سے مدرسہ کے اوقات کا پورا تحفظ نہیں کر سکتا اب تک میں تنخواہ اس لئے لیتا رہا کہ مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ میری نیابت میں بلا تنخواہ کام کیا کرتے تھے اور میرا اور ان کا کام مل کر ایک مدرس سے بہت زیادہ ہو جاتا تھا مگر اب ان کا انتقال ہو چکا ہے، اس لئے میں اب تنخواہ لینے سے معذور ہوں، تقریباً ایک سال تک حضرت قدس سرہ اس زمانے کے سرپرست حضرت اقدس رائے پوریؒ حضرت تھانوی وغیرہ نور اللہ مرقدہم سے اس پر اصرار فرماتے رہے۔

میں نے اپنے والد صاحبؒ کو دیکھا کہ سردی میں مدرسہ کے حمام کے سامنے اپنا سالن وغیرہ رکھ دیتے جو اسکی دور کی شعاع (آنچ) سے گرم ہو جاتا، لیکن اس پر بھی سردی کے ختم پر دو چار روپے اس کے معاوضہ میں چندہ کے نام سے داخل فرما دیا کرتے تھے، اس قسم کے متعدد واقعات کی بناء پر مجھے ہمیشہ سے اپنی تنخواہ کے واپس کرنے کا داعیہ رہا، مگر بعض دوسرے خیالات اسکی تکمیل میں مانع رہے۔

مندرجہ بالا مقدار میں سے تقریباً ایک ہزار (۱۰۰۰) روپے کی رقم میں تو مجھے خصوصی اشکال تھا، اس لئے اسکی پیش کش تو بندہ سنہ ۱۳۴۵ھ میں کر چکا تھا جو اسی سال روئداد میں مفصل طبع ہو چکا تھا اور وہ رقم پوری ہو گئی تھی، بقیہ ۶۔۱۱۔۱۷۱۷

روپیہ کی پیش کش اس وقت کرتا ہوں اس طرح پر کہ پانچ سوستر ہ میں سے اس ناکارہ کی حیات تک مبلغ بیس (۲۰) روپے ماہانہ بندہ سے وصول فرماتے رہیں اور تکمیل رقم سے قبل اگر اس ناکارہ کا انتقال ہو جائے تو جتنا اس وقت باقی ہو اس کی وصیت کرتا ہوں کہ بندہ کے کتب خانہ سے وصول کر لی جائے۔

(محمد زکریا ۱۱ شوال سنہ ۱۳۸۰ھ)''(9)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے درسی افادات کے چند نمونے خصوصاً بخاری شریف کے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی دامت برکاتہ تحریر فرماتے ہیں۔

''مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلی بار سنہ ۱۹۴۷ء میں زیادہ قریب سے ہوئی، یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب میری مدرسی تعلیم کا زمانہ تھا اور اسی سلسلہ میں مجھے میرے خیال معظم مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حال معظم مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العلی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سہارنپور بھیجا کہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی سرپرستی میں رہ کر وہاں بھی کچھ تعلیم وقت گزاروں حضرت شیخ الحدیثؒ نے نہ صرف یہ کہ سرپرستی قبول فرمائی بلکہ اپنی قیام گاہ سے متعلق رکھا اور کھانے میں مہمان بنایا، مجھے اس کی وجہ سے سرپرستی اور قریبی شفقت دونوں حاصل ہوئیں، مجھے اس موقع پر سہارنپور رہنے کی سعادت تو مختصر ہی ملی لیکن اس وقت سے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قرب کی سعادت حاصل ہوگئی جو برابر قائم رہی اور حضرت برابر شفقت وعنایت فرماتے رہے عریضوں کے جواب سے ارشاد فرماتے اور میری صلاح وفلاح کا خیال فرماتے، میرے تعارف سے قبل ہی میرے بڑے بھائی مولانا سید محمد ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تعارف وتعلق حاصل ہو چکا تھا اور انہوں نے پورے ایک سال حضرت کے سامنے زانوئے تلمذ بھی طے کیا تھا بعد میں یہ تعلق حضرت کے خصوصی اعتماد پر بھی منتج ہوا، میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ سب تعلقات بھی میرے لئے حضرت کی شفقت کے حصول کا سبب بنے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کاندھلوی کی زندگی خیر و برکت علم ودعوت کا ایک دور تھا جو ان کی رحلت پر ختم ہوا ان کی متعدد صفات ایسی تھی کہ کہنا مشکل ہے کہ کب اور کہاں دیکھنے میں آسکے گی، ان کی پاکیزہ زندگی کے متعدد انداز ایسے تھے جس میں حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے دور میں بالکل منفرد تھے اور وہ اوصاف صرف بزرگ اسلاف ہی میں ملتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی مشغولیت علمی، تربیت دینی اور فہم وفراست اور اسی کے ساتھ ساتھ غیر معمولی اخلاق ومحبت ایسی صفات تھیں جو نہ صرف یہ کہ ان کی عظیم شخصیت کا مظہر تھیں بلکہ ان سے خلق خدا کو بہت زیادہ دینی نفع پہنچا اور ہزاروں لاکھوں کی زندگیوں کے سنورنے میں مدد ملی اور اس طرح حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحلت کے وقت

اصلاح یافتہ افراد کی ایک بڑی جماعت چھوڑی۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زندگی کی مصروفیات کو دو اہم مقاصد میں تقسیم کر رکھا تھا ایک تربیت دینی اور دوسری خدمت علمی، انہوں نے ان دونوں صفات کو بہت اچھے طریقہ سے جمع کر رکھا تھا جب کوئی ان کی علمی مشغولیت پر نظر ڈالتا تو اسکو ایسا محسوس ہوتا کہ اس مشغولیت کے علاوہ ان کا کوئی اور کام نہیں، علمی مشغولیت کے جو آداب وشرائط ہیں وہ حضرت میں بدرجہ اتم پائے جاتے تھے اس میں تحقیق اوستناد کی طرف پوری توجہ رہتی، بلکہ یہ بات بعض اوقات اس حد تک پہنچ جاتی کہ حضرت اپنے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں اور متوسلین سے علمی تعاون طلب کرنے میں بھی تکلف نہ فرماتے اور پھر پوری وسیع القلبی سے اسکا تذکرہ وصراحت بھی فرما دیتے اسطرح ایک وسیع القلب محقق کی بہترین مثال تھے چنانچہ کیسی کیسی ٹھوس علمی کتابیں فن حدیث میں ان کے قلم سے نکلیں اوراسی کے ساتھ نہایت موثر اور دینی جذبہ پیدا کرنے والی کتابیں گویا اسکے علاوہ کوئی اور کام حضرت شیخ الحدیث کا نہیں ہے فکر وتوجہ فہم وفراست، غیر صالح باتوں پر روک ٹوک اور زندگی کے سنوارنے والی باتوں کی طرف توجہ دہانی یہ آپ کی وہ خصوصیات تھیں کہ مرشدین ڈرتے رہے کہ کب ان کو کس بات کی پکڑ ہو جائے گی اور تنبیہ ہوگی۔'' (10)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نواسے مولانا سید محمد شاہد مدظلہ العالی علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں۔

''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فراغت کے بعد یکم محرم الحرام سنہ ۱۳۳۵ھ میں مظاہر علوم کے ابتدائی مدرس بنائے گئے اور اصول الشاشی علم الصیغہ، مائۃ عامل منظوم، شرح مائۃ عامل وغیرہ ابتدائی کتب مدرسہ کی جانب سے پڑھانے کو ملیں پھر درجہ بدرجہ تقریباً تمام کتابیں پڑھانے کے بعد ماہ رجب سنہ ۱۳۴۱ھ میں استاذ حدیث بنائے گئے۔ درس وافادۃ کا یہ سلسلہ ایک طویل عرصہ تک، چل کر سنہ ۱۳۸۸ھ پر منتہی ہوا، نزول آب کی وجہ سے دقت اور دشواری پیش آنے لگی تھی اس عرصہ میں صرف کتب حدیث میں سے مشکوۃ شریف تین مرتبہ ابوداؤد شریف تقریباً تیس (۳۰) مرتبہ بخاری صرف جلد اول پچیس (۲۵) مرتبہ اور کامل دونوں جلدیں سولہ (۱۶) مرتبہ پڑھائیں اس عرصہ میں سات سو انتالیس (۷۳۹) طلبائے حدیث نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۵ھ میں مدینہ منورہ سے روانگی کے موقعہ پر حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہ نے آپ کو اجازت بیعت وخلافت عطا فرمائی اور اسی سال مظاہر علوم کے شیخ الحدیث اور مشیر ناظم بنائے گئے۔

تیس (۳۰) ذی الحج سنہ ۱۳۷۳ھ میں اپنی مادر علمی کے سرپرست منتخب ہوئے اس طور پر حضرت شیخ الحدیثؒ مظاہر علوم کے ان سرپرستان میں پانچویں نمبر پر ہیں جو مظاہر کے فیض یافتہ ہو کر بہ حیثیت سرپرست اسکے خادم بنے، سنہ ۱۳۷۰ھ سے سنہ

۱۳۸۲ھ تک بارہ سال آپ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے، حضرت شیخ الحدیثؒ کے وجود بابرکت سے مظاہرالعلوم کو جوقوت وتوانائی اور رفعت ملی ہے وہ کوئی ایسی چیز نہیں جس کو دلائل اور شواہد کے ذریعہ ثابت کیا جائے، کھلا مشاہدہ ہے۔ طبقۂ اہل علم اور عالم اسلام میں مظاہرعلوم کے ہزاروں اور لاکھوں قدردان اور شناسا ایسے مل جائیں گے جو مظاہرعلوم کو ان کی تالیفات وشروحات حدیث سے پہچانتے ہوئے ہیں اور غائبانہ اس سے تعلق وہمدردی رکھتے ہیں تبلیغی رسائل کی کمی تالیف اور جماعت تبلیغ کی سرپرستی فرمانے کی بناء پر مظاہرعلوم نے وسیع وعریض تبلیغی حلقہ میں جو اپنا بلند قیام بنالیا ہے وہ اس پر مزید اضافہ ہے۔''(11)

مولانا شاہد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ''دورہ حدیث شریف مدرسہ میں ابتداء ہی سے ہوتا آرہا ہے مگر اس کے لئے مستقل شیخ الحدیث کوئی نامزد نہیں ہوا، مختلف اساتذہ بخاری شریف کا درس دیتے رہے مثلاً حضرت مولانا مظہر صاحبؒ، مولانا احمد علی صاحبؒ، مولانا احمد حسن صاحبؒ، مولانا عبدالعلی صاحبؒ، مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ، وغیرہ بعض سنین میں متفرق اساتذہ کو مختلف اجزائے بخاری تقسیم کردیئے جاتے، بعض مرتبہ ابواب متعین کردیئے جاتے، اس بناء پر مدرسہ کے سب سے پہلے''شیخ الحدیث''حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سنہ ۱۳۴۶ھ میں منتخب کئے گئے جنہوں نے کامل بیالیس (۴۲) سال تک بخاری شریف کا درس دیا۔''(12)

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے مرشد ومربی شیخ العالم حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے جب مدینہ عالیہ میں مستقل قیام کا ارادہ فرمالیا تو مظاہرالعلوم میں اپنی جگہ تدریس حدیث کی خدمت پر حضرت شیخ الحدیثؒ کو مامور فرماتے ہوئے ان کو''شیخ الحدیث''کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ تحریر فرماتے ہیں کہ

''مدینہ عالیہ سے میری واپسی پر حضرت پیرومرشد نے مظاہرالعلوم کے انتظام کو مکمل فرمایا تو ایک لمبی تحریر مدرسہ کے انتظامات کے بارے میں حضرت مولانا سید احمد صاحبؒ سے لکھوائی، اس میں اس سیاہ کار (یعنی حضرت شیخ الحدیثؒ) کے متعلق دو نمبر لکھوائے، ایک یہ کہ زکریا کو جتنی حدیث شریف سے مناسبت ہے اسے خوب جانتا ہوں، اسلئے اسکو''شیخ الحدیث''تجویز کرتا ہوں۔''(13) مزید فرماتے ہیں کہ

''اس سے پہلے مدارس میں شیخ الحدیث کا اور مدرس اول کا ایک ہی عہدہ تھا حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا حسین احمد مدنیؒ قدس سرہ مذاحاً یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ یہ نیا عہدہ تیری خاطر تصنیف کیا گیا ہے، بعض اکابر نے اس پر حضرت کو لکھا کہ شیخ الحدیثؒ سے پہلے اکابر مدرسین مولانا ثابت علی صاحبؒ مولانا عبداللطیف صاحبؒ وغیرہ موجود ہیں، یہ تفوق موجب تکدر نہ ہو، جب یہ تحریر مدینہ عالیہ پہنچی تو حضرت سہارنپوریؒ نے تحریر فرمایا کہ اگر اہل مدرسہ کو فن حیث

[illegible] سے پتہ صرف شیخ الحدیث صاحب سہارنپور ہوتا مدرسہ کا نام بھی نہ ہوتا تھا مگر پہنچ جاتے تھے۔''(14)

حق تعالیٰ شانہ کا حضرت شیخ الحدیث پر یہ بڑا فضل واحسان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دین کا کام لیا۔ حضرت شیخ الحدیث نے درس وتدریس، تصنیف وتالیف، اور دعوت وتبلیغ کے شعبوں کی نہ صرف سرپرستی فرمائی بلکہ جن حضرات کو حضرت شیخ الحدیثؒ کے قریب کا موقع ملا وہ جانتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیثؒ دینی مدارس کے فروغ وترقی اور ان کے استحکام کے لئے کتنے فکرمند رہتے تھے مدارس اور اہل مدارس کے لئے کتنی دعائیں فرماتے تھے اور ہر مدرسہ کے احوال سے اس طرح باخبر رہتے تھے گویا مدرسہ کے نظم ونسق اور حل وعقد کی تمام تر ذمہ داری حضرت شیخ الحدیثؒ کے کاندھوں پر ہے اہل مدارس کو مشورے دیتے تھے اور مدارس کی خیر وبرکت میں مزید اضافے کے لئے تدبیریں ارشاد فرماتے تھے۔ جن ملکوں اور خطوں میں دینی تعلیم کا رواج نہیں تھا وہاں دینی مدارس کے اجزاء کی ترغیب دلاتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی اہم ترین خصوصیت حدیث نبوی ﷺ سے ان کا عشق ومحبت اور غیر معمولی شغب تھا۔ علم حدیث ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر گیا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں صرف علم حدیث کی خدمت اور اس کی تشریح وترجمانی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج بفضل الٰہی ان کے بے شمار تلامذہ دین اسلام کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے ان ممتاز تلامیذہ کے اسماء گرامی اور ان کی خدمات نہایت مختصرا انداز میں پیش کی جارہی ہیں۔

مولانا الحاج حکیم سید محمد ایوب صاحب سہارنپوری:

''آپ کی پیدائش سنہ ۱۳۱۸ھ میں سہارنپور میں ہوئی والد محترم کا نام حکیم سید محمد یعقوب صاحب تھا۔

سنہ ۱۳۲۶ھ میں آپ جامعہ مظاہر العلوم میں داخل ہوئے اور ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ میں جب حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب وصال فرماگئے تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلویؒ اور حضرت شیخ الحدیثؒ سے آپ نے اپنا رشتہ تعلق وتلمذ استوار کرلیا۔ ان ہر دو حضرات نے آپ کی علمی ودینی تربیت فرمائی۔ مشکوۃ شریف کا کچھ حصہ آپ نے اسی عرصہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھا۔ سنہ ۱۳۲ھ میں مظاہر العلوم سے فارغ ہوئے۔

تصنیفات وتالیفات

---

(۱) تراجم الاحبار میں رجال معانی آلاثار :۔

مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب سارنپوری نے اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ

''میں جب سنہ۱۳۳۲ھ میں مظاہرعلوم سے فارغ ہوگیا تو میرا خیال تھا کہ میں اپنے آبائی اور موروثی مشغلہ طبابت کو اختیار کروں اور اس کے ذریعے مخلوق خدا کو راحت و آرام پہنچاوں ۔لیکن میرے استاد محترم اپنے زمانے کے نامور عالم دین حضرت مولانا محمد زکریا صاحب حضرت شیخ الحدیثؒ نے مجھے مشورہ دیا کہ تمام اعمال میں سب سے بلند و بالا اور بابرکت مشغلہ علم حدیث کا ہے لہٰذا تم طھاوی شریف سے اپنے مشغلہ علمی کی ابتداء کرواور رجال طھاوی پر محنت کرو۔ اسکے رواۃ کی تحقیق و تاریخ مفصل طور پر لکھو۔ چنانچہ اٹھارہ (۱۸) ربیع الاول سنہ ۱۳۴۱ھ؛ میں یہ کام میں نے شروع کر دیا اور انتہائی تحقیق و تفتیش کے ساتھ اس اہم موضوع پر قلم اٹھایا۔ بہت سی مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک ہی روای کی تحقیق اور تعین اور ان کے احوال و اوصاف معلوم کرنے میں کئی روز خرچ ہوئے اس طور پر کتاب تیس (۳۰) سال کی شبانہ روز جدو جہد کے بعد سنہ۱۳۷۱ھ میں مکمل ہوئی یہ کتاب پانچ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے جلد اول سنہ۱۳۹۱ھ میں پہلی بار شائع ہوئی ۔ یہ۲۰+ ۲۶/ ۸سائز کے ۲۸۸صفحات پر مشتمل ہے۔''(15)

(۲) تصحیح الاغلاط الکتابیہ الواقعۃ فی المنسغ الطحاویہ :۔

''طھاوی شریف کی اہمیت سے اہل علم حضرات خوب واقف ہیں ۔حکیم صاحب موصوف نے اس کتاب کی تصحیح پر اپنی پوری قوت صرف فرما کر تصحیح الاغلاط کے نام سے یہ کتاب مرتب فرمائی ۔ یہ کتاب۲۰+۲۶/ ۸سائز پر طبع ہوئی ہے۔ اور دو حصوں پر مشتمل ہے دونوں حصوں کے مجموعی صفحات ۱۶۸ہیں ۔

(۳) الفتح اسماوی فی تحقیق مولد الطحاوی :۔

اس جناب میں متقدمین و متاخرین کی تیرہ (۱۳) کتابوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امام طھاویؒ کی ولادت سنہ ۳۲۹ھ میں ہوئی ہے نہ کہ سنہ ۲۲۹ھ میں ۔

(۴) تسقیب التقلیب الوقع فی تہذیب التہذیب :۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تالیف تہذیب التہذیب حکیم صاحب موصوف کے مطالعہ میں (۵۰) پچاس سال رہی ہے ۔مطالعہ کے دوران اس کی اغلاط کا علم ہوتا رہا۔ ان تمام کو اس رسالہ میں جمع کر کے ان کی تصحیح و تحقیق لکھدی گئی ۔

(۵) ترجمہ الحزب الاعظم :۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی تعمیل ارشاد میں یہ ترجمہ کیا گیا ہے اردو ترجمانی کے دوران بہت سے قدیم وجدید نسخے مترجم کے پیش نظر رہے ہیں جا بجا متن کے اختلاف کو حاشیہ پر ظاہر کر دیا گیا۔

(۶) حاشیہ طحاوی شریف عربی:۔

حکیم صاحب موصوف نے اس حاشیہ میں رواۃ طحاوی کی تحقیق وتعین اور اغلاط طحاوی کی درستی وتصحیح پر زیادہ زور دیا ہے۔ رجال طحاوی سے شغف رکھنے والوں کے لئے یہ ایک قیمتی دستاویز ہے اور اسکی افادیت ونافعیت مطالعہ سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔'' (16)

ان کی تصانیف سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دینی تعلیم کے حوالہ سے ان کی خدمات جلیلہ سے انکار ممکن نہیں کہ مدارس اس دور میں ایک بلند مقام رکھتے تھے اور ان کے اثرات پورے معاشرے پر تھے۔

مولانا الحاج احتشام الحق صاحب کاندھلوی:

''آپ کی پیدائش (۱۶) سولہ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۲ھ مطابق مئی سنہ ۱۹۰۶ء کو کاندھلہ میں ہوئی۔ والد محترم کا نام مولانا روف الحق صاحب تھا۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں مولانا موصوف کی آمد سنہ ۱۳۲۳ھ میں ہوئی سنہ ۱۳۲۷ھ آپ نے دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود وشمائل ترمذی حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

وفات ۱۵ پندرہ شوال سنہ ۱۳۹۲ھ مطابق (۳) تین دسمبر سنہ ۱۹۷۲ء'' (17)

مولانا الحاج احتشام الحق صاحب کاندھلوی کی تمام عمر تصنیف وتالیف میں گزری۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے پیچھے تالیفات کا ایک بڑا ذخیرہ چھوڑ گئے۔ ذیل میں ان کی تصانیف کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) خلفائے راشدین اور اہل بیت کے باہمی تعلقات:۔

''اس کتاب میں حضرت خلفائے راشدین اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آپس کے خوشگوار تعلقات۔ باہمی اعتماد واعتبار اور ان کی بزرگی وپاکیزگی کے بہت سے واقعات جمع کر دیئے۔ کتاب کے صفحات ۱۴۶ ہیں ۲۵+۳۰/۱۶ سائز پر شائع ہوئی ہے۔

(۲) دین خالص:۔

اس کتاب میں دین اسلام کی حقیقت کو واضح اور کھلے لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کے صفحات ۳۱۲ اور سائز ۲۰+

۱۶/۳۰ ہے۔

(۳) تجلیات کعبہ:۔

اس کتاب میں حج کی فرضیت اس کے مناسک کی ادائیگی۔ بیت اللہ کے فضائل حج وعمرہ کے فضائل وغیرہ اچھے مؤثر انداز میں لکھے گئے ہیں۔ کتاب کے مجموعی عنوانات ۸۸ ہیں صفحات ۳۱۲ اور سائز ۲۰+۳۰/۱۶ ہے۔

(۴) تجلیات مدینہ:۔

یہ گویا تجلیات کعبہ کا دوسرا حصہ ہے اور اس میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر مبارک اور مدینہ طیبہ کے فضائل اور انوار و برکات وغیرہ امور وضاحت سے سپرد قلم کئے گئے ہیں۔ کتاب کے عنوانات ۲۸ اور صفحات ۲۵۵ ہیں اور سائز ۲۰+۳۰/۱۶ ہے۔

(۵) فضائل اسلام اور دعوت فکر وعمل:۔

اس کتاب میں اسلام کی حقانیت وصداقت اسلام کے فضائل ومحاسن اور عمومی دعوت فکر وعمل عام لوگوں کی ذہنیت کو سامنے رکھ کر پیش کی گئی ہے۔ کتاب کے صفحات ۳۰ ہیں اور سائز ۲۰+۳۰/۱۶ ہے۔

(۶) مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج:۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلویؒ کے ارشاد پر یہ کتاب لکھی گئی اس میں طرز تبلیغ اور اس کی ضرورت اور اہمیت کو قلم بند کیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کے تنزل کے اسباب کی تحقیق اور اس کا علاج قرآن پاک اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے صفحات ۳۲ ہیں اور سائز ۲۰+۳۰/۱۶ ہے۔'' (18)

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ آپ کی درج ذیل تصانیف کے صرف اسماء یہاں پیش کئے جاتے ہیں علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات میں مولانا محمد شاہد صاحب مدظلہ العالی نے تفصیل کے ساتھ تعارف کرایا ہے۔

﴿۷﴾ اور مستقبل
﴿۸﴾ گرو بابا نانک شاہ
﴿۹﴾ اسلامی زندگی
﴿۱۰﴾ حقیقی بندگی
﴿۱۱﴾ دعوت اسلام
﴿۱۲﴾ تزکیہ نفس وتہذیب اخلاق
﴿۱۳﴾ عظمت اسلام
﴿۱۴﴾ حرمت سود

﴿۱۵﴾ فضائل اذان واقامت

﴿۱۶﴾ ہندوستان میں اسلام کا ماضی

﴿۱۷﴾ اتفاق واتحاد

﴿۱۸﴾ رحمت عالم ﷺ

﴿۱۹﴾ سائنس اور اسلام

﴿۲۰﴾ دیوان متنبی محشیٰ

﴿۲۱﴾ غوث اعظم

﴿۲۲﴾ غار حرا کا پیام

﴿۲۳﴾ عمومی دعوت خیر

﴿۲۴﴾ دعوت حق وصداقت

﴿۲۵﴾ گیتا پر ایک نظر

﴿۲۶﴾ اکبر کی بادشاہی کے دو دور

﴿۲۷﴾ معارف السنۃ

﴿۲۸﴾ سرمایہ زندگی

﴿۲۹﴾ العروہ الوثقیٰ

﴿۳۱﴾ اصلاح انقلاب

﴿۳۲﴾ اصلاح معاشرت

﴿۳۳﴾ پیام عمل

﴿۳۴﴾ مسلمانوں کا اہم مذہبی فریضہ

﴿۳۵﴾ حیات خضر

﴿۳۶﴾ مناسک حج

﴿۳۷﴾ ارکان اسلام

﴿۳۸﴾ رفیق حج

﴿۳۹﴾ منابع الحکم

﴿۴۰﴾ بدائع الحکم

﴿۴۱﴾ جوامع الحکم

﴿۴۲﴾ آداب معیشت

﴿۴۳﴾ حجۃ الوداع

﴿۴۴﴾ حالات مشائخ کاندھلہ

﴿۳۰﴾ اہم مذہبی فریضہ

﴿۴۵﴾ حیات جاودانی

﴿۴۶﴾ اسلامی کتابوں کی نشر واشاعت

﴿۴۷﴾ مکافات عمل

﴿۴۸﴾ حقیقت ذکر

﴿۴۹﴾ شاہراہ ترقی

﴿۵۰﴾ افتراق ملت

﴿۵۱﴾ حاشیہ جلالین شریف

﴿۵۲﴾ صداقت اسلام

﴿۵۳﴾ انتخابی کشمکش اور تہذیب مسلم

﴿۵۴﴾ حقیقی آزادی

﴿۵۵﴾ انسانیت کی ترقی

﴿۵۶﴾ اسلام اور ایمان کیا ہے

﴿۵۷﴾ اسلامی اشاعت کا پیام

﴿۵۸﴾ انسانی طریقہ

اصلاح امت

(19)''

ان کی زیادہ تر کتب معاشرہ کی اصلاح اور تبلیغی اسلوب پر ہیں اور اس میں انہوں نے نہایت سادہ و دلچسپ انداز میں دعوتی وفکری انداز اپنایا ہے۔

مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی:

آپ کی پیدائش دوشنبہ پانچ صفر سنہ ۱۳۲۷ھ میں مشہور قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں ہوئی۔ والد محترم کا نام جناب عبدالغنی تھا۔ سنہ ۱۳۴۲ھ میں آپ مظاہر العلوم میں داخل ہوئے۔ سنہ ۱۳۲۷ھ میں آپ نے دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول ابوداود شریف وشمائل ترمذی شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں ہیں وفات دس (۱۰) ذی الحج سنہ ۱۳۸۴ھ کو ہوئی کاندھلہ میں تدفین ہوئی۔

سنہ ۱۳۴۸ھ میں آپ نے فنون میں داخلہ لیکر کتابیں پڑھیں اور سنہ ۱۳۴۹ھ میں عربی کی ابتدائی تعلیم کے لئے آپ کا تقرر مدرسہ خلیلیہ شاخ میں ہوا۔ وہاں پر استاد ہوئے کے زمانہ میں قرآن پاک حفظ کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ چہل حدیث فضائل قرآن (مصنف حضرت شیخ الحدیثؒ) کے ختم پر جو قوت حافظہ کی دعا ہے اس کا تجربہ کرنے کی غرض سے حفظ کرنا شروع کیا تھا۔ ایک گھنٹہ صبح کی نماز کے بعد اور عصر و مغرب کے مابین حفظ کیا کرتے تھے۔ ایک سال سے بھی کم مدت میں حفظ کیا اور محلہ ثانعالم پورہ میں سنایا۔

تبلیغی جماعت اور اس میں والہانہ طور پر عملی جد و جہد سے آپ کو عشق تھا۔ حضرت مولانا مرحوم ان باکمال ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے علم و تقویٰ پاکیازی اور پاک نفس کی عظیم دولت سے نوازا تھا۔ ظاہر بھی نورانی تھا اور باطن بھی نورانی۔ علم و عمل کے اتنے مضبوط رشتہ نے ان کی شخصیت کو چار چاند لگا دیئے تھے۔

مظاہر علوم میں آپ نے مجموعی طور پر ۳۴ سال تک درس دیا۔ اس عرصہ میں آپ نے مختلف علوم و فنون پر مشتمل کتابیں پڑھائیں۔ حضرت مولانا مرحوم کی ساری زندگی درس و تدریس اور مطالعہ میں گذری۔ تصنیف و تالیف کا بھی آپ کو ذوق اور سلیقہ تھا اپنا ایک مفید اور قیمتی کتب خانہ بھی رکھتے تھے۔

مولانا مرحوم کی جو قلمی کاوشیں اور علمی تحقیقات ہیں وہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) حواشی طحاوی شریف

(۲) حواشی ابن ماجہ

(۳) حواشی مشکوۃ المصابیح

(۴) حواشی ترمذی شریف

(۵) درس نظامی کے مصنفین

اس کے علاوہ درسی تقاریر نقل کر کے ان پر تحقیقی کام کیا جن کو علماء مظاہر العلوم اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات جلد اول میں مولانا محمد شاہد صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔'' (20)

مولانا الحاج اکبر علی کاندھلوی صاحب سہارنپوری:

'' آپ کی پیدائش سنہ ۱۳۲۹ھ میں محلہ چوبفروشان سہارنپور میں ہوئی۔ والد محترم کا نام شیخ احسان علی تھا۔ جامعہ مظاہر العلوم میں آپ کی آمد سنہ ۱۳۴۲ھ میں ہوئی۔ اور سنہ ۱۳۴۸ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ اساتذہ کے بارے میں اپنے تاثرات ایک مکتوب میں مولانا مرحوم اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

''یوں تو اپنے تمام اساتذہ کو اس ناکارہ کے ساتھ شفقت و محبت کا تعلق رہا مگر ان میں سے حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ و حضرت شیخ الحدیث مدفیوفہم کی مربیانہ شفقتیں اور پیار و محبت تو نا قابل فراموش ہے۔

فراغت کے بعد آپ کا تقرر مظاہر العلوم میں بہ حیثیت معین مدرس سنہ ۱۳۴۹ھ میں ہوا۔ سنہ ۱۳۵۰ھ میں آپ مدرس اول بنائے گئے۔

سنہ ۱۳۷۰ھ میں مزید ترقی دیکر جلالین شریف وغیرہ آپ کے سپرد کی گئی۔

پورے ۳۵ سال تک مظاہر علوم میں دینی و علمی خدمات بجالانے کے بعد بیس (۲۰) محرم الحرام سنہ ۱۳۷۷ھ مطابق گیارہ اگست سنہ ۱۹۵۷ء میں مظاہر علوم سے مستعفی ہوکر پاکستان تشریف لائے۔ یہاں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان کے قائم کردہ دینی مدرسہ دارالعلوم کراچی میں استاد حدیث بنائے گئے۔ اور (۲۰) بیس سال تک مدرسہ میں خدمات انجام دیں اور بالآخر سنہ ۱۳۹۸ھ میں ماہ محرم الحرام میں کراچی میں انتقال فرمایا۔

مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی نے اپنے ماہنامہ البلاغ کراچی میں مولانا اکبر علی صاحب علیہ الرحمہ سے متعلق ایک مفصل اداریہ سپرد قلم فرمایا ہے۔ جو محرم الحرام سنہ ۱۳۹۸ھ میں شائع ہوا۔

تصنیفات و تالیفات

(۱) بائبل سے قرآن تک

لندن ٹائمز نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اگر یہ کتاب اسی طرح طبع ہوتی رہی تو مذہب عیسوی کی ترقی بند ہو جائے گی۔

یہ عظیم القدر کتاب جرمنی، ترکی، انگریزی، فرانسیسی اور گجراتی زبانوں میں طبع ہو چکی ہے لیکن اردو کا دامن اس بیش بہا کتاب سے اب تک خالی تھا اور شکر کا مقام ہے کہ مظاہر العلوم کے ایک لائق فرزند نے اس خلا کو پر کر دیا یہ ترجمہ تین جلدوں میں اور سترہ سو اکتالیس (۱۷۴۱) صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے شروع میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا محمد تقی صاحب نے ایک طویل مقدمہ لکھا ہے جس نے کتاب کی افادیت اور جامعیت کو بلند سے بلند تر کر دیا ممتاز اہل علم حضرات اور مشہور و موقر رسائل نے اس کتاب پر بڑے اچھے انداز سے تبصرے کئے اور اس خدمت کو بہت سراہا ہے۔'' (21)

مولانا محمد اسمعیل صاحب برمی مہاجر مدنی:۔

''مولانا موصوف کی پیدائش سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء کھنڈل ضلع اکیاب برما میں ہوئی۔ والد محترم کا نام شیخ

عبدالقادر صاحبؒ تھا۔ مولانا کی آمد مظاہر العلوم میں سنہ ۱۳۴۲ھ میں ہوئی۔ سنہ ۱۳۴۸ھ میں آپ نے مظاہر علوم میں دورہ حدیث پڑھا۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ صاحب سے پڑھی۔ فراغت کے بعد مولانا اپنے وطن (برما) واپس تشریف لے گئے اور شہر اکیاب (برما) میں سب سے پہلا ابتدائی مدرسہ ''امداد العلام'' کے نام سے کھولا۔

سنہ ۱۹۵۳ء میں مولانا ہجرت کر کے مکۃ المکرمہ آ گئے اور مدرسہ خیریہ عارضیہ میں استاذ بنا دیئے گئے اور مغرب سے عشاء تک تفسیر قرآن مجید اور بخاری شریف کا درس دینا اپنا معمول بنالیا۔ دس (۱۰) سال یہاں قیام کے بعد سنہ ۱۹۶۳ء میں مدینہ منورہ آ گئے یہاں بھی حرم نبوی شریف میں مغرب وعشاء کے درمیان تفسیر قرآن مجید کا درس ذمہ لے لیا سنہ ۱۹۶۵ء میں باب الوالی (خلف البقیع) میں مدرسہ عثمانیہ قائم کیا۔ جس میں مہاجرین کے بچے حفظ قرآن پاک کر کے تعلیم وتربیت حاصل کرتے ہیں۔ مدرسہ عثمانیہ کی وجہ سے ایک مسجد ''مسجد عثمانیہ'' بھی مولانا نے تعمیر کرالی۔ اب اپنے ضعف وپیری کی وجہ سے حرم نبوی ﷺ میں دیئے جانے والا درس مسجد عثمانیہ میں دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا کا محبوب مشغلہ دعوت وتبلیغ اور جماعت میں ''چلت پھرت'' ہے۔

تصنیفات وتالیفات:

(۱) زاد المبلسین

یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں توحید وکلمہ طیبہ، نماز، علم دین، ذکر الہٰی، اکرام معلم، اخلاص، امر بالمعروف وانہی عن المنکر کے عنوانات پر احادیث شریفہ جمع کی گئی ہیں یہ کتاب دراصل تبلیغی احباب کے لئے اصول ستہ کو سامنے رکھ کر ترتیب دی گئی ہے۔ ماہ رجب سنہ ۱۳۸۵ھ میں اس کتاب کی تکمیل حرم نبوی شریف میں ہوئی۔

۲۰+۳۰/۱۶ سائز کے ۲۸۰ صفحات پر یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔

(۲) تنبیہ المارقین وتذکیر المومنین:۔

برما میں ایک مناظرہ اٹھارہ روز تک رہا مولانا اس مناظرہ میں شامل ہوئے اور اس مناظرہ کی روئداد اور مجلس مناظرہ اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے اس میں وہ تمام خط وکتابت بھی آ گئی جو طرفین کے درمیان مناظرہ کے موقع پر ہوئی تھی۔''(22)

امیر التبلیغ حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب کاندھلوی سرپرست مدرسہ مظاہر علوم:

''حضرت شیخ الحدیثؒ کے سب سے بڑے خلیفہ، معنوی جانشیں اور مرجع خلائق تو درحقیقت امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد

انعام الحسن صاحب الیاسی سلسلے کے چاند اور سورج ہیں۔ جن کے زیر سایہ یہ پوری دنیا میں الحمد اللہ امت کے لاکھوں افراد دعوت وتبلیغ کی محنت میں لگے ہوئے ہیں جس سے انشاء اللہ میراث نبوی ﷺ کا تحفظ ہو رہا ہے اور اس ظلمت کدۂ عالم میں خیر وفلاح کی صورتیں وجود میں آرہی ہیں۔

آپ کی پیدائش اٹھارہ (۱۸) جمادی الاول سنہ ۱۳۳۶ھ مطابق (۲۰) بیس فروری سنہ ۱۹۱۸ء چہارشنبہ کو اپنے آبائی وطن کاندھلہ میں ہوئی۔

آپ کے والد ماجد صاحب کا نام مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب ہے۔

مظاہر علوم میں آپ کی آمد سنہ ۱۳۵۲ھ مطابق سنہ ۱۹۳۴ء میں ہوئی۔ آپ نے کتب حدیث سنہ ۱۳۵۴ھ میں پڑھیں۔ چنانچہ بخاری شریف اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دھلویؒ کی حیات ہی میں دعوت وتبلیغ سے وابستہ ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں بھی طویل اوقات کے لئے حضرت کے فرمان پر جماعتوں میں گئے سنہ ۱۳۶۳ھ میں حضرت دہلویؒ کی طرف سے اجازت وخلافت سے سرفراز کیئے گئے۔ سنہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے انتقال پر جماعت تبلیغ کے امیر بنے سنہ ۱۳۸۶ھ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جگہ مظاہر علوم کے سرپرست منتخب ہوئے۔

نظام الدین دہلی پہونچنے پر درس وتدریس کا مشغلہ بھی بڑے اہتمام سے جاری فرمایا اور متعدد فنون کی مختلف کتابیں پڑھائیں۔ ماہ شوال سنہ ۱۳۷۴ھ میں مرکز نظام الدین دہلی میں دورہ حدیث (صحاح ستہ) کا آغاز ہوا اور سات ربیع الاول سنہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۴ اکتوبر سنہ ۱۹۵۵ء یوم دوشنبہ کو پہلی مرتبہ مرکز میں بخاری شریف آپ کے زیر درس آئی۔ اس کے بعد سالہا سال تک مختلف کتب حدیث کا درس دیا۔

آپ کی تصنیفات وتالیفات میں سے تراجم ابواب بخاری ہے۔

نکاح:

۳ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۴ھ بمطابق ۷ اپریل سنہ ۱۹۳۵ء میں مظاہر علوم سہارنپور کے جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ساتھ ساتھ نکاح ہوا۔ حضرت اقدس مدنیؒ نے نکاح پڑھایا۔ تقریباً ایک سال بعد ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۵ھ بمطابق ۳ جون سنہ ۱۹۳۶ء میں رخصتی ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیثؒ سے آپ بیتی میں اس نکاح کی تفصیلات تحریر فرمائیں ہیں۔ جس کی تلخیص یہ ہے۔

چچا جان مولانا محمد الیاس صاحبؒ ہر سال مدرسہ مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔ حسب معمول ۲ محرم

الحرام سنہ ۱۳۵۴ھ مغرب کے قریب تشریف لائے اور فرمایا کہ کل کے جلسہ میں حضرت مدنیؒ سے یوسف وانعام کا نکاح پڑھوالوں۔ میں نے کہا شوق سے ضرور پڑھوالیجئے۔ مجھ سے کیا پوچھنا عشاء کے بعد میں نے اپنی اہلیہ اور دونوں بچیوں سے کہہ دیا کہ چچا جان کا ارادہ یہ ہے کہ کل کے جلسہ میں دونوں بچیوں کا نکاح پڑھوادیں۔ میری اہلیہ مرحومہ نے کہا کہ تم دو چار دن پہلے کہتے تو میں ایک جوڑا تو ان کے لئے سلوادیتی۔ اس پر مجھے اپنا جواب بھی خوب یاد ہے کہ ''اچھا مجھے خبر نہیں تھی کہ یہ ننگی پھر رہی ہیں میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ کپڑے پہنے پھرتی ہیں۔ میرے جواب پر مرحومہ بالکل خاموش ہوگئیں۔ جامع مسجد (سہارنپور) آتے ہوئے حضرت مدنیؒ سے میں نے عرض کردیا کہ یوسف وانعام کا نکاح پڑھنے کے لئے چچا جان فرمارہے ہیں حضرت نے بہت ہی اظہار مسرت فرمایا اور جامع مسجد پہونچنے کے بعد بیٹھتے ہی فرمایا مہر کیا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ ہمارے یہاں مہر مثل ڈھائی ہزار ہے حضرت مدنیؒ کو غصہ آگیا۔ فرمایا کہ میں مہر فاطمی سے زائد پر ہرگز نہیں پڑھوں گا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ فرعی چیز ہے فقہاء کے نزدیک مہر مثل سے کم پر سکوت کافی نہیں۔ بالتصریح اجازت کی ضرورت ہے۔ چچا جان نے فرمایا۔ بچیوں میں سے کون سی انکار کردے گی اور یہ نکاح موقوف بن جائے گا اور جب تم گھر جا کر اظہار کردو گے تو تکمیل ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت منبر پر تشریف لے گئے اور سادہ نکاحوں کی فضیلت و برکت پر وعظ فرمایا اور دونوں لڑکوں یوسف وانعام کو منبر کے پاس کھڑا کر کے خطبہ پڑھ کر نکاح کردیا۔

ربیع الاول سنہ ۱۳۵۵ھ میں حضرت اقدس رائے پوریؒ چچا جان سہارنپور تشریف لائے ہوئے تھے۔ چچا جان نے ارشاد فرمایا کہ خیال یہ ہے کہ کل کو جاتے وقت یوسف وانعام کی بیویوں کو لے کر جاؤں میں نے کہا کہ جیسے رائے عالی ہو مگر لڑکے تو دونوں یہاں پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنا تو انہی کے گھر میں ہوئی تھی میرا خیال یہ ہے کہ ان دونوں کی بنا یہیں کرادیں۔ چچا جان نے فرمایا ''بہت اچھا'' میں نے ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۵ھ بمطابق ۳ جون سنہ ۱۹۳۶ء کو عصر کے وقت بچیوں سے کہہ دیا کہ اپنی بہنوں کو کپڑے پہنا دو ان کی یہیں رخصتی ہے اور پھر مولانا محمد یوسف مرحوم کو اپنے کمرے میں اور مولانا انعام الحسن صاحب کو کچے گھر میں تجویز کیا۔ مقدر کی بات کہ خوب بارش ہوئی اور اوپر مولانا محمد یوسف صاحبؒ خوب بھیگے کہ وہ چھجے کے نیچے تھے چونکہ عزیزان مولویان یوسف وانعام یہیں پڑھتے تھے اس لیئے جب سال کے ختم پر وہ نظام الدین گئے تو اپنی اپنی بیویوں کو بھی چچا جان کی معیت میں ساتھ لے گئے۔''(23)

اولاد:

اس نکاح سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے اور دو بیٹیاں مرحمت فرمائیں (۱) محمد انوارالحسن (۲) محمد معاذالحسن (۳) مولانا محمد زبیرالحسن (۴) خولہ خاتون (۵) صادقہ خاتون۔

(۱) انوارالحسن مرحوم کی پیدائش سہارنپور میں ۲۲ جمادی الاول سنہ ۱۳۵۸ھ بمطابق ۱۱ جولائی سنہ ۱۹۳۹ء میں ہوئی۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سابق ناظم مظاہرعلوم نے تحنیک فرمائی۔ ۲۲ روز بعد ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ بمطابق یکم اگست ۱۹۳۹ء سہ شنبہ کو عقیقہ ہوا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے دہلی سے اس موقعہ پر جو مسرت اور مبارک بادی کا خط حضرت شیخ الحدیثؒ کو تحریر فرمایا تھا وہ یہ ہے:۔

از بندہ ناچیز ناکارہ دوجہاں خاکسار محمد الیاس عفی عنہ بمجمع احکام خدا وندیہ ومخزن علوم ایزدیہ منبع سرمدیہ متعنا اللہ بطول حیاتکم اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

تمہارے نووارد مہمان کی خوشی بہ شدت آپ کی زیارت کی کشش کے لئے ممد ہورہی تھی۔ لیکن ابتداء تمہاری اہلیہ اور خوشدامن کی غم گساری اور دلداری کی وجہ سے اور وسطاً مولوی ادریس والے جلسہ میں آپ کی آمد کی امید کی وجہ سے اور انتہاء، ریواڑی میں اب آنے والے جمعہ کو جلسہ ہونے کی وجہ سے سہارنپور کا پہنچنا ٹلتا جارہا ہے۔ جسکا بہت افسوس ہے۔ میری طرف سے بہت ہی کسی خوش کن پیرایہ سے جس طرح بھی ہوسکے عزیزہ ذاکرہ کے دل کو خوش کردیجیو۔ دعا کہہ دیجیو اور پیار کردیجیو اور بھی سب بچوں اور اہلیہ ظہیرالحسن کو سلام ودعوات فرمادیں۔

میری تبلیغ کے واسطے دعا بہت ہی ہمت کیساتھ کرتے رہیں۔ میں بہت دل وایمان سے متمنی ہوں کہ بہت ہی اہتمام کے ساتھ ہمت کو لگا کر یہ دعا کریں کہ میری تحریک سراسر عملی ہو۔ اقوال کی کثرت اس کے عمل کو مکدر نہ کردے بلکہ قول اور تقریر قدر ضرورت اعانت کے درجہ میں رہے۔

وما ذلك على الله بعزيز

فقط

انوارالحسن بن مولانا انعام الحسن صاحب کی پیدائش سے ایک یوم قبل حضرت شیخ الحدیثؒ کے نومولود صاحبزادے عبدالحی کا وصال ہوا تھا حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ دہلوی نے اس مسرت وغم کے ملے جلے لمحات میں حضرت شیخ کو جو دوسرا گرامی نامہ تحریر فرمایا وہ یہ ہے:۔

عزیز محترم ذو المجدد والكرم سلمكم الله تعالیٰ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل عشاء سے پہلے آپ کا خط سے اور عشاء کے بعد مولوی محمد دسے خوشی کی خبریں موصول ہوئیں اور سچی بات یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ کی ہر بات خوش کن ہے۔کوئی چیز غم اور خوشی کے حاوی ہونے سے خالی نہیں ہوتی۔ظاہر کا رخ کوئی سا اگر ہو تو دوسرا باطنی رخ یقیناً دوسری جانب کا ہے۔لہٰذا سمجھدار کے لیئے ظاہر کی غم وخوشی اگر نظر دور بین ہے تو یکساں ہے۔

اگر منگل کی شب میں نو وارد مہمان راہی ملک عدم ہو چکا تو انشاء اللہ ایسے موقعوں کے لئے جتنی مواعید قرآن وحدیث میں وارد ہیں۔اس ذخیرہ کی امید دلاتا ہوا گیا ہے۔زندگی خطرات سے مامون بھی کر گیا۔حق تعالیٰ شانہ مولوی انعام الحسن صاحب کے فرزند کو سعید ورشید کریں اور حق تعالیٰ خاندان کا چمکتا ہوا چراغ کر دیں۔اپنے خاندان کی دینی خصوصیات میں مخصوص فرمادیں حق تعالیٰ دارین کی کرامات سے مکرم فرمادیں۔بخدمت شریف حضرت ناظم صاحب ودیگر حضرات اساتذہ بعد سلام مسنون واحد۔

فقط والسلام

بندہ محمد الیاس غفرلہ

(۲) معاذ الحسن مرحوم ۷ جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۱ جون سنہ ۱۹۴۳ء میں بعد نماز جمعہ ولادت ہوئی ۱۳ جمادی الثانی بمطابق ۱۷ جون سنہ ۱۹۴۳ء کاندھلہ میں عقیقہ ہوا۔حضرت شیخ الحدیث اور مولانا اکرام الحسن صاحب والد ماجد مولانا انعام الحسن صاحب نے سہارنپور سے اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب،حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب اور والدہ مخدومہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے دہلی کاندھلہ پہونچ کر عقیقہ میں شرکت فرمائی۔تقریباً ۷ سال حیات رہ کر ۲۷ رجب سنہ ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۲ مئی سنہ ۱۹۵۰ء شنبہ کی شب میں سہارنپور میں انتقال ہوا۔قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی۔

(۳) خولہ خاتون یہ آپ کی بڑی صاحبزادی تھیں ۲۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۷ھ بمطابق ۱۰ مارچ ۱۹۴۸ء شنبہ میں حمید منزل کاندھلہ میں ولادت ہوئی مختصری حیات کے بعد ۲۱ رجب سنہ ۱۳۷۱ھ بمطابق ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۵۲ء یوم پنج شنبہ قبیل عصر دہلی میں انتقال ہوا۔بستی حضرت نظام الدینؒ دہلی میں تدفین ہوئی۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ وحضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب زادمجدہ حضرت حافظ فخر الدین صاحب وغیرہ سکھر (پاکستان) کے تبلیغی اجتماع میں گئے ہوئے تھے اس سفر سے ان حضرات کی واپسی ۲۷ رجب ۱۳۷۱ھ بمطابق ۲۳ اپریل سنہ ۱۹۵۲ء میں ہوئی۔

(۴) مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی پیدائش ۱۰ جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۹ھ بمطابق ۳۰ مارچ سنہ ۱۹۵۰ء میں ہوئی۔حفظ قرآن پاک کی بسم اللہ آٹھ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۴ھ بمطابق ۴ جنوری سنہ ۱۹۵۴ء میں حضرت رائے پوری کے

پاس قصبہ رائے پور میں ہوئی۔ حفظ قرآن پاک کے بعد فارسی وغیرہ کی تعلیم شروع کی ہدایۃ النحو اور کافیہ تک تعلیم گھر پر رہ کر مختلف اساتذہ سے حاصل کی ۱۵ شوال ۱۳۸۵ھ بمطابق ۶ فروری سنہ ۱۹۶۶ء میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لے کر آپ نے شرح جامی شرح وقایہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا سنہ ۱۳۹۰ھ میں مظاہر علوم سے فراغت پائی۔

تکمیل علوم کے بعد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے زیر ہدایت و زیر تربیت رہ کر ذکر و شغل میں مصروف ہوئے ۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۸ھ بمطابق ۱۰ فروری سنہ ۱۹۷۸ء یوم جمعہ میں حضرت شیخؒ نے آپ کو مدینہ منورہ میں اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔ اب نظام الدین میں دعوت وتبلیغ اور علمی خدمات میں مصروف ہیں۔ مشکوۃ شریف وغیرہ کا درس کئی سال تک دینے کے بعد اب بخاری شریف ومسلم شریف وغیرہ پڑھا رہے ہیں بارک اللہ فی علومہ وحیاتہ۔

۲۵ شوال سنہ ۱۳۸۸ھ بمطابق ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۶۹ء چہارشنبہ میں مولانا الحاج حکیم محمد الیاس صاحب کی صاحبزادی ظاہرہ خاتون سے نکاح ہوا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ اس موقع پر تاریخ کبیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

''۲۵ شوال سنہ ۱۳۸۸ھ بمطابق چہارشنبہ کی صبح آٹھ بجے دارالطلبہ جدید کی دارالحدیث کا افتتاح ہوا جس کی تعمیر کی ابتداء ۱۹ جمادی الثانی سنہ ۱۳۸۵ھ میں ہوئی تھی اور افتتاح بخاری شریف کے بعد عزیزان شاہد کا نکاح ہوا ایک کا دوسرے کی بہن سے بعبارت مولانا انعام الحسن صاحب مہر فاطمی پر ہوا۔'' (24)

صادقہ خاتون :۔

''یکم ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۲ھ بمطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۵۲ء یوم جمعہ آپ کی تاریخ ولادت ہے۔ عمر کے سولہویں سال میں آپ کا نکاح ہوا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ اس موقع پر آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں۔

''شوال ۱۳۸۸ھ میں مولوی انعام، ہارون وغیرہ کا سفر حج متعین تھا اور اس ناکارہ کے حج کا مسئلہ ہمیشہ ہی بیم ورجاء میں رہتا ہے۔ اس وقت بھی میرے حج کا مسئلہ تھا۔ عزیز مولوی انعام نے مجھے دہلی سے لکھا کہ اگر آپ کا ارادہ سفر حجاز کا ہوگیا ہوتو عزیزان زبیر وشاہد کا نکاح پڑھتے آویں۔ میری شرکت کی وجہ سے تاخیر نہ کریں۔ آپ کی شرکت میری شرکت کا نعم البدل ہے۔ لیکن اس وقت تک اس سیاہ کار کا سفر پختہ نہ ہوسکا تھا اور بعد میں نظام الدین کی بعض ضروریات کی بناء پر جب اس ناکارہ کا سفر ملتوی ہوگیا تو مولانا انعام الحسن صاحب الوداع کے لئے تشریف لائے۔ ان کی آمد پر حکیم ایوب صاحب کی رائے ہوئی کہ دارالطلبہ جدید کی دارالحدیث کا افتتاح بھی اس وقت ہو جائے۔ چنانچہ ۲۵ شوال ۱۳۸۸ھ یوم چہارشنبہ کی صبح کو اول اس سیاہ کار (حضرت شیخ الحدیث) نے بخاری کا سبق شروع کرایا اور اسکے بعد عزیزی مولوی انعام الحسن سلمہ نے دونوں نواموں کا نکاح دونوں نواسوں کی بہنوں سے مہر فاطمی پر پڑھ دیا۔ خیال تو تھا کہ رخصت بھی اسوقت

کردیں مگر چونکہ دونوں طلب علم میں مشغول تھے مولوی انعام صاحب کا خیال ہوا کہ مبادا رخصتی تعلیم میں حارج ہو میں نے کہا کہ تمہارا اور عزیز یوسف مرحوم کا تو طالب علمی ہی میں نکاح ہوا اور طالب علمی کے زمانہ میں ہی رخصتی ہوئی تھی مگر عزیز مولوی انعام الحسن سلمہ نے یوں کہا کہ اب دور بدل گیا اور صحیح کہا۔'' (25)

مولانا امیر احمد صاحب للیانوی:

'' آپ کا آبائی وطن شوندت ضلع میرٹھ ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام محمد مستقیم ہے۔ موصوف کا تعلق للیانہ کے ایک شتکار اور زمیندار گھرانے سے ہے۔ زراعت قدیمی مشغلہ ہے لیکن آپ نے علمی لائن کو ترجیح دے کر دینی و علمی مشغلہ اختیار فرمایا۔

موصوف نے سنہ ۱۳۵۰ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ سنہ ۱۳۵۴ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

تکمیل علوم کے بعد مولانا مدرسہ عربیہ شامل ضلع مظفرنگر کے استاد منتخب کیے گئے دو سال یہاں قیام کے بعد رنگون گئے اور دارالعلوم تانبولے میں استاد عربی بنکر رہے چار سال یہاں قیام کر کے حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مدرسہ امدادالعلوم تھانہ بھون میں پانچ سال تک درس دیا۔ بعدازاں مدرسہ دارالاسلام صدر میرٹھ میں بلا لئے گئے۔ چھ سال تک یہاں درس خدمات میں مشغول رہ کر مدرسہ مظاہرالعلوم شوندت میں آئے اور یہیں قیام ہے۔

آپ کے حسن تدبر اور سعی و محنت سے اس مدرسہ کو بڑی ترقی ہوئی۔ طلباء کی تعداد بڑھی۔ شعبہ جات اور عمارتوں میں اضافہ ہوا۔ مدرسہ کے وقار میں ترقی ہوئی۔ مدرسہ کا سالانہ جلسہ بڑے اہتمام سے ہوتا ہے۔ جس میں عمائدین ممتاز ارباب فضل و کمال شریک ہوتے ہیں۔'' (26)

تصنیفات و تالیفات

(۱) دفع البلیات فی اصلاح النیات :۔

''اس کتاب میں اخلاص نیت کی حقیقت قرآن و حدیث سے اس کی اہمیت اس کے درجات و برکات اس کے مقابلہ میں ریاکاری کی حقیقت، اسکے مراتب، اسکے خطرات سے بچنے کی علمی و عملی طریقے اور علاج بتلائے گئے ہیں۔

کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے جس کے مجموعی صفحات ۱۰۴ ہیں اور سائز ۲۰x۳۰/۱۶ ہے۔

(۲) رونق محفل

یہ علمی و دینی اور اصلاحی مکالموں کا ایک دلچسپ مجموعہ ہے۔ جو مولانا موصوف صاحب نے مختلف سالوں میں مدرسہ مظاہر

علوم شوندت ضلع میرٹھ کے سالانہ جلسوں میں پڑھنے کے لئے تحریر فرمائے ہیں اس مجموعہ میں (۱۹) انیس مکالمے ہیں۔

مولانا محمد ادریس صاحب انصاری انبہٹوی:

'' آپ کا پیدائشی وطن انبہٹہ پیرزادگان ضلع سہارنپور ہے آپ کے والد ماجد کا نام حاجی انیس احمد تھا۔

سنہ ۱۳۵۰ھ میں آپ مظاہر العلوم میں داخل ہوئے۔ سنہ ۱۳۵۵ھ میں آپ نے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد درس وتدریس، تبلیغ، تصنیف وتالیف تینوں میدانوں میں خوب کام کیا اور پورے انہماک سے حصہ لیا۔ تبلیغ میں پیدل جماعتوں میں بکثرت گئے۔ حضرت مولانا میں الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ کی معیت میں جو جماعت سب سے پہلے حجاز مقدس گئی اسمیں مولانا موصوف بھی شامل تھے۔

آپ کی تصانیف عوام میں بڑی مقبولیت حاصل کرچکیں ہیں اور متعدد کتب خانوں سے ان کے بہت سے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مولانا ادریس صاحب موصوف اپنی تالیفی زندگی کی ابتداء اور اس کی تاریخ حضرت شیخ الحدیثؒ کو ایک خط میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

'' مجھے اچھی طرح یاد ہے جب ہم نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلویؒ سے قصیدہ بردہ شروع کیا تو حضرت نے مجھے اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو اس پر صرفی ونحوی اجزاء کی غرض سے شرح لکھنے کا حکم دیا۔ ہم ایک ایک کلمہ کو لکھتے تھے صرفی ونحوی وضاحتیں کرتے تھے اور مطلب لکھتے تھے اور پھر حضرت ہم سے سنا کرتے اور اصلاح فرماتے تھے۔ پھر '' التبلیغ '' کے نام سے میں نے پہلا رسالہ لکھا اس کے ایک ایک لفظ کو حضرت (دہلویؒ) نے عصر کا وضو فرماتے ہوئے سننے کا معمول بنایا اور اس کی اصلاح فرماتے تھے۔ آخر وہ رسالہ حضرت کی رائے کے ساتھ حضرت کی زندگی میں دہلی میں چھپا تو حضرت اس پر بہت خوش ہوئے۔ بہر حال لکھنے کا یہ ذوق ہماری گھٹی میں ڈالا گیا۔ (مکتوب مولانا موصوف نوراللہ مرقدہ ۶ صفر سنہ ۱۳۹۹ھ)

مولانا موصوف آج کل صادق آباد بھاولپور پاکستان میں مقیم ہیں اور درس وتدریس تالیف وتصنیف کے ذریعے دینی وعلمی خدمات انجام دے رہے ہیں درسی کتابوں میں بخاری شریف، ترمذی شریف، ابوداود شریف اور ابن ماجہ مولانا کے اسباق ہیں۔ مولانا موصوف حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مہاجر مدنی سے فیض یافتہ ہیں اور ان کی جانب سے خلیفہ ومجاز ہیں۔''(27)

تصنیفات وتالیفات:۔

(۱) میری نماز :۔

''اس کتاب میں نماز کی فرضیت، اسکی اہمیت، پنجوقتہ نمازوں کی تفصیل اوران کے درمیان ربط وحکمت، اسکے ترک پر وعیدین اور نماز سے متعلق دیگر معلومات جمع کی گئی ہیں۔ ہندو پاک میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۲) خدا کی جنت :۔

اس کتاب میں جنت اوراس کی بہاروں کا تذکرہ بڑے مؤثر اور دل نشین انداز میں کیا گیا ہے ہفت روزہ خدام الدین لاہور نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''زیر نظر کتاب بالکل تھوڑے وقت میں قارئین کو جنت آسمانی کی تفصیلات سے آگاہ کردے گی۔(خدام الدین لاہور ۱۵ ستمبر ۱۹۹۶ء) کتاب کے صفحات ۶۴ ہیں اور سائز ۲۰x۳۰/۱۶ ہے۔ پاکستان میں یہ کتاب اسلامی اکاڈمی اُردو بازار لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

(۳) ہمارا کلمہ

اس کتاب میں کلمہ طیبہ کی فضیلت اس کے ورد پر ثواب کا تفصیلی تذکرہ ہے یہ کتاب آسان زبان میں لکھی گئی ہے تاکہ نوعمر بچے بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(۴) مسلمان خاوند

یہ کتاب شوہر سے متعلق اسلامی حقوق پر مشتمل ہے اس میں خاوند کی عظمت وتوقیر اور بیوی پر اس کے حقوق کا تفصیلی تذکرہ ہے۔۲۰x۳۰/۱۶ سائز پر یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔اس کے ۱۰۶ صفحات ہیں۔

(۵) مسلمان بیوی

یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے اس میں مسلم خواتین کے لئے حضور اکرم ﷺ کی وہ زرین نصیحتیں اور ہدایتیں جمع کی گئی ہیں جن کی ضرورت گھریلو اور عائلی زندگی میں ان کو پیش آتی ہے کتاب کے صفحات ۱۳۵ ہیں اور سائز ۲۰x۳۰/۱۶ ہے۔

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ آپ کی درج ذیل تصانیف کے صرف اسماء یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

(۶) ہماری تعلیم — (۱۱) خواتین اسلام

(۷) فیض الغمور — (۱۲) الارکان فی الاسلام

(۸) قبولیت دعا اور اسکے طریقے — (۱۳) ذکر الغمور

(۹) حالات ومقالات مومیہ — (۱۴) التبلیغ یعنی اسلام کا اصلاحی نصاب

حضرت مولانا الحاج ابرار الحق صاحب ہردوئی :۔

آپ کی پیدائش ضلع ہردوئی یوپی انڈیا کی ہے۔آپ کا سلسلہ نسب اوپر جاکر حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی سے جاملتا ہے۔والد محترم کا نام جناب محمود الحق صاحب ایڈوکیٹ ہے جو حضرت اقدس تھانویؒ کے مجازین صحبت میں سے تھے۔ سنہ ۱۳۵۰ھ میں مظاہر علوم میں آپ کی آمد ہوئی۔ بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔آپ نے سنہ ۱۳۵۶ھ میں مظاہر العلوم سے تکمیل حدیث کی۔

فراغت کے بعد مظاہر علوم میں آپ معین مدرس بنائے گئے اور کتب فارسی آپ کے سپرد ہوئیں۔ پھر حضرت اقدس تھانویؒ کے ارشاد وایما سے تقریباً دو سال تک مدرسہ جامع العلوم کانپور میں پڑھا کر دو سال تک مدرسہ اسلامیہ فتحپور میں رہے۔ یہاں بھی تعلیمی اور دینی خدمات انجام دیں۔ ماہ شوال سنہ ۱۳۶۲ھ سے ہردوئی میں رہ کر اشرف المداس کا نظام قائم فرمایا۔ چار صفر سنہ ۱۳۷۰ھ سے مجلس دعوت الحق کا کام شروع کیا۔اب اشرف المدارس اور مجلس دعوت الحق ہردوئی مولانا کے زیر اہتمام ہیں ان کے علاوہ آپ اور بھی متعدد مدارس عربیہ کے رکن اور ممبر ہیں۔

حضرت اقدس تھانویؒ نے آپ کو کم عمری میں اجازت وخلافت مرحمت فرمادی تھی۔ایک بار حضرت شیخ الحدیثؒ نے ابوداود شریف کے سبق میں فرمایا تھا کہ مولانا ابرار الحق صاحب کو اللہ تعالیٰ نے طالب علمی ہی کے زمانے میں (صاحب نسبت اور تعلق مع اللہ) کی دولت عطا فرمادی تھی۔

مظاہر العلوم کے زمانہ قیام درس وتدریس میں آپ کا معمول یہ رہا کہ ہر ہفتہ سہارنپور سے تھانہ بھون حاضری دیتے۔ تعطیل کے اوقات حضرت ہی کے پاس گذارتے تھے۔حضرت مولانا کے افادات اور ملفوظات کا ایک قیمتی مجموعہ حکیم اختر صاحب زید مجدہ نے ابھی قریب ہی میں مرتب کیا ہے جو مجالس ابرار کے نام سے کتب خانہ مظہری ناظم آباد کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔'' (28)

تصنیفات وتالیفات :۔

(۱) اشرف ہدایات الاصلاح المنکرات

''اس کتاب میں تبلیغ کی اہمیت وفرضیت اور تبلیغ کے فضائل وآداب کو جمع کیا گیا ہے نیز بہت سے دینی فوائد اور اصلاح کے نسخوں کو بھی جمع کر دیا گیا ہے۔ سنہ ۱۳۷۳ھ میں یہ کتاب ترتیب دی گئی جس کے صفحات (۹۶) ہیں اور سائز ۱۶/۲۰×۳۰ ہے۔

حال ہی میں یہ کتاب مجلس اشاعت الحق ناظم آباد کراچی سے شائع ہوئی ہے جس کے صفحات ۸۰ اور سائز ۳۲×۱۸/ ۸ ہے۔ یہ جدید اشاعت احکام تبلیغ کیا ہیں؟ کے نام سے آئی ہے۔

(۲) امت کی پریشانی اور انحطاط کا سبب اور اسکا علاج :۔

دینی مدارس، مکاتب کا انتظامات درست نہ ہونے کی وجہ سے جو بگاڑ اور فساد پیدا ہو رہا ہے مولانا نے اس کی نشاندہی فرماتے ہوئے اس کی اصلاح کی صورتیں تحریر فرمائی ہیں۔ صفحات ۱۶ ہیں اور سائز ۳۰×۲۰/ ۱۶ ہے۔

(۳) اشرف النصائح :۔

۱۳۷۰ھ میں ترتیب دی گئی۔ یہ کتاب قیمتی نصائح پر مشتمل ہے اس میں نیک دیندار بننے، وعظ و تبلیغ کہنے اور دین سکھانے والوں کے لئے ضروری ہدایات جمع کی گئی ہیں۔

(۴) اشرف الاصلاح :۔

اپنی اصلاح کی اہمیت اپنے متعلقین و ماتحتوں کی نگرانی و اصلاح کی فرضیت و اہمیت اور اس کا سہل و آسان نسخہ بتلایا گیا ہے۔ ۱۳۷۰ھ میں یہ کتاب لکھی گئی اس کے صفحات ۱۶ ہیں۔

(۵) اشرف النظام :۔

اس کتاب میں دین کے جماعتی کام کے ضروری اور مفید اصول لکھے گئے ہیں اور نیز اپنی اولاد، اپنے گھر والوں اپنے محلہ والوں کی درستگی اور اصلاح کے آسان طریقے بتلائے گئے ہیں۔ ۱۳۷۰ھ میں تالیف کی گئی صفحات ۱۶ ہیں۔

(۶) اشرف الخطاب :۔

اس کتاب میں کلمہ طیبہ کی روشنی میں نماز باجماعت، زکوۃ، صدقہ، فطر، قربانی، حج، روزہ وغیرہ کے متعلق خطاب کیا گیا ہے۔ ۱۳۷۰ھ میں لکھی گئی سولہ (۱۶) صفحات پر مشتمل ہے۔

(۷) اذکار مسنونہ :۔

یہ مسنون دعاؤں کا مجموعہ ہے اس میں ان دعاؤں کو بطور خاص ذکر کیا گیا ہے جو مختصر ہیں اور کثرت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ ۱۳۶۸ھ میں یہ ترتیب دی گئی ہیں اور اس کے صفحات ۶۴ ہیں۔

(۸) اشرف التفہیم :۔

طلباء و مدرسین کے لئے اس کتاب میں ان نصائح کو جمع کیا گیا ہے جن پر عمل کرنے سے طلبہ اور اساتذہ کی تکمیل ہوتی ہے اس کتاب کا پورا نام "اشرف التفہیم التکمیل التعلیم" ہے۔

(۹) اصلاح الغیبۃ :۔

اس کتاب میں غیبت کے نقصانات، اس کا شرعی وفقہی حکم اور اللہ و رسول ﷺ کی نگاہ میں اس کے درجۂ حقارت کو بیان کیا ہے۔

مولانا الحاج انیس الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ:

''آپ کی پیدائش لدھیانہ مشرقی پنجاب میں ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء بدھ کے روز ہوئی والد محترم جنگ آزادی کے مشہور ومعروف رہنما رئیس الاحرار حضرت مولانا الحاج حبیب الرحمٰن صاحب ہیں۔

مولانا انیس الرحمٰن صاحب سنہ ۱۳۵۶ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوئے اور آپ کی فراغت سنہ ۱۳۶۰ھ میں ہوئی بخاری شریف جلد اول ابوداود شریف اور مسلسلات حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد مدرسہ انوریہ لدھیانہ، مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں تعلیمی خدمات انجام دیں۔ سنہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ کے زمانہ میں عارضی طور سے ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائکپور اور بھاولپور دہلی، رائپور وغیرہ کے مقامات پر قیام کیا۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں لائکپور خالصہ کالج سے متصل مسجد میں مدرسہ تجوید القرآن کے اہتمام اور مسجد کی خطابت ونظامت کے فرائض انجام دیئے۔

اس کے علاوہ نماز فجر قرآن شریف کا ترجمہ وتفسیر نیز قبل نماز جمعہ ایک گھنٹہ تک قرآن شریف کا ترجمہ وتفسیر اور مسائل جدیدہ وحاضرہ کی شرعی حیثیت بیان کرنے کا معمول تھا۔ ۲۳ سال سے زیادہ عرصہ تک جاری رہا۔

۲۵ رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۴ھ بمطابق ۱۲ اکتوبر سنہ ۱۹۷۴ء یوم شنبہ میں آپ کا وصال ہوا۔

مختلف کتابوں کے علاوہ مختلف موضوعات پر اخبارات ورسائل میں آپ کے علمی وتبلیغی مضامین کثرت سے شائع ہوتے تھے۔ جن میں سے بہت سے بعد میں پمفلٹ اور کتابچوں کی شکل میں شائع ہوئے۔

حضرت مولانا الحاج محمد افتخار الحسن صاحب کاندھلوی:

آپ کی پیدائش گیارہ (۱۱) جمادی اول سنہ ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء کو قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر (انڈیا) میں ہوئی۔ والد محترم کا نام مولانا محمد روف الحسن صاحب تھا۔

مولانا موصوف کی آمد مدرسہ مظاہر العلوم میں شوال سنہ ۱۳۵۸ھ بمطابق سنہ ۱۹۳۹ء میں ہوئی۔ سنہ ۱۳۶۲ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

مولانا موصوف فراغت کے بعد سے اپنے وطن کاندھلہ اور اس کے مضافات میں رہنے والوں کی فقہ وفتاویٰ کے ذریعہ

رہنمائی اور شرعی طریقوں پر ان کے معاملات کا حل اپنی زندگی کا نصب العین بنا رکھا ہے۔ فن تفسیر میں آپ کا مطالعہ بڑا گہرا اور استعداد بڑی ٹھوس اور پختہ ہے بے شمار طویل احادیث مع اپنی اسناد اور رواہ کے زبانی یاد ہیں۔ جو وعظ اور گفتگو کے دوران بڑی روانی کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔

ان نسب کے علاوہ ان کی زندگی کا سرمایہ وہ مبارک مشغلہ ہے جو تفسیر قرآن مجید کی صورت میں عرصہ ۲۰ سال سے قصبہ کی جامع مسجد میں مسلسل جاری ہے۔

آپ کی تصانیف میں ایک کتاب خیر البشر ہے یہ نبی کریم ﷺ کی مختصر مگر دلپذیر سوانح طیبہ ہے جو علامہ محب الدین طبری کی مشہور تالیف خلاصہ السیر کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔ اس کے صفحات ۱۴۴ ہیں اور سائز ۳۰X۲۰/۱۶ ہے۔'' (29)

مولانا محمد ابراہیم صاحب پالن پوری:

''آپ کی پیدائش کالیڑہ پالن پور میں سنہ ۱۳۴۳ھ یا سنہ ۱۳۴۴ھ میں ہوئی آپ کے والد محترم کا نام جناب نور محمد ہے مولانا موصوف نے سنہ ۱۳۵۹ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ اور مولانا محمد ابراہیم صاحب کی فراغت سنہ ۱۳۶۳ھ میں ہوئی۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت مولانا شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب فراغت کے بعد چند سال اپنے یہاں کے مدرسہ و مکاتب سے متعلق رہے۔ دو سال تک (دار العلوم چھاچی) میں بھی پڑھایا جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (انڈیا) میں بھی مکمل ۱۰ سال تک آپ نے علمی و دینی خدمات انجام دیں۔ اب جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام آنند (گجرات انڈیا) کے شیخ الحدیث اور رئیس الاساتذہ ہیں۔ آپ نے بیعت وارشاد کا تعلق اولا حضرت اقدس تھانویؒ سے اس کے بعد حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری سے قائم کیا۔ ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۹ھ بمطابق سنہ ۱۹۶۹ء میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے اجازت وخلافت سے نوازا۔

تصنیفات وتالیفات:۔

(۱) تحفۃ المعلمین:۔

یہ کتاب آداب علم اور طرز تعلیم جیسے اعلیٰ موضوع پر لکھی گئی ہے اس میں معلمین کے لئے بیش قیمت آداب اور زریں نصیحتیں تحریر کی گئی ہیں۔ اس کے صفحات ۲۰۴ ہیں اور سائز ۳۰X۲۰/۱۶ ہے کتاب کے شروع میں مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری کا تحریر کردہ مقدمہ ہے۔

(۲) تحفۃ الوالد والولد:۔

شریعت اسلامیہ نے والدین کے جو حقوق اولاد پر اور اولاد کے جو حقوق والدین پر رکھے ہیں ان کا ذکر اس کتاب میں

وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

(۳) تحفۃ المعلمین :۔

یہ کتاب اساتذہ کیلئے بطور رہنما کے لکھی گئی ہے۔اس میں معلمین کے لئے ترتیب واصلاح کے طریقے لکھے گئے ہیں۔

(۴) ہدایۃ النساء :۔

یہ کتاب خاص طور سے عورتوں کے لئے لکھی گئی ہے اس میں ان سے متعلق پاکی اور ناپاکی کے مسائل بڑی وضاحت اور تحقیق سے لکھے ہیں۔

مولانا سید محمد آفاق صاحب فتحپوری:

آپ کی پیدائش سنہ ۱۹۲۵ء میں موضع بیتی سادات ضلع فتحپور (یوپی انڈیا) میں ہوئی۔اور والد محترم کا نام سید عبدالغفار ہے مظاہر علوم میں مولانا کی آمد سنہ ۱۳۶۲ھ میں ہوئی۔سنہ ۱۳۶۳ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا اور آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت مولانا شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد مولانا مدرسہ اسلامیہ فتح پور میں چھ سال مدرس رہے اس کے بعد پاکستان تشریف لے آئے۔یہاں پرائمری اسکول، ہائی اسکول اور مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ سندھ میں پڑھایا۔اب مولانا اس مدرسہ کے مشیر بھی ہیں۔آج کل موصوف سرسید گورنمنٹ ہائی اسکول ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ سندھ میں استاد عربی تھے۔آجکل نیو علی گڑھ کالج ٹنڈو آدم میں لیکچرار ہیں۔

تصنیفات وتالیفات :۔

(۱) نبی امی :۔

موصوف نے یہ کتاب ہائی اسکول کے بچوں کے لئے لکھی ہے اس کے دو حصے ہیں۔پہلا حصہ مصائب النبی ﷺ پر اور دوسرا حصہ درجات النبی ﷺ پر مشتمل ہے کتاب اس انداز پر ترتیب دی گئی ہے کہ نوعمر طلباء اس کے مضامین پڑھکر بے تکلف تقریر کرلیں۔دونوں حصوں کے مجموعی صفحات ۱۲۸ ہیں۔

(۲) السنن الشاکلین :۔

علم حدیث کی مشہور کتاب مشکوۃ شریف سے مولانا نے یہ انتخاب کیا ہے۔اور اس میں صرف اصلاحی اور اخلاقی حدیثیں ہیں۔یہ کتاب ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے سائز ۲۰X۳۰/۱۶ ہے۔

(۳) دعوت اتحاد :۔

یہ سولہ ۱۶ صفحات کا ایک کتابچہ ہے جس کا مقصد مختلف ملکوں اور جماعتوں کے درمیان اتحاد و یک جہتی کو پیدا کرنا اور اس کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرنا ہے۔

(۴) علمائے اسلام میں اتحاد کی کوشش:۔

کتابچہ کا موضوع و مقصد نام سے ظاہر ہے یہ (۸) آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۵) مواعظ حسنہ:۔

یہ تالیف قرآن پاک کی دو معظم سورتوں (سورہ العصر اور سورہ اخلاص) کی تفسیر ہے جو مرتب نے عربی مدارس کے طلباء کے لئے ترتیب دی ہے۔

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ آپ کی درج ذیل تصانیف کے صرف اسماء یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۶) انتخاب حدیث
(۷) المقالات العشر
(۸) اسلام کے تین سہام
(۹) بڑے بڑے گناہوں کا تذکرہ
(۱۰) پیارے خلفاء کی پیاری پیاری باتیں
(۱۱) الراشی والمرتشی کلاھما فی النار
(۱۲) مناقب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین
(۱۳) آئینہ نماز

مولانا قاری اظہار احمد صاحب صدیقی تھانوی:

قاری صاحب موصوف کی پیدائش سنہ ۱۹۲۷ء میں قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر انڈیا میں ہوئی۔ والد محترم کا نام حافظ اعجاز احمد ہے۔

سنہ ۱۳۶۳ھ میں (حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد) آپ نے مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ سنہ ۱۳۶۶ھ دورہ حدیث شریف پڑھا بخاری شریف جلد اول اور ابوداؤد شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد لاہور میں حضرت قاری عبدالمالک صاحب سے چھ سال تجوید و قرآت میں استفادہ کیا اور قرآت عشرہ کی تکمیل کی۔ اب سالہا سال سے استاذ تجوید و قرآت ہیں۔ آجکل مدرسہ تجوید القرآن (موتی بازار) لاہور میں شعبہ تجوید و قرآت کے صدر اور جامع مسجد چوبرجی گارڈنز لاہور کے خطیب ہیں۔

اپنے اساتذہ کے متعلق قاری صاحب موصوف نے جن تاثرات کا اظہار فرمایا ہے اس میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''حضرت شیخ الحدیث مدظلہم میرے لئے عظمت کا مینار تھے ابوداؤد شریف جس سال ہماری شروع ہوئی فرمایا کہ

اٹھائیسویں مرتبہ شروع کر رہا ہوں واقعی حدیث کا بحر ذخار ہیں۔ کتاب نہیں فن پڑھاتے تھے جو سالہا سال سے دور دراز کتابوں کا عطر کشید کیا ہوا۔ تشریح حدیث کا ذخیرہ حضرت مدظلہم کے سینے میں اس وقت تھا اور اب ہے میرے خیال میں تو اس کا ثانی اس وقت دنیا میں نہیں ہے۔ طالب علمی کا زمانہ و ذہن طفلانہ ہوتا ہے ایک واقع عجیب پیش آیا۔ حضرت مولانا عبدالطیف صاحب مرحوم سخت علیل ہو گئے۔ بخاری شریف کا کچھ ہی حصہ ہوا تھا۔ مناسب سمجھا گیا کہ جلد اول حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیملپوری اور جلد ثانی حضرت شیخ الحدیثؒ کو دیدی جائے۔ ہم نے کہا کہ شیخ کا حال اب معلوم ہوگا کہ واقعی شیخ الحدیث ہیں یا شیخ ابوداود۔ مگر بخاری شریف پر ایسالا جواب بولے معلوم ہوتا تھا کہ سالہا سال سے پڑھا رہے ہیں۔ ابواب پر ایسا زوردار مضمون مختلف شراح کے فیصلے اور آخر میں اپنی بہترین جچی تلی رائے سننے میں آئی کہ دل پکار اٹھا واقعی شیخ الحدیث ہیں۔ مشہور تھا کہ شیخ تیز بولتے ہیں کوئی ان کی تقریر ضبط نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا یہ کام میں کرونگا۔ چنانچہ رف کاغذوں میں پنسل سے پہلے جلدی جلدی اکثر بلفظ تقریر لکھ لینے میں کامیاب ہو جاتا اور سبق کے بعد فوراً اس کو صاف کرنا شروع کر دیتا۔

میرے شب ہائے دراز اس تقریر ابوداود کی تسوید و تبیض میں گذریں مجھ پر دیوانگی سوار تھی۔ اوجز بذل کا مطالعہ علیحدہ کرتا تھا۔ تاہم کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مضمون الجھ جاتا یا فرمائی ہوئی بات یاد نہ رہتی تو مدرسہ قدیم میں مغرب کی نماز پڑھکر شیخ کی واپسی کا منتظر بن کر مسجد کے دروازے پر کھڑا رہتا۔ الحمد للہ حضرت بکمال شفقت جواب فرحمت فرماتے۔ کبھی اشکال تحریری پیش کرتا۔ عرض کرتا کہ حضرت اوجز میں یہ مسئلہ نہیں ہے جواب میں تحریر فرماتے ''معلوم نہیں آپ اوجز کو کس طرح دیکھتے ہیں فلاح صفحہ فلاں جلد دیکھو'' یہ تقریر جو ابوداود کے اس حصہ پر محیط ہے جو بذل کی چار جلدوں میں ہے۔ میرے پاس ضبط شدہ موجود ہے وقت مہلت دے تو جی چاہتا ہے کہ اس پر نظر ثانی کر کے شائع کر دوں۔'' (30)

''مولانا موصوف پاکستان منتقل ہو جانے کے بعد سنہ ۱۹۴۸ء اور سنہ ۱۹۴۹ء میں اخبار انقلاب لاہور کے سنڈے ایڈیشن کے حصہ مضامین کے ایڈیٹر رہے۔ مولانا نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے سنہ ۱۹۵۲ء میں منشی فاضل اور سنہ ۱۹۵۴ء میں مولوی فاضل کیا۔ ایک طویل عرصہ تک ایم اے اسلامیات ایم اے عربی کے طلباء کو پڑھایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تصنیف و تالیف کا خصوصی ذوق دیا ہے بڑی مفید اور جامع تالیفات آپ کے قلم سے نکلیں۔ صحافتی زندگی میں بھی رہ کر آپ نے مفید خدمات انجام دیں اور اپنے قارئین کے لئے تسکین بخش تحریریں آپ کی درج ذیل تصانیف کے اسماء یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) شرح طیبہ اُردو:۔

علامہ ابوالقاسمؒ کی شہرہ آفاق کتاب کی یہ مفصل اور جامع شرح ہے۔صفحات ۴۱۶ ہیں اور سائز ۲۶ X ۲۰/ ۸ ہے۔

(۲) ترجمہ مقدمتہ الجزریہ:۔

مولانا موصوف نے مقدمہ جزریہ کا یہ سلیس اور سہل اُردو زبان میں ترجمہ تحریر فرمایا ہے اس کے صفحات ۲۹ ہیں اور سائز ۳۰X۲۰/ ۸ ہے۔

(۳) الجواہر المنقید فی شرح المقدمتہ الجزریہ:۔

اسکے صفحات ۲۹۵ ہیں سائز ۳۰X۲۰/ ۸ ہے۔

(۴) حواشی جدیدۃ جمال القرآن:۔

کتاب کے صفحات ۵۱ ہیں اور سائز ۳۰X۲۰/ ۸ ہے۔

(۵) تیسیر التجوید محشیٰ:۔

کتاب کے صفحات ۶۰ ہیں اور سائز ۳۰X۲۰/ ۸ ہے۔

مولانا اظہر حسین سہارنپوری:

آپ ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۲ھ میں جمعرات کے دن سہارنپور میں پیدا ہوئے۔

والد محترم کا نام حضرت مولانا الحاج قاری مفتی سعید احمد صاحب ہے۔

سنہ ۱۳۶۹ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ سنہ ۱۳۷۳ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ بخاری شریف، ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد آپ سنہ ۱۳۷۵ھ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے معین استاذ اور چھ شوال سنہ ۱۳۷۷ھ میں مستقل استاذ عربی بنائے گئے۔علم ادب کے ساتھ آپ کو خصوصی مناسبت اور لگاؤ ہے۔

تصنیفات وتالیفات:۔

(۱) عطر الورود لمن یطالع شرح العقود:۔

علامہ ابن عابدین شامی کی تالیف شرح عقود رسم المفتی میں جن مؤلفات اور مؤلفین کا تذکرہ ہے موصوف نے ان سب کا تعارف لکھا ہے ایسے تمام افراد اور تالیفات کی تاریخ لکھدی جو اس کتاب میں واقع ہوئے ہیں۔کتاب کے صفحات ۱۰۶ ہیں اور سائز ۳۰X۲۰/ ۸ ہے۔

(۲) حریری اور مقامات:۔

مقامات اور اسکے مصنف کی تاریخ پر یہ ایک مفید معلومات اور تحقیقات سے بھر پور ہے جس کو مولانا موصوف نے ترتیب دیا ہے یہ کتاب دراصل ڈاکٹر محمد احمد صاحب پروفیسر عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی کے عربی مقالہ ''ابن الحریری ومقاماتہ'' کا اُردو ترجمہ ہے۔ڈاکٹر صاحب نے یہ مقالہ سنہ ۱۹۵۳ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے کے لئے ترتیب دیا تھا۔جس پر ان کو ڈاکٹریٹ کی سند ملی۔کتاب کے مجموعی صفحات ۱۹۲ ہیں اور سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ہے۔رجب سنہ ۱۳۸۴ھ میں یہ مکمل ہوئی۔

(۳) فضائل محمد احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔

یہ علامہ ابوعبداللہ حسین ابن احمد کے عربی رسائل فضائل محمد واحمد کا اُردو ترجمہ ہے۔اس میں وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ کے نام نامی سے استبراک کرتے ہوئے محمد اور احمد نام رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ آپ کی درج ذیل تصانیف کے صرف اسماء بیان پیش کئے جاتے ہیں۔

(۴)	شجرۃ سعادت	(۸)	بھجۃ الادب
(۵)	شجرۃ طوبیٰ	(۹)	نخبۃ البیان
(۶)	عقد النجوم فی جید دار العلوم	(۱۰)	البیان المطرب فی انتخاب المغرب
(۷)	فتح الکبیر	(۱۱)	جھنیۃ الاخبار

(31)

مولانا اسلام الحق صاحب سہارنپوری:

''مولانا موصوف کی پیدائش سہارنپور میں ہوئی والد محترم کا نام حاجی عبدالحق صاحب ہے۔شوال سنہ ۱۳۸۰ھ بمطابق اٹھائیس مارچ سنہ ۱۹۶۱ء جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔

مظاہر علوم سے مولانا کی فراغت سنہ ۱۳۸۲ھ میں ہوئی۔آپ نے بخاری شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی۔

فراغت کے بعد آپ نے چند ماہ تک دارالافتاء مظاہر علوم میں مشق افتاء کی اور دارالافتاء سے منسلک ہو کر فتاویٰ لکھے۔سنہ ۱۳۸۴ھ میں سہارنپور کے ایک قدیم مدرسہ دارالعلوم شاہ بہلول میں آپ کا تقرر ہوا جہاں رہ کر آپ نے مدرسہ کی انتظامی خدمات میں تعاون کیا اور درس وتدریس میں بھی مشغول رہے۔

سنہ ۱۳۸۱ء میں سہارنپور سے ایک دینی ماہنامہ ''اشاعت السلام'' بھی جاری کیا سنہ ۱۳۹۹ھ میں دوسرا ماہنامہ ''تحقیقات علمیہ'' جاری کیا۔

آپ نے سہارنپور میں ایک علمی ودینی مجلس بنام ''مجلس تحقیقات علمیہ'' قائم کی ہے جس کا مقصد موجودہ دور میں اپنی سنجیدہ تصانیف وتالیف کے ذریعہ علمی دنیا کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا ہے۔ اس مجلس نے سب سے پہلی کتاب ''اسلام کا نظام تعلیم دولت'' شائع کی۔ اس کے بعد سے اب تک متعدد معیاری کتابیں یہاں سے شائع ہو چکیں ہیں۔

تصانیف وتالیفات:۔

(۱) فضائل دعا:۔

مصنف نے اس کتاب میں دعا کی اہمیت وفضیلت کے تمام پہلوؤں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں خوب اجاگر کیا ہے۔

کتاب کا سائز ۲۰x۲۶/ ۸ ہے صفحات ۹۶ ہیں۔

(۲) معلم المیزان شرح اُردو میزان الصرف:۔

یہ مشہور کتاب میزان الصرف کی اُردو شرح ہے جسکا سائز ۱۸x۲۲/ ۸ ہے اور صفحات ۴۷ ہیں۔

(۳) شب برات کیا ہے:۔

اس کتاب میں قرآن مجید وحدیث اور مفسرین فقہا اور معتمد علماء کے اقوال کی روشنی میں مسئلہ شب برات کی وضاحت کی گئی ہے کتاب کے صفحات ۶۱ ہیں سائز ۲۰x۲۰/ ۱۶ ہے۔

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ آپ کی درج ذیل تصانیف کے صرف اسماء یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۴)	نور الفتاح شرح اُردو نور الایضاح	(۱۰)	آئینہ زکوۃ
(۵)	مصباح القدر رودی	(۱۱)	تحقیق الدف فی النکاح
(۶)	تذکرۃ آئمہ اربعہ	(۱۲)	ضرورت تبلیغ
(۷)	ہماری نماز	(۱۳)	انسان کا مقصد تخلیق
(۸)	قربانی اور اسلام	(۱۴)	تلخیص المشکوۃ
(۹)		(۱۵)	حقیقۃ عقیقہ

(۱۶) فضائل علم

(۱۷) پردہ اور اسلام

(۱۸) مشکوۃ الانوار شرح اُردو

(۱۹) مصباح المفید

(۲۰) تاریخ مشائخ ہند

(۲۱) معلم الحج

(۲۲) تشریحات شرح اُردو مشکوۃ

(۲۳) مذاہب اربعہ

(۲۴) تذکرۃ المصنفین والمؤلفین

(۲۵) اسلاف کا ذوق مطالعہ اور کتاب

مولانا مفتی اسمٰعیل حسین صاحب کھپولوی گجرات:۔

آپ کی پیدائش ستائیس (۲۷) اپریل سنہ ۱۹۴۳ء میں ضلع بلساڑ کے ایک قصبہ کھپولی میں ہوئی آپ کے والد محترم کا نام حسین ہاشم بھیکھا ہے۔

سنہ ۱۳۸۲ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم میں داخلہ لیا۔ سنہ ۱۳۸۴ھ میں آپ نے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ بخاری شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی۔

سنہ ۱۳۸۵ھ میں آپ نے فنون کی کتابین پڑھیں۔ سنہ ۱۳۸۶ھ میں آپ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے نائب مفتی بنائے گئے۔ بحیثیت نائب مفتی ہونے کے آپ کے قلم سے اب تک پندرہ سولہ ہزار فتاویٰ کے جوابات لکھے جا چکے ہیں۔ آپ نے بیعت وارشاد کا تعلق حضرت شیخ الحدیثؒ سے قائم کیا۔ دو (۲) ربیع الاول سنہ ۱۳۸۳ھ بروز جمعہ بعد نماز عصر کے آپ مسجد مدرسہ قدیم میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ آپ کی زیر تربیت رہ کر راہ سلوک طے فرمائی حضرت شیخ الحدیثؒ نے آپ کو اجازت بیعت اور خلافت سے نوازا۔'' (33)

تصنیفات وتالیفات:۔

درج ذیل علمی تصانیف آپ کے قلم سے نکل کر شائع ہوئیں۔

(۱) مبادیات فقہ:۔

''اس کتاب میں علم فقہ کے اصول وضوابط، فقہی کتب کا اہم اور ضروری تعارف فقہی اصطلاحات وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ہے صفحات ۲۷ ہیں۔

(۲) اعتکاف فضائل ومسائل:۔

اس کتاب میں اعتکاف کے فوائد ومنافع، اسکی فضیلت واجر وثواب کو تفصیل کے ساتھ تحریر کر کے اس کے متعلق بہت سے مسائل واحکام جمع کیے گئے ہیں۔ کتاب کا سائز ۲۰×۳۰/۱۲ ہے۔ اور صفحات ۴۸ ہیں۔

مولانا احترام الحسن صاحب کاندھلوی:

آپ کی پیدائش ۲۷ ستمبر سنہ ۱۹۴۵ء میں بمقام کاندھلہ ضلع مظفر نگر انڈیا میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام حضرت مولانا الحاج محمد احتشام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ ہیں۔

۲۱ شوال سنہ ۱۳۸۲ھ بمطابق ۲۸ مارچ سنہ ۱۹۶۲ء میں جامعہ مظاہر العلوم میں داخلہ لیا۔ موصوف کی فراغت مظاہر العلوم سے سنہ ۱۳۸۵ھ بمطابق سنہ ۱۹۶۶ء میں ہوئی آپ نے بخاری شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی۔

فراغت کے بعد دو سال تک اپنے وطن کے مدرسہ میں عربی و فارسی وغیرہ پڑھائیں اس کے بعد چند سال تک بھت کے مدرسہ میں ناظم اعلیٰ رہے۔ پھر دہلی کے ایک جدید مدرسہ باب العلوم برج پوری نمبر ۱۵ میں درس و تدریس کا مشغلہ جاری ہے۔ بیعت و سلوک کا تعلق حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ سے ہے۔'' (34)

تصنیفات و تالیفات:۔

(۱) موت کی باتیں:۔

''اس کتاب میں بیماری سے لیکر قبر میں پہنچنے تک کے تمام حالات بیان کئے گئے ہیں۔ غسل تکفین و تدفین وغیرہ کے ضروری اور اہم مسائل بھی اس میں آگئے ہیں کتاب کا سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ہے صفحات ۹۶ ہیں۔

(۲) انسانیت سکون کی تلاش میں:۔

اس کتابچہ میں بتلایا گیا ہے کہ انسانیت اگر واقعتہ سکون و اطمینان کی خواہشمند ہے تو اس کے لئے مذہب اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب ایسا نہیں ہے جو اس کی اس خواہش کی تکمیل کر دے انسان کو بہر حال اسی مذہب قیم کی طرف لوٹنا ہوگا۔ کتاب کے صفحات ۱۰ ہیں اور سائز ۳۰×۲۰/۱۶ مولانا کا یہ مفید مضمون پہلے اخبار دعوت دہلی میں شائع ہوا۔ اس کے بعد کتابی شکل میں آیا۔

(۳) ارشادات نبی اکرم ﷺ

حضرت مولانا الحاج احتشام الحسن صاحب علیہ الرحمۃ کی ایک تالیف جوامع الکلم ہے جس میں تین سو (۳۰۰) احادیث ابتدائی عربی طلبہ کے لئے جمع کی گئی تھیں۔ مولانا موصوف نے ان کا اُردو ترجمہ کر کے ان کی تشریح کر دی۔ صفحات ۳۵۰ ہیں۔

(۴) عورت اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد:۔

موصوف کا یہ مضمون دراصل تحریک آزادی نسواں پر ایک تنقیدی مضمون ہے جو پہلے ماہنامہ فاران لندن (یو کے) تعمیر

حیات لکھنو الجمعیۃ دہلی اور ماہنامہ حسن اخلاق میں شائع ہوا۔ اب مزید اضافوں کے بعد کتابی شکل میں شائع ہوا۔

مولانا بشیر اللہ صاحب رنگونی:

آپ کی پیدائش رنگون میں ہوئی اور آپ کے والد محترم کا نام مولانا شکر اللہ صاحب ہے۔ موصوف نے ابتدائی تعلیم قرآن پاک اور اُردو پنجم تک اپنے والد صاحب کے پاس پڑھی۔

بعد ازاں مظاہر علوم میں آگئے اور شوال سنہ ۱۳۴۵ھ میں ہوئی سنہ ۱۹۲۷ء میں داخلہ لیا۔

مولانا موصوف کی فراغت مظاہر علوم سے سنہ ۱۳۵۲ھ میں ہوئی اور بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت مولانا شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

تکمیل علوم کے بعد آپ برما چلے گئے اور سنہ ۱۹۳۱ء سے سنہ ۱۹۴۲ء تک مدرسہ اشرف العلوم ٹانگو (برما) میں درس دیتے رہے۔ جنگ کے دوران مشخیۃ اسلامیہ کے ماتحت رہ کر دینی خدمات میں مشغول رہے۔ سنہ ۱۹۴۷ء میں آپ جامعہ دارالعلوم تانبولے رنگون میں آگئے اور وہاں کے ناظم اعلیٰ اور شیخ الحدیثؒ بنائے گئے۔ بخاری شریف کے درس کے ساتھ ساتھ دوسری کتب کے اسباق بھی آپ سے متعلق کئے گئے۔ مولانا موصوف آج بھی اسی جامعہ میں رہتے ہوئے بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث پڑھا رہے ہیں۔

تصنیفات وتالیفات:۔

(۱) دو نبی:۔

مشہور مسیلمہ وقت مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں آپ کی یہ اُردو تالیف ہے۔ اس کتاب میں پہلے حضور اکرم ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے چند مبارک اور تابناک نقوش پیش کر کے مرزائے قادیان کی زندگی کے چند پہلو سامنے رکھے ہیں تاکہ یہ مطالعہ تقابلی طور پر کیا جاسکے۔

کتاب پر مقدمہ مولانا ابراہیم احمد مظاہری کا تحریر کردہ ہے۔ اس مقدمہ میں برما میں قادیانیوں کی آمد۔ وہاں پہنچ کر ان کے کارناموں کا تذکرہ تاریخ کی روشنی میں کیا ہے۔ کتاب کے صفحات ۱۸۲ ہیں اور سائز ۳۰×۲۰/۱۶ ہے۔

(۲) بشیر الدراری لمن یطالع جامع البخاری:۔

مولانا موصوف بخاری شریف کی اُردو شرح لکھ رہے ہیں۔ متعدد اجزا اُردو ترجمانی اور شرح وتوضیح کے مرحلہ سے گذر چکے۔ ایک طویل مقدمہ موصوف نے اپنی اس تالیف کے لئے لکھا ہے۔

مولانا تقی الدین ندوی مظاہری:

آپ کی پیدائش ۲ فروری سنہ ۱۹۳۵ء کی ہے۔آپ چاندپٹی ضلع اعظم گڑھ یوپی میں ہوئے۔والدمحترم کا نام بدرالدین صاحب تھا۔

مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ داخلہ کا امتحان حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے لیا۔شام کا کھانا گویا عرصہ تک ان ہی کے ساتھ رہا اور دوپہر کا کھانا کچے گھر میں حضرت اقدس یعنی شیخ الحدیثؒ کے دسترخوان پر کھانا تھا چونکہ تاخیر کے باعث مدرسہ سے کھانا جاری نہیں ہوا تھا۔اس لئے اس سال کی خوراکی فیس حضرت اقدس (حضرت شیخ الحدیثؒ) نے اپنے ہی پاس سے ادا فرمائی تھی اور مجھے ناشتہ وغیرہ کے لئے دیتے رہتے تھے۔صوفی عبدالاحد صاحب کے ساتھ قیام ہوگیا تھا۔بعد میں دارالطلبہ قدیم کمرہ نمبر ۱۸ میں منتقل ہوگیا تھا۔اس مرتبہ مظاہرعلوم میں آمد سنہ ۱۹۵۱ء میں ہوئی تھی اس کے بعد اعزہ کے شدید اصرار پر مجھے مظاہرعلوم چھوڑ کر دارالعلوم ندوۃ آنا پڑا۔اس کے بعد وہاں سے حضرت شیخ الحدیثؒ کے فیض توجہ سے ندوۃ میں مدرس ہوکر آیا۔دوسال تک وہاں ابتدائی کتابیں پڑھائیں پھر سنہ ۱۹۵۹ء میں ایک سال کیلئے ندوۃ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں تیاری کرنے کے لئے بھیجا سنہ ۱۹۵۹ء اس سال حضرت شیخ الحدیثؒ سے بخاری شریف کامل پڑھی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے تمام اساتذہ کرام اپنے اپنے کمال میں ممتاز تھے لیکن اس ناچیز کو مولانا صدیق صاحب اور مولانا امیر احمد صاحب سے خصوصی فائدہ ہوا۔سب سے بڑھکر یہ ہے کہ اس وقت سے اب تک دینی یا علم حدیث کی خدمت کا جو موقع ملا وہ سب حضرت شیخ الحدیثؒ صاحب کی توجہ اور ان کی صحبت کیمیا اثر کی برکت سمجھتا ہوں۔

فراغت کے بعد کے علمی مشاغل:۔

دوسال صوبہ برار مانا میں عربی مدرسہ میں تدریس اور وعظ وخطابت کی خدمت انجام دی۔اس کے بعد ندوۃ میں ابتدائی کتابوں کی تدریس دوسال اس کے بعد ایک سال حضرت اقدس (حضرت شیخ الحدیثؒ صاحب) کی خدمت میں بخاری شریف وغیرہ پڑھنے کے لئے قیام۔اس کے بعد پھر ندوۃ میں واپسی ہوئی یہاں پہلے سال مشکوۃ شریف اول اور ترجمہ قرآن کریم۔اسکے بعد سنہ ۱۹۶۲ء میں ترمذی شریف جلد اول اور مشکوۃ شریف کامل پھر دوسرے سال ترمذی شریف کامل مع مشکوۃ شریف رہی۔اس کے بعد ترمذی شریف اور ابوداود شریف فروری سنہ ۱۹۶۷ء تک رہیں۔اس عرصہ میں بخاری شریف کی کتاب العلم اور کتاب الایمان کا درس بھی میرے پاس رہا۔'' (35)

''اس کے بعد گجرات کے مدرس فلاح دارین ترکیسر ضلع سورت (انڈیا) آنا ہوا۔وہاں ساڑھے چار سال تک

شیخ الحدیث اور صدر مدرس دونوں رہا۔ بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس میرے پاس رہا۔ اس کے بعد سال کی رخصت پر سہارنپور حضرت اقدس کی بذل کے بقیہ اجزاء ''اوجز'' کی طباعت کے لئے عمرہ کرتے ہوئے قاہرۃ کا سفر ہوا۔ اور وہاں ایک سال قیام رہا اور الحمدللہ اس عرصہ میں بذل کی طباعت کی تکمیل ہوئی اور بعض اجزاء ''اوجز'' کے بھی میری نگرانی میں چھپے۔

اس کے بعد تقریر الٰہی سے رابطہ عالم اسلامی کی ملازمت اختیار کر لی مگر اسے ترک کر کے قاہرۃ ہوتے ہوئے اور اپنے رسالہ دکتورۃ کی جامع ازہر میں قانونی کاروائیوں کی تکمیل کراتے ہوئے ہندوستان واپسی ہوئی اور وہاں آٹھ ماہ اپنے گھر پر قیام رہا۔ اس عرصہ میں کتاب الزہد کی تحقیق اور امام بیہقی کے ترجمہ کی ترتیب میں مصروف رہا۔ اس سلسلہ میں مختلف لائبریریوں کے لئے سفر بھی کیا۔ خاص طور پر حیدرآباد (دکن) کے کتب خانہ آصفیہ سے استفادہ کا موقع ملا۔ اس کے بعد ابوظہبی آنا ہوا۔ ۱۳ جون سنہ ۱۹۷۵ء میں متحدہ امارات میں پہنچا اور سولہ (۱۶) جون سنہ ۱۹۷۵ء سے باحث شرعی کے منصب پر محکمہ شرعیہ ابوظہبی میں ملازم ہوگیا۔ اور ۲۵ ستمبر سنہ ۱۹۷۶ء کو جامع ازہر سے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد میری پوسٹ کا نام بدل کر ''عالم حدیث علی درجہ قاضی'' کر دیا گیا۔ بعد میں میری پوسٹ مستقل قاضی شرعی (جسٹس) کی ہوگئی ہے۔ اور اسی کے ساتھ امارات یونی ورسٹی میں بھی بیں (۲۰) اکتوبر سنہ ۱۹۷۹ء سے ہفتہ میں دو یوم حدیث شریف پڑھا رہا ہوں اس لئے یونیورسٹی کی اصلاح میں میرا لقب علمی استاذ محاصر فی الحدیث ہے ''وللہ الحمد''۔ (36)

تصنیفات وتالیفات:۔

(۱) محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے:۔

یہ کتاب ان مقالات کا مجموعہ ہے جو ماہنامہ الفرقان لکھنؤ معارف اعظم گڑھ، برہان دہلی میں شائع ہوئے اور اب مصنف نے بیش قیمت ستہ کے مصنفین اور امام طحاوی کی تحقیقی تذکرہ ہے۔

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے صدق جدید (۲۲ ستمبر سنہ ۱۹۶۷ء) میں اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔ ''کتاب اپنی جامعیت اور اپنی افادیت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے مصنف بہ یک وقت ندوی بھی ہیں اور مظاہری بھی اور ان کی اس دوگانہ حیثیت کی شاہد عدل ان کی یہ کتاب ہے مظاہری تحقیق فن اور ندوی سلامت ومتانت بیان، یہ کتاب عالموں اور عامیوں دونوں کے حق میں مفید ثابت ہوگی۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن سنہ ۱۹۶۶ء میں اور دوسرا سنہ ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔ اس کے صفحات دوسو بہتر (۲۷۲) ہیں اور سائز ۲۲×۱۸/ ۸ ہے۔

(۲) مسیحتے با اولیاء:۔

یہ کتاب حضرت شیخ (شیخ الحدیثؒ) کے ملفوظات کا مجموعہ ہے یوں تو حضرت کا چشمہ فیض ہمیشہ جاری رہتا ہے مگر رمضان المبارک میں جونزول برکات اور اہل اللہ کے ذوق وشوق کا مہینہ ہے اس زمانہ کے ملفوظات کو مولانا تقی ندوی مظاہری نے قلم بند کئے ہیں کتاب کے صفحات (۲۳۶) ہیں اور سائز ۲۲x۱۸/ ۸ ہے۔

(۳) چاند کی تسخیر اور سائنس کی ترقیات ایک مسلمان کی نظر میں:۔

سائنس دانوں نے جب چاند پر اپنے قدم جمائے تو فطرتی طور پر لوگوں میں یہ خیال ہوا کہ اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ اور قرآن مجید و مذہب کی تعلیمات اس سلسلہ میں کہاں تک ساتھ دے سکتی ہیں۔ بہ حیثیت ایک ممتاز عالم دین ہونے کے مولانا تقی الدین صاحب سے بھی اس قسم کے سوالات کئے گئے۔ انہوں نے ایک رسالہ کی شکل میں ذرا وضاحت کے ساتھ اس کے جوابات دے دیئے۔ کتاب کا یہ مضمون سنہ ۱۹۶۹ء میں تعمیر حیات لکھنؤ اور ماہنامہ دار العلوم دیوبند میں بھی شائع ہو چکا۔ کتاب کے صفحات چھتیس (۳۶) ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/ ۱۶ ہے۔

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ درج ذیل تصانیف کے صرف اسماء گرامی پیش کئے جاتے ہیں۔

(۴) زلزلے آنے کے اسباب

(۵) اربعین حدیثا

(۶) فن اسماء الرجال

(۷) الامام ابوداود ومکانتہ کتابہ السنن

(۸) الامام البخاری

(۹) الامام مالک ومکانتہ کتابہ المؤطا

(۱۰) کتاب الزہد الکبیر

(۱۱) الدفاع عما اوردہ ابن الجوزی علی الصحاح

مولانا محمد ثانی حسنی لکھنوی:

دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی (انڈیا) آپ کا پیدائشی وطن ہے آپ کے والد محترم کا نام مولانا سید رشید احمد صاحب ہے۔ مولانا نے سنہ ۱۹۳۳ء سے لیکر سنہ ۱۹۳۹ء تک دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بعد ازاں سنہ ۱۹۴۰ء میں اورنٹیل کالج لاہور میں عربی تعلیم حاصل کی۔ سنہ ۱۳۶۱ھ بمطابق سنہ ۱۹۴۲ء میں آپ نے مظاہر علوم سے فراغت پائی۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد چھ ماہ تک آپ کا قیام مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی میں رہا۔ جہاں رہ کر آپ نے دعوت وتبلیغ میں اپنا وقت صرف کیا اور بکثرت تبلیغی اسفار کیئے۔ سنہ ۱۳۶۲ھ میں حجاز کا سفر کیا اور سات ماہ وہاں قیام رہا اس سفر کا مقصد بھی دعوت وتبلیغ تھا۔

ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۶۳ھ میں حضرت شیخ الحدیثؒ سے بیعت ہوئے اور آپ کی جانب سے اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

تصنیفات وتالیفات :۔

(۱) سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ

یہ کتاب حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی مکمل اور مستند سوانح حیات ہے۔ اس میں کاندھلہ وجھنجانہ کے خاندانی بزرگوں کے حالات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا ذکر خیر، تبلیغی جماعتوں کے مجاہدات اور سفروں کی سرگذشت ہے۔ کتاب کے شروع میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زادمجدہ کے قلم سے حضرت شیخ الحدیثؒ کے حالات زندگی بھی ہیں۔ جس کے صفحات (۷۹۲) ہیں اور سائز ۱۸x۲۲/ ۸ ہے۔

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ''تبلیغی جماعت تو سراسر عملی ہے جب تک اس میں عملا شرکت نہ کی جائے اس کے فوائد واثرات کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔ مگر آپ کے قلم نے جماعت کے نظام اور کاموں کا ایسا مؤثر اور جاندار نقشہ کھینچ دیا ہے کہ بے اختیار دل اس کی طرف کھنچتا ہے اور اس کتاب کا پڑھنے والا بھی دینی فوائد سے محروم نہیں رہتا۔ اس اعتبار سے اس کو تبلیغی جماعت کا صحیفہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔'' (37)

مولانا محمد ادریس صاحب ندوی شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے لکھا ہے کہ :۔

''یہ کتاب معلومات کی کثرت اور اس کے استناد، حسن ترتیب اور طرز نگارش ہر اعتبار سے کامیاب ہے۔ اہل ذوق تو اس سے لطف ہی اٹھائیں گے لیکن اگر کبھی کسی اسکالر نے تبلیغی تحریک کو اپنی ریسرچ کا موضوع بنایا تو یقیناً اس کتاب سے زیادہ مفید کوئی دوسری چیز اس کو نہ مل سکے گی۔

اللہ تعالیٰ نوجوان مصنف کی محنتوں کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو زائد از زائد فائدہ حاصل ہو۔

پاکستان میں یہ کتاب بڑی آب وتاب کے ساتھ ناشران قرآن لمیٹڈ اُردو بازار لاہور کی جانب سے شائع ہو چکی ہے جس کا سائز ۲۰x۳۰/ ۱۶ ہے۔ اور صفحات ۸۰۲ ہیں۔

(۲) حیات خلیل :۔

یہ حضرت اقدس خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ کی مکمل سوانح حیات ہے، اس میں حضرت کے علمی کمالات، دینی خدمات، امتیازات وخصوصیات اور تصنیفات کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ یہ دو حصوں پر مشتمل ہے اس کے صفحات ۶۱۲ ہیں اور سائز ۱۸x۲۲/ ۸ ہے۔

مذکورۃ بالا تصانیف کے علاوہ درج ذیل تصانیف بھی مولانا کی علمی وتحقیقی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔

(۳) گلدستہ حمد وسلام

(۴) امام ربانیؒ

(۵) ہم آپ اور وہ

(۶) تذکرہ مولوی محمد ہارون کاندھلوی

(۷) سادات قافلہ

(۸) خانوادہ حضرت شاہ علم اللہ

(۹) دائرہ شاہ علم اللہ، مقامات وشخصیات

(۱۰) زبان کی خوبیاں

(۱۱) تذکرہ مولانا محمد الحسنی

(۱۲) شام اندلس

(۱۳) شمع ہدیٰ (حضرت شیخ الحدیثؒ کی منقبت میں دس ۱۰ نظموں کا مجموعہ)

(۱۴) السلامۃ المحدث الکبیر الشیخ خلیل احمد الانصاری السہارنفوری

(۱۵) مسلمان جہاں بستے ہیں

(۱۶) صادقین صادقپور

(۱۷) دیار حرم میں

(۱۸) اسلامی اخلاق

(۱۹) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب

مولانا شیخ محمد حامد المفرغانی النمنکانی:۔

آپ کی پیدائش سنہ ۱۳۲۰ھ میں نمنکان میں ہوئی جو فرغانہ کا ایک شہر ہے۔ والد ماجد کا نام شیخ مرزا خان بخاری ہے۔ مولانا کا نشو ونما وہیں ہوا۔ ایک طویل عرصہ تک سید ثابت ابوالمعانی جو وہاں کے ممتاز اور اونچے علمائے احناف میں تھے کی خدمت میں رہ کر ان سے علمی استفادہ کیا اور ان کے تلمیذ خاص بن کر رہے۔ لیکن جب وہاں انقلاب آیا اور علمی ودینی

حلقے ابتلاء وآزمائش میں جکڑ لیئے گئے تو آپ نے وہاں سے ہجرت فرمائی۔ چونکہ ابھی تک آپ کی علمی پیاس بجھی نہیں تھی اس لئے آپ نے ہندوستان کا رخ کیا اور سہارنپور پہنچ کر مدرسہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ مظاہر علوم سے مولانا کی فراغت سنہ ۱۳۵۴ھ میں ہوئی۔ یہاں آپ نے صحاح ستہ مکمل طور پر پڑھا۔

آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت مولانا شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔ سنہ ۱۳۶۵ھ میں آپ نے اپنا مسکن مدینہ طیبہ کو بنایا وہاں کے قیام میں سند علم سنبھالی اور بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداود شریف، ابن ماجہ، ہدایۃ مختصر الوقایہ وغیرہ کا درس دیتے رہے۔

علم وعمل زہد وتقویٰ، خشیت وانابت کی وجہ سے آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں عوام وخواص کے حلقوں میں مرجعیت اور مرکزیت حاصل کرلی۔ اہل مدینہ اور اہل بخاری نے آپ سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ اور آپ کے درس وافادہ سے اپنی علمی پیاس بجھائی۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۶ھ میں مدرسہ صولیتہ مکہ مکرمہ میں ایک جلیل القدر حنفی عالم ہونے کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا۔ یہاں آپ نے علم ونحو وصرف کی مختلف کتابوں کے ساتھ جلالین شریف اور سنن ابن ماجہ کا درس دیا۔ آخر شعبان سنہ ۱۳۸۹ھ میں آپ واپس مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور ہمیں کے قیام میں ۱۵ ذی الحج سنہ ۱۳۹۳ھ میں وصال فرمایا اور وہیں جنت البقیع کے پرکیف قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔''(38)

تصنیفات وتالیفات:۔

(۱) ایقاظ المسلمین الیٰ مافیہ اصلاح الدین:۔

''یہ کتاب ایک مقدمہ دوحصوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں مصنف مرحوم نے بڑی شرح اور وضاحت کے ساتھ قرآن پاک کی اہمیت اس کے حفظ وضبط اور اس پر عمل کرنے سے بحث کی ہے۔ اپنے موقف کی تشریح کے سلسلہ میں مصنف نے تقریباً ڈھائی سو احادیث اس کتاب میں جمع فرمائیں ہیں۔

(۲) المسائل التسع:۔

مصنف نے اپنی اس تالیف میں نو مسائل پر کلام کیا ہے اپنے موضوع اور بیش قیمت مواد کی وجہ سے یہ رسالہ کافی تحقیقی اور علمی ہے اس کا پہلا ایڈیشن سنہ ۱۳۸۴ھ بمطابق سنہ ۱۹۶۴ء میں مطبع برکات دمشق سے اور دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۳۸۵ھ میں ''دعوۃ الحق'' کراچی پاکستان سے شائع ہوا۔ جس کے صفحات ۶۰ ہیں اور سائز ۳۰×۲۰/۱۶ ہے۔

(۳) الفتح الرحمانی فی فتاویٰ السید ثابت ابی المعانی:۔

مولانا سید ثابت ابی المعانی علیہ الرحمہ (م ۱۳۴۶ھ)

بلاد ماوراء النہر کے ایک مشہور عالم دین اور مفتی شہر تھے۔ ایک طویل عرصہ تک مفتی صاحب موصوف نے وہاں منصب افتاء کی بلند و بالا خدمات انجام دیں۔ اور فقہ و فتاویٰ کے ذریعہ مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ مولانا حامد مرزا خان نے ان کو کتابی شکل میں جمع کر کے فقہی انداز پر ترتیب دیا اور اس پر مفید اضافے کیئے کتاب کا سائز ۳۰×۲۰/ ۸ ہے صفحات ۸۰۴ ہیں۔

مولانا حبیب الدین صاحب رنگونی:

آپ کی پیدائش سنہ ۱۳۵۰ھ میں موضع مینڈ و برما میں ہوئی آپ کے والد محترم کا نام عبدالرحمٰن صاحب ہے۔

مولانا کی ابتدائی تعلیم مدرسہ مدینۃ العلوم برما مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں ہوئی۔ بعد از اں مظاہر علوم میں چلے آئے اور ذی الحج سنہ ۱۳۷۰ھ میں داخلہ لیا۔ سنہ ۱۳۷۲ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

مولانا موصوف اپنے علاقے کی بڑی مسجد کے خطیب ہیں۔

آپ کی مستقل کوئی تصنیف نہیں ہے البتہ درج ذیل کتب کے تراجم آپ نے برمی زبان میں کیئے ہیں۔

(۱) اضافات یومیہ:۔

یہ حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہ کے ملفوظات کا ایک مجموعہ ہے مولانا موصوف نے اس کے منتخبات کا ترجمہ برمی زبان میں کیا ہے۔

(۲) مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت:۔

موصوف نے اپنے ملک کی تبلیغی اور دینی ضرورت کو سامنے رکھ کر اسکا برمی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

(۳) آخری تقریر:۔

لاہور بلال پارک میں حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے جو آخری تقریر فرمائی تھی۔ موصوف نے اس کو برمی زبان میں منتقل کر دیا۔''(39)

جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی اعظم:

''آپ کی پیدائش بروز جمعہ بارہ (۱۲) ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام مولانا نذیر احمد ہے۔ مولانا نے اپنی ابتدائی تعلیم مدرسہ منبع العلوم خیرآباد وغیرہ میں حاصل کی سنہ ۱۳۷۳ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیکر کتب صحاح پڑھیں۔ آپ نے بخاری شریف اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔ فراغت کے بعد ایک سال آپ نے مظاہرالعلوم میں مزید قیام کر کے افتاء کی کتابیں پڑھیں۔

فنون کے ساتھ آپ فتاویٰ نویسی کی مشق بھی کرتے رہے۔مظاہر علوم سے تکمیل کے بعد آپ نے ایک سال تک دارالمبلغین لکھنؤ میں رہ کر مذاہب مختلفہ اور ادیان باطلہ کا مطالعہ کیا اور اس موضوع پر اپنی معلومات میں پیش قیمت اضافہ کیا۔اب عرصہ ۱۴۔۱۵ سال سے جامعہ عربیہ حیات العلوم میں تعلیمی خدمات دے رہے ہیں۔وہاں پر آپ دارالافتاء سے منسلک ہوکر فقہ وفتاویٰ کے ذریعہ بھی دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے تصنیف وتالیف کا پاکیزہ ذوق بھی دیا ہے اور قلم کی صلاحیتوں سے بھی نوازا ہے۔جیسا کہ مولانا کی پر مغز تصانیف سے معلوم ہوتا ہے۔''(40)

تصنیفات وتالیفات

(۱) تذکرۃ المصنفین :۔

''اس کتاب میں موصوف نے درس نظامی درس عالیہ وندوۃ العلماء اور سرکاری عربی نصاب کے مصنفین کے حالات تحریر فرمائے ہیں اور ان کا ایک جامع اور مستند تذکرہ مرتب کیا ہے۔مجموعی طور پر اس تالیف میں ایک سونوے (۱۹۰) کتب اور ان کے مصنفین کے حالات آگئے ہیں ۲۰x۳۰/۱۶ سائز پر یہ کتاب سنہ ۱۳۷۹ھ میں مکتبہ معارف کانپور سے شائع ہوئی جسکے صفحات ۳۶۰ ہیں۔

(۲) نماز کی اہمیت :۔

کتاب کا موضوع اور مقصد نام سے ظاہر ہے کتاب میں قرآن مجید وحدیث اور حضرات صحابہ کرامؓ کے قصص وواقعات لکھے گئے ہیں کتاب کے صفحات ۲۸ ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

(۳) ایمان ویقین :۔

ایمان ویقین کس طرح حاصل ہوتا ہے اور ایمان ویقین کسے کہتے ہیں اسکا کیا مقام ہے۔ان دونوں چیزوں کے حاصل ہونے کے بعد زندگی میں کیا کیا انقلابات رونما ہوئے ہیں۔اس اہم موضوع پر مولانا موصوف کی یہ ایک مفید تقریر ہے جسے کتابی شکل میں شائع کردیا گیا۔کتاب کے صفحات ۳۱ ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

(۴) شب برأت :۔

اس کتاب میں شعبان وشب برأت کی فضیلت اس مبارک رات میں کیئے جانے والے مسنون اعمال ہیں مجموعی طور سے جو اعمال موجب ترقی ایمان ہیں ان کو عام سلجھے ہوئے انداز میں لکھدیا گیا ہے کتاب کے صفحات ۳۱ ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

(۵) محبت الٰہی :۔

یہ مفتی صاحب موصوف کی ایک تقریر ہے جو آیت شریفہ والذین امنوا اشد حبا للّٰہ پر کی گئی ہے کتاب کے صفحات ۱۴ ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

(۶) قرآن مجید اور اس کے حقوق:۔

کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے موصوف نے اس کتاب میں بڑی تحقیق وجستجو کے بعد قرآن پاک کے حقوق پر بیش قیمت مواد جمع فرمایا ہے کتاب کے صفحات ۳۲۰ ہیں جس کا سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

(۷) مسائل اذان:۔

مفتی صاحب موصوف کی یہ تالیف اپنے موضوع پر بہت مفید اور کامیاب تالیف ہے۔ موضوع سے متعلقہ مسائل ومباحث اسمیں جس وضاحت اور تفصیل سے لکھدیئے گئے ہیں اس کا اندازہ کتاب کے ان عنوانات سے ہوسکتا ہے۔

اذان کی فضیلت اور اس کا ثواب، نماز کے اوقات، اذان کی شرائط اذان کے احکام، مؤذن کے اوصاف وآداب، اذان کے سنن ومستحبات، اذان کے متفرق مسائل، اذان کا جواب، متفرق مسائل، اذان میں انگھوٹھے چومنا تھویب، اقامت کا بیان، جن کتابوں کے ماخذ اور حوالے مفتی صاحب نے اس میں دیئے ہیں وہ ایک شمار کے مطابق ۳۶ ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب بڑی تحقیق سے لکھی گئی ہے۔ اسکا سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے اور صفحات ۹۶ ہیں۔

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ درج ذیل تصانیف بھی مولانا کی علمی وتحقیقی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔

(۸) شرح مفید الطالبین
(۹) کتاب المسائل
(۱۰) ترجمہ تفسیر بیضاوی سورہ بقرہ
(۱۱) شرح جامع ترمذی
(۱۲) کتاب الاذکار للنودی
(۱۳) فتاوی جدیدہ
(۱۴) ختم نبوت
(۱۵) سیرت حضرت حمزہؓ
(۱۶) تاریخ علوم وفنون
(۱۷) مسائل سندہ سہو
(۱۸) حاشیہ زادالطالبین
(۱۹) قربانی
(۲۰) رمضان اور اسکے روزے
(۲۱) علم کی اہمیت
(۲۲) اُردو عربی جدید ڈکشنری

(41)

مولانا خلیل الرحمٰن صاحب نعمانی:

''مولانا کی پیدائش قصبہ کلیانہ ریاست جیند کی ہے آپ کے والد محترم کا نام قاضی فضل الرحمٰن صاحب ہے شوال سنہ ۱۳۵۲ھ میں آکر مظاہر علوم میں داخل ہوئے۔ سنہ ۱۳۵۹ھ میں دورہ حدیث شریف میں شامل ہوئے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد حضرت مولانا احمد علی صاحب مفسر قرآن کے درس میں بھی شریک ہوئے۔ اس سال کے طلباء میں سو (۱۰۰) میں سے چھیانوے (۹۶) نمبر حاصل کر کے دوسرے نمبر پر کامیاب ہوئے۔

قیام پاکستان تک مولانا اپنے وطن میں رہے اور درس و تدریس وعظ و خطابت کے ذریعے دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ گیارہ نومبر سنہ ۱۹۴۷ء سے مستقل کراچی میں قیام کر لیا اور وہیں علمی مشاغل میں مصروف ہیں۔

ایک طویل زمانہ تک آپ مدرسہ دارالعلوم کراچی میں رہے وہاں مختلف خدمات انجام دیں۔ جب دارالعلوم کراچی کا ایک رسالہ ''البلاغ'' شائع ہوا تو اس کے مدیر بنائے گے۔'' (42)

تالیفات وتصنیفات

(۱) الادب المفرد:۔

''عربی متن مع ترجمہ:۔ امام بخاریؒ کی شہرہ آفاق تالیف الادب کا یہ ترجمہ بھی مولانا نعمانی کے قلم سے ہے۔ اس عظیم کتاب میں روزمرہ زندگی کے زریں اصول درج ہیں جو ہر انسان کے لئے سرچشمہ ہدایت ہیں ایک کالم میں اصل عربی عبارت اور دوسرے مقابل کالم میں اُردو ترجمہ مع ضروری فوائد کے لکھدیا گیا ہے۔ اپنی افادیت کی بناء پر اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے۔ کتاب کا سائز ۲۶×۲۰/۱۶ ہے اور صفحات چھ سو (۶۰۰) ہیں۔

مذکورہ بالا کے علاوہ نعمانی صاحب کی درج ذیل تصانیف کے صرف اسماء پیش کئے جاتے ہیں۔

(۲) المعجم اُردو عربی
(۳) ترجمہ قدوری اُردو
(۴) نماز مترجم کامل
(۵) منتخب و پسندیدہ اسلامی نام
(۶) خواتین کا حج وعمرہ
(۷) رہنمائے
(۸) خزینۂ رحمت
(۹) کتاب الزکوۃ
(۱۰) قائدہ یسرنا القرآن
(۱۱) ہماری دعوت
(۱۲) کلام پاک کے معجزے
(۱۳) رہنمائے عمرہ وزیارت

مولانا محمد سلمان صاحب سہارنپوری:

آپ کی پیدائش تیرہ (۱۳) ذیقعدہ سنہ ۱۳۶۵ھ بمطابق دس (۱۰) اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ء پنجشنبہ کی شب میں سہارنپور میں ہوئی۔ والد محترم کا نام مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب ہے۔ سب سے اول قرآن مجید حفظ کیا جس کا آغاز ۲۴ جمادی الثانی سنہ ۱۳۷۱ھ بمطابق ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۵۲ء شنبہ کو حضرت شیخ الحدیثؒ کی مجلس میں ہوا۔ ۲۹ شعبان سنہ ۱۳۷۷ھ کو قرآن مجید حفظ کیا۔ رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۱ھ میں مسجد حکیماں سہارنپور میں پہلی محراب سنائی۔

۲۷ شوال سنہ ۱۳۸۱ھ بمطابق ۳ اپریل سنہ ۱۹۶۲ء میں آپ بعمر پندرہ ۱۵ سال جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے۔ سنہ ۱۳۸۶ھ میں دورہ حدیث مکمل فرمایا آپ نے بخاری شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی۔

شوال سنہ ۱۳۸۶ھ میں فنون کی کتابیں پڑھیں سنہ ۱۳۸۷ھ میں مظاہر کے استاذ بنائے گئے۔ سنہ ۱۳۹۶ھ میں مظاہر کے استاذ حدیث بنائے گئے۔

''حضرت شیخ الحدیثؒ نے آخر عمر مبارک میں اپنی عربی تصنیفات وتالیفات کی تکمیل وترتیب مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ عالی اور مولانا سلمان صاحب مدظلہ عالی کو سونپ دی تھی۔ ان دونوں حضرات نے یہ خدمت بڑی ذمہ داری اور سعادت مندی کے ساتھ انجام دی۔ اس سلسلہ کی متعدد کتب ان ہر دو حضرات کی مساعی جمیلہ سے مرتب ہو کر شائع چکیں۔ جن میں سرفہرست حجۃ الوداع وعمرات النبی ﷺ (ایک جلد) اور الابواب والتراجم للبخاری (چھ جلدیں) ہیں

(۱) تقریر بخاری:۔

یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے درس بخاری کے افادات کا مجموعہ ہے جسے موصوف نے دوران درس قلم بند کیا ہے۔ یہ تقریر ۲۷x۱۷/۴ سائز کے ۳۴۴ صفحات پر مشتمل ہے جو بڑی عرق ریزی اور محنت کے بعد مرتب ہوئی ہے۔

(۲) تقریر مشکوۃ شریف:۔

مولانا موصوف نے مشکوۃ شریف حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اور حضرت مولانا محمد یونس صاحب سے پڑھی ہے یہ انہی کے درسی افادات کا قیمتی مجموعہ ہے جو کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے متعدد حضرات اہل علم اس کی نقلیں حاصل کر چکے۔

(۳) تقریر طحاوی شریف:۔

یہ درس نظامی مشہور کتاب طحاوی کی تقریر ہے جو تقریباً اس کی شرح کے قائم مقام ہے۔ اسکے علاوہ موصوف نے (۴) تقریر شرح جامی اور (۵) تقریر کافیہ بھی قلم بند فرمائی ہیں۔'' (43)

مولانا شمس الضحیٰ صاحب برمی :

''آپ کی پیدائش اپنے وطن چوکھ (برما) میں ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام مولانا بدیع الرحمٰن صاحب ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی پھر جامعہ عربیہ دارالعلوم تامبولے رنگون میں پڑھیں اس کے بعد آپ نے ہندوستان کا رخ کیا اور سنہ ۱۳۷۶ھ میں آپ نے مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لے کر دورہ حدیث پڑھا۔ آپ نے بخاری شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی۔

مظاہر علوم سے فارغ ہوکر آپ دارالعلوم تانبولے رنگون میں استاذ مقرر ہوئے چھ ۶ سال تک یہاں تدریس کی خدمات انجام دیں پھر سنہ ۱۳۸۱ھ کے آخر میں جامعہ صوفیہ عربیہ رنگون کے صدر مدرس بنائے گئے اس وقت وہاں صرف ابتدائی تعلیم ہوتی تھی آپ کی سات ۷ سالہ محنت وجدوجہد کے بعد سنہ ۱۳۹۰ھ سے اس مدرسہ میں دورہ حدیث کا آغاز ہوا۔ سنہ ۱۳۹۱ھ سے اس ادارہ سے علماء وحفاظ سند فراغت لیکر نکلنے لگے۔ چنانچہ اسوقت سے سنہ ۱۳۹۸ھ تک ایک سو چونتیس (۱۳۴) علماء فارغ التحصیل ہوئے مولانا موصوف نے ابتداء تین سال تک مشکوۃ شریف اور ترمذی شریف کا اس مدرسے میں درس دیا۔ اب شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہیں اور بخاری شریف کا درس درے رہے ہیں۔

آپ نے تالیفی میدان میں ایک عظیم علمی خدمت، تلخیص البخاری کے نام سے انجام دی ہے بخاری شریف کی یہ شرح متقدمین ومتاخرین کی بہترین تالیفات اور تحقیقات سے مزین ہے ملک برما میں تحریری وتشریحی طور پر حدیث خصوصاً بخاری شریف پر یہ اولین خدمت ہے۔ جو مولانا موصوف کے ذریعے سے اللہ پاک نے لی ہے اس شرح کی جلد اول ۴۵۰ صفحات پر شائع ہوئی ہے سائز ۱۶x۲۶/۸ ہے بقیہ جلدیں زیر طبع ہیں۔''(44)

حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی:

''آپ کی پیدائش سنہ ۱۳۴۵ھ میں مقام ہتورا ضلع باندہ میں ہوئی آپ کے والد محترم کا نام سید احمد ہے ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور حفظ قرآن پاک اپنے جید امجد قاری عبدالرحمٰن صاحب تلمیذ راس المحدثین حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی کے پاس حفظ کیا۔ سنہ ۱۳۴۹ھ میں آپ نے مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔

سنہ ۱۳۶۳ھ میں دورہ حدیث پڑھا اور آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔ فراغت کے بعد درس وتدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ تین سال تک متعدد مقامات پر درس دیتے رہے۔ اس کے بعد اپنے علاقہ ہتورا تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر فتنہ ارتداد کا مقابلہ کیا۔ مسلسل محنت اور جدوجہد بارآور ہوئی اور جو لوگ مرتد ہوگئے تھے وہ دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے۔

مولانا کا محبوب مشغلہ مکاتب قرآنیہ کا قائم کرنا ہے اس وقت تک تیئیس (۲۳) سے زائد مقامات پر مقاتب و مدارس قائم کر چکے ہیں جہاں (۳۰۰۰) تین ہزار سے زائد طلبہ بیک وقت تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

آج کل مولانا محترم اپنے قائم کردہ مدرسہ جامعہ عربیہ ہتورا ضلع باندہ انڈیا میں انتظامی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مدرسہ دارالاشاد بنکی بارہ بنکی، جامعہ انوارالعلوم مؤائمہ الہ آباد وغیرہ اداروں کے بھی آپ رکن اور ممبر ہیں۔'' (45)

تصنیفات وتالیفات

(۱) آداب المعلمین والمتعلمین :۔

''اس کتاب میں دو عنوان قائم کئے گئے ہیں معلمین کے آداب اور متعلمین کے آداب ہر دو عنوان کے تحت دس دس آداب لکھے گئے ہیں پہلے باب میں بتلایا ہے کہ اساتذہ کو شاگردوں کے ساتھ کیا معاملہ رکھنا چاہیے ان کی تربیت اور خیر خواہی کا انداز کیا ہو۔ دوسرے عنوان کے ذیل میں تلامذہ کو سمجھایا ہے کہ وہ اپنے مشفق اساتذہ کے ساتھ کیا برتاؤ کریں کتاب کے صفحات ۱۶۴ ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

(۲) فضائل نکاح :۔

اسلام میں شادی کی حقیقت و اہمیت اور اس کے فضائل، نکاح اور اسکے متعلقات کا صحیح تعارف اور آخر میں نکاح کا طریقہ اور خطبہ نکاح بھی شامل ہے۔ صفحات ۶۴ ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ ذیل میں صرف اسماء پیش کئے جاتے ہیں۔

(۳) تسہیل التجوید
(۴) احکام المیت
(۵) تسہیل المنطق
(۶) حق نما
(۷) تسہیل الصرف۔
(۸) اسعاد الفہوم شرح معلم العلوم
(۹) تسہیل النحو
(۱۰) فضائل علم
(۱۱) قواعد فارسی

مولانا صدرالدین عامر صاحب انصاری رامپوری :

آپ کی پیدائش رامپور میں ہوئی والد محترم کا نام مولانا حکیم محمد طیب صاحب تھا۔

سنہ ۱۳۶۲ھ میں آپ نے مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور سنہ ۱۳۶۵ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ آپ نے

بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

مظاہر علوم سے فراغت پاکر مولانا کچھ عرصہ نظام الدین رہے اسکے بعد دار العلوم دیوبند میں مشق افتاء کی غرض سے داخلہ لیا۔ وہاں کے قیام میں ترتیب فتاویٰ میں مشغول رہے۔

سنہ ۱۹۴۹ء کے اواخر میں دیوبند سے بھوپال چلے گئے اور مدرسہ احمدیہ میں شیخ التفسیر کے عہدہ پر فائز ہو کر جلالین شریف اور دیگر اعلیٰ کتب پڑھائیں اور پھر اپنے وطن رامپور تشریف لائے۔ سنہ ۱۹۵۲ء کے شروع میں مولانا ابوالکلام آزاد سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجلس الہند روابط الثقافیہ کے کتب خانے کی ترتیب وتدوین کی ذمہ داری مولانا کو سونپی۔ مولانا بڑی ذمہ داری کے ساتھ یہ خدمت انجام دے کر اپنی خوش ذوقی وصلاحیتوں کا ثبوت دیا۔ سات (۷) صفر سنہ ۱۳۷۵ھ بمطابق پچیس ۲۵ ستمبر سنہ ۱۹۵۵ء میں مرکزی وزارت تعلیم حکومت ہند کی طرف سے مصر بھیجے گئے وہاں سے واپسی پر مجلس کے عربی رسالہ الثقافتہ الہند سے وابستہ کر دیئے گئے۔

اُردو، عربی اور فارسی زبان پر مکمل طور سے قابو یافتہ کے ساتھ فرنچ (فرانسیسی) اور انگریزی زبان میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔'' (46)

تالیفات وتصنیفات

(۱) فضائل علم ومناقب علماء:۔

''حضرت شیخ الحدیثؒ کی تالیفات (کتب فضائل اور الاعتدال وغیرہ) نیز صحاح کی کتب العلم مشکوۃ شریف، جامع بیان العلم وغیرہ میں علم کے فضائل اور علماء کے مناقب سے متعلق جو مضامین ملتے تھے مولانا محترم نے ان کو حسن ترتیب کے ساتھ اس کتاب میں جمع کر دیا۔ انداز بیان مؤثر اور دل نشین ہے کتاب کے صفحات ۱۰۴ ہیں اور سائز ۲۲x۱۸/ ۸ ہے۔

اسکے علاوہ حضرت مولانا کی مندرجہ ذیل تصانیف بھی ہیں۔

(۲) فضائل مسجد
(۳) الصلوٰۃ
(۴) فضائل علم
(۵) فضائل دعا
(۶) فضائل نکاح وحسن معاشرت
(۷) سوانح حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ
(۸) ترجمہ اُردو حیات الصحابہؓ
(۹) الشیخ محمد الیاس ودعوۃ الدینیہ
(۱۰) حقوق ہمسایہ
(۱۱) اللغۃ العربیہ
(۱۲) جامعہ مظاہر علوم
(۱۳) تبلیغی چھ نمبر
(۱۴) زکوٰۃ کیا ہے
(۱۵) کلمہ

مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی:

مولانا موصوف کی پیدائش موضع محی الدین پور عرف کسولی میں (۷) سات شعبان سنہ ۱۳۲۲ھ بمطابق نومبر سنہ ۱۹۵۴ء میں ہوئی۔ والد محترم کا نام سید محبوب علی ہے۔ قرآن پاک کے چند پارے والد مرحوم سے پڑھے۔ اسکے بعد مقامی پرائمری اسکول میں درجہ چہارم تک پڑھ کر تین محرم الحرام سنہ ۱۳۳۸ھ میں مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں داخلہ لیا اس کے بعد دورہ حدیث پڑھنے کے لئے حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ سے مشورہ لیا تو آپ نے مظاہر علوم میں داخل ہونے کا مشورہ دیا اس پر آپ سنہ ۱۳۴۹ھ میں مظاہر العلوم میں داخل ہوئے اور صحاح ستہ پڑھا۔

آپ نے بخاری شریف اور ابو داود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔ فراغت کے بعد مولانا کا ارادہ تھا کہ واپس وطن لوٹ جائیں لیکن حضرت مولانا الحاج عبد اللطیف صاحبؒ کی ترغیب پر فنون میں داخلہ لیا اور تکمیل کے بعد مولانا موصوف کا تقرر جامعہ مظاہر علوم کے دار الافتاء میں نقل فتاویٰ کے لئے ہوا۔ یہاں مولانا نے شعبان سنہ ۱۳۶۳ھ تک جانفشانی وتندی سے کام کیا اور اس عرصہ میں فتاویٰ مظہریہ کی پندرہ (۱۵) جلدیں لکھیں۔ کچھ عرصہ آپ نے مظاہر علوم میں درس بھی دیا ہے اور ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔ چھ ذی الحجہ سنہ ۱۳۷۲ھ میں مظاہر علوم میں چھبیس (۲۶) سالہ قیام کے بعد بحکم حضرت مولانا شبیر علی صاحب اور حضرت مولانا وصی اللہ صاحب خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون چلے گئے اور وہاں کی انتظامی خدمات سنبھالیں۔ تھانہ بھون میں دیگر دینی معمولات ومشاغل کے علاوہ بعد نماز عشاء اور بعد نماز جمعہ حضرت اقدس تھانوی کے مواعظ وملفوظات اور آپ کی کوئی سی تصنیف سنانے کا التزام کر رکھا ہے۔ موصوف حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے مجازین صحبت میں سے ہیں اور حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کے خلیفہ مجاز بیعت ہیں۔

اٹھارہ (۱۸) شعبان سنہ ۱۳۹۸ھ بمطابق ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۷۸ء میں آپ کا وصال قصبہ تھانہ بھون میں ہوا اور وہیں

تدفین عمل میں آئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ'' (47)

تصنیفات وتالیفات

(۱) بیان کی تعلیم :۔

''حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ نے ۱۱ رجب سنہ ۱۳۳۰ھ میں مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں طلباء کے مجمع میں ایک تقریر فرمائی تھی اس کا نام تعلیم البیان تھا۔ اس تقریر کو مولانا سید احمد صاحب تھانوی فاضل مظاہر علوم نے ضبط فرمایا حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کے ارشاد پر سنہ ۱۳۴۸ھ میں مولانا ظہور الحسن صاحب نے اس کی شرح فرمائی جس کا نام بیان کی تعلیم رکھا یہ کتاب ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

(۲) ارواح ثلاثہ :۔

یہ کتاب دراصل تین تالیفات، امر الروایات، روایات الطیب اور اشرف التنبیہ کا مجموعہ ہے۔ ان ہر سہ رسائل میں متعدد بزرگوں کی حکایات متفرق اور مختلف طرح سے منتشر تھیں مولانا موصوف نے ان ہر سہ کتب کو ترتیب دیکر ایک مجموعہ تیار کر دیا اور ہر بزرگ سے متعلق حکایات یکجا کر دیں۔ مزید اضافے بھی مولانا نے اس میں کئے ہیں۔ کتاب میں مجموعی طور پر ساٹھ بزرگان دین کے ۴۵۵ واقعات مذکور ہیں مجموعی صفحات ۴۳۲ ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اس کتاب پر حواشی تحریر فرمائے ہیں جو ''شریف الدرایات'' کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔ (48)

مولانا شیخ عبدالحق نقشبندی مدنی :

''مولانا موصوف کی پیدائش مدینہ منورہ (سعودی عرب) میں سنہ ۱۳۲۱ھ میں ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام شیخ عبدالسلام نقشبندی ہے۔ مدینہ منورہ کے مدارس ابتدائی اور ثانوی میں ابتدائی تعلیم حاصل کر کے ہندوستان کا قصد کیا اور مظاہر علوم میں پہنچ کر نصاب مدرسہ کے موافق تعلیم حاصل کی۔ مولانا کا داخلہ مدرسہ سنہ ۱۳۴۲ھ میں ہوا۔

سنہ ۱۳۴۴ھ میں آپ نے مظاہر علوم کے کبار محدثین سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ مظاہر علوم سے رخصت ہوتے وقت مولانا کو سند درجہ اول دی گئی اس سند پر حضرت اقدس سہارنپوریؒ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ، حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحبؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوریؒ، مولانا منظور احمد صاحبؒ، علامہ صدیق احمد صاحب کشمیریؒ، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ کے دستخط ہیں۔'' (49)

سنہ ۱۳۴۴ھ میں فراغت پا کر مدینہ منورہ واپس ہوئے اور مدرسہ علوم شرعیہ میں استاذ بن کر حدیث شریف کا درس دینا شروع کیا۔ چار سال بعد حکومت سعودیہ عربیہ کی طرف سے سعودی مدارس میں معلم اول متعین ہوئے تیرہ ۱۳۔ چودہ ۱۴ سال تک دار الصناعتہ (پارچہ بانی) کے مدیر رہے۔ اس کے بعد وزارت مالیہ میں وکیل بنائے گئے۔ چند سال بعد ترقی پا کر محاصی ذرارہ الحالیہ (مشیر قانونی وزارت مالیہ) بنائے گئے۔ سنہ ۱۳۸۲ھ میں ساٹھ سالہ عمر ہو جانے پر پنشن حاصل کی اب آج کل صرف اہل قضایا کو مشورے دینا اپنا مشغلہ بنا رکھا ہے۔

مولانا سید عبدالکریم صاحب مدنی اور مولانا عبدالحق صاحب نقشبندی (مدنی) جب علوم دینی سے تکمیل کے بعد واپس اپنے وطن لوٹے اور مدرسہ علوم شرعیہ (مدینہ منورہ) میں استاذ حدیث منتخب کئے گئے تو اس موقعہ پر بطور تشکر کے مظاہر علوم کے روداد نویس نے لکھا تھا کہ:۔

''مژدہ:۔ مظاہر علوم کی کس قدر خوش نصیبی ہے کہ مولوی شیخ عبدالحق مدنی اور مولوی سید عبدالکریم نبیرہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مہاجر مدینہ طیبہ جو سنہ ۱۳۴۴ء میں فارغ التحصیل ہوئے تھے مدینے منورہ پہنچ کر اس مدرسہ الایتام میں جو حضرت مولانا سید احمد مدظلہ برادر حضرت مولانا حسین احمد صاحب نائب شیخ الہند کا جاری فرمودہ ہے حدیث کا درس دے رہے ہیں۔ مبارک ہو ان حضرات کو جنہوں نے ان دونوں صاحبوں کے ایام تعلیم میں اپنا روپیہ لگایا ہے کہ آج ان کے ہر ایک نیک عمل سے ان کو بھی اجر مل رہا ہے اور پھر مدینہ منورہ میں رہ کر خدمت حدیث جہاں ایک نیک عمل کا نصف لاکھ ثواب ملتا ہو تو خیال فرمائیے کہ ان حضرات کی قسمت کا ستارہ کس قدر بلند ہے کہ خدا معلوم کس قدر اجر اس وقت تک لکھا جا چکا ہوگا اور کس قدر لکھا جا رہا ہے اور کس قدر آئندہ اور پھر کس قدر اجر ان دونوں کے سلسلہ تلامیز سے لکھا جائے گا۔''(50)

تصنیفات و تالیفات

چھ سفرنامے ہیں جو مولانا نے تالیف کئے ہیں ان سفرناموں میں اپنے مشاہدات واقعات اور سفری روئداد کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔

(۱)	رحلتی للبلاد العربیہ	(۴)	رحلتی لاوربا الغربیہ
(۲)	رحلتی لافریقیا الشمالیہ	(۵)	رحلتی ترکیہ
(۳)	رحلتی للاندلس	(۶)	رحلتی للولایات المتحدہ

مولانا عبدالستار صاحب اعظمی شیخ الحدیث:

آپ کی پیدائش سنہ ۱۹۰۴ء میں آپ کے محلہ نیا پورہ میں ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام حاجی عبدالرشید صاحب ہے۔

ابتدائی تعلیم وہاں پر مولانا نعمت اللہ صاحب مبارکپوری سے حاصل کی۔

سنہ ۱۳۴۷ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے سنہ ۱۳۴۲ھ میں آپ نے دورہ حدیث پڑھا۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

جملہ علوم کی تکمیل کے بعد آپ سب سے پہلے دارالعلوم مؤ کے استاذ بنے اس کے بعد مختلف مدارس دینیہ وعلمیہ میں آپ نے درس دیا۔ کئی مدارس کے آپ رئیس الاساتذہ منتخب ہوئے۔

مدرسہ بیت العلوم مالی گاوں میں ایک طویل عرصہ تک آپ رئیس الاساتذہ اور شیخ الحدیث کے عہدہ جلیلہ پر رہے۔

بعدازاں علامہ بلیاوی ومحدث جلیل حضرت مولانا اعظمی وغیرہما کے مشورہ اور حضرت مولانا فتحپوری صاحب کے حکم پر آپ دارالعلوم امدادیہ بمبئی کے استاذ بنائے گئے اسی دوران حج وزیارت کیلئے تشریف لے گئے حج سے واپسی پر سنہ ۱۳۹۰ھ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زادمجدہ نے آپ کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لئے منتخب فرمالیا۔ اور آپ وہاں کے شیخ الحدیث واستاد حدیث بنادیئے گئے۔ تادم تحریر آپ اسی عہدہ جلیلہ پر فائز ہوکر علمی ودینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا موصوف فقہ وفتاویٰ میں بھی ممتاز صلاحیت رکھتے ہیں بمبئی اور مہاراشٹرا (انڈیا) وغیرہ میں آپ کے فتاویٰ کو امتیازی مقام حاصل ہے محکمہ شرعیہ کے ماتحت فیصل ہونے والے مقدمات میں بھی آپ کے فتاویٰ مستند قرار دیئے جاتے ہیں۔''(51)

اہم موضوعات پر متعدد کتابیں آپ نے تحریر فرمائیں جن میں شرح ترمذی شریف عربی امتیازی شان رکھتی ہے۔ قرات ماتحہ خلف الامام پر ایک دقیع کتاب تحریر فرمائی ہے جس کو پوروں معروف، مؤ خیرآباد، سنبھل اور ملیگاوں (انڈیا) کے بہت سے علماء ملاحظ کرکے توصیف وتعریف کرچکے ہیں۔''(52)

مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی:

''والد محترم کا نام جناب حاجی عبدالرشید ہے۔ مختلف مدارس میں درجہ ابتدائی اور درجہ متوسط کی کتابیں پڑھ کر سنہ ۱۳۴۷ھ میں جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔

سنہ ۱۳۴۹ھ میں صحاح ستہ پڑھا۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔ تکمیل علوم کے بعد آپ نے کچھ عرصہ مظاہر علوم میں پڑھایا۔ جب علالت کا سلسلہ شروع ہوا تو مخلصین کے مشورہ سے تبدیلی آب وہوا کی غرض سے واپس وطن تشریف لے گئے۔ صحت یاب ہونے کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ شروع

کیا۔ مختلف مدارس مدرسہ قاسم العلوم ہریہ گورکھپور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور، جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام آنند گجرات میں درس دیتے رہے۔ سنہ ۱۳۷۷ھ میں جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد تشریف لائے اور یہاں شیخ الحدیث کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوکر بخاری شریف اور دوسری کتب حدیث پڑھائیں۔ شوال سنہ ۱۳۷۹ھ میں آپ یہاں کے رئیس الاساتذہ بھی بنائے گئے۔ تادم تحریر مرادآباد میں قیام ہے اور دینی، علمی، روحانی خدمات میں مشغول ہیں ۲۷ رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۷ھ میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے آپ کو اجازت بیعت سے نواز کر خلافت مرحمت فرمائی۔

درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کے ساتھ مولانا موصوف کا ایک قیمتی مشغلہ تصنیف وتالیف بھی ہے متعدد کتابیں آپ تحریر فرما چکے ہیں۔

بخاری شریف اور ترمذی شریف مولانا کے یہاں سالہا سال سے ہورہی ہیں ان دونوں کتابوں پر بھی قادر تحقیقات وتعلیقات مولانا کے قلم سے ہیں یہ کتاب ۲۰x۳۰/ ۸ سائز کے ۵۰۲ صفحات پر مشتمل ہے''(53)

مولانا علیم اللہ صاحب بستوی:

''آپ کا اصل وطن کیھتولیا ضلع بستی یوپی (انڈیا) ہے آپ کے والد محترم کا نام جناب محمد خیراللہ صاحب ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم قرآن مجید اور اُردو وغیرہ گھر پر حاصل کی۔ سنہ ۱۳۵۰ھ میں مدرسہ ہدایت العلوم عربی ضلع بستی میں داخلہ لے کر فارسی اور عربی کی ابتداء کی۔

مدرسہ مظاہر علوم میں آپ کی آمد شوال سنہ ۱۳۵۶ھ میں ہوئی اور سنہ ۱۳۵۸ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

مظاہر علوم سے فراغت کے بعد ایک سال کے لئے آپ دارالعلوم دیوبند چلے گئے دیوبند سے واپس سہارنپور آئے تو اپنی مادر علمی جامعہ مظاہر علوم میں شعبہ فارسی کے استاذ بنائے گئے۔ سنہ ۱۳۶۵ھ تک آپ یہاں درس دیتے رہے۔ اس کے بعد جامعہ کے کتب خانہ میں منتقل ہوگئے۔ اب آپ ناظم کتب خانہ ہیں۔''(54)

تصنیفات وتالیفات

(۱) انوار قدسی در بیان آیۃ الکرسی

''اس کتاب میں آیۃ الکرسی کے فضائل اسکے خواص قوت تاخیر وغیرہ کو مستند حوالوں اور معتبر ماخذ کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے کتاب کے صفحات ۵۴ ہیں اور سائز ۲۰x۳۰/۱۶ ہے۔

(۲) ارشاد قدسی

یہ مجموعہ چالیس ۴۰ احادیث پر مشتمل ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جن کے معانی ومفاہیم حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہیں کتاب کے صفحات ۶۲ ہیں اور سائز ۲۰x۳۰/۱۶ ہے۔

(۳) اسرار قدسی

یہ کتاب تعویزات وعملیات اور نادرونایاب نقوش پر مشتمل ہے اس میں تحریر کردہ تعویزات وہ ہیں جو خود عرصہ تیس ۳۰ سال سے مولانا کے تجربے میں آرہے ہیں اس کے صفحات ۷۵ ہیں اور سائز ۲۰x۳۰/۱۶ ہے۔

(۴) تذکرہ اولیائے کشمیر

اپنے موضوع پر یہ ایک مفید اور معلوماتی کتاب ہے اس میں کشمیر کی وجہ تسمیہ، کشمیر کے متعلق سات سو (۷۰۰) سالہ تاریخی معلومات اور وہاں کے مزارات وخانقاہوں کی تاریخ لکھنے کے بعد ایک سو اکتالیس (۱۴۱) کشمیری بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے حالات تحریر کیے گئے ہیں کتاب کے صفحات ۱۳۴ ہیں اور سائز ۲۰x۳۰/۱۶ ہے۔

(۵) اخلاق قدسی

اس کتاب میں معیشت، معاشرت اور اخلاق کے موضوع پر دل آویز احادیث جمع کی گئی ہیں کتاب کے صفحات ۵۰ ہیں۔

(۶) اوراد قدسی

یہ کتاب بھی اوراد عملیات پر مشتمل ہے۔

مولانا عبدالرّب صاحب خلیق ریواڑی:

آپ کی پیدائش ریواڑی ضلع گوڑگاوں (انڈیا) میں سات (۷) فروری سنہ ۱۹۲۵ء میں ہوئی ابتدائی تعلیم قصبہ ریواڑی میں حاصل کی۔ قرآن پاک بھی یہیں پڑھا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ امتحان کے لئے ریواڑی تشریف لے جاتے تھے۔ مولانا کا بھی اکثر مرتبہ حضرت نے امتحان لیا ہے۔

سنہ ۱۳۵۸ھ بمطابق سنہ ۱۹۴۰ء میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ شوال سنہ ۱۳۵۹ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

دورہ حدیث سے فراغت پاکر سنہ ۱۳۶۰ھ میں آپ نے فنون کی کتابیں پڑھیں سنہ ۱۳۶۰ھ بمطابق سنہ ۱۹۴۲ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ پھر چھ ۶ ماہ مدرسہ نظامیہ سونی پت میں درس دیا۔ ریواڑی کے ایک ہائی اسکول میں کچھ عرصہ پڑھایا۔ سنہ ۱۹۴۵ء میں منشی فاضل کا امتحان پرائیویٹ طور پر پاس کیا۔ ادیب فاضل کا بھی امتحان دیا۔ سنہ ۱۹۷۰ء میں میٹرک کا اونلی انگلش امتحان پاس کیا۔ تقسیم کے بعد پاکستان تشریف لے آئے اور اب مسلسل

پچیس ۲۵ سال سے گورنمنٹ اسلامیہ ہائی اسکول عام خاص باغ ملتان میں عربک استاذ ہیں اس کے علاوہ آپ جامع مسجد رشید آباد خانیوال روڈ ملتان کے امام وخطیب بھی ہیں۔

تصنیفات وتالیفات

(۱) انتخاب خلیق

یہ اپنی اور دیگر شعراء کی نعتوں، نظموں اور غزلوں کا انتخاب ہے۔ پاکٹ سائز پر یہ کتاب ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲) سعد نامہ

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات اور ان کی حیات کو اشعار میں ڈھالا گیا ہے۔ یہ ۷۵ اشعار پر مشتمل ہے۔

(۳) بزم ادب، سامان طرب

یہ وجود باری تعالیٰ، اخلاق محمدی، فضیلت علم وغیرہ مختلف موضوعات پر ایک مفصل مقالہ ہے۔ اسمیں دلائل اور واقعات کے ساتھ اوران امور کو ثابت کیا ہے۔

(۴) تفسیر سورہ فیل

یہ دوسو اشعار پر مشتمل کتاب سورہ فیل کی مکمل مفصل تفسیر ہے اس میں ابرہہ بادشاہ کی تاریخ، اس کے بنائے ہوئے کعبہ کی تفصیل اور پھر بیت اللہ کو منہدم کرنے کے ارادہ سے مکہ مکرمہ میں آمد اور پھر ابابیل کے ذریعہ ہلاکت کے واقعات کو نظم میں بیان کیا گیا ہے۔'' (55)

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی:

''آپ کی پیدائش ۲۶ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ میں یوم یکشنبہ جدی، شیخپور ضلع بلیا اور وطن مادری سکندر پور میں ہوئی آپ کے والد محترم کا نام مولانا عبد القدیر علی صاحب ہے۔ ابتدائی تعلیم خانقاہ رشیدیہ جونپور میں قرآن پاک ناظرہ پڑھ کر مدرسہ علیمیہ سکندر پورہ میں ابتدائی اُردو وغیرہ پڑھی۔

سنہ ۱۳۵۶ھ میں مظاہر علوم میں آئے اور سنہ ۱۳۶۰ھ میں آپ نے صحاح ستہ پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول، ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

سنہ ۱۳۶۱ھ میں آپ نے دوبارہ داخلہ لیکر فنون کی اعلیٰ کتابیں مظاہر علوم میں پڑھیں۔ مظاہر علوم سے فراغت پا کر سنہ ۱۳۶۳ھ میں انجمن اسلامیہ گورکھپور میں ایک سال تک درجہ مولوی میں استاذ اول ہونے کی حیثیت سے پڑھایا۔ وہاں سے آپ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی ترغیب سے دینی ودعوتی

مشاغل اختیار فرمایا۔

آپ کی زندگی کا محبوب مشغلہ دعوت وتبلیغ ہے جس کیلئے اندرون ملک ہزار ہا اسفار کئے اور اس محنت و پیغام کولیکر آپ سعود عربی (متعدد مرتبہ) افغانستان ایک مرتبہ، مصر دو مرتبہ، سوڈان دو مرتبہ، شام دو مرتبہ، بحرین چار مرتبہ گئے۔ اس کے علاوہ اردن، پاکستان، افریقہ، ماریشش، ری یونین بھی گئے اور ہر جگہ دعوتی میدان قائم فرمایا۔ سنہ ۱۳۶۵ھ بمطابق سنہ ۱۹۴۶ء میں آپ پہلی مرتبہ حرمین شریفین گئے۔ سنہ ۱۹۴۷ء میں حرم مکی میں ریاض الصالحین، مشکوۃ وغیرہ کا مذاکرہ کیا۔ سنہ ۱۳۷۹ھ بمطابق سنہ ۱۹۶۰ء میں مدرسہ صولتیہ میں بخاری شیرف جلد اول کا درس طلبائے شوافع کو مذہب شافعی کے مطابق دیا لائق وممتاز شاگردوں میں شیخ زکی ملائی بھی ہیں جو اپنے ملک میں بڑے اونچے عہدہ پر پہنچے۔ سنہ ۱۳۸۸ھ بمطابق سنہ ۱۹۶۹ء میں حرم مکی میں تفسیر ابن کثیر کا درس دیا۔ اور اسی سال مسجد نبوی ﷺ میں الترغیب والترہیب اور باب العوالی میں حجۃ الوادع کی تعلیم وہاں کے ہندی، پاکی برمی طلبہ کو دی۔'' (56)

''بیعت وارشاد کا تعلق اولاء حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے قائم فرمایا ان کے وصال کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ کی جانب رجوع کیا۔ سنہ ۱۳۶۶ء بمطابق ۱۹۴۷ء میں حضرت موصوف کی جانب سے خلافت بیعت واجازت سے نوازے گئے۔ مولانا کو حق تعالیٰ نے ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی عطا فرمائی ہے کہ وہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی جماعت خلفاء میں دوسرے یا تیسرے نمبر پر ہیں۔'' (57)

تصنیفات وتالیفات

حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی مدظلہ کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں۔

(۱) تلخیص الترمذی

''یہ سنن کی مشہور کتاب ترمذی کا اختصار اور اسکی تلخیص ہے اساطین فن حدیث اور اکابر اہل علم نے مولانا کی اس خدمت کو وقعت اور پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا ہے۔

ویسے تو ترمذی شریف کی خدمت شروع، تحقیق وحواشی کی صورت میں کافی ہوئی ہے لیکن مولانا نے یہ ایک نئے انداز سے اس کی خدمت کی ہے تاکہ محدود وقت میں اس سے فائدہ اٹھالیا جائے۔

(۲) تلخیص الطحاوی

یہ فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب طحاوی شریف کی تلخیص واختصار ہے اس میں مولانا صاحب نے ہر باب کو تین فصلوں پر تقسیم کیا ہے یہ کام حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نوراللہ مرقدہ کی تعمیل ارشاد میں مولانا صاحب نے کیا ہے۔

(۳) الدلائل للمسائل

یہ ایک عظیم خدمت اور بیش قیمت تالیف ہے اس میں مولانا نے احناف کے ہر مسئلہ فقہیہ کی دلیل اور ان کے ہر قول کی سند پیش کی ہے۔

(۴) الدلائل لاسنن العادیہ

مولانا صاحب میں اس میں ایک کالم میں حضور ﷺ کے معمولات، عادات اور آپ کی سنتیں لکھ کر اس کے مقابل دوسرے کالم میں حدیث نبوی ﷺ سے اسکا ثبوت لکھدیا اور بتلایا کہ آپ کا یہ معمول اور یہ عادت مبارکہ اس حدیث کے مضمون کی تعمیل ہے۔

(۵) ہل تجوز الصلوۃ الجنازہ فی المسجد ام لا؟

نماز جنازہ مسجد میں ہونے یا نہ ہونے کے متعلق آئمہ اربعہ کا کیا مذہب و مسلک ہے اور ان کے دلائل کیا ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی اس مسئلہ میں کیا تحقیق ہے ان تمام امور پر مولانا نے اپنی اس تالیف میں تحقیقی مواد جمع کیا ہے۔ احناف کے مسلک کی ترجمانی ذرا واضح الفاظ میں کردی گئی ہے۔

(۶) من یکون فی ظل عرش الرحمٰن یوم القیامہ

عام طور پر مشہور ہے کہ یوم قیامت عرش کے زیر سایہ سات آدمی ہوں گے۔ لیکن مولانا نے مسنون حدیث اور شروح حدیث کو کھنگال کر ایک سو (۱۰۰) کے قریب ایسے افراد کی نشاندہی اپنی اس تالیف میں کی ہے جو باذن خداوندی کے زیر سایہ آرام و راحت سے رہیں گے۔

(۷) شجرۃ الانساب

اسمیں نسب ناموں کی تحقیق اور ان کی حیثیت لکھی ہے۔

(۸) رسالۃ الخطب التی القاہا فی الحفلۃ السنویہ للمدرستہ مظاہر علوم

مولانا نے اپنے اساتذہ کی فرمائش پر مدرسہ مظاہر علوم کے سالانہ اجتماع میں تقریر کرتے چونکہ مولانا عربی پر بھی بڑی قدرت رکھتے ہیں اس لئے یہ تقاریر عربی زبان میں ہی کرتے تھے۔ اس سلسلہ کی چند مخصوص تقریریں مولانا نے ایک رسالہ کی صورت میں ترتیب دی ہیں۔ جس کا نام "رسالۃ الخطب" رکھا۔

مولانا علی محمد صاحب میانوالی:

آپ کی پیدائش موضع بلوخیل میانوالی میں ہوئی آپ کے والد صاحب کا نام غلام حسین ہے۔ سنہ ۱۳۶۲ھ بمطابق سنہ

۱۹۴۳ء میں مظاہر علوم میں داخلہ لیکر دورہ حدیث شریف پڑھا۔آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت مولانا شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔دورہ حدیث سے فراغت پاکر آپ اپنے وطن چلے گئے اور وہاں ایک علمی و دینی درسگاہ قائم فرمائی جس کا نام مدرسہ عربیہ قاسم العلوم بلوخیل میانوالی ہے۔

حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہ سے آپ روحانی طور پر مسلک اور ان سے بیعت ہیں تکمیل علوم کے بعد آپ تقریری طور پر دینی خدمات اور تحریری طور پر علمی و تحقیقی تصنیفات میں مشغول ہیں اہم اہم کتابوں کے ترجمے آپ نے کئے اور ضخیم عربی مطبوعات کو اُردو زبان میں منتقل کیا۔'' (58)

جن کے صرف اسماء یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) شرح حسامی اُردو

(۲) شرح بلوغ المرام

(۳) شرح سراجی

(۴) اصول حدیث

(۵) ترجمہ وشرح العواصم من القواصم

(۶) شرح سفر السعادہ

(۷) تاریخ مدینۃ المنصورہ

(۸) شرح قصیدہ بردہ

(۹) شرح اُردو نیل الاوطار

(۱۰) شرح اُردو در المختار

مولانا عاشق الہیٰ صاحب بلند شہری:

حضرت مولانا موصوف کی پیدائش سنہ ۱۳۴۳ھ کی ہے بستی ضلع بلند شہر میں پیدا ہوئے۔والد محترم کا نام صوفی محمد صدیق صاحب ہے۔سب سے پہلے قرآن مجید مولانا محمد صادق صاحب سنبھلی کے پاس حفظ کر کے ان ہی کے پاس فارسی اور صرف ونحو وغیرہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔اس کے بعد شوال سنہ ۱۳۵۶ھ میں مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں داخل ہوئے اور دو سال وہاں تعلیم حاصل کی۔شوال سنہ ۱۳۵۸ھ میں مدرسہ خلافت جامع مسجد علی گڑھ میں داخلہ لیا۔

شوال سنہ ۱۳۶۰ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور سنہ ۱۳۶۳ھ میں دورہ حدیث پڑھا۔آپ نے بخاری شریف جلد اول

اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

افاضۂ باطنی اور استفادہ روحانی کے لئے آپ نے اپنا تعلق حضرت شیخ الحدیثؒ سے سنہ ۱۳۶۳ھ سے قائم فرمایا۔ رمضان سنہ ۱۳۶۷ھ میں مظاہر علوم نے آپ کو سند فضیلت و فراغت دی۔ حضرت شیخ الحدیثؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے بھی حدیث کی خصوصی سند آپ کو مرحمت فرمائی۔ پھر جب آپ پاکستان منتقل ہو گئے تو حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے آپ کو سند حدیث اور سند افتاء فرحمت فرمائی۔

مظاہر علوم سے سنہ ۱۳۶۳ھ میں فراغت کے بعد اپنے اساتذہ و اکابر کے فرمان پر مولانا ولی محمد صاحب بٹالوی مظاہری کے ہمراہ ان کے قائم کردہ مدرسہ ''مدرسہ آثار ولی بٹالہ ضلع گورداسپور چلے گئے چھ ماہ قیام کے بعد پھر مدرسہ اسلامیہ گھور ضلع میرٹھ سے وابستہ ہوئے کچھ عرصہ یہاں قیام کے بعد مدرسہ حافظ الاسلام فیروز پور جھرکہ ضلع گوڑگاوں (انڈیا) میں ایک سال تک پڑھایا۔ بعد ازاں مرکز نظام الدین دہلی آمد ہوئی تقریباً ڈھائی سال یہاں قیام رہا اور دعوت و تبلیغ میں مشغول رہے۔ حضرت مولانا شیخ الحدیثؒ کے مشورہ سے ماہ شعبان سنہ ۱۳۷۳ھ میں کلکتہ چلے گئے۔ اور سنہ ۱۳۸۱ھ تک یہیں قیام کیا۔ یہاں متعدد مدارس میں پڑھایا۔ کئی جدید مدرسے جیسے کاشف العلوم مچھوا بازار پھل منڈی، جامع العلوم پارک اسٹریٹ، دارالعلوم پنڈوہ ضلع ہگلی انڈیا وغیرہ قائم کئے گئے اور واپسی میں حضرت مولانا محمد حیات صاحب کے فرمان پر مدرسہ حیات العلوم مراد آباد میں آ گئے اور مدرسہ میں نائب ناظم کے عہدہ پر رہتے ہوئے حدیث کی اعلیٰ کتابیں پڑھائیں۔ شوال سنہ ۱۳۸۴ھ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے فرمان پر دارالعلوم کراچی چلے آئے اور تفسیر و حدیث کے اسباق کے ساتھ ساتھ دارالافتاء کی خدمات بھی آپ کو سونپی گئی۔

عرصہ سے آپ کو تمنا تھی کہ مدینہ منورہ کا قیام نصیب ہو جائے۔ چند سال قبل اللہ جل شانہ نے آپ کی یہ تمنا بھی پوری فرما دی۔ اور اب آپ عزت و حرمت کے ساتھ مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں اور علمی و تصنیفی خدمات میں مشغول ہیں۔''(59)

تصنیفات و تالیفات

(۱) امت مسلمہ کی مائیں

''اس کتاب میں حضور اقدس ﷺ کے مقدس نکاحوں کی تفصیل، نیز آپ کی ازواج مطہرات کے زہد و تقویٰ، سخاوت ہجرت فقر و فاقہ کے حالات کو وضاحت کے ساتھ لکھا گیا ہے کتاب کے صفحات ۷۶ ہیں سائز ۳۰×۲۰/۱۶ ہے۔

(۲) صاحبزادیاں

اس کتاب میں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنھن کی یہ ایک اچھی معتبر اور مختصر

سوانح ہے جس میں انکی پیدائش، وفات، نکاح، اولاد وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ کتاب کے صفحات ۹۵ ہیں اور سائز ۱۶/۲۰x۳۰ ہے۔

(۳) آخرت کے فکرمندوں کے پچاس (۵۰) قصے

یہ آخرت کے غم وفکر کے واقعات ہیں ان میں دس ۱۰ واقعے حضور اکرم ﷺ کے پچیس ۲۵ حضرات صحابہ کرامؓ کے اور پندرہ (۱۵) حضرات تابعین کے ہیں کتاب کے صفحات ۴۸ ہیں اور سائز ۱۶/۲۰x۳۰ ہے۔

(۴) میدان حشر

اس کتاب میں قیامت کے مفصل حالات حشر ونشر، حساب وکتاب کی مفصل کیفیات لکھدی گئی ہیں۔ کتاب کے صفحات ۱۷۶ ہیں اور سائز ۱۶/۲۰x۳۰ ہے۔

(۵) خدا کی جنت

قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں اس کتاب میں جنت اور اہل جنت کے تفصیلی حالات جمع کئے گئے ہیں صفحات ۱۱۲ ہیں اور سائز ۱۶/۲۰x۳۰ ہے۔

(۶) حالات جہنم

آیات قرآنیہ اور مستند احادیث شریفہ کی روشنی میں عام فہم اُردو زبان میں آخرت کے حالات جمع کر دیئے گئے ہیں صفحات ۵۶ ہیں اور سائز ۱۶/۲۰x۳۰ ہے۔

(۷) احوال برزخ

اس کتاب میں موت کے وقت اور موت کے بعد کے حالات وغیرہ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں صفحات ۴۸ ہیں اور سائز ۱۶/۲۰x۳۰ ہے۔

مولانا عبدالوہاب صاحب ریواڑی:

چوبیس ۲۴ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء میں آپ کی پیدائش ریواڑی ضلع گوڑگاوں (انڈیا) میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام نور محمد ہے۔ ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن مجید شریف ریواڑی کے ایک مدرسہ میں داخل ہوکر حاصل کی۔

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب (حال رئیس الاساتذہ مفتی جامعہ اشرفیہ سکھر سندھ پاکستان خلیفہ حضرت مولانا الحاج مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ) کے مشورہ دایما سے آپ نے سہارنپور کا رخ کیا اور سنہ ۱۳۶۰ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ سنہ ۱۳۶۳ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف

حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

اپنے اساتذہ کرام کے متعلق مولانا کے تاثرات مندرجہ ذیل ہیں۔

''ہم اپنے ہر استاذ سے بیحد متاثر ہوئے۔ ہر ایک کی جداگانہ شخصیت تھی جو اپنی جگہ پر ہم کو متاثر کیئے بغیر نہ رہ سکی البتہ تعلیم سے جدا ہو کر جب ہم نے اپنی اصلاح و تربیت کی جانب دھیان کیا تو ہمیں ایک مصلح اور ایک مربی کی ضرورت محسوس ہوئی اس سلسلہ میں جب ہم نے نگاہ اٹھا کے دیکھا تو ایک جانب حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نظر آئے۔ تو دوسری جانب حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی کی اور حضرت شیخ الحدیثؒ، مولانا محمد زکریا صاحبؒ کھڑے تھے۔ بڑی تگ و دو، رد و قدح کے بعد نظر انتخاب صرف حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ پر پڑی۔ حضرت کے مبارک ہاتھوں میں ہاتھ دینا تھا کہ دل ہی چھین لیا۔ جب تک ان کا قرب رہا لذت وصل سے مسحور رہے اور جب سے جدائی ہوئی اس وقت سے لیکر آج تک لذت نام کی کوئی چیز ہی نہیں ملی۔'' (60)

فراغت کے بعد مولانا موصوف علمی دینی اور اصلاحی کاموں میں مشغول ہو گئے دس ۱۰ بارہ ۱۲ سال تک قرآن مجید کی تعلیم دیتے رہے۔ کتنے ہی بچوں کو آپ کی وجہ سے قرآن پاک کی دولت ملی۔ قرآن پاک کے تین مدرسہ قائم کئے۔ عرصہ چوبیس سال سے آپ جامع مسجد اشرفیہ، اشرف آباد کالونی شاہ شمس روڈ ملتان پنجاب (پاکستان) کے امام و خطیب ہیں۔ پاکستان میں آپ نے ایک عظیم دینی ادارہ قائم کیا جس کا مقصد دینی معلومات کی اشاعت کرنا تھی ہر ماہ اس ادارہ سے ہزاروں کی تعداد میں چھوٹے چھوٹے رسالے اُردو میں شائع کر کے عوام میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں گجراتی، بنگالی، انگریزی، سندھی میں ان کے ترجمے کر کے مفت شائع کئے گئے افریقہ کی نو آبادیات بستیوں تک ان کو پہنچایا گیا۔ دین کے تقریباً ہر موضوع پر اس ادارہ نے اپنا لٹریچر شائع کیا۔ چنانچہ اب تک نماز، روزہ، زکوۃ، حج، قربانی، محرم، شرک و بدعت، ایمان باللہ، اخلاص، عمل صالح، حقوق الوالدین، حقوق رشتہ داری، حقوق ہمسائیگی، اولیاء اللہ، محبوب کبریا، جہاد، فضیلت جمعہ، خصوصیات جمعہ، آداب طعام، وضو، استنجاء، غسل، تجارت وغیرہ وغیرہ موضوعات اور عنوانات کے تحت یہ لٹریچر شائع کیا جا چکا ہے۔ جن کی تعداد کئی لاکھ ہو جاتی ہے۔'' (61)

مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب رومی الہ آبادی:

''مفتی صاحب موصوف کی پیدائش مئی سنہ ۱۹۲۳ء بمطابق سنہ ۱۳۴۲ھ مچھلی شہر ضلع جونپور میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام مولانا سراج الحق صاحب ہے۔

سنہ ۱۳۵۶ھ بمطابق سنہ ۱۹۳۷ء میں مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوئے سنہ ۱۳۶۱ھ بمطابق سنہ ۱۹۴۲ء میں عیدالاضحیٰ کی تعطیل میں آپ مکان چلے گئے وہاں طے پایا کہ اس سال دیوبند میں داخلہ لیا جائے چنانچہ تعطیل کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند چلے گئے ۔ وہاں مشکوۃ شریف وغیرہ پڑھیں ۔ ایک سال دیوبند میں رہنے کے بعد آپ شوال سنہ ۱۳۶۳ھ بمطابق سنہ ۱۹۴۳ء میں پھر مظاہر العلوم میں آگئے اور یہاں دورہ حدیث شریف کی جماعت میں داخل ہوئے ۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں ۔

مظاہر علوم سے فراغت کے بعد مفتی صاحب موصوف نے لکھنؤ یونیورسٹی کے امتحانات فاضل ادب اور ادیب کامل دیئے ، دونوں میں فرسٹ ڈویژن سے کامیابی حاصل کی ۔ الہ آباد بورڈ سے اُردو قابل (اعلیٰ قابلیت) کا امتحان بھی دیا سیکنڈ ڈویژن میں کامیابی حاصل کی ۔ مظاہر علوم میں تعلیم کے دوران آپ نے یوپی بورڈ سے عالم کا امتحان بھی دیا ۔ اس میں بھی سیکنڈ ڈویژن سے کامیاب ہوئے ۔ زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت حکیم امت نوراللہ مرقدہ سے مکاتبت کا شرف حاصل ہوگیا تھا ۔ اور اسی زمانہ سے اصلاحی تعلق حضرت مصلح الامت علیہ الرحمۃ سے قائم کرلیا تھا ۔

فراغت کے بعد آپ نے مدرسہ امدادیہ مرادآباد ، مدرسہ قرآنیہ الہ آباد اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (انڈیا) میں پڑھایا ۔ نومبر سنہ ۱۹۷۵ء سے تاحال جامع مسجد آگرہ میں قیام ہے ۔ یہاں عیدگاہ کی امامت ، بعد نماز جمعہ مختصر وعظ ، روزآنہ آنے والے استفسارات کے جوابات آپ کے اہم مشاغل ہیں ۔

مولانا کی صحافتی زندگی کا آغاز مظاہر علوم کی طالب علمی ہی کے زمانہ سے ہوگیا تھا ۔ سنہ ۱۹۵۳ء سے سنہ ۱۹۵۶ء تک آپ ایک دینی ماہنامہ ''الاحسان'' نکالتے رہے ۔ اس میں حضرت حکیم الامت نوراللہ مرقدہ کے مواعظ وملفوظات وغیرہ ہوتا تھا ۔ مفتی صاحب موصوف دارالافتاء ، جامع مسجد آگرہ سے تعلق کے بعد مختلف دینی اجتماعات مثلاً رویت ہلال کنونشن ، مسلم پرسنل لاء کنونشن کے کئی اجتماعات (بمبئی ، بنگلور وغیرہ) میں شریک ہوئے ۔ ''(62)

تصنیفات وتالیفات

(۱) رحمت اسلام

''الفرقان لکھنؤ اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتا ہے کہ '' یہ کوئی ایک کتاب نہیں بلکہ دینی مکاتب کے نصاب کا ایک مکمل سیٹ ہے جو درجہ اطفال کے لئے ایک قاعدہ اور درجہ اول سے درجہ پنجم کے لیئے ایک کتاب یعنی پانچ کتابوں پر مشتمل ہے ۔

(۲) عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات ، دین وعقل کی روشنی میں ۔

اس کتابچہ میں اولاء ایک مصری عالم وفاضل کا مضمون ہے اس کے بعد مولانا کے اضافے ہیں سنہ ۱۴۰۱ھ میں یہ کتابچہ مرتب ہوا۔ اس کے صفحات ۱۶ ہیں اور سائز ۳۰×۲۰/۱۶ ہے۔

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ درج ذیل تصانیف بھی مولانا موصوف کی ہیں جن کے صرف اسماء لکھے جاتے ہیں۔

(۳) ایک آئینہ میں تین چہرے
(۴) حقیقت کی روشنی
(۵) تفہیم القرآن سمجھنے کی کوشش
(۶) مہربانوں کے خطوط
(۷) دیوبند سے بریلی تک
(۸) دو مقدمے اور دو سوال
(۹) شہید کربلا اور یزید پر تبصرہ
(۱۰) اپنے لٹریچر کی روشنی میں
(۱۱) اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔

مولانا سید عبدالرؤف صاحب عالی:

آپ کی پیدائش سنہ ۱۹۳۰ء میں لگ بھگ سہارنپور میں ہوئی۔ حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہ نے نام تجویز فرمایا۔ آپ کے والد محترم کا نام حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ (سابق ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) ہیں۔ مولانا نے اپنے آبائی وطن قصبہ پور قاضی ضلع مظفرنگر انڈیا میں قرآن پاک حفظ کیا۔ سنہ ۱۳۶۱ھ میں باقاعدہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور سنہ ۱۳۶۸ھ میں مظاہر علوم میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔

آپ نے بخاری شریف جلد اول ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔ فراغت کے بعد آپ نے سنہ ۱۳۶۹ھ میں فنون کی کتابیں پڑھیں۔ اور افتاء کی مشق کی۔ اور اس فن پر کتابوں کا مطالعہ کیا۔ رسم المفتی کا امتحان والد ماجد حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کے پاس تھا۔ مولانا عالی صاحب نے اس کے جواب وضاحت کے ساتھ عربی میں تحریر کیئے۔ والد ماجد نے وہ جوابات الحاج قاری مفتی سعید احمد صاحب کو ملاحظہ کرنے کے لیئے دیئے۔ مفتی صاحب نے ان کو ملاحظہ فرما کر اعلیٰ نمبرات دینے کی سفارش کی۔ مظاہر علوم سے فراغت پاکر مختلف مقامات پر تدریسی خدمات انجام دیں۔ سنہ ۱۳۷۵ھ میں جامعہ ملیہ دہلی میں کافی عرصہ قیام کرکے حافظ نبی احمد صاحب لائبریرین جامعہ سے لائبریری ٹریننگ کے سلسلہ میں استفادہ کیا۔ انہی دنوں کالج میں دمشقی عالم شیخ ماموں مقیم تھے ان سے جدید عربی ادب میں استفادہ کیا۔ سنہ ۱۳۷۷ھ میں یہ بہ حیثیت رجسٹرار جامعہ دینیات کی خدمات انجام دیں۔

سنہ ۱۳۷۸ھ سے سنہ ۱۳۸۰ تک کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں مخطوطات کی ترتیب وتہذیب فرمائی۔ سنہ ۱۳۸۲ھ میں والدہ محترمہ زاد مجدہا کے ساتھ حرمین شریفین کا سفر کیا۔ سنہ ۱۳۸۴ھ میں شعبۂ مجلس معارف القرآن میں بہ حیثیت معاون

علمی آپ کا تقرر ہوا۔ سنہ ۱۳۸۶ھ میں جامعہ دینیات اُردو کے قیام میں بانی ادارہ مولانا محمد سالم صاحب کے ساتھ اس کی تاسیس میں شریک ہوئے۔

سنہ ۱۳۹۶ھ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کانفرنس بمبئی کے انعقاد کے موقعہ پر دارالعلوم دیوبند کی طرف سے مولانا محمد سالم صاحب کی سرکردگی میں بنیادی خدمات انجام دیں۔ سنہ ۱۳۹۸ھ محافظ خانہ دارالعلوم کے ناظم کی حیثیت سے نامزدگی ہوئی۔

سنہ ۱۴۰۰ھ میں شعبہ اہتمام دارالعلوم دیوبند کے انچارج کی حیثیت سے تقرر ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ کے موقعہ پر ہونے والی دینی تعلیمی نمائش کا اہتمام وانتظام بھی آپ کے ذمہ تھا۔''(63)

تصنیفات وتالیفات

(۱) قرآنی انسائیکلوپیڈیا

''اس میں چودہ (۱۴۰۰) سوسال میں قرآن کریم پر ہونے والے کارناموں کا تعارف شامل ہے۔ یہ کتاب سولہ ابواب اور نوسو عنوانات پر مشتمل ہے۔

(۲) جائزہ متراجم قرآنی

دنیا کی (۵۰) پچاس زبانوں میں ہونے والے قرآن کریم کے ایکسو چالیس (۱۴۰) تراجم کا اجمالی تعارف مع نمونہ کرایا گیا ہے۔

(۳) یہود کے متعلق قرآنی پیشین گوئیاں

کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ قرآن کریم نے یہودی قوم کے متعلق جو کچھ بتلایا ہے اس کی وضاحت وتفسیر اس کتاب میں کردی گئی ہے۔

(۴) تاریخ اسلام کے ناقابل فراموش واقعات

مشہور مورخ محمد الدین فوق کی کتاب تاریخ حریت اسلام کو مولانا موصوف نے جدید انداز سے مرتب کرکے اس پر جو حواشی لکھے ہیں۔ سنہ ۱۹۷۶ء میں اس کی اشاعت مجلس معارف القرآن دارالعلوم دیوبند سے ہوئے۔ اس کے صفحات ۶۸۸ ہیں اور سائز ۳۰×۲۰/۱۶ ہے۔

(۵) مشعل راہ

احادیث شریفہ کے ذخیرہ سے منتخب کرکے یہ کتاب مرتب کی گئی ہے۔

(۶) لطائف علمیہ

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تالیف کتاب الاذکیاء کا یہ اُردو ترجمہ ہے جو انتہائی سلیس اور دلچسپ ہے۔

(ماخذ دارالعلوم اور بزرگان دارالعلوم، رودادمظاہرعلوم اور علمائے مظاہرعلوم کی خدمات جلد دوم صفحہ نمبر ۲۸۵)

(۷) معارف المشکوۃ

حدیث شریف کی مقبول عام کتاب مشکوۃ شریف کی ایک قدیم اُردو شرح مظاہر حق کی نئی ترتیب وتسہیل کے ساتھ مرتب فرمایا ہے۔صفحات ۱۰۰ ہیں اور سائز ۲۰x۳۰/۸ ہے۔

(۴۲) مولانا الحاج عبدالقیوم صاحب کانپوری (ناظم ادارہ القضاء الشرعیہ کان پور)

مولانا موصوف کی پیدائش دو اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء میں رامپور ضلع بارہ بنکی انڈیا میں ہوئی۔ والد محترم کا نام محمد شفیع ہے۔اُردو دینیات اور قرآن پاک ناظرہ اپنے وطن کے مدرسہ اسلامیہ میں پڑھا۔

سنہ ۱۳۷۱ھ بمطابق سنہ ۱۹۵۱ء میں مظاہرعلوم میں آنا ہوا۔ سنہ ۱۳۷۷ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ بخاری شریف اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد اپنے وطن کے مدرسہ کو جو عرصہ سے بند پڑا تھا از سر نو کھولا اور الحمدللہ اب تک اس کا فیض جاری ہے اور ترقی پذیر ہے۔

دو ڈھائی سال کے بعد جب مدرسہ کی حالت قابل اطمینان معلوم ہوئی تو مولانا وہاں سے چلے آئے اور جامعہ اسلامیہ کانپور میں مدرس بن گئے۔ رفتہ رفتہ ترقی کے منازل طے کیئے۔اب موصوف کے پاس مسلم شریف، ترمذی شریف، ہدایہ ثالث جیسے اونچے اور بلند اسباق ہیں آپ خدمت حدیث کے ساتھ ساتھ اب نیابت افتاء اور نظامت تعلیمات کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

ایک طویل مدت تک ماہنامہ نظام کانپور کے معاون مدیر بھی رہے۔ بڑی تعداد میں مضامین لکھے اداریے بھی تحریر کیئے۔

تصنیفات وتالیفات

(۱) الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

یہ ادارہ معارف ملی کانپور کی پہلی پیشکش ہے۔اس کتاب میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے مستند حالات زندگی آپ کے عالی قدر کارنامے دینی اور مذہبی خدمات کو محققانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ علمی حلقوں کی جانب سے اس کتاب کو بڑی پذیرائی ملی اور اس کی مستحسن نگاہوں سے دیکھا گیا۔ سائز ۲۰x۳۰/۱۶ ہے۔

(۲) تاریخ مشائخ نقشبند

مفتی صاحب موصوف نے اس کتاب میں نقشبندی سلسلہ کی تاریخ اور بزرگان نقشبندیہ کے حالات، صفات کا تفصیلی تعارف کرایا ہے۔''(64)

مولانا سید عبید اللہ صاحب برمی:

'' آپ کی پیدائش مانڈلے (برما) میں ہوئی۔ والد ماجد کا نام سید غلام علی شاہ ہے۔ یہ سید غلام شاہ صاحب حضرت اقدس گنگوہیؒ کے مریدین میں سے ہیں۔

موصوف نے ابتدائی تعلیم مانڈلے (برما) میں حاصل کی پھر ہندوستان آگئے اور امروہہ میں مدرسہ تعلیم حاصل کر کے سہارنپور چلے آئے۔ اور پندرہ ۱۵ شوال سنہ ۱۳۶۹ھ میں بعمر ۱۹ سال مظاہر علوم میں داخل ہو کر اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ سنہ ۱۳۷۲ھ میں دورہ حدیث شریف سے فراغت ہوئی اور بخاری شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی۔ سنہ ۱۳۷۲ھ میں مظاہر علوم سے فراغت پا کر شہر بھامو (برما) کی جامع مسجد میں تین سال تک امامت کر کے مدرسہ خلیلیہ برما میں استاذ مقرر رہوئے اور سات (۷) سال تک مختلف کتب پڑھانے کے بعد مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم برما میں علمی خدمات میں مشغول ہوئے۔ یہاں آپ نے صحاح ستہ کی متفرق کتابیں پڑھائیں۔ یہ مدرسہ عرصہ تیس ۳۰ سال سے قائم تھا۔ لیکن صحاح ستہ کی تعلیم کا آغاز موصوف کے وہاں پہنچنے کے بعد ان کی جانفشانیوں کی بدولت شروع ہوا۔ موصوف آج کل وہاں تعلیمات کے نگراں بھی ہیں۔

تصنیفات وتالیفات

(۱) سیرت مبارکہ

سیرت کے مبارک موضوع پر برمی زبان میں موصوف کی یہ ایک تالیف ہے جو اگرچہ مختصر ضخامت اسی ۸۰ صفحات پر ہے لیکن بہت سی اہم اور مفید معلومات اس میں آگئیں۔

(۲) سراج المعرفت

رد بدعات میں یہ ایک مفید کتاب ہے۔ اس میں موجودہ دور کی بہت سی قباحتوں کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ کتاب کے صفحات دو سو (۲۰۰) کے قریب ہیں پہلے اُردو زبان میں شائع ہوئی۔ پھر موصوف نے مزید اضافوں اور حواشی کے بعد برمی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا۔

جناب مولانا محمد عاقل صاحب سہارنپوری:

داخلہ لیا اور اول سے اخیر تک تمام تعلیم یہاں رہ کر حاصل کی۔ مظاہر علوم سے موصوف کی فراغت سنہ ۱۳۸۰ھ میں ہوئی۔ دورہ حدیث شریف کے اساتذہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ سے بخاری شریف پڑھی سنہ ۱۳۸۱ھ میں فنون کی کتابیں پڑھیں۔ قوت مطالعہ ذہانت وفطانت اور بلند پایہ علمی استعداد کی وجہ سے طلباء ابتداء سے ہی مولانا سے متاثر تھے جس زمانہ میں خود موصوف مظاہر علوم میں پڑھ رہے تھے اور وہاں کے اساتذہ سے تحصیل علم میں مشغول تھے تو طلباء کی ایک جماعت سے اپنے طور پر ناظم مدرسہ سے درخواست کی تھی کہ:۔

''ہم مولانا عاقل صاحب سے باقاعدہ ہدیہ سعید یہ پڑھنا چاہتے ہیں''۔(65)

طلباء کی جانب سے ''ایک طالب علم'' کے حق میں اسی قسم کی درخواست اس خاندان والا شان کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ سے اپنے روزنامچہ میں اس تقرر کی کیفیت تحریر فرماتے ہوئے آخری سطور میں لکھا ہے کہ:۔

''یہ پہلا سبق ہے جو عزیز موصوف کے یہاں مدرسہ کی جانب سے شروع ہوا۔ حق تعالیٰ شانہ علوم میں برکت فرمائے اور ترقیات سے نوازے''۔(66)

''۳۰ جمادی الثانی سنہ ۱۳۸۱ھ سے آپ مظاہر علوم میں بلا معاوضہ معین مدرس مقرر کیئے گئے ایک سال بعد ماہ شوال سنہ ۱۳۸۲ھ میں مولانا موصوف باقاعدہ استاذ بنائے گئے۔

ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے شوال سنہ ۱۳۸۶ھ میں استاذ حدیث بنائے گئے۔ سنہ ۱۳۸۷ھ میں استاذ دورہ حدیث منتخب ہوئے۔ حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی رئیس الاساتذہ مدرسہ کے انتقال کے بعد سے مظاہر علوم کے عہدہ صدارت خالی تھا۔ اس لئے ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۹۰ھ میں مولانا محمد عاقل صاحب مجلس شوری کی قرارداد کے بموجب مظاہر علوم کے رئیس الاساتذہ نامزد ہوئے۔ آپ کو حضرت شیخ الحدیثؒ کی جانب سے اجازت وبیعت وخلافت بھی حاصل ہے فراغت کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ کے تصنیفی وتالیفی سلسلہ میں معاون بنے۔

تصنیفات وتالیفات

(۱) آپ نے ایک طویل مقدمہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی تالیف الکوکب الدری کے لئے تحریر فرمایا ہے جو مستقل تالیف کی سی

حیثیت رکھتا ہے۔اس مقدمہ میں تین فصلیں ہیں۔رجب سنہ ۱۳۹۴ھ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے ایماء پر یہ مقدمہ لکھا گیا۔اس کے صفحات ۷۴ ہیں۔یہ مقدمہ الکوکب الدری علیٰ جامع الترمذی مطبوعہ ٹائپ لکھنؤ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

(۲) تعریف وجیزعن جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور

یہ ایک مختصر کتابچہ ہے ماہ ربیع الاول میں سنہ ۱۳۹۸ھ میں لکھا گیا اور مظاہرعلوم کے شعبۂ نشرواشاعت کی جانب سے طبع ہوا۔اس کے صفحات آٹھ ۸ ہیں اور سائز ۲۲x۱۸/۸ ہے۔

(۳)الحل المفهم الصحيح مسلم

حضرت اقدس گنگوہیؒ کے وہ افادیت عالیہ جو مسلم شریف کے درس کے دوران قلم بند کیئے گئے تھے حضرت شیخ الحدیثؒ کے یہاں محفوظ تھے۔حضرتؒ کی خواہش کے مطابق مولانا موصوف نے ان پر حواشی تحریر فرمائی۔تعلیق وتشریح سے اس کو مزین کر کے حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں پیش کیا۔حضرتؒ نے اس کو ملاحظ فرما کر انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور طباعت کا امر صادر فرمایا۔یہ کتاب مکتبہ خلیلیہ سہارنپور سے شائع ہو چکی ہے۔

مولانا عبدالباری صاحب برمی:

آپ کی پیدائش لکفان چوکسی برما میں سنہ ۱۳۵۲ھ بمطابق سنہ ۱۹۳۲ء میں ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام شیخ محمد سلطان ہے آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ محمدیہ مانڈلی میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔سنہ ۱۳۷۵ھ میں آپ ہندوستان آئے اور جامعہ مظاہرعلوم میں داخلہ لیا۔سنہ ۱۳۷۹ھ میں دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔آپ نے بخاری شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی۔

مظاہرعلوم سے فارغ ہوکر آپ نے دارالعلوم دیوبند میں درجہ تفسیر میں داخلہ لیا۔علوم دینیہ سے فارغ ہوکر آپ علمی، درسی اور تصنیفی مشاغل میں مصروف ہو گئے۔آجکل مولانا موصوف مدرسہ عربیہ عالیہ خلیلیہ برما میں استاذ ہیں اور درس نظامی کی اہم کتابیں پڑھا رہے ہیں۔

مولانا نے برمی زبان میں اسلام کے بنیادی ارکان اور ان سے متعلق فرائض، واجبات سنن، مستحبات وغیرہ پر ایک مسبوط کتاب لکھی ہے۔اس کے علاوہ سوانح حضرت ابوبکر صدیقؓ ،فضائل مسواک ،فضائل اسلام ،فضائل طہارت ،اسلامی کلمات ،موت اور میت ، حجیت حدیث ،حزیل الحواشی شرح اصول الشاشی وغیرہ کتابوں کو برمی زبان میں منتقل کر کے اپنے حواشی سے مزین کیا ہے۔آپ حضرت شیخ الحدیثؒ سے سنہ ۱۳۷۸ھ میں بیعت ہوئے فی الحال مولانا موصوف مدرسہ خلیلیہ برما کے ناظم ومہتمم بھی ہیں۔''(67)

مولانا عبداللہ صاحب طارق دہلوی:

''آپ کی پیدائش سنہ ۱۹۴۳ء میں ضلع میرٹھ میں شاہجان پور کٹھور کے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ محل والا ہے وہاں پر ہوئی۔ والد محترم کا نام مولانا رحمت اللہ صاحب ہے۔ سنہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ کے کچھ ہی بعد مستقل طور پر دہلی آچکے تھے۔ اور یہیں مدرسہ تجوید القرآن دہلی میں قرآن پاک حفظ کیا۔ سنہ ۱۳۷۵ھ بمطابق ۷ اپریل سنہ ۱۹۵۶ء میں حفظ وقرآت کی سند ملی۔ اس کے بعد درس نظامی کی کتابیں پڑھنے کے لئے مدرسہ کاشف العلوم دہلی میں داخلہ لیا۔ اور پھر بارہ ۱۲ شوال سنہ ۱۳۸۰ھ بمطابق ۳۰ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔

سنہ ۱۳۸۱ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ بخاری شریف جلد اول حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی۔

۲۳ شعبان سنہ ۱۳۸۲ھ بمطابق ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۶۳ء کو دورہ حدیث شریف سے فارغ ہو کر دہلی واپس آئے اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی تعمیل ارشاد میں تبلیغی اسفار شروع کیئے۔ جن میں بیشتر عرب جماعتوں کے ساتھ ہوئے تھے۔ اسی دوران حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کے تصنیفی مشاغل میں معاون رہے جس کا سلسلہ حضرت مرحوم کی وفات تک جاری رہا۔ سنہ ۱۳۸۴ھ میں جب حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا انتقال ہو گیا۔ تو مولانا موصوف سہارنپور چلے آئے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے پاس قیام کر کے اصلاح وتربیت کے علاوہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی تالیف لامع الداری میں معاون بنے اور ماخذ کی مراجعت وتلاش موصوف کے حوالہ ہوئی۔ سہارنپور کے زمانہ قیام میں سلیم (ٹمل ناڈو) کے مدرسہ میں مدرسی کی دعوت ملی تو ۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۶۷ء میں وہاں کے لیئے روانگی ہوئی۔ تقریباً دو سال وہاں قیام کے بعد سنہ ۱۳۸۹ھ ماہ شعبان میں واپس دہلی آگئے اور اب مستقل طور پر دہلی ہی میں قیام ہے اور وہیں رہ کر علمی وتالیفی خدمات میں مشغول ہیں۔'' (68)

تصنیفات وتالیفات

(۱) رمضان کیا ہے۔

''ماہ رمضان المبارک کی اہمیت وضیلت، اسکے احکام ومسائل وغیرہ وغیرہ امور کے متعلق عام فہم انداز میں یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے۔ کتاب کے شروع میں حکیم الاسلام حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کا ایک بصیرت افروز مقدمہ بھی ہے۔ صفحات ۱۹۲ ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

(۲) قرآن سے ستاروں تک

مصنف نے اپنی کتاب کا تعارف اسطرح کرایا ہے۔ دور حاضر کی خلائی تحقیقات اور مختلف سیاروں کی طرف پرواز نے

مذہبی دنیا کے سامنے بہت سے سوالات پیدا کردیئے۔ بہت سے حضرات نے اپنے اپنے ذہن وخیال کے مطابق اس کے جوابات دیئے ہیں لیکن اکثر اس معاملہ میں افراط وتفریط سے کام لیا گیا۔

اس کتاب میں بہت اعتدال وتوازن کے ساتھ صحیح اسلامی نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ جو کچھ لکھا گیا ہے مضبوط علمی وتحقیقی دلائل اور حوالوں سے لکھا گیا ہے اس کتاب کا پہلا ایڈیشن اپریل سنہ ۱۹۷۷ء میں طبع ہوا۔ اسکا سائز ۳۰×۲۰/۱۶ ہے۔ اور صفحات ۱۹۹ ہیں۔

(۳) انتخاب الترغیب والترہیب

یہ علامہ زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۶۵۶ء) کی مشہور کتاب الترغیب والترہیب کی تحقیق وتشریح ہے چار جلدوں پر مشتمل ہے جلد اول چار سو بتیس (۴۳۲) صفحات ہیں اور سائز ۲۳×۲۰/۸ ہے۔

(۴) ترجمہ قانون شیخ بوعلی سینا

ادارہ تاریخ وتحقیق طب نئی دہلی کے زیر اہتمام آجکل اس کتاب کی تصحیح وترتیب ہورہی ہے اور اس کا اُردو ترجمہ کیا جارہا ہے۔

(۵) درس نظامی کے مؤلین

یہ اُردو زبان میں موصوف کی قلمی محنت کا ثمرہ ہے جس میں بہت سی معلومات وتحقیقات جمع کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ موصوف کی درج ذیل تصنیفات کے اسماء گرامی پیش کیئے جارہے ہیں۔

(۶) اصلاح اللغات

(۷) حاشیہ بہشتی زیور

(۸) نفل نمازیں

(۹) تحقیق وتحشیہ اغلاط العوام

(۱۰)) تحریج احادیث اصول الشاشی

(۱۱) ترجمہ العقائد النسفیہ

(۱۲) استدراک لباب النقول فی اسباب النزول

(۱۳) لب الالباب فی شرح قول الترمذی وفی الرباب

(۱۴) اکرام المسلم

حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی:

آپ کی پیدائش دس ۱۰ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۵ھ شب جمعہ میں مشہور عالم قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں ہوئی۔ والد محترم کا نام جناب حامد حسن تھا۔

آپ نے اولاً گنگوہ میں قرآن مجید کی تکمیل کی مفتی صاحب موصوف کی آمد مظاہر علوم میں سنہ ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ سنہ

۱۳۴۷ھ تک آپ نے جامعہ مظاہر علوم میں پڑھا۔ شوال سنہ ۱۳۴۸ھ میں آپ نے دارالعلوم دیو بند میں داخلہ لیا۔ دیو بند سے تکمیل علوم کے بعد آپ پھر جامعہ مظاہر علوم میں آگئے اور یہاں داخلہ لیکر بخاری شریف اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔''(69)

چار ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۱ھ میں آپ کا تقرر بحیثیت معین مفتی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ہوا۔ سنہ ۱۳۵۳ھ میں آپ نائب مفتی بنائے گئے۔ سنہ ۱۳۷۰ھ تک اسی عہدہ پر رہے۔

محرم الحرام سنہ ۱۳۷۱ھ میں آپ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے اور وہاں رہ کر درس وتدریس، فقہ وفتاوی، وعظ وارشاد کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیں۔ سنہ ۱۳۷۵ھ میں آپ جامع العلوم کے شیخ الحدیث منتخب ہوئے اور پہلی مرتبہ بخاری شریف کا درس دیا۔

سنہ ۱۳۸۴ھ میں آپ بصد عزت واحترام دارالعلوم دیو بند میں تشریف لائے یہاں مسند افتاء پر متمکن ہوئے۔

سنہ ۱۳۸۶ھ میں جامعہ مظاہر علوم کے سرپرست بنائے گئے۔ ایک طویل عرصہ تک آپ نے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی صحبت مبارکہ میں رہ کر ریاضت ومجاہدات اور ذکر واذکار کیئے، بعدازاں حضرت شیخ الحدیثؒ کی جانب سے مجاز بیعت وخلیفہ بنائے گئے۔ ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے مفتی صاحب موصوف کے متعلق فرمایا تھا کہ میں مفتی محمود کو چالیس ۴۰ سال تک رگڑا اب کہیں جا کر خلافت واجازت دی۔

حضرت مفتی صاحب موصوف کی فن حدیث اور فقہ وفتاوی میں ایک خصوصی اور امتیازی مقام حاصل ہے۔

ہندوستان کے بہت سے علمی ودینی اداروں اور مدرسوں کے آپ خصوصی مشیر اور سرپرست بھی بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد، مدرسہ جامع العلوم کانپور، مدرسہ دارالرشاد بنکی (بارہ بنکی) وغیرہ آپ کی سرپرستی اور خصوصی نگرانی میں دینی وروحانی خدمات انجام دتے رہے ہیں۔''(70)

تصنیفات وتالیفات

(۱) حواشی بہشتی گوہر

''بہشتی گوہر مختلف ناشروں کے یہاں سے طبع ہوا۔ لیکن حضرت اقدس تھانویؒ نے مظاہر علوم کے علمائے میں سے کسی سے نظر ثانی کروانے کا فرمایا۔ چنانچہ الحاج قادری سعید احمد صاحب مفتی اعظم اور مولانا الحاج مفتی موصوف صاحب نے نہایت جانفشانی سے ان مسائل کی تحقیق فقہ کی معتبر ومستند کتابوں سے کر کے مسائل کی اسطرح تصحیح فرمائی کہ اصل عبارت کو باقی رکھ کر حاشیہ پر اس کی تصحیح کردی۔ اس کے علاوہ اور کتابیں۔

(۲) مسئلہ تقلید اور جماعت اسلامی

(۳) مسئلہ تنقید اور جاعت اسلامی

(۴) گلدستہ سلام

(۵) نفسیر توحید

(۶) وصف شیخ

(۷) حقوق مصطفیٰ ﷺ

(۸) اسباب غصب حدیث کی روشنی میں

مولانا الحاج قاری محمود داود یوسف صاحب مفتی اعظم برما:

آپ کی پیدائش رنگون میں ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام جناب الحاج دواد ہاشم یوسف تھا۔ مولانا محمود صاحب کی ابتدائی اُردو، انگریزی، تعلیم وہیں ہوئی، اس کے بعد سنہ ۱۳۴۷ھ بمطابق سنہ ۱۹۲۹ء میں جامعہ مظاہر علوم میں آپ کی آمد ہوئی یہاں آکر درس نظامی کی الف، بالیعنی حمد باری اور آمد نامہ سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا۔

سنہ ۱۳۴۹ھ میں آپ نے درجہ ابتدائی میں داخلہ لیا اور مظاہر علوم سے آپ کی فراغت سنہ ۱۳۵۴ھ میں ہوئی۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

سنہ ۱۳۵۵ھ میں آپ نے فنون کی کتابیں پڑھیں۔ فراغت کے بعد آپ برما تشریف لے گئے اور وہاں آپ کی مشغول زندگی اور دینی و مذہبی خدمات کا ہلکا سا اندازہ ان مناسب اور عہدہائے جلیلہ متفرقہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ جن پر آپ ایک عرصہ دراز سے فائز ہیں اور بڑی تندی دوربینی کے ساتھ ان مختلف الالوان اور متفرع الانواع خدمات کو انجام دے رہے ہیں۔ درس وتدریس، مواعظ وتقاریر، جمعیۃ علماء برما اور تبلیغی جماعت کے ذریعہ تبلیغی خدمات، جامع مسجد کو تولیت اور اس کی کمیٹی کی صدارت، اپنے قائم کردہ مدرسہ جامعہ دارالعلوم تانبولے کی انتظامی اور تعلیمی دیکھ بھال ونگہداشت، مرکزی جمعیۃ علماء کی صدارت وامارت، مفتی اعظم مرکزی دارالافتاء، جمعیۃ علماء برما ان سب کے علاوہ رابطہ عالم اسلامی مکہ المکرمہ سعودی عرب کے مجلس تاسیس کے رکن بھی ہیں۔

تصنیفات وتالیفات

(۱) مجموعہ ہفت سورہ وظائف

یہ پانچ متفرق کتب ادعیہ کا مجموعہ ہے جسے مفتی صاحب موصوف نے ترتیب دیا ہے۔ بہت سے اضافے بھی کئے ہیں سنہ

۱۹۵۵ء میں مفتی صاحب ہندوستان تشریف لائے تو حضرت مولانا الحاج الشاہ اسعد اللہ صاحب سے نظر ثانی اور اصلاح کرا کر لے گئے اور پھر بڑے اہتمام سے شائع کرائی۔ کتاب کے اخیر میں ایک طویل دعا بھی ہے جس کو مفتی صاحب نے شیخ محی الدین ابن عربی کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس دعا کا قلمی نسخہ پونا میں دستیاب ہوا تھا۔ یہ مجموعہ کاپی سائز کے ۱۳۱ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۱۹۵۸ء میں دوسری مرتبہ شائع ہوا۔ افریقہ میں دعاؤں کا یہ مجموعہ متعدد مقامات پر شائع ہو چکا ہے۔

(۲) تعلیم الحج

یہ کتاب دراصل معلم الحاج کا خلاصہ اور اس کی بہترین تلخیص ہے مفتی صاحب موصوف نے اس کو ترتیب دے کر حضرت مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ مفتی صاحب مرحوم نے ملاحظ فرما کر اس کی تصویب وتحسین فرمائی۔ یہ کتاب متعدد مرتبہ شائع ہوئی۔ اب بھی ہر سال بڑے اہتمام سے حجاج کرام میں پڑھی جاتی ہے۔

مولانا قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی صاحب:

صدر شعبہ دینیات معلم یونیورسٹی علی گڑھ

آپ کی پیدائش سنہ ۱۹۱۸ء میں سندیلہ ضلع ہردوئی کے ایک قصبہ میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام قاضی عزیز الدین احمد ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اُردو، اور قرآن مجید گھر پر حافظ ظہیر الدین صاحب سے پڑھا۔ قرآن شریف پڑھنے کے بعد علی گڑھ معلم یونیورسٹی کے اسکول میں درجہ سوئم میں داخلہ لیا۔ سنہ ۱۳۴۹ھ میں آپ جامعہ مظاہر علوم میں تشریف لائے۔ سنہ ۱۳۵۵ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ آپ نے بخاری شریف جلد اور ابوداؤد شریف مکمل حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

مظاہر علوم سے فارغ ہو کر معقولات ومنقولات کی کتابیں حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمانی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن سے پڑھیں۔ سنہ ۱۹۴۴ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں استاذ دینیات کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ سنہ ۱۹۴۵ء میں شعیب محمدیہ انٹر کالج میں بطور استاد عربی تقرر رہا۔ ستمبر سنہ ۱۹۴۸ء میں معلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ دینیات میں بحیثیت لیکچرار تقرر رہا۔ تقریباً تین سال بعد سنہ ۱۹۵۱ء میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامعہ ازہر قاہرہ تشریف لے گئے اور ڈھائی سال کے قریب وہاں سے تخصص الدعوت والارشاد مع العالمیہ کی سند لیکر علی گڑھ اپنی ملازمت پر تشریف لائے سنہ ۱۹۷۱ء میں صدر شعبہ دینیات علی گڑھ یونیورسٹی کا تقرر رہا۔

تصنیفات وتالیفات

(۱) اسلامی کشکول

دینی اور مذہبی بنیادوں اور اس کے مختلف گوشوں پر مشاہیر اہل قلم نے بے حد وحساب لکھا ہے۔ جس کی ہلکی سی جھلک اس اسلامی کشکول میں ملتی ہے۔ اس میں انتیس (۲۹) اردو کتابوں کے پندرہ (۱۵) عربی کتب کے اور گیارہ انگریزی کتابوں کے سینکڑوں اقتباسات دلچسپ پیرایہ میں نقل کیئے گئے ہیں نیز جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دلوں میں اسلام کی جانب سے جو شکوک وشبہات پیدا ہوتے رہے ہیں ان کا بھرپور جواب دینا بھی مصنف کے پیش نظر رہا ہے

مدیر ہفت روزہ بیباک سہارنپور اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

اسلامی کشکول روشنی اور تہذیب وترقی کے موجودہ دور میں اسلام اور اس کی تعلیمات کی ایک قابل قدر ترجمانی ہے۔ اور وہ لوگ جو سائنس اور علوم جدیدہ کی ترقی کے اس زمانے میں مادیات کی طرح روحانیات والہیات کو بھی اپنی محدود عقل ودانش کے دائرے میں گھیرنا چاہتے ہیں۔ اسلامی کشکول کے مطالعہ کے بعد یہ محسوس کرینگے کہ وہ خدا کی بخشی ہوئی عقل سے کام لینے میں کس قدر کوتاہی اختیار کرتے ہیں۔ اور اسلام کی فطری خصوصیات اور عقل سلیم کے درمیان کتنا گہرا اور ناقابل شکست ربط وتعلق ہے۔ کائنات میں انسان خدا کی بہترین مخلوق ہے اور اس بہترین مخلوق کو جس جوہر سے نوازا اور آراستہ کیا گیا ہے۔ وہ عقل اور فہم ادراک کی عجیب وغریب صلاحیتیں ہیں۔ مؤلف اسلامی کشکول نے عقل انعامی کی اہمیت وعظمت کو تعلیم کرتے ہوئے واقعات، مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں یہ حقیقت بھی واضح کی ہے کہ عقل کے عروج وکمال کی آخری حد یہ ہے کہ وہ کہیں کہیں بیچارہ ودرماندہ ہوکر بھی رہ جائے اور اس کی تمام قوتیں خالق عقل کی حکمت ودانائی کے آگے کمال عجز کے ساتھ سرنگوں ہو جائیں۔ یہ عقل کی خامی نہیں بلکہ اس کے بلوغ وعظمت کا ایک بلند مقام ہے۔ اسلام کشکول کے نام ہی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مؤلف نے اس کے ذریعے دنیا کے بڑے بڑے مفکرین کے ان افکار وآراء کا موقع پیش کیا ہوگا جو ان کی گہری علمی تحقیق، بےلوث مطالعہ اور طویل تجربات اور مشاہدات کا ماحصل اور نچوڑ ہی کہلا سکتا ہے۔ اسلام چونکہ بغیر کسی جغرافیائی اور نسلی امتیاز کے پوری دنیائے انسانی کو خطاب کرتا ہے اور وہ تمام انسانوں کے لیئے ایک فطری اور مکمل ہدایت ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کے پیش کرنے کا اسلوب بھی انسانی اور اس کی نفسیات کے عین مطابق ہو اور اس کے لیئے ایسا سادہ اور دلکش پیرایہ بیان اختیار کیا جائے جسے اخذ وقبول کی صلاحیتیں بے اختیار جذب کرتی چلی جائیں ہم پوری مسرت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مؤلف اسلامی کشکول اس مقصد میں کما حقہ کامیاب رہے۔ (بیباک ۲۸، جون ۱۹۵۷ء)

اس کتاب میں درج ذیل عنوانات پر جواہر پارے جمع کیے گیے ہیں۔

عقل انسانی کی حدود مذہب کی ضرورت اور اس کے فوائد، اسلام دین فطرت ہے۔وجود باری تعالیٰ توحید و معاد، نبوت ورسالت، قرآن و حدیث، اسلامی رواداری اسلامی مساوات، اسلام میں عبادات واخلاق کا باہمی تعلق کتاب کے مجموعی صفحات ۳۰۷ ہیں اور سائز ۲۰x۳۰/۱۶ ہے۔

(۲) کنوز القرآن

یہ کتاب اس زمانے میں لکھی گئی جب کہ آپ معلم یونیورسٹی علی گڑھ میں استاذ شعبہ دینیات تھے یہ تالیف قرآن پاک کے تقریباً پچاس (۵۰) اہم اقتباسات پر مشتمل ہے اور انتخاب ان آیات کا کیا گیا ہے جن میں اسلامی عقائد، عبادات، آداب اخلاق معاملات اور حقوق وفرائض پر زور دیا گیا ہے۔پوری کتاب میں سلیس اور آسان اُردو ترجمہ کے ساتھ جناب عبداللہ یوسف علی کا انگریزی ترجمہ بھی نقل کر دیا گیا۔نیز جا بجا تشریحی نوٹس اور حواشی بھی لکھدیے گئے، کتاب کا سائز ۲۰x۲۶/۸ ہے اور صفحات ۱۲۶ ہیں۔

(۳) عیون العرفان فی علوم القرآن

یہ کتاب جمع وترتیب قرآن اسباب انزول، محکم ومتشابہ جیسے علمی مباحث پر مفید تحقیقات کا عمدہ مجموعہ ہے۔یہ تین ابواب پر مشتمل ہے جمع وترتیب وقرآن، اسباب انزول یا شان نزول محکم اور متشابہ، ان تین ابواب کے تحت ۷۶ ذیلی عنوانات قائم کر کے تمام اہل مباحث پر محققانہ کلام کیا گیا ہے۔کتاب کے صفحات ۲۳۲ ہیں اور سائز ۱۸x۲۲/ ۸ ہے ۔"(71)

مولانا خواجہ سید محمد علی صاحب سہارنپوری:

"آپ کا تعلق شہر سہارنپور کے مشہور علمی وسیاسی خانوادہ سے ہے آپ کے والد ماجد کا نام مولوی خورشید حسن ہے۔مظاہر علوم سہارنپور میں آپ کی آمد سنہ ۱۳۴۸ھ میں ہوئی اور اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا۔

سنہ ۱۳۵۵ھ میں آپ کی فراغت ہوئی اور آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

تصنیفات وتالیفات

آپ کی تالیفات وتصنیفات میں شرح مقدمہ مشکوۃ شریف ہے۔اس کتاب میں خواجہ صاحب موصوف نے مقدمہ شرح سفر السعادات، مقدمہ اشعۃ اللمعات، اور خطبہ مشکوۃ کی فارسی شرح کا اُردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔اور ان مقامات کے حل کے لیئے متعدد کتب فن کے علاوہ مشکوۃ شریف کی دیگر شروح وحواشی سے بھی مدد لی گئی ہے۔اس طور پر یہ کتاب

طلبائے علم حدیث کے لیئے بیش قیمت اور پر مغز بن گئی۔ سائز سائز ۳۰×۲۰/۱۶ ہے۔ اور صفحات ۱۱۲ ہیں۔

مولانا قاری محمد رنگونی (برما):

آپ کی پیدائشی وطن رنگون ہے آپ کے والد ماجد کا نام محمد یوسف ہے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے دارالعلوم تانبولے رنگون میں حاصل کی۔ بعد از اں مظاہر علوم سہارنپور میں شوال سنہ ۱۳۵۶ھ میں داخلہ لیا۔ سنہ ۱۳۶۱ھ میں آپ نے مظاہر علوم کے کبار اساتذہ سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔

مظاہر علوم سے فارغ ہوکر آپ اپنے وطن برما واپس چلے گئے اور درس وتدریس کے علاوہ متفرق دینی واسلامی خدمات انجام دیں۔

آپ نے اپنے مخلصین کے اصرار پر ایک کتاب فضائل رمضان شریف برمی زبان میں لکھی جس کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت عطا فرمائی۔ متعدد ایڈیشن اسکے شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب:

آپ کی پیدائش گیارہ (۱۱) ربیع الاول سنہ ۱۳۴۸ھ یوم جمعرات کو سہارنپور میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب (مفتی اعظم مدرسہ) ہے والد ماجد نے دو ۲ نام تجویز کیئے مظفر حسین اور احمد سعید لیکن مظفر حسین کے نام سے مشہور رہوئے یہ نام تاریخی بھی ہے چار (۴) سال کی عمر میں مظاہر علوم میں داخلہ لیکر قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا۔ سنہ ۱۳۵۸ھ میں حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ قرآن شریف سے فارغ ہوکر آپ نے دینی تعلیم شروع کی اور سنہ ۱۳۶۹ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔

بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔ سنہ ۱۳۷۰ھ میں آپ نے فنون میں داخلہ لیا۔ فراغت کے بعد آپ مظاہر علوم کے استاذ بنائے گئے۔ اس سے پہلے سال میں آپ نے قدوری کا درس دیا۔ یکم ذی الحج سنہ ۱۳۷۰ھ میں معین مفتی اور یکم رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۱ھ سے نائب مفتی تجویز ہوئے۔ سنہ ۱۳۷۲ھ میں مظاہر علوم کی جانب سے حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کی معیت میں رنگون (برما) کا طویل دورہ فرمایا۔ شوال سنہ ۱۳۷۷ھ میں صدر مفتی منتخب ہوئے یکم رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۵ھ سے حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب کے ضعف وعلالت اور اعذار کی وجہ نظامت میں ان کے دست راست اور نائب بنائے گئے۔

مختلف علوم وفنون کی کتابیں متواتر دس (۱۰) سال تک پڑھانے کے بعد شوال سنہ ۱۳۸۱ھ میں استاذ

حدیث بنائے گئے اور پہلی مرتبہ مشکوۃ شریف پڑھائی ۔ سنہ ۱۳۸۳ھ میں استاذ دورہ حدیث شریف منتخب ہوئے اور نسائی ، ابن ماجہ اور مشکوۃ شریف آپ کیلئے تجویز ہوئیں ۔

بیعت وسلوک کا تعلق حضرت شیخ الحدیثؒ سے قائم کیا ۔ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے وصال کے بعد آپ جامعہ مظاہر العلوم کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے ۔

تالیفات وتصنیفات

(۱) حاشیہ شرح عقود رسم المفتی

علامہ ابن عابدین شامی کی مشہور عالم کتاب شرح عقود پر مفتی صاحب موصوف نے ایک بیش قیمت حاشیہ لکھا ہے ۔ کتاب کے صفحات ۱۰۶ ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے ۔

(۲) فضائل اعمال (یعنی بخشش کے وعدے)

مشہور محدث حافظ ابن حجرؒ کی تالیفات کا سلیس ترجمہ کیا ہے یہ کتاب ۳۰ x ۲۰/۱۶ سائز پر طبع ہوئی صفحات ۴۸ ہیں ۔

(۳) فضائل تہجد

تہجد کے فضائل اور اسکے آداب قرآن وحادیث مبارکہ کی روشنی میں صفحات ۱۰۹ ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے ۔

(۴) فضائل جماعت

اس کتاب میں جماعت سے نماز پڑھنے کے فضائل قرآن واحادیث مبارکہ کی روشنی میں صفحات (۹۶) ہیں اور سائز ۳۰x ۲۰/۱۶ ہے ۔

(۵) فضائل مسواک

مسواک کی اہمیت وفضیلت پر یہ ایک عمدہ ترغیبی کتاب ہے صفحات (۵۲) اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے ۔

مولانا الحاج مفتی منظور احمد جونپوری قاضی شہر کانپور :

آپ کی پیدائش چار (۴) ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۰ھ بمطابق ۱۸ اگست سنہ ۱۹۳۱ء قصبہ پوٹریا ضلع جونپور میں ہوئی ۔ والد محترم کا نام مولانا حکیم عبدالسلام صاحب ہے آپ نے ابتدائی عربی تعلیم مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں حاصل کی ہے ۔ سنہ ۱۳۶۷ھ مظاہر علوم میں داخلہ لے کر عربی کتابوں سے اپنی تعلیم شروع کی ۔

شعبان سنہ ۱۳۷۳ھ میں آپ نے ، مظاہر علوم میں صحاح ستہ پڑھ کر فراغت حاصل کی ، اور حضرت شیخ الحدیثؒ سے بخاری شریف اور ابوداود شریف پڑھیں ۔ سنہ ۱۳۷۴ھ میں آپ نے فنون کی کتابیں پڑھیں ۔ مظاہر علوم سے فارغ ہوکر آپ

نے بھارت طبیہ کالج سہارنپور میں کچھ عرصہ علم طب حاصل کیا اور سال اول کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ شوال سنہ ۱۳۹۷ھ میں حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب کے مشورہ سے آپ مدرسہ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے اور اب تک وہیں رہ کر درس وتدریس، افتاء، وعظ وتقاریر وغیرہ کے ذریعے اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مولانا موصوف جامعہ انوار العلوم الہ آباد کی مجلس شوریٰ کے رکن اور ادارہ القضاء الشرعیہ (شرعی عدالت) کانپور کے صدر بھی ہیں۔

تصنیفات وتالیفات

(۱) مسئلہ تدفین حضرت اقدس رائپوری

حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی تدفین اور پھر اس کے ہندوستان منتقل کرنے کا مسئلہ اٹھا تھا اس کی شرعی وفقہی تحقیق مفتی صاحب موصوف نے اپنی اس کتاب میں فرمائی ہے۔

(۲) تین طلاق کا مسئلہ

کتاب کا موضوع سے ظاہر ہے اس میں تین طلاق کے متعلق مسئلہ کو تفصیل اور دلائل فقہیہ کی روشنی میں لکھا ہے۔ کتاب کا سائز ۲۰x۳۰/۱۶ ہے اور صفحات ۱۶ ہیں۔

مولانا محمد موسیٰ صاحب رنگون (برما):

سنہ ۱۹۵۳ء میں آپ رنگون میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام حافظ محمد یونس ہے۔ موصوف نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی اس کے بعد سہارنپور چلے آئے اور ۲۳ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۱ھ میں جامع مظاہر علوم میں بعمر (۱۸) سال داخل ہوئے اور مختلف کتب سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔

سنہ ۱۳۷۳ھ میں موصوف دورہ حدیث شریف میں شریک ہوئے اور بخاری شریف اور ابوداؤد شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔ سنہ ۱۳۷۴ھ میں مظاہر علوم میں رہ کر فنون کی کتابیں پڑھیں۔ فراغت کے بعد مولانا موصوف اپنے وطن واپس آ گئے۔ وہاں پہنچ کر برمی زبان میں ایک رسالہ ماہنامہ ''تہذیب الاسلام'' جاری کیا۔ موصوف آج کل عربیہ محمدیہ کے ناظم ہیں۔

تصنیفات وتالیفات

موصوف نے دینی مذہبی مطبوعات کے برمی زبان میں ترجمہ کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اور وہ اس سلسلہ میں بہت سی قابل قدر دینی کتابوں کو اپنے حواشی کے ساتھ بری زبان میں منتقل کر چکے ہیں۔ جن کتب کے تراجم ہمارے (محدود) علم میں

آئے ہیں ان کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) بہشتی زیور مکمل سائز ۱۰x۲/۱۷ مجموعی صفحات ۱۳۵۴

(۲) تفسیر موضح القرآن از پارہ نمبر۲۰ تا ۳۰ سائز ۱۰x۱/۲/۱۷ صفحات ۱۰۸۰

(۳) آئینہ نماز سائز ۷x۵ صفحات ۱۲۲

(۴) رسالہ حج مبرور سائز ۷x۵ صفحات ۱۲۰

(۵) احوال برزخ سائز ۷x۵ صفحات ۱۲۰

(۶) قیامت کبریٰ سائز ۷x۵ صفحات ۸۰

(۷) خدا کی جنت سائز ۷x۵ صفحات ۸۰

(۸) زاد السعید سائز ۷x۵ صفحات ۷۰

(۹) حالات جہنم سائز ۷x۵ صفحات ۲۷

(۱۰) آداب المساجد سائز ۷x۵ صفحات ۵۰

(۱۱) ترجمہ وتفسیر سورۃ ملک سائز ۷x۵ صفحات ۴۸

(۱۲) ترجمہ وتفسیر سورۃ رحمٰن سائز ۷x۵ صفحات ۵۰

(۱۳) ردقادیانیت سائز ۷x۵ صفحات ۱۸۰

(۱۴) چھ باتیں

(۱۵) فضائل تبلیغ

(۱۶) فضائل نماز

(۱۷) فضائل قرآن

(۱۸) فضائل ذکر

(۱۹) فضائل رمضان

(۲۰) حقایات صحابہ کرامؓ

(۲۱) مضائل صدقات

(۲۲) فضائل حج

موصوف کے یہ تمام تراجم ان کے قائم کردہ ادارہ ''ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ (تالان مانڈلے برما) سے شائع ہوئے ہیں۔

جناب مولانا نور محمد صاحب ٹانڈوی:

آپ کی پیدائش ٹانڈہ فیض آباد میں ہوئی۔ والد محترم کا نام جناب دین محمد ہے۔ مولانا نے قرآن پاک حفظ کر کے سلطانپور کے مدرسہ عربی میں داخلہ لیا اور وہاں فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھ کر مدرسہ عین العلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد (انڈیا) چلے آئے۔ یہاں پانچ سال قیام رہا اور مشکوۃ شریف وجلالین شریف تک اپنی تعلیم مکمل کی اور پھر سنہ ۱۳۴۰ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور سنہ ۱۳۴۲ھ میں آپ نے فنون کی کتابیں پڑھیں آپ کی فراغت مظاہر علوم سے سنہ ۱۳۴۳ھ میں ہوئی۔ آپ نے ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی، سنہ ۱۳۴۶ھ میں آپ کا تقرر مظاہر علوم میں استاذ ہونے کی حیثیت سے کر دیا گیا سنہ ۱۳۵۶ھ تک آپ مظاہر علوم سے وابستہ رہے۔

تصنیفات وتالیفات

(۱) جنت کے پھول

احادیث شریفہ میں جو سہل اور چھوٹے چھوٹے وظیفے اذکار اور ادا ئے ہیں ان کو ایک کتابی شکل میں جمع کر دیا گیا۔ کتاب کے صفحات ۳۵ ہیں اور سائز ۲۰x۳۰/۱۶ ہے۔

(۲) درود وسلام

نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے فضائل اور نہ پڑھنے کی وعیدیں چالیس (۴۰) صیغے چند عامتہ الورود اشکالات کے جوابات اور زیارت نبوی ﷺ کے عملی نمونے بھی لکھے گئے ہیں کتاب کے صفحات ۲۷ ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

(۳) آنکھوں کی ٹھنڈک

یہ فضیلت نماز کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے اس میں نماز پڑھنے کی اہمیت، اس کے فضائل، ترک پر وعیدوں کو تفصیل سے لکھا ہے کتاب کا سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

(۴) فضائل زکوۃ وخیرات

اس کتاب میں زکوۃ وصدقات کے فضائل اور اللہ جل شانہ کے راستے میں خرچ کرنے پر جو وعدے اور بشارتیں قرآن پاک اور احادیث میں آئی ہیں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ سنہ ۱۹۷۳ء میں یہ لکھی گئی۔ اس کے صفحات ۶۲ ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی ۱۹ کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔

مولانا سید محمد نجم الحسن صاحب تھانوی:

والد مرحوم کا نام قاضی سید محمد ہے۔ آپ نے سنہ ۱۳۵۹ھ میں مظاہر علوم میں دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ آپ نے بخاری شریف اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔ سنہ ۱۳۶۰ھ میں آپ نے فنون کی کتابیں پڑھیں۔ تقسیم کے موقعہ پر آپ پاکستان چلے آئے اور اب یہیں علمی ودینی خدمات میں مصروف ہیں۔

تصنیفات وتالیفات

(۱) سورہ الفاتحہ کے علمی وتفسیری فوائد

یہ درس قرآن شریف کے افادات کا مجموعہ ہے پوری کتاب اس طرز پر ترتیب دی گئی ہے کہ پہلے آیت لکھی گئی اس کے بعد اس کا ترجمہ اس کے بعد مفردات کی توضیح وتشریح کر کے آیت سے متعلقہ تفسیری وعلمی فوائد لکھے گئے ہیں موجودہ زمانہ کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر آسان اور ہلکی زبان میں یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے۔ کتاب کے صفحات ۴۸ ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

(۲) دعوت حیات

یہ حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہ کی تعلیمات وارشادات کا خلاصہ ہے اس کے صفحات (۱۴۴) ہیں اور

سائز۳۰x۲۰/۱۶ہے۔

مولانا نعیم احمد صاحب بجنوری:

آپ کی پیدائش تہی پور میں (جو بجنور کے قریبی مقامات میں سے ہے) ماہ شعبان سنہ ۱۳۵۷ھ میں ہوئی۔ والد محترم کا نام شیخ تعلیم احمد ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ نجیب اللہ دہلوی سے جاملتا ہے جو سلطان العارفین محبوب الٰہی شاہ نظام الدین دہلوی کے ہمشیرہ زادہ ہیں ابتدائی تعلیم اُردو، ہندھی، دینیات، ناظرہ قرآن مجید اپنے گاؤں کے ایک مکتب میں مفتی نظام الدین صاحب نگینوی سے حاصل کی۔ فارسی عربی کی ابتدائی کتابیں کافیہ تک مدرسہ حسینیہ قاسم العلوم دھام پور میں پڑھیں۔ یہاں آپ کے استاذ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دھام پوری (مجاز حضرت شیخ الحدیثؒ) تھے۔

سنہ ۱۳۷۲ھ میں آپ نے مظاہرعلوم میں داخلہ لیا۔ مظاہرعلوم میں آپ نے کتب صحاح سنہ ۱۳۷۷ھ میں پڑھیں۔ آپ نے بخاری شریف مکمل حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ کاشف العلوم چھٹمل پور، مدرسہ قاسم العلوم بجنور، مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ میں تعلیمی خدمات انجام دیں۔ چھ (۶) سال تک مدرسہ حیات العلوم مرادآباد میں بھی درس دیتے رہے۔ اس کے بعد تین سال مدرسہ امدادیہ میں رہ کراب یکم ذیقعدہ سنہ ۱۳۹۲ھ سے جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں اونچے پیانہ پر تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مولانا کا یہ مبارک مشغلہ گنگوہ کے چھ سالہ زمانہ قیام میں بھی برابر جاری رہا۔''(73)

تصنیفات وتالیفات

(۱) پیام بیداری

''یہ کتاب چالیس (۴۰) صفحات پر مشتمل ایک چھوٹی سی کتاب ہے جس میں ولولہ انگیز نظمیں لکھی گئی ہیں۔ ان نظموں کا موضوع مسلمانوں کو اپنے مستقبل کی بہترین تعمیر پر ترغیب دینا ہے۔ تقریباً ساڑھے تین سو اشعار پر مشتمل ہے۔ کتاب کا سائز۳۰x۲۰/۱۶ہے۔

(۲) مثنوی حکمت لقمان

حضرت لقمان کی مختصر سوانح عمری ان کے پند ونصائح اور عارفانہ باتیں مولانا نے اشعار کی زبان میں جمع فرمائی ہیں یہ مثنوی تقریباً (۱۲۵۰) اشعار پر مشتمل ہے اس کے صفحات ۹۶ ہیں اور سائز۳۰x۲۰/۱۶ہے۔

(۳) تحفۂ خواتین

یہ کتاب خواتین کے لیئے پند ونصائح، تجربہ میں آئی ہوئی مفید باتوں نیز زندگی کے متعلق آیات واحادیث پر مشتمل ایک بیش بہا موقع اور دستور العمل ہے۔ اسکے صفحات (۴۷) ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

مذکورہ تصانیف کے علاوہ مولانا موصوف کی مزید تالیفات کے صرف اسماء پیش کیئے جاتے ہیں۔

(۴) شیرت طیبہ
(۵) شرح مشکوۃ المصابیح
(۶) مراۃ الانوار شرح مشکوۃ الاثار
(۷) نماز، عقل کی روشنی میں
(۸) ہدایت اور صراط مستقیم
(۹) بہار وخزاں
(۱۰) اسرار بسم اللہ
(۱۱) ہدیۂ مومنات
(۱۲) عملیات بسم اللہ
(۱۳) چہل حدیث

(۱۶) اسماء حسنیٰ

(۱۷) تحفۂ نسواں

(۱۸) حقیقت دنیا

(۱۹) حکمت ایمانیاں

(۲۰) تذکرہ حضرت لقمان حکیم

(۲۱) دلچسپ اور سبق آموز مکالمے

(۲۲) محبت کی باتیں

(۲۳) علامات ایمان

(۲۴) اسلام اور اجتماعیت

(۲۵) نورانی گلدستے

عباد الرحمٰن

فتح نامی شرح اُردو شرح جامی

(۲۶) قرآنی چھ ٦ باتیں

(۲۷) تعلیم کی اہمیت

(۲۸) صحیح بخاری شریف کی آخری حدیث

(۲۹) مومن کی پہچان

(۳۰) حدیث جبرئیل

(۳۱) قرآن جلووں کی ایک نئی کرن

(۳۲) تحفۂ عید رمضان

(۳۳) تبلیغی چہل حدیث

(۳۴) فضائل ومسائل اعتکاف

(۳۵) شب قدر

(۳۶) حقیقت قربانی

(۳۷) شیطان کی باتیں

(۳۸ اخلاق نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام

(۳۹) حب رسول ﷺ

(۴۰) سنت کا اہتمام

(۴۱) پانچ باتیں

(۴۲) حقیقت بدعت

(۴۳) آخری چہار شنبہ

(۴۴) نیت اور اخلاص

(۴۵) تحفۂ عید قربان

(۴۶) رہنمائے علم

(۴۷) تحفۂ علم

(۴۸) تحفۂ شب برات

(۴۹) ایمانی چہل حدیث

(۵۰) فضائل ومسائل تراویح

(۵۱) مسلمان کیوں؟

(۵۲) تدریسی تفسیر پارہ تبارک الذی وعم یتساءلون

(۵۳) اللہ کی محبت

(۵۴)

(74)

مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی:

''آپ کی پیدائش دس (۱۰) ربیع الاول سنہ ۱۳۷۰ء بمطابق ۲۰ دسمبر سنہ ۱۹۵۰ء میں قصبہ کاندھلہ ضلع مفظر نگر انڈیا میں ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مولانا الحاج امتیاز الحسن صاحب ہے۔

قرآن شریف وطن کے قدیم مدرسہ نصرۃ الاسلام میں حافظ عبدالعزیز کاندھلہ مرحوم سے پڑھا۔ قرآن مجید ختم ہونے کے بعد مدرسہ میں فارسی کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھیں۔ سنہ ۱۳۸۷ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور سنہ ۱۳۸۹ھ میں دورہ حدیث تمام کیا۔ اس درمیان حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی مجلس میں خصوصی درس میں شرکت کی سعادت میسر آئی ۔تعلیم کے بعد سے وطن میں قیام ہے۔ مطالعہ وتحقیق اور تصنیف وتالیف کا مشغلہ ہے۔ جس میں سلسلہ عالیہ ولی اللہ امدادیہ کے مشائخ واکابر کے احوال وآثار بطور خاص موضوع مطالعہ ہیں۔

تصنیفات وتالیفات

(۱) تبرکات

حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی اور حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی کے غیر مطبوعہ مکتوبات کا مجموعہ خطوط کا اُردو ترجمہ مفصل حواشی اور مقدمہ کے ساتھ پہلی بار سنہ ۱۳۹۶ھ میں شائع ہوا۔ متوسط سائز کے چھیانوے (۹۶) صفحات

پر مشتمل ہے۔

(۲) برکتہ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی کے معمولات رمضان۔

اس میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے سنہ ۱۳۳۳ھ سے سنہ ۱۴۰۰ھ تک رمضان المبارک کے معمولات ومشغولیات رمضان میں شب وروز کی مصروفیات اور حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہونے والے اہل دل کے لیل ونہار کی منظر کشی کی گئی ہے۔ یہ کتاب متوسط سائز کے اٹھاسی (۸۸) صفحات پر پہلی بار سنہ ۱۴۰۰ھ بمطابق دسمبر سنہ ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی۔

(۳) حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی کے اساتذہ

یہ مقالہ پہلی بار تین قسطوں میں ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کی اشاعت ربیع الثانی، جمادالاول سنہ ۱۴۰۱ھ اور شوال ذیقعدہ سنہ ۱۴۰۱ھ میں شائع ہوا۔

اور اس وقت جو مضامین اشاعت پذیر ہوئے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) اراضی ہند کی شرعی حیثیت

(۲) حیات سرسید احمد کا ایک گم شدہ ورق

(۳) ایک مثالی شخصیت ڈاکٹر عبدالعلی حسنی

(۴) عرفان امداد اللہؒ

(۵) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے غیر مطبوعہ فتاویٰ

(۶) خانوادہ ولی اللہ کی زیریں شاخیں اور ان کے نسبی سلسلے

(۷) حضرت شیخ الحدیثؒ کے اجداد کا صحیح نسب نامہ اور حالات

(۸) باقیات آزادہ چند تلامذہ، تالیفات، فتاویٰ وخطوط

مولانا مفتی محمد وجیہ الدین صاحب ٹانڈوی:

مفتی صاحب موصوف کی پیدائش تین (۳) محرم الحرام سنہ ۱۳۴۳ھ کی ہے۔ تانڈہ ضلع رامپور (یوپی انڈیا) آپکا پیدائشی وطن ہے۔ آپ کے والد امجد کا نام مولانا محمد عیسیٰ صاحب ہے۔ جو حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہ کے خلفاء میں سے تھے ابتدائی تعلیم ٹانڈہ میں آپ نے حاصل کی۔

مفتی صاحب کی آمد مظاہر العلوم میں سنہ ۱۳۶۱ھ میں ہوئی۔ اور سنہ ۱۳۶۳ھ، میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ اور بخاری شریف جلد اول اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔ اس سال صحاح ستہ کی جماعت میں

پچپن (۵۵) حضرات تھے۔ مولانا وجیہہ الدین صاحب اس پوری جماعت میں سالانہ امتحان کے موقعہ پر اول نمبرات سے کامیاب ہوئے۔ اس موقع پر جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کی طرف سے بطور یادگار تحفہ آپ کو چند کتابیں دی گئیں۔ سنہ ۱۳۶۴ھ میں آپ نے فنون کی کتابیں پڑھیں۔

فراغت کے بعد آپ نے ایک سال تک خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں تدریسی خدمات انجام دیں تقسیم ہند کے موقع پر دو سال اپنے مکان پر ہی قیام کیا۔ ایک سال میں قرآن مجید حفظ کر کے ایک سال تجارت میں مشغول رہے۔ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کو دعوت پر آپ ایک سال اشرف المدارس ہردوئی میں رہے۔ بعد ازاں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کی دعوت پر آپ مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں آ گئے۔ یہاں پانچ (۵) سال قیام کرنے کے بعد سنہ ۱۳۷۷ھ میں پاکستان کے لئے رخت سفر باندھا۔ اور یہاں مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہیار ضلع حیدر آباد سندھ میں استاذ اعلیٰ بنائے گئے۔ تادم تحریر مفتی صاحب موصوف یہاں علمی و دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس عرصہ میں آپ نے سولہ مرتبہ سے زائد ابوداود شریف پڑھائی۔ اسی عرصہ میں یہاں کے شیخ الحدیثؒ بھی بنا دیئے گئے۔

تقریباً ۲۷ اور ۲۸ سال سے آپ یہاں فقہی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ اب تک ۲۰ ہزار سے زیادہ فتاویٰ آپ کے قلم سے نکل کر ملک و بیرون ملک میں پہنچ چکے ہیں۔ مظاہر علوم کے زمانہ قیام میں آپ نے حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم فرمایا۔ جو حضرت تھانوی کے زمانہ علالت میں ان ہی کے مشورہ و ایماء سے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوریؒ کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس سلسلہ میں مفتی صاحب موصوف کی جو خط و کتابت اپنے مرشد ثانی سے ہوئی وہ ان کی سوانح تجلیات رحمانی میں شائع ہو چکی ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوریؒ کی وفات کے بعد آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ سے رشتہ روحانیت استوار کیا اور ان ہی سے ۲۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۹۵ھ میں اجازت بیعت و خلافت پائی۔ اس کے علاوہ آپ کو حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ صاحب جلال آبادی سے بھی اجازت ملی ہوئی ہے۔'' (75)

جناب مولانا وارث علی صاحب سیتاپوری:

''سنہ ۱۳۵۶ھ بمطابق دو (۲) جولائی سنہ ۱۹۳۷ء میں آپ کی پیدائش جیتا مؤ ضلع سیتاپور یوپی (انڈیا) میں ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام حاجی عبدالرشید صاحب ہے۔

سنہ ۱۹۴۳ء میں ابتدائی تعلیم جیتا مؤ کے سرکاری پرائمری اسکول میں حاصل کی۔ سنہ ۱۳۶۹ھ بمطابق سنہ ۱۹۵۰ء میں مدرسہ مصباح العلوم ہرپور ضلع سیتاپور میں داخل ہوئے سنہ ۱۳۷۲ھ میں جامعہ عربیہ مسعودیہ نور العلوم بہرائچ چلے گئے۔ وہاں تعلیم

حاصل کرتے رہے اور اس کے بعد سنہ ۱۳۷۳ھ بمطابق سنہ ۱۹۵۴ء میں الہٰ آباد یونیورسٹی سے منشی کا امتحان دے کر اگست سنہ ۱۹۵۴ء میں دار السرمان لال ٹیکری حیدر آباد دکن کے درجہ فوقانی کے ترجمہ قرآن پاک کا امتحان دیا۔ اس امتحان میں ہندوستان کے مختلف مدارس کے بائیس سو (۲۲۰۰) طلباء شریک تھے۔ لیکن مولانا اس میں امتیازی طور پر کامیاب ہوئے سنہ ۱۹۵۵ء میں الہٰ آباد یونیورسٹی سے مولوی کا امتحان دیا۔

جس میں درجہ دوم کی کامیابی حاصل کی سنہ ۱۹۵۶ء میں دوبارالہٰ آباد یونیورسٹی سے ادیب کا امتحان دیا۔ ماہ شوال سنہ ۱۳۷۶ھ مئی سنہ ۱۹۵۷ء میں آپ نے جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیکر دورہ حدیث شریف پڑھا۔ شعبان سنہ ۱۳۷۷ھ میں آپ فارغ ہوئے۔ آپ نے بخاری شریف اور مسلسلات حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھیں۔ سنہ ۱۳۷۸ھ میں آپ نے مظاہر علوم میں دوبارہ داخلہ لیکر فنون کی کتابیں پڑھیں۔

فراغت علوم کے بعد آپ درس و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و نصیحت کے ذریعہ دینی خدمات میں مشغول ہوگئے۔ مدرسہ بحرالعلوم پرسینڈی ضلع سیتاپور، مدرسہ عربیہ مصباح العلوم لاہرپور ضلع سیتاپور وغیرہ مدارس میں پڑھایا۔ مدرسہ مصباح العلوم لاہرپور میں آپ کا تقرر بہ حیثیت صدر المدرسین ہونے کے ہوا۔

اکتوبر سنہ ۱۹۶۶ء میں آپ نے ٹریننگ کیمپ دینی تعلیمی کونسل لکھنؤ میں داخلہ لیکر ٹریننگ حاصل کی۔ اس کیمپ میں آپ کے ساتھ پندرہ (۱۵) رفقاء بھی تھے۔ امتحان میں آپ درجہ اول سے کامیاب ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہ نے کونسل کے جلسہ عام میں اپنے دست مبارک سے مولانا موصوف کو سند فرحمت فرمائی۔ دعوت و تبلیغ سے بھی مولانا کو گہرا لگاؤ ہے۔ تین اگست سنہ ۱۹۷۴ء میں آپ مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم خیرآباد ضلع سیتاپور میں رئیس الاساتذہ ہیں۔

بیعت اور ارشاد کا تعلق آپ نے حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے قائم فرمایا اور ان ہی کی جانب سے رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۱ھ میں اجازت بیعت وخلافت پائی۔

درج ذیل تصانیف آپ کے قلم سے ہیں یہ سب رواں دواں اشعار میں ہیں۔

(۱) اسلام عمر (۲) گلشن وارث (۳) چہل حدیث منظوم (۴) سخاوت آل محمد علیہ السلام

مولانا محمد ہاشم صاحب (بولٹن) لندن:

موصوف کی پیدائش جوگواڑ ضلع بلساڑ صوبہ گجرات (انڈیا) کی ہے والد محترم کا نام جناب حسن صاحب ہے۔ ابتدائی تعلیم کے لئے سنہ ۱۳۷۷ھ میں جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں داخل ہوئے۔ پھر جامعہ حسینیہ میں چلے آئے۔ (۲۸) اٹھائیس شوال سنہ ۱۳۸۲ھ بمطابق ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۶۳ء میں بعمر انیس (۱۹) سال آپ کا داخلہ مظاہر علوم میں ہوا۔ سنہ ۱۳۸۵ھ

بمطابق سنہ ۱۹۶۵ء میں آپ نے دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی۔اور بخاری شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی۔
مظاہرعلوم سے فراغ ہوکرآپ اپنے وطن جوگواڑ کے ایک مدرسہ ''فرقانیہ عالیہ'' سے وابستہ ہوگئے۔وہاں تقریباً تین سال درس وتدریس میں مشغول رہ کرسنہ ۱۳۸۸ھ کے اواخر میں انگلینڈ چلے گئے اور مولانا محمد یوسف صاحب متالا کے معاون اوررفیق کار بن کردارالعلوم الاسلامیہ بولٹن (انگلینڈ) کی زریں خدمات انجام دے رہے ہیں۔صدارت تدریس کا عہدہ بھی مولانا موصوف سنبھالے ہوئے ہیں۔بیعت وارادت کے سلسلہ میں مولانا موصوف کاتعلق مخدومی حضرت شیخ الحدیثؒ سے ہے۔۲۱ جمادی الاول سنہ ۱۳۹۷ھ میں المخدوم کی جانب سے آپ کوخلافت اوراجازت بیعت بھی حاصل ہوئی۔فراغت کے بعد حفظ قرآن پاک کاشوق ہوا۔توبہمہ تن اسمیں مشغول ہوگئے اورشبانہ روز کی محنت سے قرآن پاک حفظ کیا۔

تصنیفات وتالیفات

(۱) بدنظری کاعلاج

اس کتاب میں قرآن پاک،احادیث رسول اللہﷺ اوراکابراولیاءاللہ اورمشائخ کے ملفوظات کے ذریعے بدنگاہی اور بدنظری کے نقصانات لکھے گئے ہیں۔کتاب کاسائز ۲۰x۳۰/۱۶ ہےاورصفحات (۸۰) ہیں۔
(۲) بچوں کے لئے آسان قاعدہ یہ قاعدہ بچوں کی ذہنی ساخت کوسامنے رکھ کرترتیب دیا گیا ہے۔انگلینڈ کے ماحول میں پرورش پانے والے بچوں کے لئے آسان اورسیدھی زبان میں اس قاعدہ کی ترتیب سالہاسال کے تجربے کے بعدوجود میں آئی ہے۔''(76)

رئیس التبلیغ حضرت مولانا الحاج محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ (سرپرست مدرسہ):

''موصوف کی پیدائش مشہورقصبہ کاندھلہ ضلع مظفرنگر میں ۲۵ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۵ھ بمطابق ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۱۷ء چہارشنبہ کوہوئی۔والدمحترم مشہورداعی الی اللہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔اورجدمحترم مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔سب سے اول قرآن مجید حفظ کیا۔جب حافظ بنے تودس (۱۰) سال کی عمرتھی ابتدائی کتب اورکتب حدیث کے لئے استاذ حافظ مقبول حسن صاحب اورتجوید کے استاذ قاری معین الدین صاحب مقرر ہوئے مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے سنہ ۱۳۵۱ھ میں پہلی مرتبہ مظاہرعلوم میں داخلہ لیا۔یہ داخلہ اپنے والدمحترم کے سفرحج کی بناء پرہواتھا۔جب وہ واپس تشریف لےآئے توپھرسلسلہ تعلیم دہلی میں شروع ہوگیا۔اس کے بعدسنہ ۱۳۵۴ھ میں دوبارہ مظاہرعلوم میں داخل ہوکرکتب صحاح پڑھیں۔ابوداؤدشریف حضرت مولانا شیخ الحدیثؒ سے پڑھی۔

فراغت کے بعد دعوت وتبلیغ ، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں کامل درجہ اشتغال رہا۔حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے انتقال سے مظاہرعلوم کی مجلس سرپرستان میں جونمایاں کمی ہوگئی تھی اس کو دور کرنے کے لئے اٹھارہ (۱۸) شعبان سنہ ۱۳۸۲ھ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا انتخاب عمل میں آیا اور آپ سرپرست بنائے گئے مولانا موصوف مظاہرعلوم کے ان سرپرستان میں چھٹے نمبر پر ہیں جومظاہر کے فیض یافتہ ہوکر بہ حیثیت سرپرست ہونے کے اس کے خادم بنے۔

سنہ ۱۳۶۳ھ میں حضرت دہلوی (یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ) کی جانب سے اجازت بیعت وخلافت ملی۔تمام عمر مدرسہ کاشف العلوم میں فن حدیث کی اونچی اونچی کتابوں کا درس دیا۔

۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۳۸۴ھ بمطابق دو (۲) اپریل سنہ ۱۹۶۵ء بروز جمعہ لاہور میں وصال ہوا۔ جنازہ نظام الدین دہلی لایا گیا۔اور وہیں مرکز کے احاطہ میں تدفین عمل میں آئی رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ۔

تالیفات وتصنیفات

(۱) امانی الاحبار فی شرح معانی الاثار

طحاوی شریف فقہ حنفی میں ایک معتمد کتاب سمجھی جاتی ہے۔ ہندوستان و پاکستان کے تمام دینی مدارس میں داخل نصاب ہے لیکن بایں ہمہ اس کی کوئی جامع اور مفید شرح ایسی نہیں تھی جو بہ سہولت مل سکے۔خود علمائے احناف اس کتاب کی وہ خدمت نہ کرسکے جس کے یہ لائق تھی۔ان حالات میں بہت ضروری تھا کہ کوئی ایسا استاد حدیث اس موضوع پر قلم اٹھائے جوایک طرف متن حدیث پر پورا عبور رکھتا ہو اور دوسری طرف روایت ،نقد وجرح ،صحت وسقم سے بھی واقف ہوتا کہ طحاوی شریف میں اہل مطابع کی طرف سے پیدا شدہ اغلاط کو سمجھ سکے اور گرفت کرسکے۔ چنانچہ اس فرض کی ادائیگی کے لئے مولانا موصوف نے قلم اٹھایا اور طحاوی شریف کی شرح لکھی۔ یہ شرح اگر مکمل ہو جاتی تو نہ معلوم کتنی ضخیم جلدوں میں اس کی طباعت ہوتی۔مگر افسوس کہ حضرت مصنف نوراللہ مرقدہ یہ شرح باب الرکعتین بعد العصر طحاوی شریف کے ایک سوستتر (۱۷۷) صفحات تک لکھنے پائے تھے کہ وقت موعود آپہنچا اور آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔تاہم ناقص حالت میں بھی یہ کتاب چار ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی۔جس کے مجموعی صفحات (۱۳۵۶) ہیں اور سائز ۲۷x۱۷/۴ ہے مشکل الفاظ کا حل ،رواہ کی تحقیق وتفتیش ،انظار طحاوی کا تسلی بخش سامان اور احناف کی طرف سے دفاع اور ان کے دلائل سب ہی کچھ اس شرح میں موجود ہے۔

(۲) حیاۃ الصحابہؓ

اس کتاب میں بڑی تحقیق وجستجو کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ کے جذبہ، دینی، غیرت ایمانی، حب نبوی ﷺ، شوق شہادت اور دعوت الی اللہ کے سلسلہ کے سرفروشانہ واقعات بہت بڑی تعداد میں جمع کیے گئے ہیں۔ جس کیلئے مصنف نے سینکڑوں عنوانات اور ابواب قائم کیئے یہ کتاب پہلی مرتبہ تین جلدوں میں دائرہ المعارف حیدرآباد دکن سے طبع ہوئی۔ جس کا سائز ۲۰x۳۰/ ۸ ہے اور مجموعی صفحات (۲۰۳۱) ہیں۔ اس کے بعد ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے طبع ہوئی۔ عالم اسلامی میں اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہاں پر اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے اور وہاں کے علمائے نے اس پر مستقل محنت کی۔ چنانچہ دارالقلم دمشق سے جو ایڈیشن شائع ہوا اس کی تصحیح اور اس کے غریب ومشکل الفاظ کا حل شیخ نایف عباس اور محمد علی دولہ نے کیا ہے۔ اول الذکر دمشق کے مشہور عالم ومحقق ہیں اور ثانی الذکر جامعہ دمشق کے استاذ شریعت ہیں ان ہر دو حضرتات نے اس کی تفصیلی فہرست بھی تیار کی ہے اسی طرح دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۳۸۹ھ بمطابق سنہ ۱۹۶۹ء میں دارالنصر للطباعۃ قاہرہ (مصر) سے شائع ہوا۔ طباعت کی آب وتاب کتاب اور مصنف کتاب دونوں کی شایاں شان ہے۔ ہندوستان سے اس کتاب کے متعدد اردو ایڈیشن نکلے۔ یہ اردو ترجمے اہل علم حضرات نے اپنے طور پر کیئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) سب سے پہلے اس کا ترجمہ سنہ ۱۹۶۰ء میں مولانا بلال اصغر صاحب نے کیا جو مکتبہ یوسفی دیوبند سے شائع ہوا۔ اس کا نام ''واقعات الصحابہ ترجمہ حیات الصحابہ'' ہے اس میں تین امور کا اہتمام خاص طور سے کیا گیا۔ اول یہ کہ ترجمہ لفظی نہیں بلکہ معنی خیز ترجمہ ہے۔ دوسرے زبان وبیان بالکل عوامی ہے۔ ترجمہ میں مشکل الفاظ نہیں لائے گئے تیسرے قرآنی آیات کے ترجمے مترجم قرآن مجید سے نقل کیئے ہیں تا کہ امکانی اغلاط سے محفوظ رہے۔ یہ ترجمہ ۲۰x۳۰/ ۱۶ سائز پر طبع ہونا شروع ہوا۔ پہلی قسط ۱۲۸ صفحات پر آئی۔

(۲) دوسرا ترجمہ مولانا صلاح الدین ناصر انصاری نے کیا اس ترجمہ کا آغاز سنہ ۱۳۸۲ھ بمطابق سنہ ۱۹۶۲ء میں ہوا۔ اس ترجمہ کے صرف تین حصے شائع ہو سکے جو عربی حیات الصحابہ کی صرف جلد اول کا ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ ۱۸x۲۲/ ۸ سائز پر ہے۔ جسکے مجموعی صفحات ۶۲۷ ہیں۔

(۳) تیسرا ترجمہ سنہ ۱۹۶۷ء میں ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے طبع ہوا۔ جسکے محترم مولانا محمد عثمان صاحب مدرسہ نافع العلوم کوزانہ ضلع میرٹھ ہیں۔ یہ ترجمہ دس (۱۰) حصوں میں شائع ہوا ہے کتاب کے صفحات ۲۲۸۲ ہیں اس کا سائز ۲۲x ۱۸/ ۸ ہے۔ یہ ترجمہ مکمل حیات الصحابہ (عربی) کا ہے۔

(۴) چوتھا ترجمہ سنہ ۱۳۸۵ھ میں مولانا محمد یعقوب صاحب قاسمی (مقیم مرکز تبلیغ دہلی) نے کیا۔ کتاب خانہ اشاعت

العلوم سہارنپور کی جانب سے اس کی صرف ایک جلد شائع ہوسکی جس کا سائز ۱۸x۲۲/ ۸ ہے۔ اور صفحات ۳۱۰ ہیں۔

(۵) پانچواں ترجمہ مولانا صدرالدین عامر انصاری فاضل مظاہرعلوم سہارنپور کا ہے یہ ترجمہ معتدبہ حصہ کا ہوچکا ہے۔ اُردو ترجمہ پاکستان میں بھی مختلف ناشران کتب، مثلاً دینی کتب خانہ نمبر ۲۸ اُردو بازار لاہور، اور ناشران قرآن لمیٹیڈ اُردو بازار لاہور کی جانب سے معیاری طباعت کے ساتھ شائع ہوچکا ہے۔ حال ہی میں مولانا محمد احسان صاحب (مقیم مرکز تبلیغ رائے ونڈ) نے کیا اور پہلی جلد کتب خانہ فیضی لاہور کی جانب سے معیاری طباعت کے ساتھ شائع ہوچکی۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ بھائی ماجد علی خان صاحب علیگ کررہے ہیں یہ ترجمہ متعدد جلدوں میں شائع ہوگا۔ حال ہی میں اس ترجمہ کی جلد اول ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے شائع ہوچکی۔'' (77)

جناب مولانا محمد یونس صاحب جونپوری:

شیخ الحدیث مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور'' آپکا پیدائشی وطن جونپور ہے۔ جہاں ۲۵ رجب سنہ ۱۳۵۵ھ شنبہ میں آپ پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام جناب شبیر احمد صاحب ہے۔ مولانا موصوف نے قرآن پاک اپنے والد صاحب سے پڑھ کر اُردو کتابیں اپنے گاؤں میں پڑھیں اسکے بعد مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں داخلہ لیکر کتب فارسی سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ سنہ ۱۳۷۸ھ میں مظاہرعلوم میں داخلہ لیا اور سنہ ۱۳۸۰ھ میں مظاہرعلوم سے فراغت حاصل کی۔ حضرت شیخ الحدیثؒ سے بخاری شریف پڑھی۔ مولانا دورہ حدیث کے امتحان سالانہ میں تمامی طلبہ کے مقابلہ میں اول نمبرات سے کامیاب ہوئے۔ فراغت کے بعد سنہ ۱۳۸۱ھ میں مولانا موصوف نے مزید ایک سال مدرسہ میں رہ کر فنون کی کتابیں پڑھیں ماہ شوال سنہ ۱۳۸۲ھ میں مظاہرعلوم میں استاذ مقرر ہوئے سنہ ۱۳۸۵ھ میں حضرت مولانا امیر احمد صاحب کے وصال کے بعد آپ استاذ حدیث بنائے گئے۔ سنہ ۱۳۸۸ھ میں جب کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے لئے آنکھوں کی معذورں اورنزول آپ کی وجہ سے درس وتدریس کا جاری رکھنا مشکل ہوگیا تو بخاری شریف مولانا موصوف کو دی گئی اور ذیقعدہ سنہ ۱۳۹۰ھ میں آپ کو مظاہرعلوم کا شیخ الحدیث منتخب کیا گیا۔

آپ نے بیعت وسلوک کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے قائم کیا۔ اور ذکر وفکر میں مشغول ہوئے اور گیارہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۹۶ھ بمطابق چار نومبر سنہ ۱۹۷۶ء جمعرات میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے اجازت بیعت وخلافت فرمائی۔ مولانا موصوف کو حق تعالیٰ شانہ نے علوم دینیہ سے گہری مناسبت عطا فرمائی ہے۔ علم حدیث سے خصوصی شغف ہے متون احادیث پر وسیع مطالعہ اور زبردست معلومات رکھتے ہیں۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں

(۱) ارشاد القاصد الی ماتکرر فی البخاری باسناد واحد

(۲) جزٔ قرآت

(۳) جزء رفع الدین

(۴) جزء المحراب

(۵) جزء معراج

(۶) مقدمہ ابوداود

(۷) مقدمہ المشکوۃ

(۸) تخریج احادیث اصول الشاشی

(۹) جزء حیات الانبیاء

(۱۰) جزء عصمۃ الانبیاء

(۱۱) الیواقیت واللالی

(۱۲) مقدمہ البخاری

(۱۳) ترجمہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

(۱۴) تخریج احادیث مجموعہ چہل حدیث

یہ مجموعہ مولانا عبدالرحمٰن جامی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ملاعلی قاری رحمۃ اللہ، مولانا قطب الدین صاحب، صاحب مظاہر حق، مولانا مفتی عنایت احمد صاحب، صاحب تواریخ حبیب اللہ، مولانا محمد حسین صاحب فقیر کی مرتب کردہ احادیث کا مجموعہ ہے اس مجموعہ میں جن احادیث کی تخریج نہیں تھی۔ ان کی تخریج مولانا محمد یونس صاحب (حال شیخ الحدیث زادمجدہ مظاہر علوم سہارنپور) نے کی ہے

اس طور پر یہ گرانمایہ مجموعہ کامل بلکہ اکمل ہوگیا۔ یہ مبارک کتاب حال ہی میں عمدہ کتابت اور آفسیٹ کی طباعت کے ساتھ کتب خانہ یحیٰوی سہارنپور سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے صفحات (۳۲) ہیں اور سائز ۳۰x۲۰/۱۶ ہے۔

مولانا محمد یوسف صاحب متالا مہتمم دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ بولٹن (لندن):

آپ کا وطن ورتھی ضلع سورت (گجرات انڈیا) ہے والد محترم کا نام جناب سلیمان صاحب متالا ہے۔ مولانا موصوف نے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کر کے ابتدائی تعلیم اپنی ننھیال نانی نرولی ضلع سورت میں حاصل کی۔ اسکے بعد جامعہ

حسینیہ راندیر میں داخلہ لیکر فارسی کی کتابوں سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا۔ سنہ ۱۳۸۵ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ سنہ ۱۳۸۷ھ میں آپ نے دورہ حدیث شریف پڑھا اور فارغ ہوئے آپ نے حضرت شیخ الحدیثؒ سے بخاری شریف پڑھی۔

تصنیفات وتالیفات

(۱) اطاعت رسول ﷺ

عالی موضوع پر یہ ایک قیمتی کتاب ہے اس میں حضور اکرم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری میں دارین کی کامیابی وکامرانی اور نافرمانی وحکم عدولی پر دونوں جہاں میں ذلت، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور سلف صالحین کے اتباع سنت کے مؤثر واقعات کو دل نشین طریقہ پر جمع کیا ہے۔ کتاب کے شروع میں مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری کا مقدمہ ہے جس میں سنت نبوی ﷺ کی حیثیت وحقیقت اور اس کی اہمیت کو اچھے پیرایہ میں اجاگر کیا ہے۔ یہ مقدمہ آٹھ (۸) صفحات پر مشتمل ہے۔

سنہ ۱۳۹۲ھ بمطابق سنہ ۱۹۷۲ء میں اس کتاب کا پہلا ایڈیشن یوسفی کتب خانہ ۳۷۰ پر یج میں اسٹریٹ بولٹن (انگلینڈ) سے شائع ہوا۔ جس کے صفحات (۲۶۰) ہیں اور سائز ۱۸x۲۲/ ۸ ہے انگریزی میں اس کتاب کے معتد بہ حصہ کا اور گجراتی مکمل کتاب کا ترجمہ ہوا۔'' (78)

خلاصہ کلام :

گزشتہ صفحات میں مولانا زکریا کاندھلوی کے تلامذہ کی تفصیلات پیش کی گئیں جنہوں نے آپکی تعلیمات کی ترویج میں ایک نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ مذکورہ شاگردان ''دور حاضر کے ممتاز اور مشہور علماء اکرام اور اکابر میں سے ہیں اور سب حدیث کے پڑھنے پڑھانے میں آپ کے ہی مرہون احسان ہیں'' (79)

گویا جس قدر استاد کی قابلیت تھی اور اس کا اخلاص تھا اس کا عملی اظہار اور ان کی محنتوں کا ثمر ان کے یہ شاگرد ہیں جو دین کی خدمت کے ذریعے اپنے استاد کے درجات کی بلندی کا باعث بن رہے ہیں۔ یہ کہنا بجا ہوگا حضرت زکریا کاندھلوی نے دینی خدمت کے جس مشن پر اپنی زندگی صرف کی اس کو آپ کے شاگردان نے آگے بڑھایا۔ اور اپنے شیخ کا حق ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

﴾باب ششم: حوالہ جات﴿

1۔سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ، ابوالحسن علی ندوی، مولانا، لکھنؤ، مکتبہ اسلام، ۱۹۸۲ء، ص ۶۷

2۔الفرقان خصوصی اشاعت، حضرت شیخ الحدیث، مرتب مولانا خلیل الرحمٰن سجاد ندوی، لکھنؤ، مکتبہ الفرقان، صفر سنہ ۱۴۰۳ھ، ص ۲۳۲

3۔ایضاً، ص ۲۳۳

4۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، کراچی، معہد الخلیل الاسلامی، س ن، نمبر ۲، ص ۷۹۔۸۰

5۔الفرقان خصوصی اشاعت، حضرت شیخ الحدیث، مرتب مولانا خلیل الرحمٰن سجاد ندوی، محولہ بالا، ص ۲۳۴

6۔ایضاً، ص ۲۳۵

7۔تاریخ مظاہر، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، سہارنپور، کتب خانہ اشاعت العلوم، ۱۳۹۲ھ، ص ۶۸، جلد دوم

8۔مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، محمد یوسف متالا، مولانا، انگلینڈ، دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ، ۱۴۰۵ھ، ص ۱۴۷

9۔تاریخ مظاہر، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، ص ۱۷۵۔۱۷۶، جلد دوم

10۔الفرقان خصوصی اشاعت، حضرت شیخ الحدیث، مرتب مولانا خلیل الرحمٰن سجاد ندوی، محولہ بالا، ص ۲۰۰۔۲۰۱

11۔علمائے مظاہر العلوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، سید محمد شاہد، مولانا، سہارنپور، کتب خانہ اشاعت العلوم، ۱۳۹۲ھ، ص ۱۰۳۔۱۰۴، جلد دوم

12۔تاریخ مظاہر، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، ص ۱۹۸، جلد دوم

13۔آپ بیتی، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، نمبر ۳، ص ۱۲۶

14۔ایضاً

15۔علمائے مظاہر العلوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، سید محمد شاہد، مولانا، محولہ بالا، ص ۴۳۱، جلد اول

16۔ایضاً

17۔علمائے مظاہر العلوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، سید محمد شاہد، مولانا، محولہ بالا، ص ۴۴۵، جلد اول

18۔ایضاً، ص ۴۴۶۔۴۴۷

19۔ تاریخ مظاہر، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، ص ۸۲، جلد دوم

20۔ایضاً،ص ۴۵۷

21۔علمائے مظاہرالعلوم سہارنپوراوران کی علمی وتصنیفی خدمات،سید محمد شاہد،مولانا،محولہ بالا،ص ۴۷۱،جلداول

22۔ایضاً،ص ۴۷۶

23۔آپ بیتی،محمد زکریا کاندھلوی،مولانا،محولہ بالا،نمبر۳،ص ۲۸۷

24۔ایضاً

25۔ایضاً،ص ۳۰۳

26۔علمائے مظاہرالعلوم سہارنپوراوران کی علمی وتصنیفی خدمات،سید محمد شاہد،مولانا،محولہ بالا،ص ۴۷۹،جلداول

27۔ایضاً،ص ۴۸۳

28۔ایضاً،ص ۴۸۸

29۔ایضاً،ص ۴۹۴

30۔ایضاً،ص ۵۰۳

31۔ایضاً،ص ۵۰۵

33۔ایضاً،ص ۵۱۷

34۔ایضاً،ص ۵۱۸،۵۱۹،۵۲۰

35۔ایضاً،جلددوم،ص ۲۳

36۔ایضاً،ص ۲۴

37۔ایضاً،ص ۳۰

38۔ایضاً،ص ۵۸

39۔ایضاً،ص ۶۱

40۔ایضاً،ص ۶۲

41۔ایضاً،ص ۶۷

42۔ایضاً،ص ۸۳

43۔ایضاً،ص ۱۳۰

44۔ ایضاً، ص ۱۳۶

45۔ ایضاً، ص ۱۴۳

46۔ ایضاً، ص ۱۴۶

47۔ ایضاً، ص ۱۷۵

48۔ تاریخ مظاہر، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، ص ۸۲، جلد دوم

49۔ علمائے مظاہر العلوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، سید محمد شاہد، مولانا، محولہ بالا، ص ۲۳۵، جلد دوم

50۔ ایضاً، ص ۱۴

51۔ ایضاً، ص ۲۳۹

52۔ تاریخ مظاہر، محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، محولہ بالا، ص ۲۳، جلد دوم

53۔ علمائے مظاہر العلوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، سید محمد شاہد، مولانا، محولہ بالا، ص ۲۴۱، جلد دوم

54۔ ایضاً، ص ۲۴۲

55۔ ایضاً، ص ۲۴۶

56۔ ایضاً، ص ۲۴۸

57۔ ایضاً، ص ۲۴۹

58۔ ایضاً، ص ۲۵۱

59۔ ایضاً، ص ۲۵۴

60۔ ایضاً، ص ۲۷۰

61۔ ایضاً، ص ۲۷۱

62۔ ایضاً، ص ۲۷۶

63۔ ایضاً، ص ۲۸۳

64۔ ایضاً، ص ۲۸۷

65۔ ایضاً، ص ۲۸۹

66۔ ایضاً، ص ۲۹۰

67۔ایضاً،ص۲۹۲

68۔ایضاً،ص۲۹۴

69۔ایضاً،ص۲۳۱

70۔ایضاً،ص۳۳۳

71۔ایضاً،ص۳۴۶

72۔ایضاً،ص۳۴۶

73۔ایضاً،ص۳۷۶

74۔ایضاً،ص۳۸۱

75۔ایضاً،ص۳۸۷

76۔ایضاً،ص۳۹۱

77۔ایضاً،ص۳۹۵

78۔ایضاً،ص صفحہ نمبر۴۰۰

79۔چالیس بڑے مسلمان،حافظ محمد اکبر شاہ،سید،کراچی،ادارۃ القرآن،۲۰۰۱ء،ص۲۲۵،جلد دوم

اختتامیہ

اختتامیہ

مولانا زکریا کاندھلوی کی دینی وعلمی خدمات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا۔ اس تمام تر تحقیق سے یہ حقیقت آشکارہ ہوئی کہ حضرت شیخ الحدیث'' کا وجود مسعود اس دور پر رب تعالیٰ کا احسان عظیم تھا۔ آپ کی ہستی علم وفضل کا خزینہ تھی اور حکمت ومعرفت کا آئینہ تھی آپ نے اپنے پیچھے وہ نقوش چھوڑے جو رہتی دنیا تک مٹنے والے نہیں خداوندقدوس نے آپ سے اکیلے اتنا کام لیا جو کسی فرد واحد کے بس کا نہیں۔ تصنیف وتالیف کا سلسلہ درس وتدریس کا مشغلہ اور سلوک تصوف کی مصروفیتیں تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ تھیں۔ آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کہ آخر اتنا وقت کہاں سے آتا تھا۔ یہ محض اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ وہ برکت تھی جو وہ اپنے خاص بندوں کو مرحمت فرمایا کرتے ہیں۔''(1)

آپ جامع شریعت وطریقت تھے آپ کی ذات روشنی کا ایسا مینار تھی جس سے نکلنے والی شعاعیں دنیا کے گوشہ گوشہ کو منور کرتی تھیں۔ آپ کی ذات بابرکات ان یگانہ روزگار شخصیتوں میں سے تھی جنہیں خداوندتعالیٰ انسانیت کے لئے چن لیتے ہیں اور جن سے نہ صرف اس دور کے بلکہ آنے والے بھی فیض اٹھاتے رہتے ہیں آپ کے زہد وتقویٰ علم وفضل اور عزیمت ومجاہدہ کے نہ صرف اپنے قائل تھے بلکہ غیر بھی اعتراف پر مجبور تھے آپ کے اندر امت محمدیہ کا بے پناہ درد تھا اور بے انتہا شفقت بھی۔ تالیفات کے میدان میں آپ نے ایک درخشاں باب رقم کیا۔ آپ کا تصنیف شدہ مواد اہل علم ودانش کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے علم کے موتے بکھیرنے کے ساتھ ساتھ اصلاح کے تمام تقاضے بھی پورے کرتا ہے۔ آج دنیا اس سے مستفید ہو رہی ہے۔ آپ کی بعض کتابیں اتنی مقبول ہوئیں کہ شاید ہی کوئی کتاب اتنی مقبول ہوئی ہو۔ مثلاً آپ کی ایک کتاب ''فضائل اعمال'''' جو تبلیغی نصاب کے نام سے مشہور ومعروف ہے اور یہ بات بلامبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ اگر دنیائے اسلام میں قرآن مجید کے بعد کوئی کتاب سب سے زیادہ پڑھی یا سن جاتی ہے تو وہ تبلیغی نصاب ہے جس سے بے شمار لوگوں کی زندگیوں کا رخ بدلا ہے''(2)

تبلیغی اور اصلاحی فیوض وبرکات کے علاوہ آپ کے علمی کارنامے بھی بہت شاندار ہیں۔ اگرچہ مدارس عربیہ کے تمام علوم وفنون متداولہ میں استعداد اعلیٰ اور پختہ تھی لیکن علم حدیث سے عشق تھا ایک مدت تک حدیث کا اس طرح درس دیا کہ شہرت دور دور پہنچی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو یوں تو سارے علوم میں دسترس عطا فرمائی تھی لیکن خاص طور پر علم حدیث کے ساتھ آپ کا تعلق اور اشتغال اس درجہ تھا کہ ''شیخ الحدیث'' آپ کے اسم گرامی کا جزء، بلکہ اس کا قائم مقام بن گیا علمی و دینی حلقوں میں ''حضرت شیخ الحدیث صاحب'' کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو آپ کے سوا کسی اور کی طرف ذہن جاتا ہی نہ تھا

اور واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں اس لقب کا کوئی حقیقی مستحق تھا تو وہ آپ ہی کی ذات تھی۔

آپ کی زندگی کے حالات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ علم وفضل کے اس بلند مقام اور ان عظیم خدمات کے بوجود شخصیت ایسی کہ علم، وتقویٰ کے حوالے سے کوئی ایسا ناز نظر نہیں آتا، سادگی بے تکلفی اور تواضع وفنائیت کا ایسا پیکر جمیل کے مجمع میں اس طرح گھل مل جاتے کہ کوئی پہچان نہ پاتا کہ شیخ الحدیث کون ہیں؟ حضرت مولانا کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا آپ بیک وقت کئی حیثیتوں کے جامع تھے اس لئے آپ کی پوری زندگی کا احاطہ مشکل ہے۔ البتہ گزشتہ صفحات میں آپ کی زندگی کے تین شعبوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ تین شعبے درج ذیل ہیں۔

ا۔ درس وتدریس

۲۔ تصنیف وتالیف

۳۔ تزکیہ واصلاح

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے ان تینوں شعبوں میں اپنی محنت اور اخلاص سے ان کا حق ادا کر دیا اور دین کے جامع تصور کو زندہ کر کے دکھایا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمات دینی وعلمی مسلمانان ہندوپاکستان کے لئے ہی صرف اہمیت کے حاصل نہیں بلکہ امت مسلمہ کے لئے بھی آپ کی شخصیت نیز آپ کی جملہ صفات وخدمات وہ روشن مینارہ ہے کہ جس کی روشنی سے آج بھی دینی اور علمی حلقوں میں نور کی شعاعین منور ہیں۔

ہندوستان میں جن بزرگوں کے دم قدم سے اسلام کی روشنی پھیلی وہ حقیقت میں وہی تھے جن کی ذات میں مدرسہ اور خانقاہ کے کمالات کی جامعیت تھی کہ وہ اسوہ نبوت سے قریب تر تھے اس لئے ان کا فیض بعید سے بعید تر حصہ تک پھیلتا چلا گیا۔ آسمان دلی کے مہر وماہ اور تارے شاہ عبدالرحیم صاحب سے لے کر شاہ اسمٰعیل تک کو آپ ایک ایک کر کے دیکھیں تو ظاہر وباطن کے علوم والوں کی یکجائی کا نظارہ آپ کو ہوگا اور اس سے ان کے علمی وروحانی برکات کی وسعت کی حقیقت آشکار ہو جائے گی۔ بالکل یہی کیفیت حضرت شیخ الحدیث کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث اس قافلہ دعوت وعزیمت کے ایک فرد تھے جس نے برصغیر میں دین حق کی شمع روشن رکھنے کے لئے جانیں کھپائیں اور وقت کی تیز وتند آندھیوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا انہوں نے علم کی تحصیل اور دین کی تبلیغ میں جو مشقتیں اٹھائیں جن حضرات کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور جن کے کردار وعمل کو اپنی عملی زندگی میں جذب کیا ان کا دلنشیں اور سبق آموز تذکرہ ان کی دلچسپ اور مؤثر ''آپ بیتی'' میں موجود جس کی ہر سطر ہمارے لئے عبرت وموعظت کا

ودین کوخصوصاً آغوش مادر کا سکون میسر آتا تھا۔''(3)

(وضاحت) ممتحن کے اعتراض کے مطابق کہ حضرت شیخ الحدیث کا لقب شیخ الحدیث کیوں ہے اوران کی حدیثی خدمات کیا ہیں؟اس مقالہ میں اور بالخصوص اختتامیہ میں بھی کہیں اس بات ذکر موجود نہیں ہے۔

ممتحن کے اس نقطہ اعتراض پر یہ وضاحت کی جاتی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کی حدیثی خدمات کے حوالے سے اسی مقالہ میں صفحہ نمبر 106 پر مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے حوالے سے درج ہے''عام طور پر جولوگ علمی اور تحقیقی طرز کے عادی ہوتے ہیں وہ خالص دعوتی واصلاحی اور عام فہم طرز پر تصنیف وتالیف کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے اور جو دوسرے طرز کے عادی ہوجاتے ہیں وہ پہلے طرز میں اس کے آداب ومعیار کو قائم نہیں رکھ سکتے لیکن حضرت شیخ الحدیثؒ کی دونوں طرز کی تصنیفات مؤثر اور کامیاب ہیں پہلے طرز کا نمونہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا''اوجاز المسالک''مقدمہ الامع الدراری حجۃ الوداع وعمرات النبی ﷺ اور علمی وتدریسی رسائل''جزا اختلافات الصلوٰۃ''جزاء اختلاف الائمہ اور جزء المہات فی الامانید والروایات ہیں۔مزید آگے کے صفحات میں صفحہ نمبر 107 میں حوالہ نمبر 37 میں''دوسرے طرز کا نمونہ''حکایات صحابہ کرامؓ''اور فضائل کے رسائل ہیں اور کتابیں ہیں،ان دونوں طرزوں کی جامع شمائل ترمذی کا ترجمہ''شرح خصائل نبوی ﷺ'' ہے اس طرح شیخ الحدیثؒ بیک وقت مصنف ومحقق بھی نظر آتے ہیں،شارح حدیث مؤرخ بھی معلوم ہوتے ہیں اور خالص داعی،مذکر اور مختلف طبقات امت کے ان کی زبان میں مخاطب کرنے والے مصلح بھی نظر آتے ہیں۔'' درج ہے۔

مزید یہ باب چہارم میں حضرت شیخ الحدیث کی مکمل تحقیقی،تالیفی اور تصنیفی علمی خدمات کا ذکر تفصیلی طور آچکا ہے لہذا اسے اختتامیہ میں پھر سے نہ لانے کا یہی مقصد تھا کہ دوبارہ تکرار نہ ہونے پائے۔گرچہ اختتامیہ میں حضرت کے مکمل حالات زندگی پر مجموعی انداز میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اسے میں نے کافی سمجھا۔مگر ممتحن کے نقطہ اعتراض کو سمجھتے ہوئے اختتامیہ میں اشارۃ ذکر کردیا تاکہ مزید کوئی ابہام باقی نہ رہے۔

سرمایہ ہے۔

لب لباب یہ ہے کہ ''آپ اس گھنے اور سایہ دار درخت کی طرح تھے جس کے سایہ میں امت کے عام افراد کو عموماً اور اہل علم و دین کو خصوصاً آغوش مادر کا سکون میسر آتا تھا۔''(3)

اختتامیہ حوالہ جات

1۔ چالیس بڑے مسلمان، حافظ محمد اکبر شاہ بخاری، سید، کراچی، ادارۃ القران، ۲۰۰۱ء، ص ۲۲۶، جلد دوم

2۔ ایضاً، ص ۲۲۱

3۔ روزنامہ البلاغ، ج ۱۶، شمارہ نمبر ۹، ص ۳، جولائی ۱۹۸۲ء

کتابیات

﴿ کتابیات ﴾

(ا)
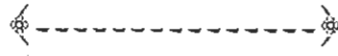
1۔ اقراء ڈائجسٹ، لاہور، ۲۴ جون سنہ ۱۹۶۹ء

2۔ ابوالحسن زید فاروقی، حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، دھلی، شاہ ابوالخیر اکادمی، ۱۹۷۷ء

3۔ ابواسحٰق شاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، مصر، المکتبۃ الجاریہ، س ن

4۔ اشرف علی تھانوی، مولانا، تفصیل الدین، (رسالہ الابقاء) کراچی، مکتبہ تھانوی، س ن

5۔ ابواسحٰق شیراز، شرح اللمع، ادارہ الغرب الاسلامی، ۱۹۸۸ء

6۔ اعجاز الحق قدوسی، اقبال کے محبوب صوفیاء، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۲ء

7۔ اعجاز الحق قدوسی، تذکرہ صوفیائے سندھ، کراچی، ۱۹۵۹ء

8۔ اللہ یار خان، مولانا، دلائل السلوک، لاہور، مدنی کتب خانہ، س ن

9۔ ابوالفیض کمال الدین محمد احسان، روضہ قیومیہ، لاہور، ملک چنن الدین بن ملک فضل الدین، س ن

10۔ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، بیروت، دارالکتاب العربی، ۱۹۶۷ء

11۔ ابی نصر عبداللہ، کتاب اللمع فی التصوف، لندن، مطبع بریل، ۱۹۱۴ء

12۔ احمد بن علی، ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، بیروت، دارالمعرفۃ، ۱۳۷۹ھ

13۔ آفتاب احمد خان، ڈاکٹر، خاندان نقشبندیہ کی علمی خدمات، المصطفیٰ اکیڈمی، حیدرآباد، س ن

14۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دارصادر، بیروت، س ن

15۔ ابن العابدین شامی، سید محمد امین، ردالمحتار علی درمختار المعروف بہ فتاویٰ شامی، مطبعہ عثمانیہ، ۱۳۲۴ھ

16۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، بیروت، دارالفکر، ۱۹۷۴ء

17۔ ابن منظور علامہ، لسان العرب، بیروت داراحیاء التراث العربی، ۱۹۸۸

18۔ ابوحبیب، القاموس الفقہی، دمشق، دارالفکر، س ن

19۔ ابوالحسن علی ندوی، مولانا، تاریخ دعوت وعزیمت، کراچی، مجلس نشریات اسلام، س ن

20۔ ابوالحسن علی الآمدی، الاحکام، قاہرہ، مئوسستہ الحلمی، س ن

21۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، دائرۃ المعارف، ۱۹۷۲ء

22۔ احمد بن علی، ابن حجر العسقلانی، الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، بیروت، دارالفکر، س ن

23۔ احمد بن علی، ابن حجر العسقلانی، تہذیب التھذیب، بیروت، دارالصادر، ۱۹۶۱ء

24۔ احمد بن محمد، ایقاظ الھم، مصر مصطفیٰ البابی الحلمی، ۱۹۱۶ء

25۔ احمد حسین، خواجہ، جواہر معصومیہ، لاہور، ملک فضل الدین وچنن الدین، س ن

26۔ احمد حسین امروہی، جواہر معصومیہ، لاہور، ملک چنن الدین بن، س ن

27۔ احمد رفاعی الحسینی، سید، البنیان المشید ترجمہ البرہان المؤید، دھلی، کتب خانہ اشرفیہ، س ن

28۔ احمد محمد علی المقری، المصباح المنیر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، س ن

29۔ اردو دائرہ معارف، اسلامیہ، لاہور، دانش گاہ پنجاب، س ن

30۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، معارف الدنیہ (مترجم)، کراچی، ادارہ مجددیہ، ۱۹۶۵ء

31۔ الموسوعۃ الفقہیہ، کویت، وزارۃ الاوقاف، ۱۹۸۰ء

32۔ انیس احمد فاروقی (مترجم) تذکرۃ الفقراء، لاہور، اللہ والے کی قومی دکان، س ن

33۔ اشرف علی تھانوی، مولانا، ترجمان اورنگ زیب عالمگیر، لاہور، کتب خانہ جمیلی، س ن

34۔ اشرف علی تھانوی، التکشف عن مہمات التصوف، دھلی، کتب خانہ اشرفیہ، س ن

35۔ المعجم الوسیط، مجمع اللغۃ العربیہ، ایران انتشارات ناصر خسرو تہران، س ن

36۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، (فارسی) کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۷۲ء

37۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، معارف الدنیہ، لاہور، ادارہ سعدیہ مجددیہ، ۱۹۶۵ء

38۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، اثبات النبوۃ (مترجم) کراچی، ادارہ مجددیہ، ۱۳۸۳ھ

39۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، تائید اھل سنت (ردشیعہ) حیدرآباد، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، ۱۹۷۸ء

40۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، رسالہ تہلیلیہ، (مترجم) کراچی، ادارہ مجددیہ، ۱۳۸۳ھ

41۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، مبداو معاد (مترجم) کراچی، ادارہ مجددیہ، ۱۹۶۵ء

(ب)

42۔ باقی اللہؒ، شرح رباعیات، (مترجم) کراچی، ادارہ مجددیہ، ۱۹۶۷ء۔

43۔ بشیر حسین ناظم، (مترجم) سفینۃ الاولیاء، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۱ء۔

44۔ بلوغ الارباب، محمود شکری آلوسی، ترجمہ پیر محمد حسن، ڈاکٹر، لاہور، ڈائریکٹر مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۷ء

(پ)

45۔ پیام شاہجہان پوری، حیات اسماعیل شہید، لاہور، ادارہ تاریخ و تحقیق، س ن

(ج)

46۔ جاراللہ زمخشری، الفائق فی غریب الحدیث، بیروت، دارالفکر، ۱۳۹۹ھ

47۔ جامی، عبدالرحمٰن، نفحات الانس، لکھنو، مطبع نول کشور، س ن

48۔ جمال الدین یوسف، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، بیروت، مئوسستہ الرسالۃ، س ن

49۔ جلال الدین السیوطی، تبیض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ، کراچی، ادارۃ القرآن، س ن

50۔ جمیل اطہر سرہندی، شیخ سرہند، لاہور، ادارہ اسلامیات، س ن

51۔ جمال ڈسکوی جاوید، عورت کی حکومت شریعت کی نظر میں، لاہور، مصباح سنز پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء

(ح)

52۔ حامد علی خان، مولانا، تذکرہ المشائخ، ملتان، مدرسہ خیر العباد، ۱۹۶۸ء

53۔ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی، وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول، حیدرآباد، ڈاکٹر غلام محمد مصطفیٰ خان، ۱۹۶۳ء

54۔ حسین احمد مدنی، مولانا، نقش حیات، ناشر سید محمد اسعد، س ن

(خ)

55۔ خلیق احمد نظامی، حیات شیخ عبدالحق محدث دھلوی، دھلی، ندوۃ المصنفین، س ن

56۔ خلیق انجم، مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں شہید، لاہور مکی دارالکتب، س ن

57۔ خدام الدین ماہنامہ، لاہور، مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۷۱ء، شمارہ نمبر ۱۹

(د)

58۔ دوست محمد قریشی، کشف الحقیقۃ عن مسائل المعرفۃ والطریقۃ، کوٹ ادو، مکتبہ اھل سنت، س ن

59۔ دوست محمد قندھاری، تحفہ ابراہیمیہ، کراچی، مرزا قربان بیگم، ۱۹۶۶ء

(ذ)

60۔ ذھبی، علامہ، سیر اعلام النبلاء، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، س ن

(ر)

61۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، کراچی، نور محمد کتب خانہ، س ن

62۔ رحیم بخش دھلوی، حیات ولی، لاہور، مکتبہ سلفیہ ۱۹۵۵ء

63۔ رحمان علی، تذکرہ علماء ہند، کراچی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، س ن

64۔ رحیم بخش دھلوی، حیات ولی، لاہور، مکتبہ سلفیہ، ۱۹۵۵ء

65۔ رشید احمد ارشد، حافظ، (مترجم) عوارف المعارف از سہروردی عمر بن شہاب الدین، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۲ء

66۔ رشید احمد، سید، حیات باقی، کراچی، ایجوکیشنل پرس، ۱۹۶۹ء

67۔ روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیاء کرام کا حصہ، ملتان، بیکن ہاؤس ۱۹۸۹ء

68۔ زوار حسین شاہ، سید، انوار معصومیہ، کراچی، ادارہ مجددیہ، س ن

(ز)

69۔ زوار حسین شاہ، سید، عمدۃ السلوک، کراچی، ادارہ مجددیہ، س ن

70۔ زوار حسین شاہ، سید، حضرت مجدد الف ثانی، کراچی، ادارہ مجددیہ، س ن

71۔ زوار حسین شاہ، سید، (مترجم) مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، کراچی، ادارہ مجددیہ، س ن

72۔ زوار حسین شاہ، سید، (مترجم) مکتوبات معصومیہ، کراچی، ادارہ مجددیہ، س ن

73۔ زوار حسین شاہ، سید، عمدۃ الفقہ، کراچی، ادارہ مجددیہ، س ن

74۔زوار حسین شاہ،سید،عمدۃ الفقہ عربی،کراچی،ادارہ مجددیہ،س ن

75۔زوار حسین شاہ،سید،زبدۃ الفقہ،کراچی،ادارہ مجددیہ،س ن

76۔زوار حسین شاہ،سید،حیات سعیدیہ،کراچی،ادارہ مجددیہ،س ن

77۔زوار حسین شاہ،سید،مقامات فضلیہ،کراچی،ادارہ مجددیہ،س ن

78۔ زین الدین ابن نجیم،البحر الرائق شرح کنز الدقائق،بیروت،دار الکتب العلمیہ،۱۹۹۷ء

(س)

79۔سیرت عمر بن عبد العزیز، ابو محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکیم،مترجم،محمد یوسف لدھیانوی،مولانا، لاہور،مکتبہ رشیدیہ،۱۹۷۵ء

80 ۔سراج احمد خان،ڈاکٹر،مکتوبات امام ربانی کی دینی اور معاشرتی اہمیت،کراچی،پیر الٰہی بخش کالونی،س ن

81 ۔سر سید احمد خان،آثار الصنادید،مطبع نول کشور،س ن

82۔سلیم رستم باز،شرح المجلہ،بیروت،دار الحیاء التراث العربی،س ن

83۔ سلیم واحد سلیم،توزک جہانگیری،اردو،لاہور،مجلس ترقی ادب،۱۹۴۰ء

84 ۔سلیمان بن احمد الطبرانی،المعجم،الاوسط،قاھرہ،دار الحرمین،۱۹۹۵ء

85 ۔سلیمان بن الاشعث،سنن ابی داؤد،ریاض،دار السلام للنشر والتوزیع،س ن

86۔سلیم اللہ خان،مولانا،کشف الباری شرح صحیح البخاری،کراچی،مکتبہ فاروقیہ،س ن

87 ۔سیارہ ڈائجسٹ،خلفائے راشدین نمبر،مئی،۱۹۸۴ء

88 ۔سیف الدین،خواجہ،مکتوبات سیفیہ،ناشر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان،س ن

(ش)

89 ۔شاہ ابو سعید نقشبندی مجددی،اربع انہار،کراچی،طابع مشہور آفسٹ پریس،۱۸۹۳ء

90 ۔شاہ سید محمد ذوقی،سر دلبراں،کراچی،محفل ذوقیہ،س ن

91 ۔شاہ علی انور،حافظ،مصباح التعرف الارباب التصوف،مطبع سرکاری ریاست رام پور،س ن

92 ۔شاہ غلام علی دھلوی، مرزا مظہر جان جانان، لاہور، س ن

93 ۔شاہ محمد ہدایت علی، معیار السلوک، کراچی، ایجوکیشنل پریس، س ن

94 ۔شاہ وصی اللہ، مولانا، تصوف ونسبت صوفیہ، الہٰ آباد، ادارہ اشرفیہ، س ن

95 ۔شاہ ولی اللہ دھلوی، التفہیمات الالہیہ، حیدر آباد، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، ۱۹۷۰ء

96 ۔شاہ ولی اللہ دھلوی، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، دھلی، آرمی برقی پریس، س ن

97 ۔شبلی نعمانی علامہ، مولانا، اورنگ زیب عالمگیر غازی پر ایک نظر، دھلی، جامعہ ملیہ پریس، س ن

98 ۔شبلی نعمانی علامہ، مولانا، سیرۃ النبی، لاہور، مکتبہ مدینہ، ۱۴۰۸ء

99 ۔شمس الدین محمد بن العباس، نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن

100 ۔شمس الدین محمد بن العباس، فیض القدیر، مکہ مکرمہ، مکتبہ نزار مصطفی الباز، س ن

101 ۔شہاب الدین احمد بن حجر، الخیرات الحسان فی مناقب لامام ابی حنفیہ، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، س ن

102 ۔شہاب الدین الرملی، نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن

(ص)

103 ۔ صباح الدین عبد الرحمٰن، سید، (مرتب) بزم تیموریہ، مطبع معارف اعظم گڑھ، س ن

104 ۔صباح الدین عبد الرحمٰن، سید، (مرتب) ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے،

105 ۔معارف پریس، اعظم گڑھ، ۱۳۸۳ھ

106 ۔صباح الدین عبد الرحمٰن، ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی ایک جھلک، اعظم گڑھ، دار المصنفین، ۱۹۵۸ء

107 ۔صفدر حیات، وفات عالمگیر سے وفات ظفر تک، لاہور، نیو بک درج بینی، س ن

(ظ)

108 ۔ظفر احمد، مولانا، (مترجم) البیان المشید ترجمہ البرہان الموید از سید رفاعی الحسینی، کراچی، مکتبہ تھانوی، س ن

(ع)

109 ۔عبد الحق محدث دھلوی، شیخ، اخبار الاخیار، کراچی، مدینہ پبلی کیشنگ کمپنی، س ن

110۔عبدالحئی، علامہ، نزہۃ الخواطر، حیدرآباددکن مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ، ۱۹۵۵ء

111۔عبدالحئی، علامہ نزہتہ ملتان، طیب اکادمی، س ن

112۔عبدالرحمٰن، ابن الجوزی، تلبیس ابلیسی، بیروت، دارالکتب العلمیہ، س ن

113۔عبدالرحمٰن جامی، نفحات الانس (فارسی) ایران کتاب فروشی سعدی، س ن

114۔عبدالرحمٰن جامی، نفحات الانس (فارسی) لکھنؤ مطبع نول کشور، س ن

115۔عبدالرحمٰن الحضرمی، مقدمہ ابن خلدون، مصر المکتبہ التجاریہ، س ن

116۔عبدالرحیم، مولانا شیخ، ارشاد رحیمیہ، دھلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۳۳ھ

117۔عبدالرشید، مولانا، ملفوظات مشائخ کرام، مشمولہ ماہنامہ الحق اکتوبر، نومبر ۱۹۸۰ء، اکوڑہ خٹک

118۔عبدالشکور فاروقی، تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۸۶ء

119۔عبدالعزیز، شاہ، فتاوی عزیزی، (فارسی) انڈیا کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، س ن

120۔عبدالعزیز، شاہ، فتاوی عزیزی، (اردو) کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۸۰ء

121۔عبدالقادر عیسیٰ حقائق عن التصوف، حلب مطبعۃ البلاغۃ، س ن

122۔عبدالقاہر بن عبداللہ السہر وردی خ، عوارف العارف، بیروت، دارالکتاب، س ن

123۔عبدالکریم قیشری، الرسالۃ القشیر یۃ، مصر، مکتبہ محمد بن علی صبیح، س ن

124۔عبداللہ بن احمد دمشقی، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر، ریاض مکتبہ العارف، س ن

125۔عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء

126۔عزیز حسن بقائی، حافظ سید، سیرت باقیہ، دھلی، ۱۹۳۳ء

127۔عبداللہ بن مسعود، التوضیح فی حل غوامض التنقیح، کراچی، نور محمد کتب خانہ، س ن

128۔عثمان بن سعید المقری، السنن الواردہ فی الفتن، ریاض، دارالعاصمہ، ۱۹۹۳ء

129۔عزالدین علی بن محمد، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، بیروت، دارلکتب العلمیہ، س ن

130۔عزیز الرحمٰن، سید، سوغات مجددی، کراچی، زوار اکیڈمی، پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء

131۔عزیز الرحمٰن سید، اقوال زواریہ، کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء

132۔علاوالدین علی المتقی ، علامہ، کنز العمال ، بیروت ،مؤسستہ الرسالۃ ، ۱۹۸۵ء

133۔علی بن حسین ، رشحات ، کانپور، منشی نول کشور، ۱۹۱۶ء

134۔علی بن عبدالکافی ، الانہاج فی شرح المنہاج ، بیروت ، دارالکتب العلمیہ ، س ن

135۔علی بن عثمان ہجویری ، کشف المحجوب ، لاہور، مطبع نوائے وقت پرنٹرز، س ن

136۔علی بن عثمان ہجویری ، کشف المحجوب (فارسی) ، اسلام آباد ، انتشارات مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۹۵ء

137۔علی بن محمد جرجانی ، التعریفات ، کراچی ، مکتبہ حمادیہ، ۱۹۸۳ء

138۔علی حیدر، دارالاحکام شرح مجلۃ الاحکام ، بیروت ، دارالکتب العلیمہ ، س ن

139۔عمر سلیمان الاشقر ، تاریخ الفقۃ الاسلامی ، بیروت ، مکتبہ الفلاح، ۱۹۸۲ء

140۔عمیم الاحسان ، سید ، تاریخ علم فقۃ ، دھلی مکتبہ برہان، ۱۹۶۲ء

141۔غلام سرور، خزینۃ الاصیفیاء ، لاہور، س ن

142۔عبدالرشید ارشد، بیس مردان حق ، ، لاہور، مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۹۶ء

(غ)

143۔غلام مصطفیٰ خان ، ڈاکٹر ، مشائخ طریق اربع ، حیدرآباد، س ن

144۔غلام مصطفیٰ خان ، ڈاکٹر ، رسالہ مشہیر نقشبندیہ، حیدرآباد ، ۱۹۵۸ء

145۔غلام مصطفیٰ خان ، ڈاکٹر ، لوائح خانقاہ مظہریہ، حیدرآباد ، ۱۹۷۵ء

146۔غلام مصطفیٰ خان ، ڈاکٹر ، حضرات قدس (اردو ترجمہ)، ۱۹۸۲ء

147۔غلام مصطفیٰ خان ، ڈاکٹر ، حضرت مجدد الف ثانی (تحقیقی جائزہ) کراچی، ۱۹۶۵ء

148۔غلام مصطفیٰ خان ، ڈاکٹر ، باقیات باقی ، کراچی، س ن

(ف)

149۔فرہنگ کارواں ، فضل الہی عارف ، نظرثانی ، غلام مصطفیٰ خان ، ڈاکٹر ، لاہور، مکتبہ کارواں ، س ن

150 ۔ فقہ اسلام (اردو)، حسن احمد الخطیب، مترجم سید رشید احمد ارشد، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۲ء

151 ۔ فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیاء (فارسی)، ایران، چاپخانہ مرکزی، س ن

152 ۔ فضل احمد، (مترجم) گلزار ابرار، لاہور، اسلامک بک فاؤنڈیشن، س ن

153 ۔ فضل الدین احمد مرزا، (مرتب) تذکرہ ابوالکلام آزاد، لاہور، انارکلی کتاب گھر، س ن

154 ۔ فضل الرحمٰن، سید، احسن البیان فی تفسیر القرآن، کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز ۱۹۹۶ء

155 ۔ فضل الرحمٰن، سید، افکار زواریہ، کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء

156 ۔ فضل الرحمٰن، سید، شش ماہی السیرہ عالمی، شمارہ ۴، ۲۰۰۰، کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، س ن

157 ۔ فضل الرحمٰن، سید، ہادی اعظم، کراچی، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، ۱۹۹۵ء

158 ۔ فضل الرحمٰن، سید، (مرتب) مقالات زواریہ، کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز ۱۹۹۸ء

(ق)

159 ۔ قاسم غنی، تاریخ تصوف در اسلام، چھاپہ نقش جہان، س ن

160 ۔ قاضی عالم الدین، (مترجم) مکتوبات شریف از خواجہ محمد باقی اللہ، لاہور، اللہ والے کی قومی دکان، س ن

(ک)

161 ۔ کمال راشدی، الفقہ والفقہاء، کراچی، نادریہ اکادمی، س ن

(ل)

162 ۔ لطیف اللہ، پروفیسر، تصوف اور سریت، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء

(م)

163 ۔ معجم الاشرف سہ لسانی لغات، فارسی، عربی، اردو، محمد اشرف، پروفیسر، لاہور، مکتبہ القریش، ۱۹۹۲ء

164 ۔ مجیب اللہ ندوی، مولانا، فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، س ن

165 ۔ محب اللہ بہاری، مسلّم الثبوت، المطبعۃ الحسینیہ المصریہ، س ن

166 ۔ مرزا مظہر جان جاناں شہید، دیوان مرزا مظہر جان جاناں، حیدرآباد، المصطفیٰ اکیڈمی، ۱۹۸۸ء

167۔مرزا مظہر جان جاناں شہید، مرزا مظہر جان جاناں کے چند غیر مطبوعہ خطوط، کراچی، انجمن ترقی اردو، س ن

16 ۔محمد ابراہیم، میر سیالکوٹی، تاریخ اھل حدیث، لاہور اسلامی پبلی کیشنگ کمپنی، ۱۹۵۳ء

169 ۔محمد احسان اللہ عباسی، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، رام پور، ۱۹۲۶ء

170۔محمد ادریس انصاری حیات صوفیہ، صادق آباد، ادارہ تبلیغ اسلام، س ن

171۔محمد ادریس انصاری، فیض الغفور، صادق آباد، ادارہ تبلیغ اسلام، س ن

172۔محمد اسحٰق بھٹی، فقہائے ہند، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۷ء

173۔محمد اسحٰق بھٹی، برصغیر پاک وہند میں علم فقہ، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، س ن

174۔محمد اسحٰق سندیلوی، مولانا، ماہنامہ نظام کانپور، شمارہ ۱۱ تا ۱۲، ۱۹۶۷ء

175۔محمد اشرف (مترجم)، حضرت القدس، سیالکوٹ، مکتبہ نعمانیہ، س ن

176۔محمد اصغر اطہر فاروقی (مترجم) انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ، لاہور نوری بکڈپو، س ن

177۔محمد اقبال، بال جبریل، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن

178۔محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی) لاہور، اسد پبلی کیشنز، ۱۹۷۶ء

179۔محمد اکبر شاہ بخاری، سید، حافظ، تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ملتان، طیب اکیڈمی، س ن

180۔محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، تاج آفس، س ن

181۔محمد امین بن عابدین شامی، رد المختار، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۴ء

182۔محمد بشارت علی، ڈاکٹر، تذکرہ حضرت مولانا سید قمر الدین، کراچی، مستجاب کمپنی، س ن

183۔محمد بن ابراہیم، الفقہ المقارن، بغداد، مکتبہ الوطنیہ، س ن

184۔محمد بن ابی بکر الدمشقی، اعلام الموقعین، بیروت، دار الجیل، ۱۹۷۳ء

185۔محمد بن ابی یعقوب ندیم، الفہرست بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء

186۔محمد بن احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلاء، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۹۳ء

187۔محمد بن اسماعیل، البخاری، صحیح البخاری، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن

188۔محمد بن الحسن الثعالبی، الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن

189۔محمد بن عبداللہ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۹۹۰ء

190۔محمد بن علوی المالکی، شرح منظومۃ الورقات فی اصول الفقہ، وزارۃ الاعلوم، سعودی عرب، ۱۴۱۱ھ

191۔محمد بن علی الحصفکی، الدرالمختار مع الشامی، بیروت، دارالحیاء التراث العربی، س ن

192۔محمد بن عیسیٰ، ترمذی، الجامع السنن الترمذی، ملتان، فاروقی کتب خانہ، س ن

193۔محمد تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن

194۔محمد عبدالاحد، مجموع حالات ومقالات امام ربانی مجدد الف ثانی، دھلی، مطبع مجتبائی، س ن

195۔محمد عبدالرؤف المناوی، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، مصر، مطبعہ مصطفیٰ محمد، ۱۹۳۸ء

196۔محمد عبدالحق، (مترجم) تلبیس ابلیس، کراچی نور محمد کتب خانہ، س ن

197۔محمد عبدالرحمٰن شاہ، نبراس السالک، کراچی، ایجوکیشنل پریس، س ن

198۔محمد عبداللہ چغتائی، ڈاکٹر، (مترجم) واقعات عالمگیری از عاقل خان رازی، لاہور، فیروز پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۸

199۔محمد عشرت علی ھاشمی، ڈاکٹر، خواجہ باقی باللہ پر مفصل مقالہ، کراچی، مقالہ پی ایچ ڈی غیر مطبوعہ، کراچی یونیورسٹی، س ن

200۔محمد حسن، ڈاکٹر، (مترجم) التعرف المذہب اہل التصوف، لاہور، المعارف، ۱۳۹۱ھ

201۔محمد حسن، ڈاکٹر، (مترجم) رسالہ قشیریہ، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۷۰ء

202۔محمد حسن، مولوی، حالات حضرات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، لاہور، اللہ والے کی قومی دکان، س ن

203۔محمد حسین کوٹلوی، مقالات امام ربانی، چیون پرکاش، ۱۳۱۴ھ

204۔محمد حلیم، مجدد اعظم، لاہور، شعاع ادب، ۱۹۵۸ء

205 محمد خضری، تاریخ التشریع الاسلامی، قاہرہ، مکتبہ الاستقامہ، س ن

206۔محمد زکریا، مولانا، شیخ الحدیث، آپ بیتی، کراچی، مکتبہ الشیخ، س ن

207۔محمد سلیم، سید، پروفیسر، تاریخ خط وخطاطین، کراچی، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، س ن

208۔محمد صادق قصوری، تذکرہ نقشبندیہ خیریہ، لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۱۹۸۸ء

209۔محمد طاہر صدیقی، مجمع بحار الانوار، قاہرہ، دارالکتب الاسلامی، ۱۹۹۳ء

210۔ محمد طاہر منصوری، عبدالحئی ابڑو، (مرتبین) امام ابوحنیفہ حیات، فکر و خدمات، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، س ن

211۔ محمد ظفر الدین، (مرتب) فتاوی دارالعلوم دیوبند، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن

212۔ محمد عاشق الہٰی تذکرۃ الرشید، لاہور، ادارہ اسلامیات، س ن

213۔ محمد عبدالمالک صدیقی، تجلیات، احمد پور شرقیہ، س ن

214۔ محمد علی لطفی، (مترجم) سفینۃ الاولیاء، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۱ء

215۔ محمد غزالی، امام، احیاء العلوم (مترجم) کراچی دارالاشاعت، س ن

216۔ محمد فدا علی طالب، (مترجم) مآثر عالمگیری از محمد ساقی مستعد خان، کراچی، بک لینڈ محمد بلڈنگ، ۱۹۱۶ء

217۔ محمد فہیمی السقاء، الفقہ الطلاب حلقات القرآن، جدہ، دار المکتاب، س ن

218۔ محمد لطفی جمعہ، تاریخ فلاسفہ الاسلام فی المشرق والمغرب، دار الباز، س ن

219۔ محمد مظہر بقاء، اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۷۳ء

220۔ محمد منظور نعمانی، (مدیر) ماہنامہ الفرقان، شاہ ولی اللہ نمبر ۱۹۴۱ء، دھلی، برقی پریس، س ن

221۔ محمد منظور نعمانی، مولانا، تذکرہ مجدد الف ثانی، کراچی، دارالاشاعت، س ن

222۔ محمد موسیٰ بھٹو، معاشرہ کی اسلامی تشکیل نو اور تصوف و احسان، حیدرآباد، سندھ نیشنل اکیڈمی، س ن

223۔ محمد میاں، سید، علمائے ہند کا شاندار ماضی، مکتبہ برہان، جامع مسجد دھلی، ۱۹۶۳ء

224۔ محمد میاں سید، علمائے ہند کا شاندار ماضی، لاہور، مکتبہ محمودیہ، س ن

225۔ محمد وارث کامل، (مترجم) سفینۃ الاولیاء، لاہور، مدنی کتب خانہ، س ن

226۔ محمد ہاشم کشمی، زبدۃ المقامات، (اردو) لاہور، ملک چنن الدین، س ن

227۔ محمد ہاشم کشمی، زبدۃ المقامات، (فارسی) لاہور، بستان ادب، ۱۹۶۹ء

228۔ محمود الحسن عارف، ڈاکٹر، تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، س ن

229۔ محمود احمد غازی، ڈاکٹر، ادب القاضی، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، س ن

230۔ محمود احمد فاروقی، (مترجم) منتخب التواریخ، کراچی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۲ء

231۔محمود اشرف عثمانی، تصوف کی حقیقت اوراس کا طریقہ کار، لاہور، ادارہ اسلامیات، س ن

232۔محی الدین یحیٰ بن شرف، المجموع، بیروت، دارالفکر، ۱۹۹۶ء

233۔محی الدین یحیٰ بن شرف، تہذیب الاسماء، بیروت، دارالفکر، ۱۹۹۶ء

234۔مدراراللہ مدرار نقشبندی، تجلیات صدیقی، کراچی، حکیم غلام رسول منزل فردوس کالونی، س ن

235۔مرزا حیرت دھلوی، حیات طیبہ، لاہور، اسلامی پبلیشنگ کراچی، س ن

236۔مشتاق علی شاہ، سید، تعارف فقہ، گوجرانوالہ، مکتبہ حنفیہ، س ن

237۔مصطفیٰ احمد الزرقاء، المدخل الفقہی، دارالفکر، ۱۹۶۸ء

238۔مصطفیٰ عبداللہ، کشف الظنون عن اسلامی الکتب والفنون، بیروت، مکتبہ المثنی، س ن

239۔مناظراحسن گیلانی، تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ، دکن، نفیس اکیڈمی، ۱۹۴۶ء

240۔مناع خلیل القطان، التشریع الفقہ فی الاسلام، قاہرہ، مکتبہ وھبۃ، س ن

241۔موفق بن احمد المکلی، مناقب ابی حنیفہ، بیروت، دارالکتب العربی، ۱۹۸۱ء

242۔میرولی الدین، (ڈاکٹر) قرآن اور تصوف، دھلی، ندوۃ المصنفین، ۱۹۵۶ء

243۔مولانا خلیل الرحمٰن سجاد ندوی، الفرقان خصوی اشاعت، حضرت شیخ الحدیث، لکھنؤ، مکتبہ الفرقان، صفر سنہ ۱۴۰۳ھ

244۔محمد زکریا کاندھلوی، آپ بیتی، ، مولانا، کراچی، معہد الخلیل الاسلامی، س ن

245۔محمد زکریا کاندھلوی، مولانا، تاریخ مظاہر، ، سہارنپور، کتب خانہ اشاعت العلوم، ۱۳۹۲ھ 246۔فضائل ذکر، مولانا زکریا کاندھلوی، کراچی، مکتبہ الشیخ، س ن

247۔محمد یوسف متالا، مولانا، حضرت شیخ الحدیثؒ اوران کے خلفاء کرام، انگلینڈ، دارالعلوم العربیہ، س ن

248۔محمد شاہد سہارنپوری، مولوی، مکتوبات تصوف کراچی، مکتبہ الشیخ، س ن

249۔محمد عاقل، مولانا، ملفوظات حضرت شیخ، کراچی، مکتبہ الشیخ، ۱۴۱۲ھ

(و)

250۔وحید الزمان، لغات الحدیث، کراچی، نور محمد کتب خانہ، س ن

251۔ولی حسن ٹونکی، مفتی، تذکرہ اولیائے پاک وہند، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۹ء

252۔ وہبۃ الزحیلی، الفقۃ الاسلامی وادلتہ، پشاور، مکتبہ حقانیہ، س ن
254۔ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر، تاریخ تصوف، لاہور، علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب، ۱۹۷۶ء

255۔ یادگار شیخ سہارنپور (انڈیا)، شمارہ نمبر ۵۱ اور ۸۵ بابت ۱۵ مئی سنہ ۱۹۹۱ء اور مارچ سنہ ۱۹۹۳ء